

www.usmanfarooqi.8m.com

حدیث اور ایمان کی روشنی

ایک حق ایک سچ

انوارِ خورشید

پیشانیِ عشاقِ الہیہ کی روشنی پاکستان
پیشانیِ جامعہ عربیہ اسلامیہ لاہور

بیتِ محمدیہ لاہور

نام کتاب: حدیث النور

مصنف: انوار خورشید

صفحات: ۹۱۲

طبع عشرین: ذوالحجہ ۱۴۲۷ و مبر ۲۰۰۶

ناشر: جمعیت احفاد سیدنا ابوالحسن

باہتمام: حافظ نعیم الدین

پریس: اصغر پرنٹنگ پریس

athar.12ka4@gmail.com

www.ahlehaq.com

www.usmanfarooqi.8m.com



الانوار

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا سید حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ جامعہ مدنیہ لاہور، (۲۰۰۸ء)

بحر العلوم حضرت مولانا قاری عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ

استاذ جامعہ مدنیہ لاہور، (۲۰۱۲ء)

کی ارواح مبارکہ کے نام

جن کی علمی و روحانی تربیت سے اس قابل ہو سکا

کہ اپنی یہ تالیف اہل علم کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں

گر قبول افتد زہے عز و شرف

انوار خورشید

گزارش احوال

غیر مقلدین ہندوستان کے مسائل سے متعلق چند احادیث سوادہ لوح عوام کو دکھا کر انہیں یہ باور کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حدیث پر فقط اہل حدیث عمل کرتے ہیں اور کوئی نہیں اور حنفی لوگ تو حدیث کے خلاف عمل کرتے ہیں اور ان کے پاس نماز سے متعلق احادیث ہیں ہی نہیں۔ کچھ بیچارے ان کے دھوکہ میں آجاتے ہیں اور انہیں صبح سمجھ کر اپنا موقف و مسلک تک بدل لیتے ہیں۔ اس صورتحال کے پیش نظر اس بات کی ضرورت تھی کہ ایسا ایسی کتاب ترتیب دی جائے جس میں اُن احادیث کو جمع کیا جائے جن پر احناف عمل کرتے ہیں اور غیر مقلدین ان پر عمل کرنا تو کہا ان کے خلاف عمل کرتے ہیں چنانچہ اللہ کا نام لے کر یہ کام شروع کر دیا گیا البتہ یہ کام چونکہ انتہائی اہم تھا اس لیے اس میں کافی عرصہ لگ گیا، تاہم اللہ کے فضل و کرم سے اب یہ کتاب یورپ سے آراستہ ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ گئی ہے۔ اس کتاب میں مسائل نماز سے متعلق طہارت سے لیکر جنازہ تک تقریباً ۹۷ عنوانات قلم کر کے ان سے متعلق احادیث کو جمع کیا گیا ہے اور بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ دیکھئے اس قدر کثیر تعداد میں یہ احادیث موجود ہیں جو ان کتابوں سے لگتی ہیں چھ احادیث کی اہمیت، اکتب میں شمار ہوتی ہے۔ ان پر احناف عمل کرتے ہیں اور غیر مقلدین نے انہیں پس پشت ڈال رکھا ہے، لہذا ان کا یہ کہنا کہ احناف حدیث پر عمل نہیں کرتے یہ بالکل غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات خود متنازعہ مسائل سے متعلق چند احادیث پر بنیاد پر ہم غریب عمل کر کے باقی سب کو ترک کر دیتے ہیں اور دوسروں پر ترکہ حدیث کا الزام لگاتے ہیں۔ اس کوشش میں ہم کس حد تک کامیاب ہو سکے ہیں یہ تو قارئین ہی بتا سکیں گے، اتنا ضرور ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد انشاء اللہ بہت کچھ کر سامنے آجائے گی کہ حدیث پر کون عمل کرتا ہے اور کون نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور انتخاب ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو قبول و منظور فرما کر ہماری نجات اور عوام کی ہلاکت کا ذریعہ بنائے، و ما علینا الا البلاغ

افوار خورشید

سخن گفتنی

راقم الحروف بارگاہِ خداوندی میں بصدِ عجز و نیاز شکریہ سپاس پیش کرتا ہے کہ بعض اس کے فضل و کرم سے بندہ کی یہ تحقیر کوشش ”حدیث اور اہل حدیث“ اس قدر مقبول ہوئی کہ اس کا پہلا ایڈیشن بغیر کسی اشتہار و تبصرو کے ہاتھوں ہاتھ بکھل گیا، علماء و طلباء اور عوام نے اسے قبولیت کے ہاتھوں لیا۔ راقم کی حوصلہ افزائی کی، قیمتی آثار و مشوروں سے نوازا۔ یہ کتاب جو غیر مقلدین کے اس الزام کو دور کرنے کے لیے لکھی گئی ہے کہ۔ حنفی احادیث کے بجائے امام ابو حنیفہؒ کے اقوال پر عمل کرتے ہیں ان کے پتے احادیث نہیں ہیں۔ اس کتاب نے جہاں غیر مقلدین کے اس الزام کو دور کیا، اور بتلایا کہ احناف کثر اللہ سوادہ لوح کے پاس احادیث مبارکہ کثرت کے ساتھ موجود ہیں اور وہ ان احادیث ہی پر عمل کرتے ہیں، اور غیر مقلدین کا پروپیگنڈا غلط ہے۔

نیز اس کتاب سے جہاں بہت سے گم کردہ راہوں کو ہدایت ملی اور بہت سے لوگوں کے دلی اطمینان کا سبب بنی، وہیں اس سے غیر مقلدین کے حلقہ میں اضطراب اور بے چینی بھی پھیلی اور ان کے عوام اُن سے اس کے جواب کا مطالبہ کر کے گئے، غیر مقلدین نے اپنی خفت مٹانے اور اپنے عوام کو مطمئن کرنے کے لیے یہ راگ الاپنا شروع کر دیا۔ کہ یہ کتاب نئے اور اس میں سب جدیدیں ضعیف ہیں۔ لیکن یہ ایسی بات ہے کہ اس سے کوئی بھی عقل سلیم رکھنے والا منصف مزاج شخص مطمئن نہیں ہو سکتا، مقام خود ہے کہ ایسی کتاب جس میں بیسیوں آیات مبارکہ، صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) اور ان کے علاوہ حدیث کی مستند و معتبر کتابوں سے ماخوذ احادیث مبارکہ اور معتبر متون فقہ میں منقولیۃ اللہ مجتہدین کے اقوال ہوں۔ اس کے بارے میں یک بحث بلا دلیل یہ کہنا صحیح ہو سکتا ہے کہ یہ غلط کتاب ہے اور اس میں

- ۱۰۷ فراب وحید الزماں صاحب کی بخاری شریف کے ایک ماوی پر سخت تنقید۔
- ۱۰۸ بخاری شریف حکیم فیض عالم کی نظر میں۔
- ۱۰۸ حکیم فیض عالم کے نزدیک امام بخاری واقعہ انکس کی روایت میں مرفوع القلم ہیں۔
- ۱۰۹ بخاری شریف میں موضوع روایت۔
- ۱۰۹ بخاری شریف کے ایک مرکزی راوی پر حکیم فیض عالم کی برجہ و تنقید
- ۱۱۰ امام ترمذی پر حکیم فیض عالم کی تنقید۔
- ۱۱۰ مستد امام احمد بن حنبل حکیم فیض عالم کی نظر میں۔
- ۱۱۱ شرح معانی الآثار مولوی عبدالعزیز مناظر ملتانی کی نظر میں۔
- ۱۱۲ غیر متقلدین کا مقصد احیاء سنت نہیں امت میں اختلاف و انتشار پھیلانا ہے۔
- ۱۲۹ غیر متقلدین کے چودھویں صدی کے مجدد کے کارنامے۔
- ۱۳۱ غیر متقلدین کا احناف کی مساجد میں نماز پڑھنے کا مقصد۔
- ۱۳۲ سبب تالیف۔
- ۱۳۳ کتاب کا طرز۔
- ۱۳۵ تالیف کتاب کے مقصود۔

- ۱۳۷ تھوڑا پانی نجاست کے واقع ہونے سے ناپاک ہو جاتا ہے تھوڑی نجاست ہو یا زیادہ۔
- ۱۴۲ منی ناپاک ہے۔
- ۱۴۹ شراب کے ناپاک ہونے کی دلیل۔
- ۱۵۶ مردار خون خنزیر سب ناپاک ہیں۔
- ۱۶۳ کتا ناپاک ہے۔
- ۱۶۶ حلال و حرام سب جانوروں کا پیشاب ناپاک ہے۔
- ۱۷۱ صرف پگڑی پر مسح صحیح نہیں۔
- ۱۷۵ وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے۔
- ۱۷۷ وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے فرض نہیں۔
- ۱۸۲ گردن (گدی) پر مسح کرنا مستحب ہے۔
- ۱۸۷ بدن کے کسی حصہ سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے
- ۱۹۱ حقے آنے اور تکبیر بننے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
- ۱۹۳ نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
- ۱۹۷ شرم گاہ پر ہاتھ لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔
- ۲۰۳ ایک نئی دریافت۔
- ۲۰۴ اعضاء وضو میں سے ذرا سی جگہ بھی خشک رہ گئی تو وضو نہیں ہوگا (ناخن پالش کا مسئلہ)
- ۲۰۷ پیشاب پانخانہ کرتے وقت قبلہ رو ہونا اور مٹھ کرنا منع ہے۔
- ۲۱۰ ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق۔

| | | |
|----|---|-----|
| ۱۷ | جمعہ کے دن غسل واجب نہیں سنت ہے۔ | ۲۱۳ |
| ۱۸ | تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ | ۲۲۱ |
| ۱۹ | حیض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت۔ | ۲۲۶ |
| ۲۰ | طہارت کے بغیر قرآن پاک کو چھونا جائز نہیں۔ | ۲۲۹ |
| ۲۱ | کپڑوں کا اور بدن کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے | ۲۳۲ |
| ۲۲ | جگہ کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے۔ | ۲۳۵ |
| ۲۳ | ستر کا ڈھانپنا نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے۔ | ۲۳۸ |
| ۲۴ | فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھنا افضل ہے۔ | ۲۴۰ |
| ۲۵ | ظہر کی نماز گرمیوں میں تاخیر سے اور سردیوں میں جلدی پڑھنی چاہیئے۔ | ۲۴۷ |
| ۲۶ | تین اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ | ۲۵۰ |
| ۲۷ | بلاعذر دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا جائز نہیں۔ | ۲۵۱ |
| ۲۸ | فٹ بال کھیلنے کے لیے جمع بین الصلوٰتین۔ | ۲۵۸ |
| ۲۹ | نوکری کے لیے جمع بین الصلوٰتین۔ | ۲۵۸ |
| ۳۰ | اقامت کے کلمات دو دو دفعہ کہے جائیں۔ | ۲۵۹ |
| ۳۱ | تکبیر تحریمیہ کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کا نون تک ٹھکانا سنت ہے۔ | ۲۷۰ |
| ۳۲ | نماز میں دونوں ہاتھ نماز کے نیچے باندھنا مستحب ہے۔ | ۲۷۵ |
| ۳۳ | تکبیر تحریمیہ کے بعد سبحانک اللہ ہو و بحمدک پڑھنا مستحب ہے۔ | ۲۸۵ |
| ۳۴ | نماز میں بسم اللہ اونچی آواز سے نہیں پڑھنی چاہیئے۔ | ۲۹۱ |
| ۳۵ | امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہیئے۔ | ۲۹۹ |
| ۳۶ | جملہ راشدین امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے تھے۔ | ۳۲۸ |

| | |
|-----|---|
| ۳۲۸ | حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان۔ |
| ۳۲۹ | حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان۔ |
| ۳۳۰ | حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول و عمل۔ |
| ۳۳۱ | حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول و عمل۔ |
| ۳۳۲ | حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول و عمل۔ |
| ۳۳۵ | حضرت سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا فرمان۔ |
| ۳۳۵ | حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان۔ |
| ۳۳۶ | حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا قول و عمل۔ |
| ۳۳۷ | حضرت ابو دردار رضی اللہ عنہ کا فرمان۔ |
| ۳۳۸ | حضرت علقمہ بن قیس رحمہ اللہ کا قول و عمل۔ |
| ۳۳۹ | حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ کا فرمان۔ |
| ۳۳۹ | حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ کا فرمان۔ |
| ۳۴۰ | حضرت سوید بن غفلہ رحمہ اللہ کا فرمان۔ |
| ۳۴۰ | حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کا فرمان۔ |
| ۳۴۰ | حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا فرمان۔ |
| ۳۴۱ | حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا فرمان۔ |
| ۳۴۲ | حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا فرمان۔ |
| ۳۴۲ | حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مسلک۔ |
| ۳۴۲ | حضرت امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام زہریؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ اور اسحاق بن ربیعہ کا مسلک۔ |
| ۳۴۳ | حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک۔ |
| ۳۸۲ | امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی کی تحقیق۔ |

| | |
|-----|--|
| ۳۳۳ | حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا فرمان - |
| ۳۳۳ | علامہ ابن تیمیہؒ کا فیصلہ - |
| ۳۵۳ | جس نے امام کو رکوع میں پالیا اس نے وہ رکعت پالی - |
| ۳۶۱ | فرضوں کی آخری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیے اور ان رکعتوں میں فاتحہ کی جگہ تسبیح پڑھنا اور خاموش رہنا بھی جائز ہے - |
| ۳۶۸ | نمازیں آئین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے - |
| ۳۶۶ | حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آہستہ آواز سے آئین کہتے تھے - |
| ۳۷۷ | حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی آہستہ آواز سے آئین کہتے تھے - |
| ۳۷۸ | حضرت ابراہیم شعبیؒ خود بھی آہستہ آواز سے آئین کہتے تھے اور فتویٰ بھی آئین کہے آہستہ آواز سے کہنے کا دیتے تھے - |
| ۳۷۹ | حضرت امام شعبیؒ اور حضرت ابراہیم شعبیؒ بھی آہستہ آواز سے آئین کہتے تھے - |
| ۳۷۹ | حضرت سفیان ثوریؒ کا مسکب بھی آئین آہستہ آواز سے کہنے کا ہے - |
| ۳۸۰ | حضرت امام حنفیہؒ کا مسکب یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آواز سے آئین کہیں - |
| ۳۸۱ | امام مالکؒ کا مسکب یہ ہے کہ امام تو آئین کہے ہی نہیں مقتدی آہستہ آواز سے کہیں - |
| ۳۸۱ | امام شافعیؒ کا مسکب یہ ہے کہ امام تو ادنیٰ آواز سے آئین کہے لیکن مقتدی آہستہ آواز سے آئین کہیں - |

| | |
|-----|---|
| ۳۹۰ | تجلیہ تحریر کے علاوہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیئے - |
| ۴۰۳ | خلعہ راشدین صرف تجلیہ تحریر کے وقت رفع یدین کرتے تھے - |
| ۴۰۴ | حضرت عمر رضی اللہ عنہ تجلیہ تحریر کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے - |
| ۴۰۵ | حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بھی تجلیہ تحریر کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے - |
| ۴۰۶ | حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تجلیہ تحریر کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے - |
| ۴۰۷ | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تجلیہ تحریر کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے - |
| ۴۰۸ | حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے دیکھ کر حضرت سالمؓ اور قاضی محارب بن دثارؒ کا اعتراض کرنا - |
| ۴۰۹ | حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تجلیہ تحریر کے وقت ہی رفع یدین کرنا - |
| ۴۱۰ | حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے دیکھ کر حضرت یسویٰؓ کا حضرت ابن عباسؓ کے پاس جا کر حیرت سے سوال کرنا - |
| ۴۱۱ | حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے صاحبزادے حضرت عبادؓ کا فرمان - |
| ۴۱۱ | حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب تلامیذ ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے - |
| ۴۱۲ | حضرت ابو آئشہؓ حضرت امام شعبیؒ اور ابراہیم شعبیؒ رحمہما یتیموں ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے - |

حضرت اسود بن یزیدؓ اور حضرت علقمہؓ بھی ابتداء نماز کے علاوہ

رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حضرت قیس بن ابی حازمؓ بھی ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں

کرتے تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی ملیکؓ بھی صرف ابتداء نماز میں ہی رفع

یدین کرتے تھے۔

حضرت خثیمہؓ بھی صرف ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے۔

حضرت سفیان ثوریؓ بھی صرف تجسید تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

محدث اسلمیؓ بن اسرائیلؓ بھی صرف تجسید تحریمہ کے وقت ہی

رفع یدین کے قائل ہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مسلک۔

حضرت امام مالکؒ کا مسلک۔

ترک رفع یدین پر اہل مدینہ کا اجماع۔

ترک رفع یدین پر اہل کوفہ کا اجماع۔

ترک رفع یدین پر فقہاء کا اجماع۔

کسی بھی مقام پر رفع یدین کے واجب نہ ہونے پر اجماع۔

رفع یدین کے مسئلے میں غیر مقلدین کی کذب بیانیوں اور بدو یا قبیال۔

نماز میں جلسہ استراحت نہیں کرنا چاہیئے۔

خلفہ راشدین جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ بھی جلسہ

استراحت نہیں کرتے تھے۔

عام صحابہ کرام جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔

حضرت ابن ابی ملیکؓ بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم نخعیؓ بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔

عام مشائخ کا معمول تھا کہ وہ جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام احمد بن

حنبلؒ جلسہ استراحت کے قائل نہیں ہیں۔

خالد گر جاکھی صاحب کا جھوٹ۔

نماز میں سجود سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ زمین پر

ایک کر نہیں اٹھنا چاہیئے۔

علامہ ابن قیم حنبلیؒ کی تحقیق۔

دونوں قدموں میں ایک طرح بیٹھنا ہی مسنون ہے اور تورک

مسنون نہیں ہے۔

پہلے قدم میں تشہد سے آگے کچھ نہیں پڑھنا چاہیئے۔

فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دُعا مانگنا صحیح ہے۔

عورت اور مرد کی نماز ایک جیسی نہیں بلکہ دونوں میں فرق ہے

غیر مقلدین سے ایک سوال۔

نباہغ کی امامت جائز نہیں۔

امام بہترین شخص ہونا چاہیئے۔

جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اور پتہ چلے کہ امام غبی

ہے تو اس کو نماز پڑھانے سے روکنا چاہیئے۔

| | | | |
|-----|--|-----|---|
| ۵۷۱ | حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے۔ | ۵۰۸ | ہے یا بے وضو ہے تو امام اور مقتدی سب نماز ٹوٹا نہیں۔ |
| ۵۷۲ | حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کا وتر کے متعلق فیصلہ۔ | ۵۰۹ | صفوں کی درستگی میں کندھے سے کندھا ملانا سنت ہے نہ کہ قدم سے قدم ملانا۔ |
| ۵۷۳ | مدینہ طیبہ کے سات فقہاء بھی ایک سلام کے ساتھ تین رکعات وتر کے قائل تھے۔ | ۵۲۰ | محلہ کی مسجد میں دوسری جماعت کروانا مکروہ ہے۔ |
| ۵۷۴ | حضرت ابو بکرؓ کے پوتے قاسم بن محمدؓ کا فرمان۔ | ۵۲۱ | نماز میں قرآن مجید دیکھ کر قرائت کر کے نماز نافہ ہو جاتی ہے۔ |
| ۵۷۵ | اہل اسلام کا اجماع کہ وتر ایک سلام سے تین رکعات ہیں۔ | ۵۲۵ | نماز میں کلام کرنے سے نماز نافہ ہو جاتی ہے جان بوجھ کر کلام کرے یا بھولے سے۔ |
| ۵۷۶ | وتر میں دعاء قنوت سارے سال واجب ہے اور دعاء قنوت کے لیے تجسیر کہنا اور دونوں ہاتھ کا نون کاک اٹھانا مسنون ہے اور دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھنی چاہیے۔ | ۵۳۴ | وتر واجب ہیں۔ |
| ۵۷۷ | غیر مقلدین کا ایک بھوٹ۔ | ۵۵۳ | وتر کی تین رکعتیں اکٹھی ایک سلام سے پڑھنی چاہئیں اور وتر کی پہلی دو رکعتوں کے بعد قعدہ واجب ہے۔ |
| ۵۷۸ | صادق سیالکوٹی صاحب کا دھوکہ اور خیانت۔ | ۵۶۳ | حضرت عمر فاروقؓ تین وتر ایک سلام سے پڑھتے تھے۔ |
| ۵۷۹ | فجر کی سنتیں فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے پر بھی پڑھنی جائز ہیں۔ | ۵۶۶ | حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔ |
| ۶۰۹ | فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹنا مسنون نہیں ہے۔ | ۵۶۶ | حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تین رکعت وتر کے قائل تھے۔ |
| ۶۱۶ | فجر کی سنتیں فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے۔ | ۵۶۷ | حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے۔ |
| ۶۲۳ | مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا مسنون نہیں ہے۔ | ۵۶۷ | حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے۔ |
| ۶۳۰ | تراویح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں۔ | ۵۶۹ | حضرت انسؓ تین رکعات وتر ایک سلام سے پڑھتے تھے۔ |
| ۶۳۶ | حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں تراویح بیس رکعات پڑھی جاتی تھیں۔ | ۵۷۰ | حضرت ابی بن کعبؓ بھی وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے۔ |
| ۶۴۱ | حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی تراویح ۲۰ رکعات ہی پڑھی جاتی تھیں۔ | ۵۷۰ | حضرت ابوامامہؓ باہلیؓ بھی وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔ |
| ۶۴۲ | حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے۔ | ۵۷۱ | حضرت سعید بن جبیرؓ بھی وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔ |
| ۶۴۳ | تراویح کے ۲۰ رکعات ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع۔ | ۵۷۱ | حضرت علقمہؓ بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے۔ |
| ۶۴۵ | حضرت سید بن غفلہؓ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے۔ | ۵۷۱ | حضرت مکیولؓ بھی وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے۔ |

کا ادا کرنا ضروری ہے۔

۶۰ سجدہ سہو واجب ہے اور وہ (قعدہ اخیرہ میں) سلام پھیر کر کیا جاتا ہے اور اس کے بعد التحیات پڑھ کر پھر سلام پھیرا جاتا ہے۔

۶۱ مقتدی کو اگر سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں۔

۶۲ سجدہ تلاوت کے لیے وضو شرط ہے ابے وضو سجدہ تلاوت جائز نہیں۔

۶۳ کتنی مسافت پر قصر کرنا چاہیئے۔

۶۴ مسافر جب تک کسی جگہ پندرہ دن کی اقامت کی نیت نہ کرے اس وقت تک قصر کرے گا۔

۶۵ دوران سفر قصر کرنا واجب ہے اور پوری نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۶۶ دوران سفر اگر ممکن ہو تو سنتیں بھی پڑھنی چاہئیں۔

۶۷ گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔

۶۸ جمعہ کے صبح ہونے کے لیے چند شرطیں ہیں جن کے بغیر جمعہ جائز نہیں۔

۶۹ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے۔

۷۰ جمعہ کی دو اذانیں مسنون ہیں۔

۷۱ جمعہ کے دن خطبہ کے وقت اذان منبر کے پاس خطیب کے سامنے مسنون ہے اور خطبہ جمعہ عربی زبان میں ہونا ضروری ہے۔

۷۲ خطبہ جمعہ کے درمیان نماز پڑھنا اور بات چیت کرنا مکروہ ہے۔

۷۳ جمعہ کی نماز سے پہلے اور بعد میں دس رکعات سنت نمکدہ ہیں۔

۷۴

کسی دن عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں تو اس دن جمعہ کی نماز ساقط نہیں ہوتی اس کا پڑھنا فرض ہی رہتا ہے۔

۷۵

غیر مقلدین کو تکبیر صلوٰۃ سے چڑھتے۔

۷۶

عیدین کی نماز میں زائد تکبیریں چھ کہنی چاہئیں۔

۷۷

نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرنا چاہیئے باقی میں نہیں۔

۷۸

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورت بطور قرأت پڑھنا جائز نہیں۔

۷۹

نماز جنازہ میں دعائیں وغیرہ آہستہ آواز سے پڑھنی چاہئیں نہ کہ اونچی آواز سے۔

۸۰

بغیر کسی عذر کے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔ ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق۔

۸۱

۸۳۲

۸۳۲

۸۳۳

۸۵۷

۸۶۱

۸۷۷

۸۸۲

تقدیم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت میں سے ایک علامت یہ ذکر فرمائی ہے کہ "اس امت کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں پر لعن طعن کریں گے"۔ اس دور پر فتنے میں جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذکر کردہ دوسری علامات کا ظہور ہو رہا ہے، وہیں اس علامت کا بھی پوری طرح ظہور ہو رہا ہے، ماورپہ اتراد لوگ جو دین سے بے بہرہ اور دینی اقدار سے نا آشنا ہیں وہ اپنے مذموم مقاصد کی راہ میں جس ہستی کو اپنے خلاف پاتے ہیں اس پر کھیل کر تنقید اور طعن و تشنیع کرتے ہیں اور اس میں کسی کے مرتبہ و مقام کا لحاظ نہیں کرتے، انبیاء کرام ہوں یا صحابہ کرام، خلفاء راشدین ہوں یا اہل بیت عظام، تابعین و تبع تابعین ہوں یا ائمہ مجتہدین، اولیاء کرام ہوں یا علماء دین، اس دور میں ان محترم شخصیات میں سے کوئی بھی تنقید سے بچا ہوا نہیں، دشمنان دین اگر یہ طرز عمل اختیار کریں تو ان کا کیا گلہ و شکوہ، حیرت و استعجاب کا مقام تو یہ ہے کہ آج کل تنقید کا عمل وہ لوگ کر رہے ہیں جو اپنے آپ کو دیندار، بلکہ اشاعت دین کا بلا شکر گت غیر سے ٹھیکیدار سمجھتے ہیں۔

چنانچہ غیر مقلدین حضرات جو تمنا اپنے آپ کو قرآن و حدیث پر عامل اور

تنہا خود کو قرآن و حدیث کی تبلیغ و اشاعت کرنے والا سمجھتے ہیں، ان کا یہ حال ہے کہ ان کی تقریر و تحریر میں بے دھڑک اسلاف پر تنقید اور ائمہ مجتہدین کی تذلیل و تضحیک ہوتی ہے، حتیٰ کہ اس تنقید سے صحابہ کرام کا دامن بھی محفوظ نہیں رہتا، جدید ہے کہ تنقید کے اس عمل میں غیر مقلدین کے چھوٹے، بڑوں سے چار قدم آگے ہیں، ج۔

آئندہ بدر نہ کرو پیر تمام کند

وہ محترم شخصیات جن پر آج کل تنقید کا بازار گرم ہے، ان میں سے ایک حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہیں، نہ جانے غیر مقلدین کو حضرت امام صاحب سے کاسے کا میر ہے کہ ان کا ہر چھوٹا بڑا حضرت امام صاحب کی ذات پر کھٹے نکالنے اور ان کی توہین و تنقیص کرنے میں مشغول ہے، حیران کن بات یہ ہے کہ تحفہ امام عالی مقام میں اگر انہیں شیعوں سے مدد لینے کی ضرورت پڑتی ہے تو اس سے بھی گریز نہیں کرتے، جیسا کہ اس کی شکایت حضرت شاہ اسحق صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد اور خلیفہ حضرت قاری عبدالرحمن پانی پتی مرحوم نے کی ہے۔ موصوف لکھتے ہیں۔

”مولوی بذیر حسین صاحب نے سید محمد مجتہد شیعہ سے بذریعہ خطوط مطاعن ابو حنیفہ کے طلب کئے اور ہمت آپ کی طرف مطاعن ائمہ فقہار اور تجبیلات صحابہ کے مصروف ہے۔“

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی توہین و تنقیص

غیر مقلدین حضرات آٹھ دن کوئی نہ کوئی کتاب، رسالہ اور مچھلٹ شائع کرتے رہتے ہیں جبراً تو حضرت امام صاحب کے خلاف ہوتا ہے یا ان کی فقہ کے

خلافت، اس میں ایسی سوقيانہ اور بازاری زبان استعمال کی جاتی ہے کہ پڑھ کر شرم سے سر جھک جاتا ہے۔ غیر متعلمین کی ان دل آزار عبارات کے ذکر کرنے کو جی تو نہیں چاہتا لیکن ان حضرات کا گھٹیا انداز دکھانے کے لیے دو چار عبارتیں تذکرہ قارئین کی جاتی ہیں تاکہ انہیں غیر متعلمین کی ذہنیت کا کچھ تھوڑا سا اندازہ ہو سکے۔

چنانچہ حکیم فیض عالم لکھتے ہیں :-

”امام ابو حنیفہ کے فرضی اور مزعومہ فضائل کی داستانیں شیعیت کے مزعومہ ائمہ سے بھی کئی گنا زیادہ ہیں مگر اس باب کو اس بات پر ختم کرنا چاہتا ہوں کہ فقہ حنفیہ کے اس ناگفتہ بہ پلندہ میں بار بار ان الفاظ کی تکرار کی گئی ہے عند ابی حنیفہ قال ابی حنیفہ هذا مذہب ابی حنیفہ وغیرہ دو کون سے ابو حنیفہ ہیں۔

۱۔ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوئی کے ہاں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے مجوسی النسل تھے، کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں، آپ کے باپ دادا مسلمان ہوئے تھے، چہ عجیب کہ باقی مجوسی النسل نو مسلموں کی طرح نسلی عصبیت ورثہ میں پائی ہو اور بال عمر کینہ قدیم ہمت عجم را کے زمرہ میں شمار ہوتے ہوں۔“

لاحظہ فرمائیے حکیم صاحب نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا کس قدر بڑے انداز میں تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے مجوسی النسل ہونے کو بطور طعن ذکر کیا ہے حالانکہ یہ کوئی طعن کی چیز نہیں کیونکہ جو شخص خود مسلمان ہو اس کے لیے اس کے باپ دادا کا غیر مسلم ہونا کوئی عیب نہیں، چہ جائیکہ جس کے باپ دادا بھی مسلمان ہوں ورنہ تو یہ طعن اسلاف میں سے کسی ایک پر نہیں سینکڑوں پر ہو سکے گا اور بات آگے

صحابہ کرام تک جا پہنچے گی مثلاً دیکھ لیجئے کہ خود حضرت امام بخاری رحمہ اللہ بھی مجوسی النسل تھے کیونکہ آپ کے جد اعلیٰ بردوزیہ فارس کے رہنے والے مذہباً مجوسی تھے۔

اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی مجوسی النسل تھے، لیکن آپ کے مجوسی النسل ہونے سے آپ کے مرتبہ و مقام میں ذرا بھی فرق نہیں پڑا بلکہ آپ کبار صحابہ کرام میں شمار ہوتے ہیں۔

دیکھا جائے تو کسی کو اس قسم کا طعن دینا خود اپنا ایمان خراب کرنے کے مترادف ہے کیونکہ حدیث میں کسی دوسرے کو اس قسم کا طعن دینے والے پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ناراض ہونا آیا ہے، چنانچہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے، ازواج مطہرات بھی ساتھ تھیں۔ سوا اتفاق کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ایک اونٹ نراند تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو فرمایا کہ دو اونٹ صفیہ کو دے دو۔ ان میں اس بیوہ کو اپنا اونٹ دے دوں؟ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اس قدر ناراض ہوئے کہ دو بیٹے تک ان کے پاس نہیں گئے۔

مشہور مورخ پروفیسر اسلم صاحب اپنے ایک مضمون ”مولانا حامد مینا سے میری آفری ملاقات“ میں رقمطراز ہیں :-

”راقم آئم نے عرض کیا کہ ہمارے علاقہ کا ایک بھنگی چند سال ہوئے خاکہ دیوبند میں بھرتی ہو کر سعودی عرب چلا گیا، وہاں قیام کے دوران میں وہ مشرف بہ اسلام ہوا اور اس نے مسلک اہل حدیث اختیار کر لیا۔ اس نے حج بھی کیا اور اب وہ واپس آچکا ہے۔ میں بھی اس

سے مل چکا ہوں وہ اکثر لاؤڈ اسپیکر پر یہ اعلان کیا کرتا ہے کہ ”ابوحنیفہ کو میرے سامنے لاؤ میں اسے نماز ادا کرنے کا طریقہ بتاؤں“ اس کے بعد وہ یہ آیت پڑھا کرتا ہے۔ **فَمَلُوا أَهْلَ الذِّكْرَانِ كُنْتُمْ لَا قُلُوبَ لَكُمْ**، قبلہ میرا صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ایک جنگی سے یہی امید رکھنی چاہیے، راقم آثم نے عرض کیا کہ مولوی احسان الہی ظہیر کے ساتھ حادثہ بھم میں جاں بحق ہونے والے ایک مولوی صاحب کا نام اشتہار میں یوں لکھا جاتا تھا: شیر ربانی مولانا حبیب الرحمن یزدانی خطیب اعظم کامونگی، میں نے ایک شخص سے اس کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگا کہ ان کا پورا نام لینے سے پہلے تو مسافر کامونگی سے گزر جاتا ہے، یہ خطیب اعظم کامونگی بھی حنفیاں کے آباؤ کو اپنی تقریروں میں کوسا کرتے تھے اور انہیں دین کے مسائل سمجھانے کی آرزو دل ہی میں لے کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

۱۰۔ یہ مولوی صاحب غیر متقلدین کے معروف مقرر خطیب اور ادیب تھے، غیر متقلدین نے ان کے خطبات کا ایک مجموعہ شائع کیا ہے جس کا نام ہے ”خطبات شہید اسلام“ ان خطبات کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی صاحب علم سے سبب مل تھی دست تھے، ان خطبات میں ایسی باتیں موجود ہیں جیسا کہ علم و تحقیق سے دو کا بھی اس قدر پختہ باتیں ملاحظہ فرمائیں، (۱) ایک خطبہ میں فرماتے ہیں حضرت حسنؓ کے بیٹے قاسم کی شادی بھی میلان کریم میں محرم میں ہوئی تھی۔ بیٹی مسیح کی ہے بیٹی کا نام ام کلثوم تھا اور بیٹی حسنؓ کا ہے بیٹے کا نام قاسم اور نکاح حسینؓ نے پرمایا ہے۔ خطبات شہید اسلام میں اپنی غلبا سے یہ بات باطل ثابت کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کوئی بیٹی ام کلثوم نامی نہیں ہے جس کی حضرت حسنؓ کے صاحبزادہ قاسم سے شادی ہوئی ہو۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

حال ہی میں کراچی سے غیر متقلدین نے پٹنہ عربی پھر عربی اردو میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ کے خلاف ایک کتاب شائع کی ہے۔ اس کتاب کا انداز اس قدر گھٹیا اور زبان اتنی غلیظ ہے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا، اس کتاب میں ائمہ حدیث کی طرف منسوب کردہ ایسی ایسی موضوعات و من گھڑت روایات ذکر کی گئی ہیں کہ خدا کی پناہ۔ ہم یہاں اس کتاب کے چند عنوانات ذکر کرتے ہیں تاکہ اس کتاب کے مصنف کی گندہ دہنی کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

بتیدہ شہید اسلام سابقہ:

۱۲۔ خطبہ عبداللہؓ میں فرماتے ہیں ”اصحٰی اصحابیہؓ کی جمع ہے“ (خطبات شہید اسلام ص ۱۲) یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ اصحابیہؓ کی جمع نہیں بلکہ اصحابۃ کی جمع ہے اصحابیہؓ کی جمع اصحابیؓ آتی ہے (۲) ایک خطبہ میں فرماتے ہیں ”اگر سر پر گچھلی یا ٹوپی ہے، تو اس کے اوپر سج ہو سکتا ہے۔ موزوں اور جرابوں پر بھی سج ہو سکتا ہے امام بخاری نے بخاری شریف میں باب باندھنا ہے“ المسح علی الجوربین“ جرابوں پر مس کرنا“ (خطبات شہید اسلام ص ۱۳) مولوی صاحب کی یہ بات انتہائی غلط ہے، پوری بخاری شریف پڑھا جائے کہیں آپ کو باب المسح علی الجوربین نہیں ملے گا۔ مولوی صاحب نے بخاری شریف میں خود مساحتہ باب کا اضافہ فرمایا ہے ورنہ بخاری شریف میں یہ باب نہیں ہے، مولوی صاحب کے انداز خطاب کی ایک جگہ بھی ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں مجھے ایک آدھ کی کہتا ہے یزدانی صاحب :- ہاتھ باندھنے میں بلا احتیاط ہے ہم کہاں ہاتھ باندھیں؟ میں نے کہا اگلی طرف تو استعمال ہوگئی ہے آپ پیچھے باندھ لیا کرو“ (خطبات شہید اسلام ص ۱۴) یہ سے مولوی صاحب کا مبلغ علم ادا نماز خطبہ کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تفسیر کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے اور آرزو تھی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو مسائل سمجھانے کی کہ نہایت سے نہ رجبہ ذی الحجہ توجہ فرمادے چکے فروغ نفس جو اعلیٰ کے ذوال کعبہ

بارے میں یہ واسعے رکھتے ہیں اس ہستی کے ساتھ غیر متقدمین کا کیا رویہ ہے،

(۱) حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک بزرگ آئے، جب وہ اٹھ کر چلے گئے تو حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا جانتے ہو یہ کون تھے؟ حاضرین نے عرض کیا کہ نہیں (اور میں انہیں پہچان چکا تھا) فرمائے گئے۔

” هذا ابو حنیفۃ العراقیہ ابو حنیفۃ میں عراق کے رہنے والے، لو قتال هذه الاسطوانۃ اگر یہ کہہ دیں کہ یہ ستون من ذہب لخرجت کما سونے کا ہے تو دیا ہی نکل قال لفتد و فتق لہ آئے انہیں فقہ میں ایسی توفیق الففتی حق ما علیہ دی گئی ہے کہ اس فن میں انہیں فیہ کبیر مؤنۃ“ لہ ذرا مشقت نہیں ہوئی،

(۲) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔

” قیل لمالک بن انس حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے هل رأیت ابا حنیفۃ؟ دریافت کیا گیا کہ آپ نے ابو حنیفۃ قال نعم رأیت کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا ان رجلاً ذو کلمات فن دیکھا ہے وہ ایسے شخص تھے کہ هذه الساریۃ ان اگر تم سے اس ستون کے سوا ثابت يجعلها ذہباً لہتام کرنے کے دلائل بیان کریں تو وہ بحجتہ“ لہ ضرور اپنی محبت میں کامیاب رہیں۔

(۳) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

” من اراد ان يعرف الفتی جو شخص فقہ حاصل کرنا چاہتا ہے فلیلزم ابا حنیفۃ وہ امام ابو حنیفۃ اور ان کے واحدا بہ فان الناس اصحاب کو لازم پکڑے کیونکہ تمام کلہم عیال علیہ ف لوگ فقہ میں امام ابو حنیفۃ کے الفتی“ لہ خوشہ چوہن ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ یہ بھی فرماتے تھے۔

” مآ را یت احدا میں نے ابو حنیفۃ سے بڑھ کر کوئی آفتی“ لہ فقہیہ نہیں دیکھا۔

(۴) حضرت ابو بکر محمد بن زری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

” لم یصح عندنا ان ہمارے نزدیک یہ بات ثابت ابا حنیفۃ قتال القرآن نہیں کہ ابو حنیفۃ نے قرآن کو مخلوق مخلوق“ کہا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ الحمد للہ، اسے ابو عبد اللہ (یہ امام احمد کی کنیت ہے) ان کا تو علم میں بڑا مقام ہے، فرمانے لگے،

” سبحان اللہ ہو من سبحان اللہ وہ تو علم، ورع، زہد العلم والورع والزہد اور عالم آخرت کو اختیار کرنے وایشار الدار الاخرۃ میں اس مقام پر نہیں جہاں کسی

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق مذکورہ چند اکابر اہل علم کے چہ چہ
اقوال نقل کئے گئے ہیں، ان کے علاوہ اور بہت سے بزرگوں کے اقوال، کتب
تاریخ و تذکرہ میں موجود ہیں جن سے حضرت امام صاحب کی فضیلت و عظمت
و بزرگی ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت امام صاحب کے بارے میں ان اقوال
کے موجود ہوتے ہوئے غیر مقلدین کا ان پر طعن و تشنیع کرنا، ان کی حبیب جوئی اور
عیب گوئی کرنا اپنی عاقبت فراب کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

چوں خدا خولہ کہ پردہ کس درو
میلش اندر طعنے پاکاں ز نمر
غیر مقلدین کی فقہ حنفی سے نفرت و عداوت

جس طرح غیر مقلدین، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بغض و عداوت
رکھتے ہیں، ایسے ہی انہیں فقہ حنفی سے بھی شدید نفرت ہے، ان کے چھوٹے
بڑے وقتاً فوقتاً فقہ حنفی کے خلاف کھتے رہتے ہیں، اور یہ تو ان کے ہر فرد کے
زبان زد ہے کہ ”فقہ حنفی قرآن و حدیث کے خلاف ہے“ بعض غیر مقلدین تو
فقہ حنفی کے خلاف نہایت ہی غلیظ زبان استعمال کرتے ہیں، فقہ حنفی کے
خلاف غیر مقلدین کی چند تحریرات نذر قارئین کی جاتی ہیں۔

حکیم فیض عالم لکھتے ہیں :-

”میں مکرر اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ آج فقہ حنفی
کے نام سے جو استفادہ ہوا حدیث، اول ہلائے والی باطل باتوں، ناقل،
کا مجموعہ دنیا میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کے ایک حصہ کو گمراہ کرنے کا
موجب بن رہا ہے اس کا ایک لفظ بھی حضرت امام ابوحنیفہ سے
تعلق نہیں رکھتا“

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں :-

”مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ آج فقہ حنفی کی آڑ میں جو مجموعہ اسفار
ہوا حدیث ہمارے ہاں مروج اور شائع ہے اس میں ایک حرف بھی
سیدنا امام ابوحنیفہ سے ثابت نہیں کیا جاسکتا اور نہ آج تک کوئی ثابت
کرنے کی جرات کر سکا ہے، اس مقام پر بے اختیار سہائیت کی اس
ڈاکہ زنی اور رخص کی اس نقب زنی کی واو دینے کو جی چاہتا ہے
حکیم صاحب کی طرح ان کی جماعت کے اور بہت سے حضرات بھی یہی دعویٰ کرتے
ہیں، مگر ان کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، اس کی تردید کے لیے حضرت امام صاحب کی
مسانید اور کتاب الآثار، نیز آپ کے تلامذہ حضرت امام محمد و قاضی ابویوسف رحمہما
کی کتب کا مطالعہ کافی ہے۔ یہ سب کتب بھلا اللہ شائع ہو چکی ہیں ان کا مطالعہ کر کے
دیکھ لیا جائے کہ فقہ حنفی کے مسائل ان کتب میں بروایت امام ابوحنیفہ پاسے ملتے
ہیں یا نہیں؟

جماعت فرما، ابوحدیث کے سابق امام مولوی عبدالرشاد صاحب اپنے والد مولوی
عبدالوہاب صاحب کی اسلامی خدمات کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں۔

”اپنے زمانہ کے بنیادی نے اپنے استاد شیخ الہند میاں صاحب مرحوم
سے تحصیل علم کے بعد سن ۱۲۰۰ھ میں مدرسہ دارالکتاب والسنۃ کی بنیاد شہر
دہلی میں قائم کر کے خالص درس قرآن و حدیث شروع کیا اور دیگر علوم
آلیم و عقلیہ منطق و فلسفہ، فقہ مروجہ وغیرہ کے مہول کا پول کھولنا شروع
کیا اور قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے ان پر عمل حنیفہ رکھنا رکھنا
سکنت جرم بتایا اور بیان فرمایا کہ کتب فقہ مروجہ شریعت اسلام کے

باصطافائی ہیں، کتاب وسنت کے ہوتے ہوئے ان پر عمل کرنا محض گمراہی اور حرام ہے بھلا اکل حلال کے ہوتے ہوئے خنزیر کھانا مکرم روا ہے۔

مزید لکھتے ہیں :-

”شُرک و بدعت کی وہ چھٹاڑ کرتے ہیں اور شخصی تقلید ناسید کا وہ کھون کھوتے ہیں اور فقہ کے خراب اور گندہ مسائل جو قرآن وحدیث کے سراسر خلاف ہیں وہ مٹی خراب کرتے کرنا بد و شاید۔“

غیر مقلدین کے مشہور مناظر مولوی طالب الرحمن صاحب لکھتے ہیں :-

”فقہ حنفی (جسے آپ کے ملہار اس ملک میں بطور قانون نافذ کوئے کی سر توڑ کوشش میں مصروف ہیں) اتنے گندے مسائل سے بھری پڑی ہے کہ ظلم کی نوک اور ہماری زبان اس بات کی متحمل نہیں کہ انہیں ضبط تحریر کیا کوئی زبان پر لایا جاسکے کیونکہ یہ تو وہ فقہ ہے کہ جب یہ مصطفیٰ کمال پاشا کے ملک میں رائج تھی تو اس کی گمراہی کا سبب بنی اور اسی کے مسائل سن سن کر اسے اسلام سے نفرت ہوئی اور پنجاب یونیورسٹی کی ایم۔ اے اسلامیات کی طالبات نے اس فقہ کی معتبر کتاب ہدایہ کے متعلق کچھ یوں اظہار خیال کیا کہ اگر یہ اسلام ہے تو ہمیں بوشلوم منظور ہے۔“

مولوی طالب الرحمن نے اس کتاب میں فقہ و اہل فقہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے

- ۱۔ عبدالستار مفتی - خطبہ امارت ص ۱۱۱ مشمولہ مسائل الحمد للہ ج دوم
- ۲۔ عبدالستار مفتی - خطبہ امارت ص ۱۵-۱۶
- ۳۔ اعلیٰ حنفی نماز مسئلہ : شائع کردہ مشہور اہل سنت ملتان۔

وہ ہمارے لیے ضبط تحریر سے باہر ہے اس لیے ان کے ایک ہی حوالے پر اکتفا کرتے ہوئے آگے چلتے ہیں۔

غیر مقلدین کے ایک اور مناظر مولوی ابوالکلیم اشرف سلیم صاحب نے فقہ حنفی کے خلاف اپنی ایک کتاب کے ٹائٹل پر یہ عبارت درج کی ہے ”کتاب ہذا میں محمد رسول اللہ کی احادیث مبارکہ اور فقہ حنفیہ کو فہم کے لیے بنیاد عقائد اور شرعاً مسائل کا علمی تحقیقی موازنہ کیا گیا ہے۔“

مولوی صاحب اس کتاب کا تعارف کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”اس کے آخری حصے میں خالص فقہ حنفیہ کے ایک صد گمراہ کن، شرمناک، انسانیت سوز، موجب لعنت، خود ساختہ، غیر معتبر، غیر مستند، مخرب اخلاق، عقائد باطلہ کا بیان کیا گیا ہے جسے پڑھ کر آپ پکار اٹھیں گے کہ واقعی مقلدین احناف کی فقہ حنفیہ کے پر نیچے اڑ گئے اور قرآن وحدیث کا پرچم لہرا رہا ہے۔“

اس کتاب میں مولوی صاحب نے جو یہ وہ عنوانات قائم کر کے ان پر عتاب آرائی کی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔

مولوی اشرف سلیم کا مبلغ علم

مولوی اشرف سلیم صاحب غیر مقلدین کے معروف مصنف، مقرر اور مناظر ہیں، احناف کے خلاف اشتہار بازی اور چیلنج بازی ان کا عام مشغلہ ہے۔ ان اشتہارات اور چیلنجز کے اندر کس قدر جھوٹ اور فریب ہوتا ہے وہ تو ہم اس وقت زیر بحث نہیں لاتے، اس وقت قارئین کو صرف یہ بتانا ہے کہ یہ مولوی صاحب جو فقہ حنفی کو قرآن وحدیث کے خلاف ثابت کرنے

کے درپے ہیں۔ اُن کا اپنا مبلغ علم کیا ہے، تفصیل میں جانے بغیر صرف ایک حوالہ عرض ہے۔

مولوی صاحب موصوف فلسفہ معراج بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-
 ”ہر نبی کو اللہ تعالیٰ اس کی شان و مرتبہ کے مطابق معراج کرائی،
 حضرت آدمؑ کو جہنم میں مقامِ توبہ پر معراج کرائی، حضرت نوحؑ
 کو جبلِ جودی کے مقام پر معراج کرائی، حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں
 معراج کرائی، حضرت اسماعیلؑ کو چھری کے نیچے معراج کرائی اور
 حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر معراج کرائی۔“

قارئین اس عبارت کو بغور پڑھیے اور داد دیجئے مولوی صاحب کے علم و تحقیق
 کی ۱۰ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب معراج کے معنی سے بھی واقف نہیں،
 بس تقریری رنگ میں ہر نبی کو معراج کروا رہے ہیں، دوسرے اس پر بھی غور کیجئے
 مولوی صاحب نے حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لکھا ہے کہ
 انہیں صلیب پر معراج ہوئی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کے نزدیک وہ صلیب چڑھے
 تھے اور انہیں سولی دی گئی تھی، والا لکن یہ نظریہ یہود و نصاریٰ کا تو ہے اہل اسلام
 کا نہیں اور یہ نظریہ قرآن و حدیث کے باطل خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ
 لَهُمْ ۚ اُولَٰئِكَ اَلَّذِيْنَ قَتَلُوْهُ اَوْ لَبَسُوْهُ سُوْرًا
 وَصَلَبُوْهُ ۚ وَصَلَبَ يُحْيٰى ۚ وَصَلَبَ يُنٰثُ ۚ وَصَلَبَ يُدٰى ۚ وَصَلَبَ يُدٰى ۚ وَصَلَبَ يُدٰى ۚ
 لَٰكِنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِئِيْنَ

جن کا مبلغ علم یہ ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر معراج کروا رہے

مولوی اشرف سلیم - میزان المتکلمین ج ۳

ہیں جو قرآن و حدیث کے بنیادی عقائد سے بھی واقف نہیں جو خود قرآن و حدیث
 کے خلاف لکھ رہے ہیں وہ امامِ ائمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر کھچڑ
 اچھالتے ہیں اور اُن کی فقہ کے خلاف لکھتے ہیں۔

بریں عقل و دانش بباہر گریست

ہم نے فقہ حنفی کے خلاف غیر مقلدین کی تحریرات کے صرف دو چار حوالے بطور
 نمونہ پیش کئے ہیں ورنہ ان کی اکثر کتب اسی قسم کی عبارات سے بھری پڑی ہیں
 فقہ حنفی کے خلاف لکھنا ان کا محبوب مشغلہ ہے، ایسے گناہ ہے کہ انہوں نے
 فقہ حنفی کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا اپنا مشن بنالیا ہے تاکہ سادہ لوح عوام کو فریب
 دے کہ فقہ حنفی سے متفقہ کر سکیں، پہلے بھی ان کے بڑوں نے فقہ حنفی کے خلاف
 بہت سی کتابیں لکھی تھیں اور آج بھی یہ کام زور و شور سے جاری ہے۔ آئے
 دن کوئی نہ کوئی عقل و شعور سے عاری غیر مقلد فقہ حنفی کے خلاف لکھتا رہتا ہے اور
 یہ اس کا کوئی نہ تحقیق نہیں ہوتی بلکہ بڑوں کی پٹاری سے چڑا کر اپنے نام سے شائع
 کر دیتا ہے۔

ہماری معلومات کے مطابق امام صاحب اور فقہ حنفی کے خلاف پاک و ہند
 میں پہلی کتاب ”استقصاء الافہام“ لکھی گئی ہے اس کے مصنف ایک غالی فتنم
 کے شیعہ حامد حسین کنتوری (متوفی ۱۳۰۶ھ) تھے، ان کا مشغلہ سی ائمہ اہل سنت
 اور ان کی کتب کی تردید کرنا تھا، بعد میں جو کتابیں فقہ حنفی کے خلاف لکھی گئیں،
 انہیں اسی کتاب کا چر بہ سمجھ لیں، یا اس کتاب کو ان کا مأخذ کہہ لیں۔

۱۔ ہماری اس بات کی تصدیق مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے اس تبصرے سے ہوتی ہے جنہوں نے
 فقیر محمد علی کی کتاب الصیغۃ العادۃ پر تبصرہ میں لکھی ہے موصوف لکھتے ہیں ”امام ائمہ ابو حنیفہ علیہ
 الرحمۃ جو احترامات و مواضع انجاء اہل الذکر (غیر متقدمین کا اخبار ہے۔ ناقل) میں شہرہ کئے گئے ہیں
 (باقی اگلے صفحہ پر)“

اس کتاب کے بعد فقہ حنفی کے خلاف ایک دوسری کتاب "ظفر المبین فی رد مغالطات المقلدین" کے نام سے لکھی گئی۔ اس کے مصنف ہری چند بن دیوانہ کھتری تھے جو بعد میں مسلمان ہو کر غلام محی الدین کے نام سے مشہور ہوئے۔

محی الدین لاہوری غیر مقلد کا مبلغ علم ان کا مبلغ علم کیا تھا۔ اس کے متعلق ترجمان الہدایت مولوی محمد حسین ٹالوی صاحب کی زبانی سنئے، موصوف محمد احسن امر وہی مرزائی سابق غیر مقلد کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”اس کی مثال میں ایسے بہت اشخاص کو پیش کر سکتے ہیں جنکو مجائے

مہربان منشی صاحب بھی مولوی نہ کہیں گے، اور معہذا وہ صاحب

تصانیف ہیں۔ انان جلد ایک شخص محی الدین مرحوم تاجرتب لاہور

ہیں جو بڑی بڑی ضخیم کتب ظفر المبین اور بلاغ المبین وغیرہ ہمارے

شاگرد غلام حسین لاہوری اور اردو تراجم کی مدد سے تصنیف کر کے

تمام سکول میں شائع کر گئے ہیں اور ان تصانیف کو دیکھ کر پنجاب سے

باہر اور دور کے بلاد ہندوستان، بنگال، مدراس، بمبئی، برہما، آسام،

رنگون وغیرہ کے لوگ ان کو مولوی و عالم سمجھتے ہیں، اور درحقیقت وہ

بقیہ شاید مصنفہ سابقہ: یہ سب کے سب ہدایات بلا استثناء کافب دہانات میں جن کا ناخذ ناز حال کے مصنفین کے لیے حامد حسین شیعہ لکھنوی کی کتاب ”انقصا لا انہام اور استیفاء الاستقام فی مقصبتی السلام“ کے سوا اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ اس کتاب میں اس قسم کے مظالم سے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے علاوہ کسی سنی امام (ایک امام بخاری وغیرہ کو نہیں چھوڑا۔ ایک ایک کا نام سے کرکشی گئی درخوں بلکہ جنوں کو سیاہ کر ڈیا ہے) ”السبب الضار منکر ناسن امام الاعظم (رحمۃ اللہ علیہ)

بچارہ میزان، منشعب بھی پڑے نہ تھے، اور ماضی مضارع کے معنی نہ جانتے تھے اور اس امر کو آپ بھی جانتے اور مانتے ہوں گے، نہیں جانتے تو لاہور اور راتہ کہ لوگوں سے معلوم کر سکتے ہیں، اور خود بلاغ المبین کی مشمولہ اور ملحقہ تقریظ مولوی ابو عبد اللہ غلام علی قصوی مرحوم کو دیکھ سکتے ہیں، اس میں مولوی صاحب مرحوم مقام تقریظ کتاب میں اس امر کو بتا چکے ہیں۔“

جس کتاب کے مصنف کا مبلغ علم یہ ہو کہ اسے علم صرف کی معمول کتابیں بھی نہ آتی ہوں جسے ماضی، مضارع کے معنی بھی معلوم نہ ہوں، اس کتاب میں جو کچھ ہو گا کی ہر ہے کہ وہ عقل و خرد سے دور اور علم و تحقیق سے گرا ہوا ہو گا۔

وکیل الہدایت مولوی محمد حسین ٹالوی صاحب کے تبصرہ کے بعد ہم اس کتاب

پر مزید تبصرہ کئے بغیر آگے چلتے ہیں۔ ”ظفر المبین“ کے بعد فقہ حنفی کے خلاف

”حقیقت الفقہ“ لکھی گئی۔ اس کے مصنف محمد یوسف جے پوری صاحب

ہیں۔ موصوف نے اس کتاب میں جس قدر دجل و تبلیس، خیانت اور دھوکہ

دہی سے کام لیا ہے۔ شاید ایسی جرأت دشمنان دین میں سے کسی نے نہ کی

ہو، نکاح یہ ہے کہ جے پوری صاحب کو حضرت امام صاحب رحمہ اللہ اور ان کی

فقہ سے جو بغض و عناد ہے اس کا جتنا مظاہرہ وہ کر سکتے تھے اس کتاب میں

انہوں نے اس کا پورا پورا مظاہرہ کیا ہے۔ جے پوری صاحب نے اس کتاب

میں حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے متعلق اکابر کے حوالے سے جو زہر انگلا ہے

بہم چاہتے ہیں کہ اس کا کچھ حقوڑا سا تجزیہ عوام کے سامنے پیش کریں، تاکہ

مصنف کی دید و لیری، خیانت اور دھوکہ دہی سامنے آسکے، اور سادہ لوح

عوام پر جو اس کی مرغوبیت ہے وہ ختم ہو۔
حقیقت الفقہ کے چند حوالجات کا تجزیہ

جے پوری صاحب نے حقیقت الفقہ میں ایک سرخی قائم کی ہے
”حنفی مذہب کی حالت“ اس سرخی کے تحت انہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ
رحمہ اللہ کو حدیث میں قلیل ایضا علت یعنی انتہائی کم علم، اور ان کا پارہ حدیث
میں گرا ہوا ثابت کرنے کے لیے، نیز انہیں مجروح قرار دینے کے لیے مختلف
عنوانات قائم کر کے تفصیل سے غامد فرمائی کی ہے، ایک عنوان اس طرح قائم
کیا ہے۔ ”امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور علم حدیث“ اس عنوان کے تحت
لکھتے ہیں۔

”تاریخ ابن خلدون جلد اول میں ہے کہ فاجو حنیفہ رضی
اللہ عنہ یقال بلغت رواً یشتد الی سبعة عشر
حدیثاً او نحوھا،

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ ان کو سترہ
حدیثیں پہنچی ہیں۔“

جے پوری صاحب، ابن خلدون کی یہ عبارت نوکر کر کے زعم خویش یہ ثابت
کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا حدیث میں پایا گیا ہوا تھا، لیکن
ابن خلدون کی اس عبارت سے امام صاحب کا علم حدیث میں پایا گیا ہوا ثابت
کرنا خود غرضی اور دھوکہ دہی کے سوا کچھ نہیں، اس لیے کہ اول تو جے پوری
صاحب نے ابن خلدون کی عبارت کا ترجمہ غلط کیا ہے، جے پوری صاحب
ترجمہ کرتے ہیں کہ ”امام ابوحنیفہ کی نسبت کہا گیا ہے کہ ان کو سترہ حدیثیں پہنچی ہیں“

لہ محمد یوسف جے پوری - حقیقت الفقہ ص ۷۷

مادہ جمع ترجمہ اس طرح ہے۔

”ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی روایت (یعنی
مرویات) سترہ تک پہنچی ہیں۔“

دونوں ترجموں میں زمین آسمان کا فرق ہے، اصول حدیث سے جے
ذرا بھی مس ہو گا وہ دونوں ترجموں کے فرق کو بخوبی سمجھ لے گا، عوام کے لیے ہم
تھوڑی سی وضاحت کئے دیتے ہیں، دیکھئے ایک ہوتا ہے استاذ سے حدیث
حاصل کرنا اسے کہتے ہیں تحمل حدیث اور اخذ حدیث، اور ایک ہوتا ہے استاذ
سے پڑھی ہوئی احادیث آگے شاگردوں کو پڑھانا اسے کہتے ہیں اذ لے حدیث
اور روایت حدیث، ابن خلدون کے ذکر کردہ قول کا مطلب یہ ہے کہ امام صاحب
نے آگے جو احادیث روایت کی ہیں وہ سترہ تک پہنچی ہیں، یہ مطلب نہیں کہ امام
صاحب نے حدیثیں کل سترہ پڑھی ہیں، روایت حدیث میں قلیل ہونا کوئی عیب
نہیں ہے، کیونکہ اس سے علم حدیث سے ناواقفی یا واقفیت کا تصور ہونا لازم
نہیں آتا۔ اس لیے کہ ممکن ہے محدث و فوہ علم کے باوجود حزم و احتیاط کی بنا پر
پر حدیث کی آگے روایت کم کرے، ورنہ تو جو اعتراض حضرت امام صاحب پر
کیا جاتا ہے اس سے غفار راشدین بالخصوص حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور دیگر
اعلیٰ صحابہ کرام بھی نہیں بچ سکتے، کیونکہ ان کی مرویات بھی دیگر صحابہ کرام کے مقابلہ
میں بہت کم ہیں۔ جے پوری صاحب اگر ابن خلدون کی عبارت کا ترجمہ صحیح کرتے
تو اعتراض کا کوئی پہلو نہ نکلتا۔ لیکن انہوں نے یا تو حیاں بوجہ کریا عربی سے نااہل
ہونے کی بنا پر غلط ترجمہ کیا اور عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اعاذنا اللہ
دوسرے جے پوری صاحب نے تاریخ ابن خلدون سے اپنے مفید مطلب
عبارت نقل کی ہے اور آگے پیچھے سے ساری عبارت دید و دانستہ چھوڑ دی ہے

کیونکہ اس سے بناء اعتراض ہی ختم ہو جاتی ہے، ہم متعلقہ ساری عبارت ذکر کرتے ہیں تاکہ جیسے پوری صاحب کی خیانت کھل کر سامنے آ سکے۔
 مورخ ابن خلدون لکھتے ہیں۔

”واعلم ايضاً ان الاُئمة المجتهدين تفادوا في الاكثار من هذه الصواعق والافلال فاجابو حنيفة رضي الله عنه يقول بلفظ روايته الى سبعة عشر حديثاً او نحوها وما لك رحمه الله انما صح عنده ما في كتاب الموطا وخاتمتها ثلثاً مائة حديث او نحوها واحمد بن حنبل رحمه الله تعالى في مسنده خمسون الف حديث ولكل ما اراه اليهم اجتهاده في ذلك وقد تقول بعض المبغضين المتعصبين الى ان منهم من كان قليل البضاعة في الحديث فلذلك قلت روايته ولا سبيل الى هذا المعتمد في كبار الاُئمة - لا في الشريعة انما تؤخذ من الكتاب والسنة والامام ابو حنيفة استأثرت روايته لما شدد في شروط الرواية والتحمل وصعقت رواية الحديث ابيته اذا عارضها الفعل النفسي وقلت من اجلها روايته فقل حديث لا انه ترك رواية الحديث متعمداً فحاشاه من ذلك وبديل على انه من كبار المجتهدين في علم الحديث اعتماد مذهبهم والتقويل عليه واعتباره رقداً وقبولاً واما

غيره من المحدثين وهم الجمهور فتوسعوا في الشروط وكثر حديثهم والكل عن اجتهاد وقد توسع اصحابه من بعده في الشروط فكثرت روايتهم“ الخ لہ

اور یہ بھی جان لو کہ ائمہ مجتہدین حدیث کے فن میں متفادیت ہے ہیں کسی کی مرویات قلیل اور کسی کی کثیر ہیں، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی مرویات ستر ہوا اس کے لگ بھگ پچاسی ہیں، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح احادیث جو موطا میں ہیں ان کی زیادہ سے زیادہ تعداد تین سو یا اس کے لگ بھگ ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کی مسند میں ۵۰ ہزار احادیث ہیں اور ہر ایک نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق سنی کی ہے۔ بعض لوگ جو بغض رکھنے والے اور متعصب ہیں، انہوں نے اس جھوٹ پکڑا ہے لی ہے کہ ائمہ میں سے کچھ امام حدیث میں قلیل البضاعت ہیں اسی لیے ان سے روایت حدیث کم ہوتی ہے، لیکن اس اعتقاد کی کبار ائمہ کے حق میں کوئی سبیل نہیں، کیونکہ احکام شرعیہ کتاب و سنت ہی سے ماخوذ ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت اس لیے قلیل ہوتی کہ انہوں نے روایت اور اس کے تحمل کے بارے میں سخت شرطیں لگائیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث یحییٰ کی روایت جب کہ اس کے معارضہ میں فعل نفسی واقع ہو ضعیف ہو جاتی ہے نزدیک کہ انہوں نے حدیث کی روایت کو عمدتاً چھوڑ دیا، امام ابو حنیفہ

ہونے کی وجہ سے قلیل البصاعت (حدیث میں کم علم) خیال کیے ہیں
یہ بعض ان کا افتراء ہے کبار ائمہ کے بارے میں اس کی قطعاً گنجائش نہیں
کیونکہ شریعت قرآن و سنت ہی سے اخذ کی جاتی ہے (اور جو شخص حدیث
میں قلیل البصاعت ہو وہ کیسے احادیث سے احکام شریعت کا استنباط کر سکتا ہے)
باقی حضرت امام صاحب سے جو روایت حدیث قلیل ہوئی تو اس کی وجہ نہیں
کہ حدیث میں ان کا پایا گیا ہو تھا یا انہوں نے جان بوجھ کر روایت حدیث کو چھوڑ
رکھا تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے روایت و تحمل حدیث میں شرائط
بہت سخت لگا رکھی تھیں جس کی وجہ سے ان کی احادیث قلیل ہوئیں ورنہ وہ ظم
حدیث میں کبار مجتہدین میں سے تھے اور ان کے کبار مجتہدین میں سے ہونے کی دلیل
یہ ہے کہ ائمہ مجتہدین کے درمیان ان کا مذہب رد و قبول کے اعتبار سے معتد و
مستبر ہے۔

فاریں آپ ابن خلدون کا مطلب پوری طرح سمجھ گئے ہوں گے اس لیے ہم
مزید شرح کی ضرورت نہیں سمجھتے البتہ ابن خلدون نے قلیل الروایت کی تشیل میں
امام صاحب کے متعلق جو یہ کہا ہے کہ ”کہا جاتا ہے کہ ان کی مرویات ستر و یا اس کے
لگ بھگ پہنچتی ہیں“ اس کا ہم کچھ تجزیہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا نظر یہ ہے
کہ حضرت امام صاحب کے بارے میں ابن خلدون کا نقل کردہ قول عقلًا و نقلًا غلط
ہے جس کے بہت سے شواہد ہیں۔

(۱) ابن خلدون نے اسے بصیغہ قرین ذکر کیا ہے جو خود اسکے ضعف و رجحان
کی دلیل ہے۔

(۲) ابن خلدون کا یہ اپنا قول نہیں ہے بلکہ انہوں نے اسے مجہول کے صفہ
نقل کر کے ذکر کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ ”کہا جاتا ہے“ یہ کہنے والے

کے علم حدیث میں کبار مجتہدین میں سے ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے
کہ مجتہدین ان کے مذہب پر اعتماد کرتے ہیں رد و قبول کے اعتبار سے
امام صاحب کے علاوہ جمہور محدثین نے روایت حدیث کی
شرائط میں توسع اختیار کیا ہے اس لیے ان کی احادیث کثیر ہوئیں
اور میرا کہنے یہ شرائط اپنے اپنے اجتہاد سے عائد کیں، امام
صاحب کے بعد ان کے اصحاب نے بھی روایت حدیث کی شرائط
میں توسع اختیار کیا تو ان کی روایات بھی کثیر ہو گئیں۔

فاریں محترم آپ نے ابن خلدون کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائی اس سے
کہیں اشارت بھی جسے پوری صاحب کا مطلب ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری
عبارات ان کے خلاف جاتی ہے شاید اسی لیے وہ صرف ایک فقرہ ذکر کرتے
ہیں باقی سب کھا جاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ابن خلدون نے پہلے یہ بتایا
کہ بعض ائمہ قلیل الروایت ہیں اور بعض کثیر الروایت، پھر اس کی تشیل میں
ائمہ ثلاثہ کا ذکر کیا کہ حضرت امام ابو حنیفہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان
کی مرویات ستر و یا اس کے لگ بھگ پہنچتی ہیں، حضرت امام مالک کی
تین سو تک، اور حضرت امام احمد بن حنبل کی سچاس ہزار تک، اس سے
معلوم ہوا کہ ابن خلدون نے امام صاحب کے متعلق جو کہا ہے وہ ان کے
قلیل الروایت ہونے کی تشیل میں کہا ہے، بطور طعن یا اعتراض کے
نہیں کہا، بلکہ انہوں نے ان لوگوں کی پر زور مذمت کی ہے جو کسی امام کو قلیل الروایت
ہونے کی وجہ سے حدیث میں قلیل البصاعت (کم علم) سمجھتے ہیں چنانچہ وہ فرماتے
ہیں کہ

”بعض متعصب لوگ جو ائمہ کبار میں سے کسی امام کو قلیل الروایت

کارہین محترم حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جو خود محدث کبیر ہونے کے باوجود حضرت امام صاحبؒ کے بارے میں اس قدر خوش عقیدہ ہیں کہ فرماتے ہیں اگر میں ان سے نہ ملتا تو علم میں مفلس رہتا، اور ان کے قول کو تفسیر الحدیث قرار دے کر ان سے احادیث و آثار کا علم لیکن ضروری قرار دیتے ہیں، ایسی صورت میں یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ آپ کے اس قول کہ ابو حنیفہ حدیث میں تھیم تھے، کے یہ معنی ہوں کہ وہ حدیث سے بے بہرہ تھے، بلکہ اس کے وہ صریح معنی مراد ہوں گے جو علاوہ لغت کے دوسری روایات کے بھی مطابق ہیں یعنی ”نفیس اور یگانہ“، اس طرح حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے قول ”کانت یتیمًا فی الحدیث“ کے معنی ہوں گے کہ حضرت امام صاحبؒ حدیث میں نفیس و یگانہ روزگار تھے، اس لحاظ سے آپ کا یہ قول حضرت امام صاحبؒ کی تعریف میں ہوا نہ کہ طعن و اعتراض میں، سہ

صاحب نے علم حدیث حاصل ہی نہیں کیا، اؤ لا تو یہ روایت ہی موضوع دین گھڑت ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس پر سخت تنقید کرتے ہوئے اسے موضوع دین گھڑت قرار دیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

و عادات کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے، جس سے صرف حضرت امام صاحب کے خوش لباس رہنے کو بیان کرنا مقصود ہے اور کچھ بھی نہیں۔ بھوپوری صاحب نے اسے قلت کے اسباب کے تحت بطور ضمن ذکر کیا ہے اور انتہائی بددیانتی سے کام لیتے ہوئے علامہ شبلی کی عبارت کے ساتھ چار پارچہ دینار سے لے کر ناممکن کہنا چاہتے تھے تاکہ لائق زدہ عبارت کو جوڑ کر اپنا مطلب نکال دے۔ ہم نے غیر متعلقین کی طبع کردہ سیرت النعمان کی ایک ایک سطر چھان ماری لیکن ہمیں جسے پوری صاحب کی علامہ شبلی کے حوالے سے ذکر کردہ لائق زدہ عبارت کہیں نظر نہیں آئی، اندازہ کیجئے کہ جسے پوری صاحب حضرت امام ابو حنیفہؒ سے بغض و حسد میں اس قدر مغلوب ہوئے ہیں کہ ان کے خلاف عبارت تراش کر دوسروں کے گلہ لگانے سے بھی نہیں بچکے اور انہیں یہودیانہ فحشیت برتتے ہوئے شرم و حیا مانع نہیں ہوئی، یا للعجب ولضعف الادب۔

دوسرے جسے پوری صاحب کا حضرت امام صاحب کے بارے میں یہ ثابت کرنا کہ انہوں نے حصول حدیث کے لیے سفر نہیں کیا اس لیے ان سے احادیث کم مروی ہیں، یہ بھی سراسر دھوکہ اور فریب ہے، حقیقت اس کے بالکل خلاف ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کا قیام کوفہ میں تھا، جہاں کبار محدثین و مجتہدین موجود تھے جن سے احادیث اخذ کرنے کے لیے لوگ خود کوفہ آیا کرتے تھے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے طلب حدیث میں بخارا سے لے کر مصر تک تمام اسلامی شہروں کا سفر کیا تھا و دو دفعہ جزیرہ گئے چار دفعہ بصرہ جانا ہوا چھ سال تک حجاز میں مقیم رہے مگر اس کے باوجود کوفہ اور بغداد کی وہ اہمیت تھی کہ فرماتے ہیں: "لا احصى كم دخلت الى الكوفة وبغداد مع المحدثين" میں شمار بھی نہیں کر سکتا کہ کوفہ اور بغداد میں مجھے محدثین

کے ساتھ کتنی بار جانا پڑا۔ ان حالات میں حضرت امام صاحب کو طلب حدیث کے لیے اہل کوفہ میں جانے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن تاریخ بتلاقی ہے کہ آپ نے طلب علم میں کسی سفر کئے ہیں، اُس زمانہ میں گج بھی افادہ و استفادہ کا بڑا ذریعہ تھا کیونکہ ممالک اسلامیہ کے گوشہ گوشہ سے بڑے بڑے اہل کمال حرمین میں آکر جمع ہو جاتے تھے اور درس و افتاء کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا، امام ابو الحسن مرغینانی نے بسند نقل کیا ہے کہ آپ نے پچھن حج کئے تھے، علاوہ انہیں سلسلہ سے لے کر منصور عباسی سے زمانہ خلافت تک جس کو چھ سال کا عرصہ ہوتا ہے آپ کا مستقل طور پر قیام مکہ معظمہ ہی میں رہا۔

۵: کچھ آگے چل کر ایک عنوان قائم کرتے ہیں۔

”حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اجماع صحابہؓ“

اس عنوان کے ذیل میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق یہ بتانے کے لیے کہ وہ صحابہ کرام کے اجماع کی مخالفت کرتے تھے علامہ دمیری کی کتاب ”حیۃ الخیوان“ سے لفظ ”جنین“ کے تحت علامہ دمیری کی تحقیق نقل کی ہے۔

نکلتے ہیں:-

”علامہ کمال الدین دمیری حیۃ الخیوان کبریٰ مطبوعہ مصر جلد ۱ ص ۱۱۱ میں فرماتے ہیں:- الجنین هو ما وجد في بطون البهيمة بعد ذبحها خان وجد ميتا بعد ذبحها فهو حلال باجماع الصحابة كما نقله الماوردي في المساوي وبه قال مالك والاوزاعي والثوري وابويوسف ومحمود واسحق والامام احمد وقره ابو حنيفة بتحريم اكله۔ (ترجمہ) جنین وہ بچہ ہے جو چوپائے کے پیٹ

سے استدلال کرتے ہوئے قائم کی جیسے دلیل قائم نہیں کی، (جسے پوری صاحب نے اسے اس لیے ذکر نہیں کیا کہ کہیں عوام کو یہ پتہ نہ چل جائے کہ حضرت امام صاحبؒ اس مسئلہ میں کتاب وسنت سے استدلال کرتے ہیں نہ کہ اپنی رائے اور قیاس سے) اور حضرت امام صاحبؒ کا یہ استدلال بالکل صحیح ہے کیونکہ جو جنین مردہ نکلتا ہے وہ "میتہ" ہے جس کی حرمت آیت مبارکہ حرمت علیکم المیتہ سے ثابت ہے اور یہ قطعی الثبوت بھی ہے اور قطعی الدلائل بھی، اس کے برخلاف مردہ جنین کے حلال ہونے پر جن احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے۔ اول تو ان میں تاویل کا احتمال ہے یعنی ذکوۃ الجنین ذکوۃ امہ کے معنی ہیں کہ ذکوۃ امہ یعنی جنین کا ذبح ایسے ہی ہے جیسے اس کی ماں کا، دو کئے بالاجماع ان احادیث کے عموم پر عمل نہیں کیا گیا کیونکہ جنین اگر زندہ نکل آتا ہے تو بالاتفاق سب کے نزدیک اس کا مستحلاً ذبح کرنا ضروری ہے، تیسرے وہ سب کی سب احادیث ضعیف ہیں۔ لہذا ان احادیث سے جوہ قطعی الثبوت ہیں نہ قطعی الدلائل، حضرت امام صاحبؒ کی پیش کردہ آیت مبارکہ کا جو قطعی الثبوت بھی ہے اور قطعی الدلائل بھی، کیسے مقابلہ کیا جاسکتا ہے اور محکم نص پر عمل کیسے چھوڑا جاسکتا ہے۔

علامہ ابن حزم اس مسئلہ میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"قال ابو محمد: لو صح عن النبي صلى الله عليه وسلم لقيلنا به مسارعين واذا لم يصح عنه فلا يحل ترك القرآن لقول قتال او قتالين"۔

ابو محمد (ابن حزم) کا کہنا ہے کہ اگر اس مسئلہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحیح طور پر کچھ ثابت ہوتا تو ہم بہت جلد اس کا قول کر لیتے، لیکن کچھ

ابو محمد بن حزم، انطاہری۔ المجلد ۳ ص ۲۹

میں ذبح کے بعد نکلے اگر ذبح کے بعد وہ کچھ مردہ ہو تو باجماع حلال ہے جیسا کہ ماوردی نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے اور یہی مذہب امام مالکؒ اور ازہریؒ اور سفیان ثوریؒ اور ابو یوسفؒ اور محمدؒ اور اسحاق بن راہویہؒ اور احمد بن حنبلؒ کا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ صرف اکیلے اس کو حرام کہتے ہیں (مواہف اس ایک ہی مسئلہ پر اکتفا کیا گیا اور بہت ایسے مسائل ہیں کہ جن میں امام ابو حنیفہؒ نے اجماع صحابہ کا خلاف کیا ہے جو کسی اہل علم پر پوشیدہ نہیں)۔

جسے پوری صاحب نے یہاں بھی بذیاتی سے کام لیتے ہوئے ادھوری عبارت نقل کی ہے، حیوۃ الجنوان میں مذکور عبارت میں۔ بتحریم اکلہ۔ کے بعد یہ عبارت ہے "محتجاً بقوله تعالى حرمت عليكم الميتة والدم وبقوله صلى الله عليه وسلم اكلت لنا ميتتان ودهمان السمك والجراد والكلب والطحال وهذه ميتة ثلاثه لم تذكر"۔ یعنی حضرت امام صاحبؒ نے اس کی تحریم کا قول اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کرتے ہوئے کیا ہے کہ "حرام کیا گیا ہے تمہارے لیے مردار اور خون کو" نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان سے بھی استدلال کیا ہے کہ "حلال کئے گئے ہیں ہمارے لیے دو مردار اور دو خون یعنی مچھلی اور ٹڈی، جگر اور تلی، جنین، جو مرا ہوا نکلے وہ تیسرا امر ہے جس کا تذکرہ حدیث میں نہیں ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام صاحبؒ نے یہ رائے کتاب وسنت

ابو محمد یوسف جے پوری۔ حقیقت الفقہ ص ۱۱

ابو محمد بن حزم بن موسیٰ الدیمیری۔ حیوۃ الجنوان ج ۱ ص ۱۱

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ میں صحیح طور پر کچھ ثابت ہی نہیں ہے تو کسی ایک کہنے والے یا بہت سے کہنے والوں کے کہنے کی وجہ سے قرآن کو چھوڑنا حلال نہیں ہوگا۔

باقی رہا مادی کا اجماع صحابہ کا دعویٰ کرنا تو یہ بلا دلیل ہے، اور علامہ دمیری کا اس مسئلہ میں حضرت امام صاحب کو منفرد یعنی تنہا قرار دینا غلط ہے، کیونکہ جلیل القدر تابعی اور دور صحابہ کے مفتی حضرت ابراہیم غنمی رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے، چنانچہ کتاب الآثار میں مروی ہے۔

”اخبرنا ابو حنیفہ عن حماد عن ابراہیم قال لا تكون زکوة نفس زکوة نفسین“۔

امام محمد فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی امام ابو حنیفہ نے اور انہوں نے بواسطہ حماد حضرت ابراہیم غنمی سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ایک جائدار کا ذبح دو جائداروں کا ذبح نہیں ہو سکتا،

۲۔ جے پوری صاحب کچھ آگے چل کر ایک عنوان قائم کرتے ہیں۔

”حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر جرح“۔

اس عنوان کے تحت جے پوری صاحب نے بعض متعصبین اور حاسدین اور کچھ ایسے حضرات کے حوالے نقل کئے ہیں جو خود غلط فہمی کا شکار تھے، ان کے جوابات ہزار دفعہ دہرائے جاتے ہیں، یہ حوالے نقل کرنے کے بعد جے پوری صاحب لکھتے ہیں۔

”اسناد گرامی ان ائمہ محدثین، فقہاء و فضلاء کے جنہوں نے حضرت امام

ابو حنیفہؒ کو ناقص الحافظ اور حدیث کم جانتے والا اور اسی کی جانچ دیکھ میں ناقص، نیز عربی زبان میں ناقص بتلایا ہے اور ان کے عقائد اور مسائل پر اعتراض کیا ہے۔“

یہ لکھنے کے بعد اسی حضرات کے نام گنوائے ہیں جن میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد، عبداللہ بن مبارک، ابن عیینہ، یزید بن ہارون، عبداللہ بن داود، یحییٰ بن سعید قطان رحمہم اللہ جیسے بزرگوں کے نام بھی ہیں۔

قارئین محترم! حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں آپ ان کا بڑا ائمہ محدثین کے اقوال کیجیے ملاحظہ فرمائیے ہیں کیا ان کی موجودگی میں یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے امام صاحب پر جرح کی ہوگی؟ پھر حیران کن بات یہ ہے کہ

اس فہرست میں ان لوگوں کے نام بھی ہیں جنہوں نے امام صاحب کی مذاہبت میں مستقل کتابیں لکھی ہیں مثلاً حضرت عبدالوہاب شمرانی، مولانا عبدالحی کھنوی، وغیرہ پھر اس میں وہ حضرات بھی شامل ہیں جو حضرت امام صاحب کے شاگرد تھے۔ ہم

حیران ہیں جے پوری صاحب کی عقل و نقل پر، جے پوری صاحب تو دنیا سے چلے گئے ہم غیر متقلدین کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ مرویدان بنیں اور ہمت ہے تو ان تمام ائمہ سے بشہ صحیح حضرت امام صاحب پر جرح ثابت کر دیں۔ ویدہ باید

۱۔ جے پوری صاحب مزید کچھ آگے چل کر ایک عنوان یہ قائم کرتے ہیں۔

”کی حنفی مذہب میں ولی ہوئے ہیں۔“

اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

”اکثر حنفی کہا کرتے ہیں کہ ہمارے مذہب کے حق ہونے کی بڑی دلیل

یہ ہے کہ اس مذہب میں میزاول اولیاء اللہ ہوئے ہیں اسکا جواب

مگر گوش دل ملاحظہ ہو، حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانیؒ کہ جن کو چاروں مذہب واسلے بڑا ولی مانتے ہیں وہ صاف اس بات سے انکار کرتے ہیں چنانچہ طبقات ابن رجب جلد اول ص ۱۸۱ میں ہے کہ قیل للشیخ هل كان لله وليا علی ذہب اعتقاد احمد بن حنبل فقال ما كان ولا يكون۔ (ترجمہ) حضرت پیران پیر سے پوچھا گیا کہ غیبی مذہب والوں کے سوا اور مذہب میں بھی کچھ ولی ہوئے ہیں یا نہیں۔ فرمایا نہ تو ہوئے ہیں اور نہ ہوں گے۔ لہٰذا احناف کے ساتھ جے پوری صاحب کے بغض و عناد کو ملاحظہ فرمائیے کہ انہیں احناف کے اندر کسی ولی اللہ کا ہونا بھی گوارا نہیں ہے اور وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حنفی مذہب میں کوئی ولی نہیں ہوا۔ اور یہ ثابت کرنے کے لیے انہوں نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کا ایک قول و لفظ ڈالا ہے لیکن ان کا اس قول سے استدلال کرنا بالکل غلط، بے فائدہ اور بے کار ہے۔

اولاً :- تو اس لیے کہ جے پوری صاحب کو کوئی حدیث پیش کرنی چاہیے تھی جس سے ثابت ہوتا کہ حنفی مذہب میں نہ ولی ہوئے ہیں نہ ہوں گے، مذکورہ قول تو اسی کا ہے اور غیر مقلدین کے ہاں تو اقوال صحابہ محبت نہیں چاہیے دیگر حضرات کے اقوال، اس لیے یہ قول پیش کرنا شانِ تحدیث کو بڑے لگانے کے مترادف بلکہ بقول غیر مقلدین کے شرک ہے۔

ثانیاً :- جے پوری صاحب نے مذکورہ قول کا ترجمہ بھی انتہائی غلط کر کے لوگوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے اس لیے کہ انہوں نے اعتقاد کا ترجمہ مذہب کیا ہے جو غلط ہے، کیونکہ فقہی طور پر مذہب مسلک کے معنی میں ہوتا ہے اور حضرت

شیخ کے قول میں اعتقاد سے مسلک ہرگز مراد نہیں بلکہ اعتقاد سے وہ بنیادی عقائد مراد ہیں جن پر کفر و اسلام اور نجات و عذاب کا دار و مدار ہے۔ ظاہر ہے کہ ان بنیادی عقائد میں ائمہ اربعہ باہم متفق ہیں اور ان کا آپس میں کوئی اختلاف نہیں لہٰذا صحیح ترجمہ یہ ہوگا کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ سے سوال ہوا کیا حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے جو عقائد تھے ان عقائد سے ہٹ کر کوئی ولی ہوا ہے تو آپ نے فرمایا نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ اس ترجمہ کو سامنے رکھیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ معتزلہ، خوارج و روافض کی تردید کر رہے ہیں کہ ان میں نہ ولی ہوا نہ ہو سکتا ہے کیونکہ وہ امام احمد کے عقائد سے ہٹے ہوئے تھے نہ کہ اہل سنت کے متبعین کی۔ براہِ عدم تعلید کا یہ انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے۔

ثالثاً :- اگر جے پوری صاحب کے ترجمے کے مطابق حضرت شیخ کی عبارت کا مطلب وہی ہے جو جے پوری صاحب سمجھنا چاہتے ہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ غیبیوں کے سوا۔ مائیکوں اور شافعیوں میں بھی کوئی ولی نہ ہوا ہو، جے پوری صاحب کے حواری سوچ کر جواب دیں کیا وہ یہ کہنے کے لیے تیار ہیں؟ یاد رہے کہ جے پوری صاحب کا صرف غیبیوں میں اولیاء ماننا یہ اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ غیر مقلدین میں بھی نہ کوئی ولی ہوا ہے نہ ہوگا کیونکہ غیر مقلدین جس طرح امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے مقلد نہیں ہیں اسی طرح وہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بھی مقلد نہیں ہیں لہٰذا غیر مقلدین خود اپنی زبان سے اقرار ہی ہو گئے کہ نہ ان میں کوئی ولی ہوا ہے نہ ہوگا۔

رابعاً :- جے پوری صاحب کا احناف میں ولیوں کا انکار کرنا سورج کی روشنی میں دن کا انکار کرنے کے مترادف ہے، جے پوری صاحب کے حواری

(۱) حضرت ابراہیم ادم علیہ السلام، حضرت شقیق بلخی، حضرت بشر حافی، حضرت داود طائی، حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ حضرت امام صاحب شاکریہ اولیاء تھے یا نہیں ؟

(۲) حضرت علی ہجویری، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت خواجہ فرید الدین، حضرت خواجہ نظام الدین، حضرت علاؤ الدین صابر کلیری، حضرت ہمایو الدین زکریا ملتانوی رحمہم اللہ جو سب کے سب حنفی تھے یہ اولیاء تھے یا نہیں ؟

(۳) حضرت مجدد الف ثانی، ان کے صاحبزادگان اور ان کے خلفاء حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے صاحبزادگان جو سب حنفی تھے یہ اولیاء تھے یا نہیں ؟ اندازہ فرمائیے جے پوری صاحب کی ذہنیت کا، کہتے ہیں آئینہ میں اپنا ہی منہ نظر آتا ہے، چونکہ غیر متقلدین میں کوئی ولی اللہ نہیں ہے اس لیے انہیں احناف میں بھی اولیاء نظر نہیں آتے۔

قارئین محترم ! ہم نے ”حقیقت الفقہ“ کے جن چند حوالوں کا تجزیہ کیا ہے یہ اس کے مقدمہ کے تحت آگے جے پوری صاحب نے اپنی کتاب کے دو حصے کئے ہیں۔ پہلے حصے میں فقہ حنفی کے وہ مسائل درج کئے ہیں جو ان کے زعم میں قرآن و حدیث کے خلاف ہیں، دوسرے حصے میں وہ مسائل درج کئے ہیں جو ان کے خیال میں قرآن و حدیث کے موافق ہیں، لیکن ان دونوں حصوں میں جے پوری صاحب نے انتہائی خیانت اور بددیانتی سے کام لیا ہے، عبارات میں کتر بیہوش کی ہے اور مطالب غلط اخذ کئے ہیں، اس پر سزا دیکھیں کہ جن کتب کے حوالے دیئے ہیں ان کی اصل عبارات پیش نہیں کیں بلکہ حوالے اصل کتابوں کے دیئے ہیں اور عبارتیں اصل کتابوں کے ترجموں کی درج کی ہیں۔ جو ترجمے

خود غیر متقلدین نے کئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب ہم اصل کتابوں میں یہ حوالے دیکھتے ہیں تو وہاں ان کا نام و نشان بھی نہیں ملتا، مگر سادہ لوح عوام جے پور سے ”حقیقت الفقہ“ پڑھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں دیئے گئے حوالے اصل کتابوں کے ہیں جو صحیح ہوں گے۔

بلادران احناف سے ہماری گزارش ہے کہ غیر متقلدین سے جب بھی فتویٰ مسائل پر بات ہو تو اصل عربی کتابوں کے حوالے طلب کریں، اور جب کوئی غیر متقلد ”حقیقت الفقہ“ لائے تو اس کے سامنے فقہ کی اصل عربی کتابیں لا کر رکھ دیں کہ یہ مسئلہ ان میں سے دکھائیں۔ محال ہے جو کوئی غیر متقلد اصل عربی کتاب سے وہ مسئلہ نکال دے۔ ہم اس کا بار بار تجزیہ کر چکے ہیں۔

خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے۔ یہ بار و سرے آزمائے ہوئے ہیں۔
ذیل میں ”حقیقت الفقہ“ سے چند حوالے نقل کرتے ہیں اور غیر متقلدین سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ یہ حوالے اصل عربی کتابوں سے نکال دیں، لیکن ہمیں یقین ہے کہ وہ قیامت تک بھی یہ حوالے اصل عربی کتابوں سے نہیں نکال سکتے، ملاحظہ فرمائیے۔
یوسف جے پوری صاحب لکھتے ہیں۔

”(۲۳۱) سجائے سبحانک اللہم کے اللہم کاعذ الخ پڑھنا زیادہ تر صحیح ہے، ابن حمام بشری وقایہ ص ۹۔

(۲۳۲) سبحانک اللہم اور انی وجہت کو نفل نماز میں ملانا جائز ہے درختار علیہ ص ۲۴۔

(۲۳۳) انی وجہت الخ نماز کے اندر پڑھنا مسنون ہے (ابو یوسف) شرح وقایہ ص ۹۴، منیر ص ۸۲۔

(۲۳۴) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین ضعیف

ہے۔ ہدایہ جلد ۱ ص ۲۵۔

(۲۲۵) سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین صحیح ہے جلد ۱

صفحہ ۱۲۷ شرح وقایہ ص ۹۳۔

(۲۲۶) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث مرفوع نہیں وہ قول حضرت علی

سے ہے اور ضعیف۔ شرح وقایہ ص ۹۳۔

(۲۲۷) حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ محدثی حنفی سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیث

کو سبب قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔

مقدمہ ہدایہ جلد ۱ ص ۳۵۔

(۲۲۸) ابن المنذر نے امام مالک سے ہاتھ باندھنا روایت کیا ہے۔

ہدایہ جلد ۱ ص ۲۵۔

(۲۲۹) لا صلوة الا بئنا تحت الکتاب یہ حدیث بسند صحیح صحاح

مسند و ابن حبان و سنن دارقطنی وغیرہ میں مروی ہے۔ ہدایہ جلد ۱ ص ۳۶۔

(۲۳۰) ابن حنبل نے ثعلب القرآن والی حدیث کے راوی کو ثقہ بتا کر کہا کہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہری نمازیں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھے۔ ہدایہ جلد ۱ ص ۳۶۔

(۲۳۱) امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کی احادیث ضعیف ہیں۔ شرح وقایہ

صفحہ ۱۲۷۔

(۲۳۲) حضرت ابن عمرؓ کا اثر فاتحہ خلف امام نہ پڑھنے کا ضعیف ہے

شرح وقایہ ص ۱۲۷۔

(۲۳۳) حضرت علیؓ کا قول بھی منع فاتحہ میں ضعیف ہے اور باطل ہے۔

شرح وقایہ ص ۱۲۷۔

(۲۳۴) اذا کبر الامام فکبروا الخ حدیث ضعیف ہے شرح وقایہ ص ۱۲۷۔

۱۔ محمد یوسف جہ پوری۔ حقیقت الفتنہ ص ۱۱۹۔

مزید نکھتے ہیں۔

(۲۵۶) تصدیق احادیث رفع الیدین قبل رکوع و بعد رکوع۔ ہدایہ جلد ۱

صفحہ ۱۲۷، شرح وقایہ ص ۱۲۷ و ص ۱۲۸۔

(۲۵۷) بیہقی کی روایت میں ابن عمرؓ سے جس کے آخر میں ہے کہ میں آپ

کی نماز میں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقی ہونے پر حدیث صحیح الاسناد ہے۔

ہدایہ جلد ۱ ص ۳۸۔

(۲۵۸) رفع الیدین کرنے کی حدیثیں بہ نسبت ترک رفع کے قوی ہیں ہدایہ

جلد ۱ ص ۳۸۔

(۲۵۹) رفع الیدین نہ کرنے کی حدیث ضعیف ہے۔ شرح وقایہ ص ۱۲۷۔ ۱۔

بے پوری صاحب تو اس دنیا سے چلے گئے اس لیے موجودہ غیر مقلدین سے ہمارا

مطالبہ ہے کہ وہ مذکورہ حوالے فقہ کی اصل عربی کتابوں سے نکال کر دکھائیں ورنہ قیامت

کہہ دیں خدا کے یہاں جواب دہی کے لیے تیار رہیں، اگر غیر مقلدین یہ کہیں کہ ہم ترجمہ والی

کتابوں سے یہ حوالے دکھا سکتے ہیں تو ہم اس کے لیے بھی تیار ہیں، وہ ہمیں تبجے

والی کتابوں میں فقہ کی جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے ان کتابوں کی عبارات کا ترجمہ دکھلا

دیں اور ساتھ ہی یہ نشانہ بھی کریں کہ یہ ترجمہ اس عربی عبارت کا ہے، لیکن ہم دعوے

سے کہتے ہیں کہ وہ اصل عربی عبارت کا ترجمہ بھی نہیں دکھلا سکتے کیونکہ یہ حوالے جب

اصل کتابوں میں نہیں تو ترجمہ میں کہاں سے آئیں گے۔

قارئین کرام بات کہاں سے کہاں چلی گئی۔ اصل بات یہ چل رہی تھی کہ پاک و ہند

میں فقہ حنفی کے خلاف پہل کتاب "استقصاء الافحام" لکھی گئی جس کا مصنف

غالی قسم کا شیوہ تھا، دوسری کتاب "ظفر المبین" لکھی گئی جس کا مصنف

۱۔ محمد یوسف جہ پوری۔ حقیقت الفتنہ ص ۱۱۹۔

مولوی محمد حسین ثبانی کے بقول میزان و منشعب سے بھی ناواقف تھا اور اسے ماضی و مضارع کے معنی بھی نہیں آتے تھے، اس کے بعد "حقیقت الفقه" لکھی گئی جس کے چند حوالوں کا تجزیہ گزشتہ صفحات میں پیش کیا گیا۔ اس کے بعد شمع محمدی، درایت محمدی وغیرہ وغیرہ لکھی گئیں اور تاہنوز یہ سلسلہ جاری ہے، اور اب تو چونکہ ترقی کا دور ہے اس لیے غیر مقلدین کے خلاف فقہ حنفی کی کتب کا فرداً فرداً جائزہ لے رہے ہیں، یعنی عالمگیری کے خلاف مستقل کتاب، ہدایہ کے خلاف مستقل کتاب علیٰ ہذا القیاس ان سب کی قدر مشترک یہ ہے کہ ان میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ فقہ حنفی قرآن و حدیث کے خلاف ہے، تقریباً یہ ساری کتابیں ہماری نظر سے گزری ہیں۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کتب کے مصنفین فقہ و حدیث کا تناقض تو کیا ثابت کریں گے ان لوگوں کو تناقض کی تعریف بھی معلوم نہیں، محض تعصب و عناد کی وجہ سے فقہ حنفی کے مسائل کو قرآن و حدیث کے مخالف و متناقض ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں حقیقت میں وہ مسائل قطعاً قرآن و حدیث کے مخالف و متناقض نہیں ہوتے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان حقیقت کو ذرا واضح کر دیا جائے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو اور ان کو ہمیں فقہ کی تعریف جانی چاہیے کہ فقہ کسے کہتے ہیں، فقہاء نے فقہ کی یہ تعریف کی ہے "علم بالاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ عن ادلتھا التفصیلۃ" فقہ جانتا ہے شریعت کے فرعی احکام کو ان کی تفصیل دیلوں سے، اس تعریف سے معلوم ہوا کہ فقہی مسائل وہ ہوتے ہیں جو تفصیلی دلائل، قرآن، حدیث، اجماع امت اور قیاس مجتہد سے مستنبط ہوتے ہیں، غور فرمائیے جب فقہی مسائل ہوتے ہی وہ ہیں جو قرآن و حدیث، اجماع امت اور قیاس سے مستنبط ہوں تو پھر ان مسائل کے قرآن و حدیث مخالف ہونیکا کیا مطلب؟ دوسرے

نمبر پر ہمیں تناقض کی حقیقت اور اس کی شرائط کو سمجھنا چاہیے، تناقض کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے۔

"التناقض هو اختلاف القضیتین بالإيجاب والسلب بحيث یقتضی لحدیث صدق احداً ما کذب الاخری او بالعکس" ل

تناقض کہتے ہیں دو قضیوں کے ایجاب و سلب میں اس طرح سے مختلف ہونے کو کہ لزاماً ایک قضیہ کا صادق ہونا دوسرے قضیہ کے کاذب ہونے کا، یا ایک کا کاذب ہونا دوسرے کے صادق ہونے کا تقاضہ کرے۔

دو قضیہ مخصوص ہیں تناقض پانے کے لیے دونوں کا آٹھ چیزوں میں متضاد ہونا ضروری ہے وہ آٹھ چیزیں درج ذیل ہیں۔ وحدت موضوع۔ وحدت محمول۔ وحدت زمان۔ وحدت مکان، وحدت قرة فعل، وحدت شرط، وحدت جزو کل، وحدت اضافت۔ ان کو وحدت ثانیہ کہا جاتا ہے۔ اگر ان میں سے ایک بھی نہ پائی گئی تو تناقض نہیں پایا جائے گا، مثلاً ایک شخص کے کہنا کہ یہ کھڑا ہے، دوسرا کہہ کہ کھڑا ہوا نہیں ہے تو اس میں تناقض جب ہی ہوگا جب کہ یہ کہتا ہے کہ یہ کھڑا ہے اور کھڑا ہے نہ ہونے کا زمانہ بھی ایک ہو اور مکان (جگہ) بھی ایک ہو یعنی جس نے یہ کہا ہے کہ یہ کھڑا ہے اس کی مراد مثلاً یہ ہو کہ مسجد میں دن کے وقت کھڑا ہے اور جس نے یہ کہا ہے کہ یہ کھڑا نہیں ہے اس کی مراد یہ ہو کہ یہ مسجد میں دن کے وقت کھڑا نہیں ہے۔ اس صورت میں دونوں باتیں اور اگر زمان یا مکان بدل گئے تو تناقض نہیں رہے گا، اسی مثال کو لے لیں جس نے یہ کہا ہے کہ یہ کھڑا ہے اس کی مراد یہ ہو کہ مسجد میں کھڑا ہے اور

پڑھنے سے منع کیا۔ فقہ کا اختلاف من صلی علیٰ ظہر الکعبۃ
جائز صلوٰۃ (باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ)۔ کعبہ کی چھت
پر نماز پڑھنی جائز ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے منع فرمائیں لیکن
فقہ کے کہ جس نے کعبہ کی چھت پر نماز پڑھی اس کی نماز جائز ہے کیوں
جائز ہے جو کام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منع کریں وہ کیوں کر جائز ہو
کتا ہے یہ حدیث پر زیادتی ہے۔ ۱۔

غور فرمائیے حدیث شریف سے فقہ کا اختلاف تو جب ہوتا جبکہ فقہ میں
یہ بیان کیا جاتا کہ بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھا کرو۔ پھر آپ کہتے کہ دیکھو حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام منع فرما رہے ہیں اور یہ حکم دے رہے ہیں فقہ میں بیت
اللہ کی چھت پر نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا گیا فقط یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی
شخص بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھ لے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟
فقہاء نے فرمایا کہ ہو جائے گی، اگر غیر مقلدین کے پاس اس مسئلہ کے خلاف
کوئی حدیث ہے تو لائیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ بیت اللہ کی چھت پر نماز
نہیں ہوگی۔

دوسرے حکیم صاحب کی دیانتت ملاحظہ فرمائیں کہ ہدایہ سے پوری عبارت
نقل نہیں کی ہدایہ میں مذکور عبارت سے آگے یہ عبارت بھی ہے۔ "الان
یکبر لہما فیہ من ترک التقطیم وقد ورد الدہنی عنہ عن
النسب صلی اللہ علیہ وسلم"۔ ۱۔ یعنی گو نماز ہو جائے گی لیکن مکروہ
ہوگی کیونکہ بیت اللہ کی تقطیم کے خلاف ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

جس نے کہا ہے کہ کھڑا نہیں ہے اس کی مراد یہ ہو کہ بازار میں کھڑا نہیں ہے تو
اس میں کوئی تناقض نہیں ہوگا۔ یا جس نے کہا ہے کہ زید کھڑا ہے اس کی مراد یہ
ہو کہ فی الحال کھڑا ہے اور جس نے کہا کہ کھڑا نہیں ہے اس کی مراد یہ ہو کہ صبح
کے وقت کھڑا نہیں تھا تو ابھی کوئی تناقض نہیں ہوگا۔ یہ سمجھ لینے کے بعد اب آئیے
غیر مقلدین کے طرز عمل کی طرف وہ فقہی مسائل کو قرآن و حدیث کے مخالفت و
متناقض ثابت کرتے وقت ان شرائط کا بالکل لحاظ نہیں کرتے بلکہ انہیں ان شرائط
کی شاید ہوا بھی نہیں لگتی۔ اس لیے یہ لوگ فقہی مسائل کو قرآن و حدیث کے مخالف
سمجھتے ہیں حقیقت میں وہ مخالفت نہیں ہوتے۔

ہاں ایسا ضرور ہوتا ہے کہ بہت سی احادیث بطا ہر آپس میں مخالفت ہوتی
ہیں ایک مجتہد ایک کو ترجیح دے کر اس پر عمل کرتا ہے تو اس کا عمل دوسری
حدیث کے بطا ہر خلاف نظر آتا ہے اور دوسرا مجتہد دوسری حدیث کو ترجیح دیکر
اس پر عمل کرتا ہے تو اس کا عمل پہلی حدیث کے بطا ہر خلاف نظر آتا ہے تو اسے
حدیث کا بطا ہر اختلاف تو کہا جائے گا۔ مجتہد کے مسئلہ کو حدیث کے خلاف نہیں
کہا جائے گا کیونکہ وہ تو حدیث ہی پر عمل کر رہا ہے۔ ہم تین چار مسائل پیش کرتے
ہیں جنہیں غیر مقلدین قرآن و حدیث کے خلاف بتاتے ہیں حالانکہ وہ قرآن و
حدیث کے خلاف نہیں ہیں۔

(۱) حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

"بیت اللہ کی چھت پر نماز، پیغمبر رحمت کی مخالفت عن ابن عمر
قتال نفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی
فوق ظہر بیت اللہ (ترمذی شریف) حضرت ابن عمرؓ روایت
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کی چھت پر نماز

اس سے منع فرمایا ہے، دیکھئے اس عبارت سے توفیق حنفی میں بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن حکیم صاحب عوام کو فقہ سے متنفرد کرنے کے لیے دیانت کا خون کو گتے اور یہ عبارت چھوڑ دی۔

ایک غیر مقلد صاحب فقہ کے اس مسئلہ کے خلاف یہ لیکچر دے رہے تھے کہ جہلا اس مسئلہ کی ضرورت کیا ہے۔ بیت اللہ کی چھت پر کون چڑھتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ بلا ضرورت تو یقیناً کوئی نہیں چڑھتا لیکن ضرورت کے موقع پر چڑھنے کی نفی نہیں کی جاسکتی مثلاً بیت اللہ کی چھت کی مرمت یا اس کی صفائی کی فرض سے چڑھنا ہو سکتا ہے، اور بیت اللہ کی چھت پر چڑھنا خود حدیث سے ثابت ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ کعبۃ اللہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دو چنانچہ آپ نے ظہر کی اذان بیت اللہ کی چھت پر دی تھی ثابت ہوا کہ ضرورت کے موقع پر بیت اللہ کی چھت پر چڑھنا جاسکتا ہے اور اس صورت میں چڑھ کر ترک تعظیم نہیں ہے۔ یہ اس لیے یہ چڑھنا مکروہ بھی نہیں ہے۔ ایسی صورت میں کہ کوئی شخص ضرورتاً بیت اللہ کی چھت پر چڑھا اور اس نے وہاں نماز پڑھ لی تو اس میں کیا استبعاد ہے؟ اور کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اس مسئلہ کی ضرورت ہی نہیں۔

تیسرے حکیم صاحب نے ہدایہ کی عبارت کا ترجمہ بھی صحیح نہیں کیا انتہائی غلط ترجمہ کیا ہے اور اسی سے عوام کو دھوکہ میں ڈالا ہے کیونکہ حکیم صاحب نے ترجمہ کیا ہے ”کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنی جائز ہے“ حالانکہ ترجمہ یہ بنتا ہے کسی نے کعبۃ اللہ کی چھت پر نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔

چوتھے یہ حدیث ضعیف ہے لہذا اس سے غیر مقلدین کو استہلال کرنا

صحیح نہیں، مولوی اشرف سلیم اس شدہ سرخی ”حنفی مذہب اور ترکیبہ شجرہ میں“ (۲)

تبدیلی کے تحت لکھتے ہیں۔

”مسئلہ مکہ ہدایہ میں درج ہے کہ اگر نمازی نماز میں تکبیر بھی اللہ اکبر کے بدلے کوئی اور لفظ تعظیم کا کہہ دے تو جائز ہے اصل عبارت یوں ہے۔ قتال بدل التکبیر اللہ اجل او اعظم او المحسن اکبر اولہ الا اللہ او غیرہ من اسماء اللہ تعالیٰ اجزاء عند ابی حنیفہ ہدایہ احتل۔ حدیث رسول؛ فقہ کا یہ مسئلہ بھی صریحاً کئی محدثوں کے خلاف ہے، صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الى الصلوٰۃ قال اللہ اکبر اسی مضمون کی اور بیت سی حدیثیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ نماز میں اللہ اکبر لکھتے ہیں۔“

غور فرمائیے حدیث شریف سے فقہ کا اختلاف تو جب ہوتا جب کہ فقہاء یہ فرماتے کہ تم جب نماز شروع کرو تو اللہ اکبر کہہ بکاسے اللہ اجل وغیرہ کہنا کر دیکھو آپ کہتے کہ دیکھو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی اللہ اکبر سے نماز شروع کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی یہی حکم دیتے ہیں کہ اللہ اکبر سے نماز شروع کرو اور فقہ میں ہے کہ نماز اللہ اجل سے شروع کیا کرو۔ لیکن فقہ میں تو ایسا کوئی حکم ہے ہی نہیں کہ تم اللہ اکبر چھوڑ کر اللہ اجل کہنا کرو پھر اختلاف کہاں؟ فقہ کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ نماز اللہ اکبر کہہ کر شروع کی جائے چنانچہ مولوی اشرف سلیم نے ہدایہ کے جس مقام سے یہ مسئلہ لیا ہے وہیں اس سے پہلے یہ لکھا ہوا ہے۔

”ویرضع ید یمہ مع التکبیر وهو سبقت لان النبی

صلی اللہ علیہ وسلم اشرف سلیم۔ امامیث نبویہ اور فقہ حنفیہ صلا

علیہ وسلم واخطب علیہ" لہ

کانوں تک ہاتھ اٹھا کر کے ساتھ اٹھائے یہی سنت ہے کیونکہ نبی علیہ السلام نے اس پر موافقت فرمائی ہے۔

قارئین : ہے کوئی اختلاف فقہ کا حدیث سے ؟ بلکہ یہ فقہی مسئلہ تو بالکل حدیث کے موافق ہے ، اُف اور ثقت ہے غیر متقدمین پر کہ وہ محض عوام کو دھوکہ دینے کے لیے آگے پیچھے سے کاٹ کر مفید مطلب عبارت ذکر کرتے ہیں اور اصل بات گول کر جاتے ہیں۔

فقہ میں بطور فرض یہ مسئلہ نکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی نماز شروع کرتے وقت الشاکر کے سبائے اللہ اہل وغیرہ کہہ دے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟ امام صاحب فرماتے ہیں کہ ہو جائے گی اور یہ بھی انہوں نے اپنے پاس سے نہیں کہا بلکہ قرآن کی آیت سے استدلال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى۔ اور لیا اس نے نام اپنے رب کا پھر نماز پڑھی۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ آیت مبارکہ میں وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ سے مراد بحجیر تحریمہ کہا ہے کیونکہ وہ ذکر جس کے فوراً بعد بلا کسی فصل کے صلوة یعنی نماز کا تذکرہ ہوا اس سے مراد بحجیر تحریمہ ہوتی ہے اس سے ثابت ہوا کہ نماز کی ابتدا مطلق ذکر سے مشروع ہے لہذا اس کا کسی خاص لفظ سے مقید کرنا درست نہیں تاہم امام قدوری رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ حضرت امام صاحب کے نزدیک الشاکر کے علاوہ اللہ اہل وغیرہ سے گو نماز ہو جائے گی لیکن مکروہ ہوگی۔ دیکھتے حاشیہ ہدایہ ج ۳ ص ۱۰۰، ملاحظہ فرمائیے ہدایہ میں یہ مسئلہ بطور فرض کے نکھا ہوا ہے چنانچہ ہدایہ کی عبارت لفظ ان قتال سے شروع ہوتی ہے لیکن مولوی اشرف صاحب نے مسئلہ نقل کرنے میں خیانت

لہ برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی - ہدایہ ج ۱ ص ۱۰۰

کی کہ لفظ ان ذکر نہیں کیا ، ہم مولوی اشرف سلیم صاحب سے جو فقہ حنفی کو قرآن و حدیث کے خلاف ثابت کرنا چاہتے ہیں سوال کرتے ہیں کہ اگر کوئی غیر متقدم اللہ اکبر کے سبائے اللہ اہل کہہ دے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟ جواب قرآن و حدیث سے دیں۔ ویدو باید

(۳) مولوی اشرف سلیم ایک دوسرا عنوان قائم کرتے ہیں۔ "مذہب حنفی میں دونوں باتوں کی جگہ" اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

"مسئلہ ۷۔ فقہ حنفی کی کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ نماز میں اپنے دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھے ہدایہ جلد اول ص ۱۰۰ کی عبارت یوں ہے۔ ولتعمد بیدہ علی الیسوی تحت الصوۃ حدیث رسولؐ : یہ مسئلہ بھی حدیث رسول کے بالکل مخالف ہے صحیح ابن خزیمہ میں وائل بن حجر شے روایت ہے ، قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوضع یدہ الیسوی علی یدہ الیسوی علی صدرہ۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر بیٹھنے کے اوپر رکھا۔" لہ

مولوی اشرف سلیم صاحب مشہور کتاب "الذکر کو تو ال کو ڈانٹے" کا مطلق معلوم ہوتے ہیں کیونکہ غیر متقدمین حضرات کے پاس سینے پر ہاتھ باندھنے کی ایک بھی صحیح تصریح ، مرفوع حدیث پوری محتاج ستہ اور ان کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں موجود نہیں ، اور یہ جو حدیث پیش کی ہے یہ ضعیف حدیث ہے ، جس سے استدلال کے غیر متقدمین قائل نہیں۔ جبکہ احناف کے پاس ناف کے نیچے ہاتھ

لہ مولوی اشرف سلیم - احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ ص ۱۰۰

باندھنے کے متعلق حسن و رعبے کی بہت سی احادیث اور آثار موجود ہیں جس میں سے بعض احادیث صحاح ستہ کی معتبر کتاب ابو داؤد میں موجود ہیں جن کی تفصیل آپ اصل کتاب میں وضع الیہین تحت المسئلة کے تحت ملاحظہ فرمائیں، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اصل میں تو غیر متقلدین سینے پر ہاتھ باندھ کر صحیح احادیث کی مخالفت خود کرتے ہیں اور الزام یہ ہے کہ فقہ حنفی حدیث کے خلاف ہے۔

مولوی اشرف سلیم صاحب ایک اور عنوان قائم کرتے ہیں "حنفی مذہب اور نابالغ لڑکے کی امامت" اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

"مسئلہ ۹: ہدایہ میں فقہ کا یہ مسئلہ بھی درج ہے کہ نابالغ لڑکے کی امامت اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اصل عبارت یوں ہے ولا یجوز للرجال ان یقتدوا بامرة او صبی حدیث رسول: فقہ کا یہ مسئلہ بھی حدیث ہذا کے خلاف ہے جو صحیح مسلم شریف میں تطویل واقعہ کے ساتھ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ چھ سات سال کا نابالغ بچہ بوقت ضرورت اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔" لے

فقہ کا مسئلہ اس حدیث کے قطعاً مخالف نہیں جس کی طرف مولوی اشرف سلیم صاحب اشارہ کر رہے ہیں کیونکہ اس سے فقط اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ ابتدائی دور اسلام میں صحابہ کرام نے ایک بچہ کے پیچھے نماز پڑھی، یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس قصے کی خبر ہوئی اور آپ نے منع نہیں فرمایا۔ اگر یہ ثابت ہوتا تو غیر متقلدین کا موقف درست ہوتا لیکن غیر متقلدین قیامت تک بھی یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس واقعہ کی خبر ہوئی اور آپ

نے منع نہیں فرمایا، جبکہ فقہار احناف کے پاس بہت سے صحابہ کرام اور تابعین کے آثار ہیں جن میں نابالغ کی امامت سے منع کیا گیا ہے احناف کا ان احادیث و آثار پر عمل ہے گویا نابالغ کے پیچھے نماز سے روکنے والے فقہار احناف نہیں حضرات صحابہ کرام ہیں جو مزاج کشناس رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اور یہ صحابہ بھی عام صحابہ نہیں ہیں بلکہ حضرت عمر بن خطاب حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم میں اسی طرح جلیل القدر تابعین حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت عمر بن عبدالعزیز وغیرہ ہیں۔ تفصیل کے لیے اصل کتاب کے "باب امامۃ الصبی" کو ملاحظہ فرمائیں، اس کے برعکس غیر متقلدین کے پاس کوئی بھی صحیح صریح مرفوع حدیث ہے کہ امامت کے متعلق موجود نہیں، تو حدیث کے مخالف یہ خود بچے اور الزام فقہ حنفی پر۔

۱۰: غیر متقلدین کے ایک فانی قسم کے مولوی طالب الرحمن صاحب فقہ حنفی کو قرآن و حدیث کے خلاف ثابت کرنے کے لیے عوام کے سامنے فقہ کا یہ مسئلہ پیش کیا کرتے ہیں کہ

فقہ کی کتاب ہدایہ میں ہے "وقدر الدرہم وما دونہ من النجس المتعلظ کالدم والبول والخمر وخرء الدجاج وبول الحمار جازت الصلوٰۃ معہ وان زاد لم تجز" لے

درہم یا اس سے کم نجاست غلیظہ مثلاً خون، پیشاب، شراب، مرغی کی بیٹ، گدھے کا پیشاب، کپڑے پر لگی رسی اور نماز پٹھالی تو نماز ہو جائے گی اور اگر نجاست اس سے زیادہ ہو گئی تو نہیں ہوگی

لے: ابن الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرقانی - ہدایہ ص ۱۵۷

لے: مولوی اشرف سلیم - احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ مسئلہ

سے خون آلود کپڑے کے متعلق دریافت کیا تھا، اپنے فرمایا پیٹے اے
اچھی طرح ہاتھوں سے رگڑ دے پھر پانی سے دھو دے۔

اس سے معلوم ہوا کہ فقہ میں تو نمازی کے لیے کپڑے، بدن، جگہ سب کا
پاک ہونا واجب قرار دیا گیا ہے، سوچئے کہاں اختلاف رہا فقہ کا قرآن و حدیث
سے؟ اہل فقہ میں بطور فرض یہ مسئلہ ضرور ہے کہ اگر کسی نمازی کے کپڑے یا بدن
پر ایک درہم یا اس سے کم نجاست لگی رہ جائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ فقہاء
اختلاف فرماتے ہیں کہ ہو جائے گی۔ اس خاص جزئی مسئلہ کے خلاف اگر طالب العلم
صاحب کے پاس قرآن کی کوئی آیت یا حدیث ہو تو پیش کریں جس میں صاف لکھا ہو
کہ اتنی نجاست لگی رہ جائے پر نماز نہیں ہوگی۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ طالب العلم
صاحب قیامت تک ایسی آیت یا حدیث پیش نہیں کر سکتے، دیکھا جائے۔ تو
ان کا دعویٰ ہی دلیل کے مطابق نہیں ہے، کیونکہ ان کا دعویٰ خاص (جزئی مسئلہ)
ہے اور دلیل عام جس کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق ہی نہیں، رہی یہ بات کہ فقہاء
نے یہ تفریق کس دلیل سے کی ہے کہ ایک درہم یا اس سے کم نجاست لگے تو نماز
ہو جائے گی زیادہ لگے تو نہیں ہوگی، یہ ہم بتلا سکتے ہیں۔

بہت سی احادیث اور آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ انسان باکلیتہ
نجاست کے ازالہ کا مکلف نہیں ہے تھوڑی نجاست معاف ہے، مثلاً حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ”جب مکھی تم میں سے کسی کے برتن میں گر
جائے تو اسے اس میں اچھی طرح ڈبو کر نکال دو کیونکہ اس کے دونوں پروں میں
سے ایک میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا ہے۔“

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قلیل نجاست معاف ہے، کیونکہ مکھی

جبکہ قرآن کہتا ہے کہ وثیابك فطهر اپنے کپڑے پاک کیجئے
اور حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا بغیر طہارت کے نماز قبول
نہیں ہوتی۔ قرآن و حدیث میں ہے کہ نماز میں کپڑے پاک ہونے
چاہئیں اور فقہ کہہ رہی ہے کہ ایک درہم یا اس سے کم نجاست لگی
رہی تو نماز ہو جائے گی لہذا فقہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔

قارئین کرام غور فرمائیے کیا فقہ کا یہ مسئلہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے؟ قرآن
و حدیث کے خلاف جب ہوتا کہ ہدایہ میں یہ ہوتا کہ نماز میں کپڑوں کا پاک ہونا
کوئی ضروری نہیں پھر آپ کہتے کہ دیکھئے قرآن و حدیث تو نماز میں کپڑوں کا پاک
ہونا ضروری قرار دے رہے ہیں اور فقہ میں ہے کہ پاک ہونا ضروری نہیں،
میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ غیر مقلدین کبھی بھی اصل مسئلہ عوام کو نہیں بتاتے
کیونکہ اگر بتا دیں تو سارا اعتراض ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اسی ہدایہ میں جس باب سے
طالب الرحمن صاحب لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے یہ مسئلہ دکھاتے ہیں اسی
باب کی پہلی سطر یہ ہے۔

”تطهير النجاست واجب من بدن المصلی و ثوبه
و المكان الذی یصلی علیہ لقولہ تعالیٰ و ثیابك
فطهر و قال علیہ السلام حتی یثلم اقصیہ
ثم اخلیہ بالماء“

نمازی کو اپنے بدن سے کپڑوں سے اور جس جگہ نماز پڑھ رہا ہے وہاں
سے نجاست کو دور کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ
اپنے کپڑے پاک کر لیجئے اور ایک عورت سے (جس نے حضور علیہ السلام

میں نجس دنیا پاک چیزوں پر بیٹھنے کی وجہ سے تھوڑی سی نجاست ضرور ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود اسے سالن وغیرہ میں ڈبو کر نکالنے کا حکم ہوا معلوم ہوا کہ اتنی نجاست معاف ہے ورنہ تو جس چیز میں بھی گرتی وہ چیز ناپاک ہو جاتی چاہے تھی۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ

”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مرتبہ صحابہ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک آپ نے جوتیاں اتار کر بائیں طرف رکھ دیں، صحابہ کرام نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی جوتیاں اتار دیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا کہ تمہیں جوتیاں اتارنے پر کس چیز نے ابھارا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا ہم نے آپ کو جوتیاں اتارنے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیں، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے تو جبریل امین نے اگر خبر دی تھی کہ جوتیوں میں ناپاکی لگی ہوئی ہے۔“

اس حدیث سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ تھوڑی نجاست معاف ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ معلوم ہو جانے پر کہ جوتیوں میں ناپاکی لگی ہوئی ہے جوتیاں اتار کر نماز پڑھاتے رہے اور نماز نہیں توڑی، اگر تھوڑی نجاست معاف نہ ہوتی تو آپ نماز توڑ دیتے اور جوتیاں اتار کر نئے سرے سے نماز پڑھاتے۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ کچھ نہ کچھ نجاست تو معاف ہے تو اب سوال یہ پیدا ہوا کہ عوام کو کیسے بتایا جائے کہ اتنی نجاست معاف ہے اس کے کپڑوں پر لگے رہنے کی صورت میں نماز ہو جائے گی اس سے زیادہ لگی رہنے کی صورت میں نہیں ہوگی، یہ حد مقرر کرنے کے لیے فقہاء نے اس حدیث میں غور کیا جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ”جب تم میں سے کوئی

پانچ گنے کے لیے جائے تو اسے چاہیے کہ اپنے ساتھ تین پتھر لیتا جائے جس سے وہ استنجا کرے، یہ تین پتھروں سے استنجا کر لینا اس کے لیے کافی ہوگا“ (یعنی پھر پانی سے استنجا کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی)۔

اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ پانی سے استنجا کرنا ضروری نہیں ہے اگر کوئی پتھروں سے استنجا کرے تو یہ بھی کافی ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ پتھر سے استنجا کرنے سے نجاست بالکلیہ نازل نہیں ہوتی کیونکہ پتھر نجاست کو خشک کر دیتا ہے تو دیتے ہیں لیکن بالکلیہ نازل نہیں کرتے کچھ نہ کچھ نجاست رہ جاتی ہے لیکن اس نجاست کو شریعت نے معاف قرار دیا ہے، ورنہ تو پانی سے استنجا کرنا لازمی قرار دیا جاتا، اور پانچ گنے کی جگہ جہاں قلیل نجاست لگی رہ جاتی ہے وہ درہم کے برابر ہے۔ اس پر نظر کرتے ہوئے فقہاء نے یہ تفریق کیا کہ اگر نجاست غلیظہ درہم یا اس سے کم کم بدن یا کپڑوں پر لگی رہ جائے تو نماز ہو جائے گی اور اگر اس سے زیادہ لگی رہی تو نماز نہیں ہوگی، لیکن اس کا یہ مطلب یہ نہیں کہ اس نجاست کو نکال رہنے دیا جائے بلکہ اس کا نازل کرنا ضروری ہے۔

فاریہین محرم یہ ہے فقہ کا مسئلہ جو احادیث سے مستنبط ہے لیکن غیر متعلقین جو قیاس کو کارِ ابلیس قرار دیتے ہیں وہ اسے اس قدر بھونڈے انداز میں پیش کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ، خاص کر طالب الرحمن صاحب کا انداز اس قدر سوقیانہ ہوتا ہے کہ ہم اسے بیان نہیں کر سکتے وہ انہیں کے شایانِ شان ہے۔

ہماری اس تشریح سے ثابت ہوا کہ فقہ حنفی میں نجاست کو نازل کرنا واجب ہے اگر قدر درہم سے زیادہ نجاست لگے لگے نماز پڑھی تو نماز نہیں ہوگی، اب ذرا تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرماتے ہیں وہ یہ کہ جو لوگ فقہ کو قرآن و حدیث

صاحب اقرب الی السنۃ سمجھتے تھے۔

چنانچہ جعفر شاہ پھلواڑی صاحب لکھتے ہیں۔

”اور سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ وہ (نواب صاحب) ناقل

حنفی طریقہ نماز کو اقرب الی السنۃ سمجھتے تھے۔“

صرف یہی نہیں کہ نواب صاحب حنفی طریقہ نماز کو اقرب الی السنۃ سمجھتے تھے

بلکہ وہ نماز پڑھتے ہی حنفی طریقہ کے مطابق تھے۔ چنانچہ نواب سید علی حسن خان فرزند

صاحب سوانح لکھتے ہیں۔

”واللہ اعلم بالصواب نماز چنانچہ حنفی طریقہ پر پڑھتے تھے۔“

غیر مقلدین کا احناف کے بارے میں نظریہ

غیر مقلدین حضرات جمیعاً کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر کچھ اچھا سمجھتے اور ان

کی فقہ میں کچھ غلطی نکالتے ہیں، ویسے ہی حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے پیروکار

احناف کثر اللہ سوا دھم پر رہتے ہیں، کہیں انہیں مشرک کا خطاب دیتے ہیں اور

کہیں انہیں اجبار و دھیمان کا پجاری کہتے ہیں، کہیں انہیں تقلید کا مریض بتلاتے ہیں۔

سب سے زیادہ یہ طعنہ دیتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے امام کو نبی و پیغمبر بلکہ خدا کے برابر

سمجھتے ہیں اور یہ قرآن و حدیث پر عمل کے بجائے ائمہ کے اقوال پر عمل کرتے

ہیں، ان کے ہاں ائمہ کے اقوال اصل ہیں اور قرآن و حدیث ان کے تابع العباد و ابائے

چنانچہ ایک غیر مقلد عالم مولوی داؤد راز صاحب لکھتے ہیں۔

”مگر ان فرقوں میں اور مسلک اہل حدیث کے طرز عمل میں یہ آسمان

کا فرق ہے، تقلیدی مذاہب میں اولین نبیا و اقوال ائمہ کو قرار دیا گیا

ہے پھر قرآن و حدیث کو ان اقوال ائمہ اور قواعد مختصرہ پر پیش کیا جاتا ہے

اگر قرآن و حدیث ان اقوال ائمہ اور قواعد مختصرہ کی موافقت کریں تو

ان کو تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ اور اگر وہ اقوال ائمہ اور قواعد مختصرہ کے

خلاف واقع ہوں تو ان کی تاویل کر دی جاتی ہے۔ احادیث کو صرف قلیل

سے رو نہیں کیا جاتا بلکہ ان کی تفسیر و تردید کے لیے دماغوں کی ساری

کاوشیں ختم کر دی جاتی ہیں۔“

پروفیسر عبداللہ بہاولپوری یوں گوہر افشانی کرتے ہیں۔

”ہر مشرک اپنے مقلد ہوتا ہے پھر مشرک.....

عبادت کہتے ہیں دوسروں کو بڑے سے بڑا جان کر اپنے آپکو اس

کے مقابلے میں چھوٹے سے چھوٹا سمجھنا، یہی کچھ مقلد اپنے امام سے

کرتا ہے وہ اپنے امام کو اتنا بڑا سمجھتا ہے کہ خود کو اس کے سامنے

جانور سمجھتا ہے اور جانوروں کی طرح سے اس کا قلاوہ گلے میں ڈالتے

کو اپنی سعادت خیال کرتا ہے پھر آہستہ آہستہ اسے اللہ کا شریک

ٹھہرا لیتا ہے۔“

مزید لکھتے ہیں۔

”حنفی اگر شروع کی رفع یدین کرتا ہے تو اس لیے نہیں کہ یہ سنت

رسول ہے وہ اس لیے کرتا ہے کہ حنفی طریقہ نماز یہی ہے وہ رکوع

کو جانتے اور اٹھتے رفع یدین نہیں کرتا اس لیے نہیں کہ یہ سنت رسول

نہیں بلکہ اس لیے کہ حنفی نماز میں یہ رفع یدین نہیں، جو رفع یدین حنفی

مذہب میں نہیں خواہ وہ سنت رسول ہی ہو وہ اسے گھوڑے کی

لے حقیقت مسلک اہل حدیث جداول مسئلہ

عبداللہ بہاولپوری : (اصلی طبع صفحہ ۳۲)

د جعفر شاہ پھلواڑی - الدین لیسر

سید علی حسن خان - کاتر صدیقی ۴۵ ص ۳۲

ہم مارتے سے تشبیہ دیتا ہے۔

فاریہین کرام اختصار کے پیش نظر ہم صرف ان دو تین حوالوں پر اکتفا کر رہے ہیں ورنہ ان حضرات کی اکثر کتابوں میں اس قسم کی عبارت پائی جاتی ہیں اور تقریباً ہر چھوٹا بڑا غیر مقلد اسی کا پرچارک ہے۔

کہتے ہیں کہ مبالغہ آرائی میں عورتوں کو کوئی مات نہیں کر سکتا، لیکن غیر متقلدین کی ان تحریکات کو پڑھ کر ایسے لگتا ہے کہ وہ مبالغہ آرائی میں عورتوں کو بھی مات کر گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ باتیں سب بھڑوٹ اور ہٹان ہیں جو غیر متقلدین نے اخلاف سے بغض و عداوت کی بنا پر ان کے ذمے لگائے ہیں، اخلاف کثرتہ سوادھم کا ان باتوں سے دور کا بھی واسطہ نہیں اور وہ ان سے بالکل بری ہیں۔

اللہ کے فضل و کرم سے احناف قرآن و سنت کے درجات کو بخوبی جانتے ہیں اور ان کے درجات کے مطابق ان پر عمل کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں، احناف کے یہاں پہلا درجہ کتاب اللہ کا ہے دوسرا درجہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے تیسرا درجہ اجماع امت کا ہے اور چوتھا درجہ قیاس کا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصول اجتہاد

چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنے اصول اجتہاد ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”أَخَذَ كِتَابَ اللَّهِ فَمَالِمَ أَجِدْ فِيهِ سُنَّتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِن لَّمْ أَجِدْ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَلَا سُنَّتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذْتُ بِقَوْلِ أَصْحَابِهِ أَخَذَ يَقُولُ مَنْ شِئْتُ مِنْهُمْ وَادْعَ مَنْ

سنة: سبعا عشر بها واليهوي : اصل المصنف حبيب

شئت منهم ولا اخرج من قولهم الى قول غيرهم
 واما اذا انتهى الامر وجاء الى ابراهيم و الشعي
 وابن سيرين وال حسن و عطاء و سعيد بن المسيب
 و عدد رجالا فقوم اجتهدوا فاجتهد كما اجتهدوا ^{عليه}
 میں کتاب اللہ کو لیتا ہوں اگر اس میں حکم نہیں پاتا تو سنت رسول صلی
 اللہ علیہ وسلم کو لیتا ہوں، اور اگر کتاب و سنت میں حکم نہیں پاتا تو
 حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول کو لیتا ہوں، ان میں سے
 جس کے قول کو چاہتا ہوں سے لیتا ہوں اور جس کا قول چاہتا ہوں
 چھوڑ دیتا ہوں، لیکن سب حضرات صحابہ کے قول کو چھوڑ کر کسی اور
 کے قول کو نہیں لیتا، اور حبيب معاملہ ابراہیم، شعبي، ابن سيرين حسن
 عطاء اور سعيد بن مسيب تک۔ ان کے علاوہ کچھ اور نام بھی سکتے
 پہنچتا ہے تو جیسے انہوں نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

احناف کثر اللہ سواہم استنباط مسائل میں حتمی الوسع قرآن و سنت کو ماننے رکھتے ہیں، اور کسی بھی مسئلہ کے صراحتاً قرآن و سنت میں جوتے ہوئے قیاس و اجتہاد نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ حدیث مرفوع کے ساتھ ساتھ حدیث مشافہہ و موقوف اور مرسل کو بھی حجت مانتے ہیں، اور خبر واحد کے ساتھ ساتھ ضعیف حدیث کو بھی اجتہاد و قیاس پر مقدم رکھتے ہیں اور اس کے جوتے ہوئے قیاس نہیں کرتے۔

پہنا سچہ علامہ ابن قیم جوزیؒ فرماتے ہیں۔

وَأَصْحَابُ الْإِذْنِ رَحِمَهُمُ اللَّهُ يَجْعَلُونَ عَلَى الْإِذْنِ

مذہب ابی حنیفہ ان ضعیفہ الحدیث عندہ اولیٰ
من القیاس والرأی علی ذالک بئس مذہبہ ۱۰۸۸
حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب کا اس بات پر اجماع ہے کہ
امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث بھی
قیاس و رائے سے اولیٰ و بہتر ہے اور اسی پر انہوں نے اپنے
مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی الحسکفی المتوفی ۱۰۸۸ھ تحریر فرماتے ہیں۔

”وقف علی اصحاب الحدیث لا یدخل فیہ الشافعی
اذالم یکن فی طلب الحدیث و یدخل الحنفی کان فی
طلبہ اولاً۔ بزاریتہ ای لکونہ یعمل بالمرسل
و یقدم خیر الواحد علی القیاس“ ۱۰۸۹ھ

اگر کسی شخص نے اصحاب الحدیث پر کوئی چیز وقت کی توشافی المسک
اس میں داخل نہیں ہوگا تا وقتیکہ وہ حدیث کی طلب نہ کرتا ہو، اور
حنفی اصحاب الحدیث کے زمرے میں داخل ہوگا خواہ وہ طلب حدیث
میں مشغول ہو یا نہ ہو و جہ یہ ہے کہ حنفی مرسل حدیث پر بھی عمل کرتا ہے
اور خبر واحد کو قیاس پر مقدم سمجھتا ہے۔

علامہ حنفی کے اس بیان سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ احناف خبر واحد کو بھی قیاس
پر مقدم سمجھتے ہیں وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل اہل حدیث کہلانے کے مستحق
بھی احناف ہیں نہ کہ غیر مقلد مذکورہ خواجہات سے یہ بار بار روز روشن کی طرح

۱۰۸۹ھ شمس الدین محمد بن ابی بکر: المردود ابن قیم - اعلام المرقیین ج ۱ ص ۱۸۷

۱۰۹۰ھ در مختار مع شرح رد المحتار ج ۴ ص ۱۸۷

واضح ہوگئی کہ احناف کے یہاں قرآن و سنت مقدم ہیں اور قیاس کا درجہ قرآن
و سنت اور اجماع امت کے بعد کا ہے۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس موقع
پر فقہ حنفی کے چند مسائل ذکر کر دیں جن میں احناف نے قیاس کو چھوڑ کر حدیث
پر عمل کیا ہے۔

چند مسائل جن میں قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا ہے

(۱) قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ قوم (نفس) بلا تضرع ہر حال میں ناقض وضو
ہو جیسا کہ بیہوش ہو جانا ہر حال میں ناقض وضو ہے، کیونکہ نقض وضو کی علت
دونوں میں مشترک ہے، لیکن چونکہ نیند کے متعلق حدیث میں تفصیل آئی ہے کہ نماز
میں قیام، قعود، رکوع سجود میں کوئی سوجائے تو اس پر وضو لازم نہیں ہے اس
لیے ہر نیند کو ناقض وضو قرار نہیں دیا گیا اور حدیث پر عمل کرتے ہوئے قیاس کو چھوڑ
دیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

”والا غمار حدیث فی الاحوال کلھا و هو القیاس فی
القوم الا اننا عرفناہ بالاثار والا غمار فوفتہ فلا
یقاس علیہ“ ۱۰۹۰ھ

بیہوشی ہر حال میں ناقض وضو ہے اور نیند کی بابت بھی قیاس ہی
ہے (کہ وہ ہر حال میں ناقض وضو ہو) مگر نیند (میں تفصیل) کو
ہم نے حدیث سے معلوم کیا ہے، اور اغمار نیند سے بڑھ کر بھی ہے
اس لیے نیند کو اغمار پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ نماز میں قہقہہ مارنے سے وضو نہیں ٹوٹتا
چاہیے کیونکہ قہقہہ کوئی ناپاک چیز تو ہے نہیں جو بدن سے نکلی ہو، اور اس کے

۱۰۹۰ھ بران الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی - ہدایہ ج ۱ ص ۱۸۷

نکلنے سے وضو ٹوٹ جائے لیکن چونکہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں قہقہہ مارنے والوں کو وضو کرنے کا حکم دیا تھا اس لیے نماز میں قہقہہ مارنے سے وضو کے ٹوٹنے کا قول کیا گیا اور قیاس کو چھوڑ دیا گیا۔

چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

”والفقه تفرق في صلاة ذات ركوع وسجدة والقياس انها لا تنقص وهو قول الشافعي لا يلهي بغيره يخرج نجس ولهذا الم يكن حديثا في صلاة الجنازة وسجدة التلاوة وخارج الصلوة ولينا قوله عليه السلام الا من ضحك منكم قهقهة فليعد الوضوء والصلوة جميعا وبمثلها يترك القياس“ مله

اور وضو کو توڑنے والی چیز رکوع و سجود والی نماز میں قہقہہ مارنا (بھی) ہے، قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے وضو نہ ٹوٹے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول بھی ہے، اس لیے کہ قہقہہ کوئی نکلنے والی ناپاک چیز تو ہے نہیں یہی وجہ ہے کہ نماز جنازہ، سجدہ تلاوت اور نماز سے باہر قہقہہ مارنا ناقض وضو نہیں۔ لیکن قہقہہ کے ناقض وضو ہونے پر ہماری دلیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ہے ”خبروا تم میں سے جو بھی قہقہہ مار کر بیٹھا ہے اسے چاہیے کہ وہ وضو اور نماز دونوں کو لوٹائے اور اس جیسی حدیث کی موجودگی میں قیاس کو ترک کر دیا جاتا ہے

(۳) کہنہ میں اگر نجاست گر جائے تو از روئے قیاس اس میں دو صورتیں بنتی ہیں ایک تو یہ کہ نجاست نکال دینے کے باوجود بھی کتواں پاک نہ ہو کیونکہ

ملہ بران الدین ابن الحسن علی بن ابوبکر فرمائی۔ ہدایہ ج ۱ ص ۱۱

اس کی دیواروں وغیرہ پر جو نجاست لگی۔ ہے اس سے پاکی ممکن نہیں، دوسری یہ کہ کہنہ میں کاپانی جاری پانی کے حکم میں ہو کر کبھی ناپاک ہی نہ ہو۔ لیکن چونکہ کہنہ میں کے بارے میں آثار صحابہ پائے جاتے ہیں اس لیے کہنہ میں کے مسائل کو ان آثار پر مبنی کیا گیا اور قیاس کو چھوڑ دیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

”ومسائل البین مبنیة علی اتباع الآثار دون القیاس“ مله

اور کہنہ میں کے تمام مسائل اتباع آثار پر مبنی ہیں نہ کہ قیاس پر

(۴) مسئلہ محاذات میں قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ مرد کی نماز بھی فاسد نہ ہو جیسے عورت کی نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ محاذات کا تحقق دونوں سے ہوتا ہے ایک سے نہیں لیکن چونکہ حدیث سے یہ منہوم ہوتا ہے کہ مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لیے قیاس کو چھوڑ دیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

”وان حاذتہ امرأة وهما مشترکان في صلوة واحدة فسدت صلواتہ ان نوع الامام امامتها والقياس ان لا تقصد وهو قول الشافعي رحمته الله عليه اعتبارا بصلواتها حيث لا تقصد وجه الاستحسان ماد ویناہ وانہ من المشاہیر“ مله

اگر کوئی عورت مرد کے برابر کھڑی ہو گئی اس حال میں کہ دونوں ایک نماز میں مشترک ہیں تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی اگر امام نے عورت کی ابتلا کی نیت کر لی، قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ مرد کی نماز فاسد نہ ہو (۱) اور

ملہ بران الدین ابن الحسن علی بن ابوبکر فرمائی۔ ہدایہ ج ۱ ص ۱۱

ملہ بران الدین ابن الحسن علی بن ابوبکر فرمائی۔ ہدایہ ج ۱ ص ۱۱

یہی حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی ہے) عورت کی نماز پر قیاس کرتے ہوئے کہ عورت کی نماز فاسد نہیں ہوتی و جب استحسان وہ حدیث ہے جو ہم روایت کر چکے جو کہ احادیث مشہورہ میں سے ہے

(۵) امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھا سکے اور اس کے مقتدی اس کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھیں تو ان کی نماز ہو جائے گی، قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ مقتدی کی نماز نہ ہو کیونکہ اس صورت میں مقتدی کی عاملت امام کی حالت سے قوی ہے۔ لیکن چونکہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرض الوفا میں بیٹھ کر نماز پڑھائی تھی اور صحابہ کرام نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تھی اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

”و یصلی الفاتحۃ خلف القاعد و قال محمد لا یجوز و هو القیاس لقوة حال المتائم و نحن ترکناه بالنص و هو ما روی ان النبی علیہ السلام صلا آخر صلوٰتہ قاعداً و القوم خلفہ قیاماً“۔
اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا بیٹھ کر پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے، امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کیونکہ قائم کا حال قاعد سے قوی ہے لیکن ہم نے قیاس کو حدیث کی وجہ سے ترک کر دیا اور وہ حدیث یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخری نماز بیٹھ کر پڑھی جب کہ صحابہ کرام آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔

(۶) نماز کے دوران بے وضو ہو جانے کی صورت میں ”نماز“ جائز ہے قیاس

کا تقاضا تو یہ ہے کہ بنا کر نماز نہ ہو کیونکہ اول تو بے وضو ہو جانا منافی صلوٰۃ ہے دوسرے اپنی جگہ سے ہٹنا پھر وضو کے لیے چل کر بنانا یہ خود مفسد صلوٰۃ نہیں لیکن چونکہ حدیث میں بنا کر جائز قرار دیا گیا ہے اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

”و من سبقتہ الحدث فی الصلوٰۃ انصرف فان کان اماما امتخلف و قوضاً و بخی و القیاس ان یتقبل و هو قول الشافعی لان الحدث ینافیہا و المشی و الانحراف یفسدانہا فناشیہ الحدث العمہ و لنا قولہ علیہ السلام من قاء او عفت او امنت فی صلوٰتہ فلینصرف و لیتوضأ و لیسن علی صلوٰتہ ما لم یتکلم“ الخ۔

جسے نماز میں حدث پیش آجائے وہ لوٹ جائے پھر اگر امام ہے تو خلیفہ بنانا جائے اور وضو کر کے بنا کر رکے۔ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ دو نئے سرے سے نماز پڑھے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول بھی ہے وجہ یہ ہے کہ حدث منافی صلوٰۃ ہے اور وضو کے لیے چل کر بنانا اور قبلہ سے پھرنا یہ چیزیں مفسد صلوٰۃ ہیں لہذا یہ جان بوجھ کر بے وضو ہو جانے کے مشابہ ہو گیا (جیسے اس میں نماز نئے سرے سے پڑھنی پڑتی ہے اس میں بھی نئے سرے سے پڑھی جائے) لیکن (قیاس کے برعکس) ہماری دلیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد ہے کہ جسے نماز میں قے آجائے یا گیسر بہہ پڑے یا ندی بھل

لہ برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی - ہدایہ ج ۱ صفحہ ۱۸۸

لہ برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی - ہدایہ ج ۱ صفحہ ۱۸۸

جائے تو وہ جا کر وضو کرے اور اپنی نماز پر بنا کرے جب تک کہ اس نے بات نہ کی ہو۔

(۷) عید الفطر کے دن کسی عذر کی وجہ سے نماز نہ پڑھی جاسکے تو دوسرے دن پڑھنی جائز ہے لیکن اگر دوسرے دن بھی کوئی عذر پیش آجائے تو تیسرے دن عید الفطر کی نماز پڑھنی جائز نہیں۔ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ دوسرے دن پڑھنی بھی جائز نہ ہو کیونکہ یہ نماز جمعہ کی نماز کی طرح ایک مخصوص نماز ہے جس کی بہت سی شرطیں ہیں اور جیسے جمعہ کی نماز وقت نکلنے کے بعد قضا نہیں کی جاتی ایسے ہی یہ بھی نہ کی جائے لیکن چونکہ حدیث میں عید الفطر کی نماز کی قضا دوسرے دن تک جائز رکھی گئی ہے اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ایہ تحریر فرماتے ہیں۔

” فان حدث عذر يمنع من الصلوة في اليوم الثاني لم يصلها بعده لان الاصل فيها ان لا تقضي كالجمعة الا ان تركناه بالحديث وقد ورد بالتأخير الى اليوم الثاني عند العذر“
اگر کوئی ایسا عذر پیش آجائے جس کی وجہ سے عید الفطر کی نماز دوسرے دن بھی ادا نہ کی جاسکے تو پھر تیسرے دن ادا نہیں کی جائے گی، کیونکہ قیاس کا تقاضا تو اس میں یہ ہے کہ یہ دوسرے دن بھی قضا نہ کی جائے جمعہ کی نماز کی طرح لیکن ہم نے حدیث کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا اور حدیث میں عذر کی وجہ سے عید الفطر کی نماز میں تاخیر صرف دوسرے دن تک ہی آتی ہے (اس لیے دوسرے دن تو پڑھنی جائیگی تیسرے دن نہیں)۔

(۸) غیر مسلم کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں لیکن صدقہ دیا جاسکتا ہے۔ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ زکوٰۃ کی طرح صدقہ دینا بھی جائز نہ ہو، لیکن چونکہ حدیث میں صدقہ دینے کی اجازت موجود ہے اس لیے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا گیا، چنانچہ صاحب ایہ فرماتے ہیں۔

” و يدفع اليه ما سوى ذلك من الصدقة وقال الشافعي لا يدفع وهو رواية عن ابى يوسف اعتبارا بالنكوة ولنا قوله عليه السلام تصدقوا على اهل الاديان كلها ولولا حديث معاذ لقلنا بالجواز في الزكوة“
ذی (دار الاسلام میں رہنے والے غیر مسلم) کو زکوٰۃ کے علاوہ دیگر صدقات دئے جاسکتے ہیں، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہیں دئے جاسکتے۔ (اور یہی قاضی ابویوسف سے بھی ایک روایت ہے) زکوٰۃ پر قیاس کرتے ہو۔ لیکن (قیاس کے برخلاف) ہماری دلیل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ہے کہ تمام دین والوں پر صدقہ کر دیا کرو اور اگر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث نہ ہوتی جس میں زکوٰۃ دینے سے منع کیا گیا ہے تو ہم زکوٰۃ دینے کو بھی جائز قرار دے دیتے۔

(۹) اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں بھولے سے کھاپی لے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جائے کیونکہ روزہ کے منافی چیز پانی گئی، بعینہ ایسے ہی جیسے نماز میں کوئی بھولے سے بات چیت کر لے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے، لیکن چونکہ حدیث میں آتا ہے کہ بھولے سے کھاپی

شیخ عباس ثقی کہتا ہے کہ ابن شہاب پہلے سنی تھا پھر شیعہ ہو گیا (تتمۃ المنتہی ص ۱۲)
 میں الغزال فی اسماء الرجال میں بھی ابن شہاب کو شیعہ ہی کہا گیا ہے۔ لہ

قارئین کرام! حکیم فیض عالم کی امام بخاری اور ابن شہاب پر اس شدید جرح کے بغیر مقلدین کو بخاری شریف پر سے اعتماد اٹھالینا چاہیئے اور بخاری شریف کی ان سلیکٹوں احادیث سے ہاتھ دھولینا چاہیئے جن کی سند میں ابن شہاب موجود ہیں بالخصوص حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی رفع یدین والی حدیث اور حضرت عبادہؓ کی قرأت خاتموالی حدیث سے تو بالکل مستبعد رہنا چاہیئے کیونکہ ان احادیث کی سند میں ہی ابن شہاب موجود ہیں، دیکھئے غیر مقلدین کیا فیصلہ فرماتے ہیں۔

امام ترمذی پر حکیم فیض عالم کی تنقید

حکیم فیض عالم ترمذی شریفیت کی دو روایتوں پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :
 "امام مسلم سے تقریباً ۶۱ برس بعد ابو عیسیٰ محمد ترمذی نے یہ فحشی روایات اپنی کتاب میں درج کی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ امام مسلم کی وفات کے بعد کسی سبائی محکمال میں انہیں گھڑا گیا ہے۔" لہ

مسند امام احمد بن حنبل حکیم فیض عالم کی نظر میں

حکیم صاحب تحریر فرماتے ہیں :

"مسند احمد بن حنبلؓ کا جامع اول ابو بکر شافعی کے نام سے معروف ہے حقیقت میں یہ شخص رافضی تھا اور بظاہر شافعی بنا ہوا تھا..... مسند کا جامع دوم ابو بکر قطعی متوفی ۳۶۸ء ہے یہ بھی شیعہ تھا، ان دونوں شیعوں نے امام احمد اور ان کے بیٹے عبداللہ سے کچھ حدیثیں لے کر ان میں جا بجا اپنے مسلک کے مطابق محو و اثبات کر کے شیعہ روایات کے الفاظ کو بدل کر اپنی

خود ساختہ حدیثوں کے مناسب اسناد جوڑ کر چھ ہلدوں میں ایک ضخیم مجموعہ احادیث مدونہ کر ڈالا۔" لہ

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیے مسند احمد میں ۳۰ ہزار (اور ایک قول کے مطابق ۴۰ ہزار) احادیث ہیں جنہیں امام احمد بن حنبلؓ نے سارے سات لاکھ احادیث میں سے انتخاب کر کے ان کی صحت کا خیال رکھتے ہوئے اپنی مسند میں جمع کیا ہے اور محدثین نے اس مسند کو دو کسے درجہ کی کتب حدیث میں شمار کیا ہے اور اہمات المکتب میں سے قرار دیا ہے، لیکن کیا کہتے غیر مقلدین کے ان محقق صاحب کو کہ انہوں نے اس قدر احادیث کو شیعوں کی کارستانی قرار دے کر ان پر سے اعتماد ختم کر ڈالا اور پھر بھی کہلائے ابجد حدیث، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

شرح معانی الآثار مولوی عبد العزیز مناظر لدانی کی نظر میں

مولوی عبد العزیز لدانی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

"جواب اس کا یہ ہے کہ یہ سب امام طحاوی حنفی کا نظریہ ہے جو کسی طرح بھی قابلِ وثوق نہیں، آپ امام مزنی کے بھانجے اور شاگرد ہیں اپنے ماموں کسی وجہ سے ناراض ہو کر حنفی ہو گئے پھر کیا تھا حنفی مذہب کی حمایت اور تائید میں ایک مستقل کتاب بنام معانی الآثار لکھ ماری جس میں ضعیف حدیثوں کی تصحیح اور صحاح کی تضعیف کر کے احناف کی رضا جوئی حاصل کی۔" لہ

غیر مقلدین کے دل میں ذرا خوف خدا نہیں، اتنے بڑے جلیل القدر محدث پر الزام لگاتے ہوئے حیا نہیں آتی، بے دھڑک جو سنہ میں آیا کہہ دیا، امام طحاویؒ اپنے ماموں سے ناراض ہو کر حنفی نہیں بنے بلکہ وجہ اور سبب یہ وجہ خود امام طحاویؒ بیان فرماتے ہیں امام طحاویؒ

لہ فیض عالم : حکیم مذہب راشدہ ص ۸۳-۸۵

لہ عبد العزیز لدانی فیصلہ رفع یدین ص ۱۰ مسند احمد استیصال احتیاط طبع نادرۃ کتب خانہ ملتین

سے محمد بن احمد شروطنی نے پوچھا کہ آپ نے اپنے ماموں کا مسلک کیوں ترک کیا اور
امام ابو حنیفہ کا مسلک کیوں اختیار کیا ؟
فرمایا ۔

” اس کی وجہ یہ ہوئی کہ میں دیکھتا تھا کہ میرے ماموں امام اعظم کی کتابوں کا
مسئل مطالعہ فرماتے ہیں اس لیے میں نے بھی یہی مسلک اختیار کر لیا۔“
معلوم ہوا کہ امام عطاء دہلوی کی اپنے ماموں سے کوئی ناراضگی نہیں تھی یہ سب باتیں حاسدین
کی اڑائی ہوئی ہیں ۔ دوسرے امام عطاء دہلویؒ نے شرح معانی الآثار بعض علماء کے اصرار پر
لکھی تھی ۔ اصرار کی وجہ یہ تھی کہ بعض محدثین لوگوں کے سامنے یہ ذکر کرتے تھے کہ امام ابو
آپس میں بہت متناقض و متعارض ہیں جس سے کم علم اور کم ذرا ایمان والے کچھ تذبذب
کا شکار ہوتے تھے امام عطاء دہلویؒ نے اس مشکل کو حل کرنے کے لیے ایک کتاب لکھی
جس میں ناسخ و منسوخ رائج و مرجوح معمول و مسترد کو نظر ہر کیا تاکہ غلام الناس کسی تذبذب
کا شکار نہ رہیں مگر حاسدوں کا خدا بھلا کرے انہوں نے امام عطاء دہلویؒ کا احسان نہانے
کے بجائے اُٹا ان پر طعن شروع کر دیا اور الزام لگایا کہ امام عطاء دہلویؒ نے احناف کی
رضا جوئی کے لیے یہ کام کیا حاشا وکلا ہرگز ہرگز امام عطاء دہلویؒ سے یہ گمان نہیں کیا جاسکتا
خود ان کی کتاب شہادت دے رہی ہے کہ معاملہ ہرگز ایسا نہیں کیونکہ شرح معانی
الآثار میں بہت سی احادیث ایسی ہیں جو احناف کے ہاں معمول بہا نہیں ہیں لیکن خود
امام عطاء دہلویؒ کا معمول ہیں ۔

غیر مقلدین کا مقصد احیاء سنت نہیں امت میں اختلاف و انتشار پھیلانا ہے

جس شخص کے دل میں بھی احیاء سنت کا جذبہ نہ ہوتا ہے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی چھوٹی سی چھوٹی سنت پر بھی عمل کرتا ہے اور اس کے چھوڑنے کو برا سمجھتا ہے اور اس
میں کسی مصلحت کی پروا نہیں کرتا ، جیسا کہ اس پر اسلاف کے واقعات شاہد ہیں ۔
چاہیے تو یہ تھا کہ غیر متقدمین جو اتباع سنت کے دعویدار ہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی تمام سنتوں کو اپنائے اور کسی بھی سنت کے چھوڑنے کو برا جانتے لیکن وہ ایسا نہیں کرتے
ان کے ہاں فقط ان اہمال پر زور ہے جو مختلف فیہ ہیں اور ان لوگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی دوسری سینکڑوں سنتوں سے جو سوئے جا گئے چلنے پھرنے کھانے پینے ملنے جلنے
معاشرت و معاملات سے متعلق ہیں کوئی سروکار نہیں ۔

اور جن متنازع فیہ اعمال پر ان کا زور ہے ان میں بھی یہ حال ہے کہ جہاں کوئی مصلحت
دیکھی انہیں ترک کر دیا مثلاً رفع یدین کو سے لیجئے ، ان رگوں کے یہاں رفع یدین سنت
مؤکدہ ، سنت دائرہ ، سنت متواترہ ، بلکہ فرض و واجب تک کے درجے میں ہے جس
کے اثبات کے لیے انہوں نے سینکڑوں کتابیں لکھی ہیں جس پر ہر وقت مناظرہ و مجاہدہ
بلکہ مناظرہ تک کے لیے تیار ہیں ، اس عمل کو بھی یہ لوگ ذاتی اغراض کے لیے ترک کر
دیتے ہیں ، چند حوالے ملاحظہ فرمائیے ۔

حنایت اللہ اثری لکھتے ہیں :

” انہیں امام کا ذکر ہے کہ مولوی عبدالوہاب صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ
مولوی عبدالحکیم نصیر آبادی جب ظالم جگہ جاتے ہیں تو وہاں کے احناف کی
خاطر رفع الیدین چھوڑ دیتے ہیں۔“

(۲) غیر متقدمین کے جماعتی آرگن ”ہفت روزہ الاعتصام میں رفع یدین سے متعلق ایک
سوال و جواب شائع ہوا ہے اُسے بھی ملاحظہ فرمائیے :

سوال یہ ہے ۔

الابندہ رفع الیدین کو سنت رسول سمجھ کر نماز میں ادا کرنا سہنے والدین کا

۱۔ اصرار ہے کہ رفع الیدین چھوڑ دو مجھے اس صورت میں سنت رسول پر عمل کرنا چاہیے یا والدین کی اطاعت؟

۲۔ چونکہ اسلامی تعلیمات میں اس قسم کی نظائر ملتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور جہاد کے مواقع پر اطاعت و خدمت والدین کو ترجیح دی ہے اب جب کہ رفع الیدین سنت ہے اور اطاعت و خدمت والدین فرض ہے مجھے کس پہلو کو ترجیح دینا چاہیے بہر حال ابھی تک میں سنت پر پابند ہوں مگر مذہب مذہب ضرور رہتا ہے، کہ کہیں روزِ حشر خدا کے دُعاں والدین کا نافرمان نہ ٹھہر جاؤں۔

سائل محمد گلزار عابد ولد محمد اسماعیل ارزانی پورہ

غیر متقلدین کے شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی جواب دیتے ہیں۔

”الحجاب بعون الرب“ ان حالات میں والدین کی دُجوئی کے لیے ترک رفع یدین کی گنجائش ہے البتہ وقتاً فوقتاً بطریق احسن اقام و تنہیم کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً ہمارے بعض اسلاف تعلیمی مصلحت کے پیش نظر ترک رفع پر عامل تھے اس طرح ممکن ہے آپ بھی کوئی بہتر نصیحت صادر فرما کر اسے سنبھالیں۔“

۳۔ خواجہ عطاء الرحمن صاحب رقمطراز ہیں۔

”مولانا خالہ صاحب (گر جاکھی) نے بتایا ہے کہ والد صاحب (نور حسین گر جاکھی) نے ایک دن تہجد کی نماز میں اپنے استاد مولانا علاؤ الدین صاحب کے ساتھ باجماعت ادا کی تو مولانا علاؤ الدین صاحب کو تہجد میں رفع الیدین کر کے نماز پڑھتے دیکھا، حالانکہ مولانا دن کی نمازوں میں رفع یدین نہ کرتے تھے۔ میں نے پوچھا تو فرماتے لگے بیٹا یہ سنت سے ثابت ہے لیکن میں دن کو اس لیے نہیں کرتا

۱۔ ہمارے لوگ بدک نہ جائیں، کہنے لگے ہیں ایک دن اپنے استاد حضرت مولانا غلام رسول صاحب قلعوی کے ساتھ اکیلا نماز پڑھ رہا تھا تو انہوں نے بھی رفع الیدین کیا۔ میں نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا بیٹا یہ سنت رسول ہے۔ ہم لوگ صرف اس لیے نہیں کرتے کہ لوگ بدک نہ جائیں اور ہمارے تبلیغ میں رکاوٹ نہ ہو۔“

۲۔ راقم کے علم میں ہے کہ تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ لاہور کے ایک بڑے مولوی صاحب جب دیوبندی اور بریلوی امام کے پیچھے ان کی مساجد میں نماز پڑھتے ہیں تو رفع یدین نہیں کرتے یہ سب غیر متقلدین کا رفع یدین سے عشق کہ جہاں مصلحت دیکھی اسے چھوڑ دیا، یہ ایک رفع یدین ہی کی بات نہیں بلکہ ان لوگوں کے یہاں مسئلہ ہی یہ ہے کہ سنت کی خلاف ورزی جائز اور اس کے ترک پر کوئی گناہ نہیں۔

۳۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب سے سوال ہوا کہ

”کوئی شخص فرض نماز ادا کرے اور سنت ترک کردہ یا غیر متکرہ ترک کر دے تو خدا کے پاس اس ترک سنت کا کیا مواخذہ ہوگا؟“

مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب نے جواب دیا

”جواب سنوں کی وضع رفع درجات کے لیے ہے ترک سنن سے رفع درجات میں کمی رہتی ہے مواخذہ نہیں ہوگا انشاء اللہ“

۴۔ جماعت غرار اجماعیٹ کے مفتی عبدالستار صاحب کے چند فتاویٰ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

”سوال نمبر ۲۱۱ کیا قبلہ رخ پاؤں کر کے سونا جائز ہے (محمد عاشق از ابھری)

جواب نمبر ۲۲۱۔ بیٹھنے والے کی نیت اگر توہین کعبہ نہ ہو تو درست ہے اگر

۱۔ خواجہ عطاء الرحمن۔

۲۔ سوانح مولانا نور حسین گر جاکھی ص ۱۱۷

۳۔ فتاویٰ ثناء اللہ امرتسری۔ فتاویٰ ثناء اللہ ص ۱۲۷

۴۔ ثناء اللہ مدنی۔ رسالہ اہل عقاصہ ص ۹۹

ہے۔ اسی درمیان میں نواب صدیق حسن خان آگئے جو اس وقت تیش محل میں رہتے تھے اور جماعت اسی مسجد میں پڑھتے تھے۔ یہ سارے مولوی ان کی تعلیم کے لیے کھڑے ہو گئے صرف میں بیٹھا ہوا تھا اور ہنس رہا تھا۔ نواب صاحب نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ میں نے سارا قصہ سنایا وہ بھی ہنس پڑے۔ یہ مولوی ہم کو توحید میٹ سناتے ہیں کہ جس عورت کا مہر کم ہو وہ برکت والی ہوتی ہے اور خود اپنی بیٹیوں کا مہر نہ دھواتے ہیں پچاس ہزار دینار عسریٰ سہ

راقم المحروف غیر مقلدین کے ایک مکتبہ پر ان مطلوبہ سیپارے تبدیل کروانے کے لیے گیا تو انہوں نے انتہائی جیل و سخت سے کام لیتے ہوئے تبدیل کرنے سے انکار کر دیا اس پر راقم نے اُن سے کہا کہ حدیث میں تو سودا واپس لینے کی تفصیلت وارد ہوئی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ مَنْ اَقَالَ اَقَالَ اللّٰهُ عَشْرًا اَوْ مِثْلَ قَدْرِہِیْ نے سودا واپس لے لیا اللہ اس کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔ آپ اچھا بھلا حدیث ہیں کہ سودا واپس کرنا تو کجا تبدیل بھی نہیں کر رہے۔ اس پر وہ منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کہنے لگے انہیں نماز (یعنی رفع یدین) کی حدیثیں نہیں آتیں یہ آتی ہیں۔

ڈسکہ کے ایک مولانا نے راقم کو بتلایا کہ میں غیر مقلدین کے مکتبہ پر گیا تو وہ زمین پر جگر ہونے کے باوجود بنگ پر کھانا کھا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ مولانا حدیث میں تو آتا ہے کہ اللہ کے نبی زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور آپ کسی مجبوری کے بغیر جگہ ہوتے ہوئے بھی بیٹھ کر کھا رہے ہیں، انہوں نے بلا تکلف فوراً یہ کہا کہ مولوی صاحب پہلے اپنی نماز صحیح کریں۔ آپ لوگ نماز کو صحیح پڑھتے نہیں (یعنی رفع یدین تو کرتے نہیں) ان باتوں پر اعتراض کرتے ہیں۔

ان جوابات سے ثابت ہوا کہ غیر مقلدین کے یہاں متفق علیہ اور موافقہ سنتوں کی ادائیگی

ضروری ہے اور نہ ان کے چھوڑنے پر کوئی گناہ ہے بلکہ سنت سے بڑا ہوا عمل جائز ہے صحیح ہے مکروہ بھی نہیں۔ لیکن آئین باجپڑ رفع یدین وغیرہ جن کے مستحب ہونے میں بھی امت کا اختلاف ہے وہ ان کے یہاں اس قدر ضروری ہیں کہ ان پر عمل نہ کر کے بغیر نہ کسی کی نماز صحیح ہے اور نہ کوئی ان کے بغیر محمدی بن سکتا ہے، ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ احیاء سنت میں مخلص نہیں اور نہ ان کا مقصد احیاء سنت ہے ان کا مصلح نظر فقط اختلافی مسائل کو ہلادینا ہے اور ہر اس کام کا اٹل کرنا ہے جو احیاء سنت کا مہول ہے۔

مشہور ہے کہ کسی شیعہ نے اپنے شیعہ ذاکر سے پوچھا یہ تو بتلائیے ہمارا مذہب کیا ہے؟ ذاکر نے جواب دیا کہ اہل سنت جو کریں اس کا اٹل کرنا ہمارا مذہب ہے۔

شاید غیر مقلدین نے بھی اسی روش کو اپنا لیا ہے اور ہر اس مسئلہ کی مخالفت کرنا ہمارا سمجھنے لگے ہیں جو اہل سنت کے یہاں مستحب ہے اور اہل سنت کا اس پر عمل ہے جس کا منطقی نتیجہ اختلاف و انتشار کا پیدا ہونا ہے۔

مثلاً

(۱) یہ لوگ گدھی پر مسج کو باوجود بدعت کہتے ہیں حالانکہ گدھی پر مسج احادیث سے ثابت ہے۔ سہ

(۲) عام نامن اور سوتی جرابوں پر لوگوں کو دکھلا کر مسج کہتے ہیں حالانکہ یہ کسی صحیح و صریح حدیث سے ثابت نہیں۔

(۳) دوران نماز زبردستی پاؤں سے پاؤں ملا تے ہیں حالانکہ کسی بخو مرفوع حدیث میں اس کا تذکرہ نہیں۔

(۴) جن کو آئین کہنے کو سنت سمجھتے ہیں حالانکہ شریعت میں چھینا منع آیا ہے۔
بالخصوص مسجد میں۔

(۵) رکوع میں جاتے اٹھتے رنج یدین نہ کرنے سے نماز کو ناقص بلکہ فاسد تک
کہہ دیتے ہیں حالانکہ نہ یہ کسی حدیث میں ہے اور نہ ہی اہل سنت میں سے کسی
امام کا یہ مسلک ہے۔

(۶) جو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز کو باطل کہتے ہیں ان کے
نزدیک اس کی نماز بھی نہیں ہوتی، حالانکہ یہ کسی صحیح، صریح، مرفوع حدیث سے
ثابت نہیں اور نہ ہی یہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مسلک ہے۔

(۷) فجر کی رو جانے والی سنتوں کو فجر کی نماز کے فوراً بعد ان کر لینے پر زور دیتے ہیں
حالانکہ متعدد احادیث میں اس سے ممانعت آئی ہے۔

(۸) دیگر متعلق علیہ نوحی کو چھوڑ کر جس سر کے خطبہ کے اذان اور مغرب کے اذان سے
پہلے نفل پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ یہ فوائد اہل سنت کے یہاں متردّد
مختلف فیہ ہیں اور کتب حدیث میں ان کے متعارض احادیث موجود ہیں۔

(۹) جمع بین الصلوٰتین پر بے خوف و خطر عمل کرتے ہیں حالانکہ صحابہ و تابعین بلائند
جمع بین الصلوٰتین کو گناہ کبیرہ قرار دیتے تھے۔

(۱۰) منگے سر نماز پڑھنے میں فخر محسوس کرتے ہیں حالانکہ منگے سر نماز پڑھنا حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت مبارکہ کے خلاف ہے اور بقول مولانا محمد داؤد
غزنوی کے بدرمسم ہے۔

(۱۱) عورت و مرد کی نماز میں فرق کو بدعت کہہ کر مسلمانانہ کار و ثواب سمجھتے ہیں حالانکہ
متعدد احادیث میں فرق موجود ہے۔

(۱۲) عورتوں کے بعد و عیدین کے لیے کھلے میدان اور مساجد میں آنے پر زور
دیتے ہیں حالانکہ صحابہ و تابعین زمانہ کی تبدیلی کی وجہ سے عورتوں کو مسجد میں آنے
سے منع کرتے تھے۔

(۱۳) آٹھ رکعت تراویح کی ترویج و تبلیغ کو جہاد سمجھتے ہیں حالانکہ صحابہ و تابعین بیس رکعت
تراویح پڑھا کرتے تھے اور اہلسنت کے ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی ۲۰ رکعات سے کم تراویح
کا ذکر نہیں۔

(۱۴) گاؤں و دیہات میں جمعہ کی نماز پڑھنے کو فرض عین قرار دیتے ہیں حالانکہ احادیث
و آثار میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

(۱۵) مسجد محلہ میں دوسری تعمیر بلکہ پوختی جماعت کے کروانے کو ثواب کا کام سمجھتے
ہیں حالانکہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معمول مبارک کے بالکل خلاف ہے۔

(۱۶) عیدین کی نماز میں بارہ تکبیروں کو ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کسی صحیح صریح مرفوع
حدیث سے ثابت نہیں جب کہ چھ تکبیریں کہنا صحیح آثار سے ثابت ہے۔

۱۔ دیکھئے بخاری طبع حدیث ج ۳ ص ۲۸۱ ۲۔ دیکھئے تراویح ج ۱ ص ۲۸۱ ۳۔ دیکھئے بخاری طبع حدیث ج ۳ ص ۲۸۱ ۴۔ دیکھئے بخاری طبع حدیث ج ۳ ص ۲۸۱ ۵۔ دیکھئے بخاری طبع حدیث ج ۳ ص ۲۸۱ ۶۔ دیکھئے بخاری طبع حدیث ج ۳ ص ۲۸۱ ۷۔ دیکھئے بخاری طبع حدیث ج ۳ ص ۲۸۱ ۸۔ دیکھئے بخاری طبع حدیث ج ۳ ص ۲۸۱ ۹۔ دیکھئے بخاری طبع حدیث ج ۳ ص ۲۸۱ ۱۰۔ دیکھئے بخاری طبع حدیث ج ۳ ص ۲۸۱ ۱۱۔ دیکھئے بخاری طبع حدیث ج ۳ ص ۲۸۱ ۱۲۔ دیکھئے بخاری طبع حدیث ج ۳ ص ۲۸۱ ۱۳۔ دیکھئے بخاری طبع حدیث ج ۳ ص ۲۸۱ ۱۴۔ دیکھئے بخاری طبع حدیث ج ۳ ص ۲۸۱ ۱۵۔ دیکھئے بخاری طبع حدیث ج ۳ ص ۲۸۱ ۱۶۔ دیکھئے بخاری طبع حدیث ج ۳ ص ۲۸۱ ۱۷۔ دیکھئے بخاری طبع حدیث ج ۳ ص ۲۸۱ ۱۸۔ دیکھئے بخاری طبع حدیث ج ۳ ص ۲۸۱ ۱۹۔ دیکھئے بخاری طبع حدیث ج ۳ ص ۲۸۱ ۲۰۔ دیکھئے بخاری طبع حدیث ج ۳ ص ۲۸۱

۱۔ دیکھئے سورۃ اعراف آیت ۵۵۔ بخاری ج ۲ ص ۶۰۵ ۲۔ مسلم ج ۲ ص ۲۲۱ ۳۔ دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۲۸۱ ۴۔ دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۲۸۱ ۵۔ دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۲۸۱ ۶۔ دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۲۸۱ ۷۔ دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۲۸۱ ۸۔ دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۲۸۱ ۹۔ دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۲۸۱ ۱۰۔ دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۲۸۱ ۱۱۔ دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۲۸۱ ۱۲۔ دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۲۸۱ ۱۳۔ دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۲۸۱ ۱۴۔ دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۲۸۱ ۱۵۔ دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۲۸۱ ۱۶۔ دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۲۸۱ ۱۷۔ دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۲۸۱ ۱۸۔ دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۲۸۱ ۱۹۔ دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۲۸۱ ۲۰۔ دیکھئے بخاری ج ۱ ص ۲۸۱

۱۷۔ نماز، روزہ اور اپنی آواز سے پڑھتے ہیں حالانکہ یہ کسی صحیح صریح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں اور نہ ہی یہ ائمہ مجتہدین ائمہ اہل سنت میں سے کسی کا مسلک ہے (البتہ رد اخض کا ضرور معمول ہے)

۱۸۔ قربانی عید کے چوتھے دن کرنے کو احیاء سنت سمجھتے ہیں حالانکہ کسی صحیح صریح مرفوع حدیث سے چوتھے دن قربانی کرنا ثابت نہیں۔

۱۹۔ اونٹ کی قربانی میں دس آدمیوں کو شریک کرنا بھی صحیح سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کسی صحیح صریح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں بلکہ صحیح حدیث کے خلاف ہے اور ائمہ اہل سنت ائمہ اربعہ میں سے کسی کا بھی مسلک نہیں۔

۲۰۔ ایک مجلس کی دی ہوئی تین طلاقیں کو ایک ہی سمجھتے ہیں حالانکہ صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہے کہ ایک مجلس کی دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی۔ یہی ائمہ اہل سنت ائمہ اربعہ کا مسلک ہے۔

۲۱۔ مسافر ایک ہی ہاتھ سے کرنے میں اپنی شان سمجھتے ہیں حالانکہ کسی ایک بھی صحیح صریح مرفوع حدیث سے صرف یکے دانے سے ہاتھ سے مصافحہ کرنا ثابت نہیں، ۱۲۔ تقلید کو شرک و بدعت اور تمام باتوں کی جڑ کہتے ہیں حالانکہ تقلید قرآن و حدیث اجماع امت اور قیاس مجتہد چاروں دلائل سے ثابت ہے۔ اہل باطل کو چھوڑ کر ساری امت اہل اجتہاد میں ائمہ مجتہدین کی تقلید پر متفق رہی، جن میں بڑے بڑے محدثین، فقہاء اور اولیاء ہوئے ہیں۔ اور ان جیسے بیسیوں مسائل ہیں جن میں غیر مقلدین اہل سنت کے خلاف چلتے ہیں اور اس میں اجماعی مسائل کی بھی پرواہ نہیں کرتے، لہذا اب اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ ان لوگوں کا مقصد احیاء سنت نہیں بلکہ امت میں اختلاف و انتشار پھیلانا ہے جس کا آج کل بخوبی مشاہدہ ہو رہا ہے۔

اس موقع پر غیر مقلدین کے ایک ماہانہ رسالے ”ترجمان الحدیث“ ج ۲۲ شمارہ نمبر ۵ کے ایک صفحہ کا عکس پیش کیا جاتا ہے۔ یہ صفحہ ایک غیر مقلد مولوی خواجہ قاسم کے مضمون کا ہے۔ اس صفحہ کو پڑھ کر قارئین اندازہ فرمائیں کہ غیر مقلدین کی محنت و قوت کس کام میں صرف ہو رہی ہے؟ آیا یہ اختلاف و انتشار کو ہوا دی جا رہی ہے یا نہیں؟ خواجہ صاحب نے اپنے مضمون کا عنوان قائم کیا ہے، ”غیر اہل حدیث کی گالیوں کے جواب میں“ کہتے ہیں آئینہ میں اپنا ہی منہ نظر آتا ہے، خواجہ صاحب کا اپنے رسالوں میں خود اپنا انداز تیرائی اور سوقیانہ ہے اس لیے دوسروں کی تنقید انہیں گالیاں نظر آتی ہیں، خیر سر درست اس کو چھوڑیے اصل بات تو یہ عرض کرنی ہے کہ اس وقت غیر مقلدین امت میں اختلاف و انتشار کو ہوا دینے میں مصروف ہیں جس کا ایک زندہ ثبوت خواجہ قاسم کی یہ تحریر ہے جس میں تمام اختلافی مسائل کا تذکرہ ہے جنہیں ہوا دے کر غیر مقلدین اپنا مطلب نکالتے ہیں۔

لیجئے یہ سب علس خواجہ قاسم کی شہر کا۔

قارئین کے سامنے حال ہی میں پیش آنے والا کراچی کا ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے جس کا بزرگ مفتی رشید احمد صاحب نے کیا ہے۔ انہیں کے الفاظ میں یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں :

مفتی صاحب، رقمطراز ہیں :

۱۱ ایک اور عجوبہ سماعت فرمائیں آبادی کے اندر بول و براز کی حالت میں قبلہ کی طرف رخ کرنے کا جواز مختلف فریق ہے اس لیے احتیاط بہر حال اس میں ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے مگر اہل حدیث کے ہاں تو دوسرے مذاہب کی مخالفت ہی بڑا جہاد ہے چنانچہ کراچی میں انہوں نے اپنی مسجد کے استیخانے گرا کر از سر نو قبلہ رخ تعمیر کرائے ہیں وجہ دریافت کرنے پر ارشاد ہوا کہ یہ سنت چودہ سو سال سے مردہ تھی ہم نے اس کو زندہ کیا ہے۔
اظہار کیجئے، کیا قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا احیاء سنت ہے؟ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی حکم ہے اور کیا صحابہ و تابعین اور دیگر مسلمان ایسا ہی کرتے تھے بزرگ نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم نیز صحابہ کرام کا قصد اور ان کا عمل سن لیجئے۔
”حضرت ابویوب انصاری سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تم بیت الخلاء آؤ تو پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ کرو نہ پیچھے کرو بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف رخ کیا کرو (یہ حکم مدینہ منورہ کے اعتبار سے ہے کیونکہ مسجد نبوی کا قبلہ جنوب کی طرف ہے) حضرت ابویوب انصاری فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ملک شام آئے تو یہاں بیت الخلاء قبلہ رخ بنے ہوئے پائے ہم تو رخ تبدیل کر کے بیٹھتے تھے پھر بھی اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے تھے۔“

غیر اہل خلیفہ کی گالیوں کے جواب میں

قلب دیر نزار کا علم !

تقلید کا نور ٹوٹ رہا ہے بھدرار لوگ اس سے کئی کڑا لے گئے ہیں۔ رستہ میں جسے
 ہو رہے ہیں۔ عورتوں کو مسجدوں میں آنے کی اجازت مل گئی ہے۔ غائبانہ نماز جنازہ پڑھ سکتی
 لگی ہے۔ احناف کی مساجد آٹھ تیرہ ترکہ کے بعد دو تہائی تک زیادہ خالی ہو جاتی ہیں مسجد
 میں دوبارہ جماعتیں ہونے لگی ہیں۔ تین حلاق کے سنے پر حتیٰ علماء خود اپنے مقتدیوں کو مسجد میں
 کے پاس جانے کا مشورہ دیتے لگے ہیں۔ علماء کے علمبرداروں کو ملازم کا مسئلہ بتلاتے ہوئے
 جھڑپٹ محسوس ہونے لگی ہے۔ اب انہیں مفتقر الحبیب کی بیوی کے بارے میں نوے برس کی
 عدت بتلانے میں بھی شرم آنے لگی ہے۔ بلکہ تقلید کے مبلغین ہر مسئلے پر تحقیق کے میدان میں
 قدم رکھ چکے ہیں۔ جو تقلید کی عین ضد ہے۔ ————— انفرنس تقلید پر نزار کا عالم گاری ہے وہ
 جاگتی کے غراب میں مبتلا ہے اور بچے کیلئے ماتھے پاؤں مار رہا ہے۔ تقلید کے محاذ آست
 آج کیوں لگا کر زندہ رکھنے کا کوشش کر رہے ہیں۔ اور اسے ایسا غول دے رہے ہیں جس کا نہر
 اس کے گرد پ سے نہیں بچتا۔ جب کوئی صورت کا اگر ثابت نہیں ہوتی تو غصہ نکلتے کیلئے
 پڑوسوں کو گالیوں دینا شروع کر دیتے ہیں۔

حق علیہ السلام !

حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب، حضرت مولانا تاجی حسن الدین صاحب، حضرت مفتی خلیل احمد صاحب

غیر مقلدین کی ایسی ناشائستہ حرکات جو سراسر حدیث کے خلاف ہیں ان سے بڑے بڑے اب بھی انہیں اگر انتشار و اختلاف کا باعث نہ سمجھا جائے اور بقول غیر مقلدین کے اسے احیاء سنت ہی کہا جائے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر خلاف سنت کام سنت ہے اور صحیح سنت پر عمل کرنا دین سے دور رہنا ہے العیاذ باللہ۔
یوسف پیشتر کی کاروائی بھی سنت چلتے وہ کہتا ہے۔

”اگر تم میں یہ گل کھلا کر میں اپنے وطن ضلع مظفر گڑھ میں شادی کرانے چلا گیا ریل نہ بھرنے کی وجہ سے کئی دنوں کا سفر تھا، راستے میں بھی یہی طریق رہا، جہاں نماز پڑھی آئین بالبحر کی اور شورش ہوئی خدا خدا کر کے اپنے وطن حسین پور ضلع مظفر گڑھ میں پہنچے وہاں بھی اپنے قصبہ (حسین پور) میں آئین بالبحر کی تو عام شورش ہوئی یہاں تک کہ میرے کسرال والوں نے نکاح دینے سے انکار کر دیا۔“

ملاحظہ فرمائیے یہ طریقہ ہے غیر مقلدین کے احیاء سنت کا، جہاں جاتے ہیں گل کھلاتے ہیں اور وہ گل بھی کھلتا ہے کہ بھائی بھائی دست و گریباں ہو جاتے ہیں ماں باپ اور آل و اولاد میں نفرت ہو جاتی ہے۔ لوگوں میں عام شورش اور اختلاف و انتشار پیدا ہوتا ہے فوبت مقدربازی تک پہنچتی ہے۔ حالانکہ احیاء سنت کا ثمرہ تو یہ ہوتا ہے کہ ٹوٹے دل جوڑ جاتے ہیں باہم الفت و محبت پیدا ہوتی ہے۔ درحقیقت غیر مقلدین احیاء سنت نہیں کہتے مسائل متنازعہ کو چھیڑتے ہیں جس کا نتیجہ تنازعہ ہوتا ہے یہ لوگ بے فائز سے یہ نہیں کہتے کہ نماز پڑھو۔ نمازی سے کہتے ہیں کہ قہاری نماز نہیں ہوتی اس سے اصل فساد پیدا ہوتا ہے۔

اب تک جو کردار غیر مقلدین کا بیان ہوا اس کی صداقت ان کے بعض علماء کی

خبریات سے ظاہر ہوتی ہے مگر جادو وہ جو سر چٹھ کے ہوئے۔ قارئین غیر مقلدین کے بعض علماء کی تحریرات ملاحظہ فرمائیں۔
پروفیسر محمد مبارک غیر مقلدین کی ایک ذیلی جماعت، جماعت غبار اہل حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

”جماعت غبار اہل حدیث کی بنیاد صرف حدیث کی مخالفت پر رکھی گئی تھی صرف یہ مقصد نہیں بلکہ تحریک مجاہدین یعنی سید احمد بریلوی کی تحریک کی نفی کر کے انگریز کو خوش کرنے کا مقصد یہاں تھا جس کا اظہار اس طرح کیا گیا کہ سید میں مولوی عبدالوہاب ملتان صاحب نے اپنے امام ہونے کا دعویٰ کیا اور ساتھ ہی یہ کہا جو میری بیعت نہیں کرے گا وہ جہالت کی موت مرے گا۔“

میرزا بہیم سیدانکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

”جماعت اہل حدیث اپنے ناقص العلم اور غیر محتاط نام نہاد علماء کی تحریروں اور تقریروں سے دھوکا نہ کھائے کیونکہ ان میں سے بعض تو پرانے خارجی اور بے علم شخص اور پرانے کانگریسی ہیں جو کانگریس کا حق نمک ادا کرنے کے لیے ایک نہایت گہری زمین دوز تجویز کے تحت انگریزی پالیسی تفرقہ ڈالو اور فتنہ گرد سے مسلمانوں کو اختلافی مسائل میں مشغول کر کے باہمی اتفاق میں رکھاؤ اور مسلمانوں میں خصوصاً اہل حدیث میں تعصب پیدا کرنا چاہتے ہیں۔“

قاضی عبدالاحد صاحب جانی پوری تحریر فرماتے ہیں :

”محمد مبارک، پروفیسر، علماء اخلاف اور متحرک مجاہدین ص ۲۸

”محمد بہیم سیدانکوٹی، احیاء اہلیت ص ۲۶ بحوالہ تحقیق مسند تراویح ص ۲۵

”اس زمانے کے بھوٹے اہلحدیث مہذبین مینافین سلف صالحین جو حقیقت
ماہار الرسول سے جاہل ہیں وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں۔
روافض کے یعنی جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر و
نفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ و زنداقہ کا تھے اسلام کی طرف اسی طرح یہ
جاہل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں ملاحدہ
اور زنداقہ منافقین کے بعینہ مثل تشیع کے ۔۔۔۔۔۔۔

مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علی اور جنین
رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی غلو کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالی
دے دیں اور پھر جس قدر اتحاد و زنداقہ پھیلائیں کچھ پرواہ نہیں اسی طرح ان
جاہل بدعتی کا ذب اہلحدیثوں میں ایک دفعہ دفع یدین کرے اور تقلید کا
رد کرے اور سلف کو جنگ کرے مثل امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جن
کی امامت فی الفقه اجماع امت کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر کفر
بدعتی اور اتحاد اور زنداقیت ان میں پھیلا دے بڑی خوشی سے
قبول کرتے ہیں اور ایک ذوق ہیں بچیں بھی نہیں ہوتے اگرچہ علماء اور
فقیہ اہل سنت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں ہرگز نہیں سنتے سبحان اللہ ماشبہ
اللیلۃ بالبارحۃ، اور ستر اس کا یہ ہے کہ وہ مذہب و عقائد اہل السنۃ
و الجماعۃ سے نکل کر اتباع سلف سے مستنکف و مشکک ہو گئے ہیں فافہم و تدبر
ماہانہ مجلہ ”اہل حدیث دہلی“ کے ایڈیٹر حکیم اجمل خان (یہ وہ حکیم اجمل خان نہیں جو خاندان
شریفی کے مشہور معروف حکیم و طبیب ہیں) اپنی جماعت کی کارروائی پر تبصرہ کرتے
ہوئے لکھتے ہیں۔

”فی الوقت ہماری جمیعت، مسلک کی دعوت و تبلیغ کے لیے نہیں بلکہ رد پر
اقتدار کی جو بس کو پورا کرنے کا ذریعہ بن کر رہ گئی ہے، عوام کو یہ قوت بنایا
جا رہا ہے اور مسلک و جماعت کے نام اور منصب کا بلیک میل کیا جا رہا ہے
جس شخص کے پاس جمیعت کا عہدہ و منصب ہو وہ اپنے اس کے ذریعہ عرب
دنیا میں چمکتا ہے پھر اپنے کاروبار کو وسیع کرتا ہے کیونکہ اس منصب کے
ذریعہ دینا اور عرب شیوخ تک رسائی بہر حال آسان ہو جاتی ہے اس لیے
ان عہدوں پر دوبارہ آنے اور ہمیشہ برقرار رہنے کی کوشش کی جا رہی ہے
جیسا کہ حالیہ جماعتی انتخابات کے نظارے سامنے آئے ہیں لوگوں نے
ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنے، آہ و دریدی کرنے، دھاندلی مچانے لاقانونیت
اور شرعی تقاضوں کو پامال کرنے میں کوئی کور کسرتانی نہیں رکھی ہے اور آپ
کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ سب سے بڑی دھاندلی اور لاقانونیت مرکزی
جمیعت کے ناظم صاحب کی طرف سے ہو رہی ہے جس کا صاف مطلب
یہ ہے کہ وہ اپنے عہدہ پر دوبارہ آنے کے لیے بے چین ہیں اور اس
کے لیے جوڑ توڑ اور دھاندلیاں کر رہے ہیں“۔ سلسلہ

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں :
”دہلی کا حال اس سے بھی زیادہ خراب ہے۔ یہاں جمیعت کے کارکنان کو ہنگامہ
آرائی اور دینی جماعت کے ماحول کو پرانگندہ کرنے، پارٹی بازی پھیلانے کے
لیے استعمال کیا گیا“۔ سلسلہ

غیر مقلدین کے چودھویں صدی کے مجدد کے کارنامے
جماعت غر بار اہل حدیث کے دوسرے امام عبدالستار صاحب نے جماعت

قارئین محترم یہ ایک طویل موضوع ہے جس کے لیے دفتر کے دفتر دار
ہیں اختصار کے پیش نظر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور کچھ زیر نظر کتاب "حدیث
اور اہل حدیث" کے متعلق عرض کر کے مقدمہ کو ختم کرتے ہیں۔ سہ
کبھی فرصت سے سن لینا بڑی ہے داستان میری

سبب تالیف

اس کتاب کے لکھنے کا سبب یہ بنا کہ اکثر غیر متقلدین کی زبانی یہ سننے میں
آتا تھا کہ متقلدین احناف حدیث پر عمل نہیں کرتے اور نہ ہی ان کے پاس حدیثیں
ہیں۔ ان حضرات کی تحریرات میں بھی یہی چیز نظر آتی تھی۔ اس چیز کو دیکھ کر دل
میں خیال پیدا ہوا کہ ہمیں اپنی فقہ کا جائزہ لے کر دیکھنا چاہیے کہ کیا واقعی غیر
متقلدین کے کہنے کے مطابق ہمارے پاس احادیث نہیں ہیں اور ہم اقوال حال
ہی پر عمل کرتے ہیں، یا ہمارے پاس بھی احادیث ہیں اور ہمارا عمل بھی احادیث
پر ہے، چنانچہ جب ہم نے اپنی فقہ کا جائزہ لینا شروع کیا تو ہر مسئلہ میں اس
قدر احادیث نظر آئیں کہ عقل حیران رہ گئی اور غیر متقلدین کی اُٹرائی ہوئی باتوں کے
ڈھول کا اچھی طرح سے پول کھل گیا، اور یہ حقیقت ظاہر ہوئی کہ ان کی یہ سب باتیں
جھوٹ کا پلندہ ہیں جن سے فقہ حنفی کا دامن پاک ہے۔

ان احادیث مبارکہ کو دیکھ کر دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ انہیں ترتیب دے کر ان
کا ترجمہ کیا جائے اور عوام کو بتایا جائے کہ احناف کا عمل ان احادیث پر ہے

اور غیر متقلدین ان احادیث پر عمل کرنے کے بجائے ان کے خلاف عمل کرتے ہیں
چنانچہ راقم الحروف نے زیر نظر کتاب "حدیث اور اہل حدیث" تصنیف کی جو
آپ کے سامنے ہے۔

کتاب کا طرز

اس کتاب کا طرز یہ ہے کہ اس میں اولاً اور پر ایک عنوان قائم کر کے اس
کے متعلق احادیث مبارکہ حدیث کی مستند کتابوں (صحاح ستہ وغیرہ) سے
بحوالہ نقل لگائی ہیں ساتھ ہی ان کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

ثانیاً ان احادیث مبارکہ سے جو مسئلہ ثابت ہوتا ہے وہ ذکر کیا گیا ہے، پھر اس
مسئلہ کے خلاف غیر متقلدین کے علماء کے اقوال ذکر کئے گئے ہیں، بعد میں ان پر
تبصرہ کر کے فیصلہ عوام پر چھوڑ دیا گیا ہے وہ فیصلہ کریں کہ غیر متقلدین حدیث کی
موافقت یعنی اس پر عمل کرتے ہیں یا اس کی مخالفت؟

زیر نظر کتاب میں غیر متقلدین کے جن علماء کی تحریرات ذکر کی گئی ہیں۔ مناسب
معلوم ہوتا ہے کہ ان علماء کا غیر متقلدین کے ہاں جو مرتبہ و مقام ہے وہ بھی ذکر
کر دینا تاکہ عوام کے سامنے یہ بات بھی آجائے کہ یہ اقوال معمولی غیر متقلدین کے
نہیں بلکہ ایسے بڑے بڑے علماء کے ہیں جن کا دعویٰ تھا کہ ہم صرف قرآن و حدیث
پر عمل کرتے ہیں۔

چنانچہ غیر متقلدین کے ایک مقتدر عالم بدیع الدین راشدی صاحب نے جگہ
درج ذیل الفاظ عطا فرمائے تھے صاحب نے لکھے ہیں۔

"ناصی السنۃ النبویۃ - ناصی لعقیدۃ السلفیۃ
فصامع البدعۃ - المجاہد لاعلاء کلمۃ اللہ"

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ہیں کوئی اور نہیں کرتا اور حنفی قرآن و حدیث کے خلاف عمل کرتے ہیں انہیں
آئینہ میں ان کی صورت دکھلانا اور بتلانا کھریچنے پر کثیر تعداد میں احادیث مبارکہ
موجود ہیں جن پر ہمارا عمل ہے اور آپ ان کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ اس
لیے حدیث کے مخالفت آپ ہیں ہم نہیں۔

راجم المحروف نے اس کتاب کی تدوین میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا
ہے کہ حوالے اصل کتابوں سے تلاش کر کے اصل کتابوں ہی کے دیکھے ہیں اور جہاں
کہیں کسی دوسری کتاب سے حوالہ نقل کرنا پڑا وہاں اس دوسری کتاب کا حوالہ بھی
دیا ہے، اس کتاب کی ترتیب سوائے چند مقامات کے حدیث کی باریک ناز کتاب
اعلام السنن کی ترتیب پر رکھی ہے۔ اس کتاب کی ترتیب میں احقر کو بے شمار
کتابوں سے استفادہ کا موقع ملا جن میں سب سے زیادہ استفادہ اعلام السنن اور
آثار السنن سے کیا۔ اللہ تعالیٰ انکے مصنفین کے درجات بلند فرمائے اور ان کا فیض
تاقیامت جاری و ساری رکھے آمین۔

چونکہ انسان خطا کا پتلا ہے اس لیے بہت ممکن ہے کہ کتاب میں کچھ غلطیاں
گئی ہوں لہذا علماء کرام سے میری درخواست ہے کہ وہ اس کتاب میں جہاں کہیں
کوئی سقم یا کس را تم کو اس پر متنبہ فرمائیں۔ را تم المحروف کسی بھی سقم کے دور کرنے
اور کسی بھی غلطی کی اصلاح کرنے میں ذرا بھی پس و پیش سے کام نہ لے گا بلکہ ان علماء
کا شکریہ گزارا اور ان کے حق میں دعا گو ہوگا۔ دُعا ہے اللہ تعالیٰ اس کاوش کو مقبول
و منظور فرمائے اور اسے علوم کی اصلاح اور احقر کی نجات کا ذریعہ بنائے اور جن بزرگوں
عزیزوں دوستوں نے را تم المحروف سے جس درجے میں بھی تعاون کیا ہے اللہ
انہیں جزا خیر عطا فرمائے، آمین۔ وما علینا الا البلاغ المبین

انوار خورشید

۲۹ جمادی الثانیہ ۱۴۱۳ھ، ۲۵ دسمبر ۱۹۹۶ء

نجاست الماء القلیل بوقوع نجس فیہ قلیلاً کان او کثیراً
تھوڑا پانی نجاست کے واقع ہونے سے ناپاک ہو جاتا ہے تھوڑی نجاست یا زیادہ

۱- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم
فلیبث شہ لیفسلہ سبع مرار

(مسلم ج ۱ ص ۱۲۷)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے چاہیے
کہ وہ اسے بہا کر سات مرتبہ دھوے۔

۲- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طھور اناء احدکم اذا ولغ
فیہ الکلب ان یفسلہ سبع مرات اولاً من بالتراب
(مسلم ج ۱ ص ۱۲۸؛ برادر دینی اصل)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
تہا سے برتن کی پانی جبکہ کتا اس میں منہ ڈال دے یہ ہے کہ اسے
سات مرتبہ دھو میں پہلی بار مٹی سے مانجھیں۔

۳- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ لَا يَبُولُونَ أَحَدَكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِي لَا يَجْرِي ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ

(بخاری ج ۱ ص ۳۷)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پیشاب کرے تم میں سے کوئی ٹھہرے جو سنے پانی میں جو کہ بہت نہیں رہا پھر اسی میں غسل کرے۔

۴۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبُولُونَ أَحَدَكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ مِنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ نہ پیشاب کرے تم میں سے کوئی ٹھہرے جو سنے پانی میں پھر اسی سے وضو کرے۔

۵۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا تَقَيَّظَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَا يَدْخُلُ بَيْتَهُ قَبْلَ أَنْ يَغْرِغَ فِيهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا قَائِمًا لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ بَيْتُهُ

(ترمذی ج ۱ ص ۳۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی رات کو سو کر اٹھے تو جب تک اُتھوں پر دو یا تین دفعہ پانی نہ بہائے اس وقت تک اپنی کمر بربت میں نہ اٹھو نہ کھڑے کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ اس کے ہاتھ کونے کہاں

راست گزار رہی۔

مذکورہ احادیث سے ثابت ہوا ہے کہ جب پانی میں نہجاست کر جائے اور پانی ٹھوڑا ہو تو پانی ناپاک ہو جائے گا چاہے پانی کتنے عینوں اور صاف رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی وصف نہ ہو بلکہ نہ ہونے کوئی وصف ہو اس کی کوئی صراحت نہیں کہ ان عینوں و صفوں میں سے کوئی وصف نہ ہو پانی ناپاک ہوگا ورنہ نہیں۔

پانی حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتنے کتنے جو ٹھہے پانی کو بہا دینے کا حکم دیا ہے اس کے بہا دینے کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے (ورنہ پاک پانی کے بہا دینے کا آپ حکم نہیں دے سکتے کیونکہ وہ تو پانی کو ضائع کرنا ہوگا جو کہ ناجائز ہے) حالانکہ کہتے کے منہ ٹھانسنے سے عینوں اور صاف میں سے کوئی وصف بھی نہیں بدلتا۔

دوسری حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتنے کتنے جو ٹھہے برتن کو پاک کرنے کا یہ طریقہ بتایا ہے کہ برتن کو سات دفعہ دھوا جائے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کتنے کے منہ ٹھانسنے سے برتن ناپاک ہو جاتا ہے جب برتن ناپاک ہوگا تو جو چیز اس میں ہوگی وہ بھی ناپاک ہو جائے گی اسی لیے آپ نے اس چیز کے بہا دینے کا حکم دیا ہے تاکہ جو ٹھہے کتنے کے منہ ٹھانسنے سے کوئی وصف بھی نہیں بدلتا۔

تیسری اور چوتھی حدیثوں سے معلوم ہوا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ٹھہرے جو سنے پانی میں پیشاب کر کے اس سے وضو اور غسل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ وضو و غسل سے نہ نفع اس لیے ہے کہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے سچے حالہ ٹھہے پانی میں پیشاب کرنے سے عینوں و صفوں میں سے کوئی وصف بھی نہیں بدلتا۔

پانچویں حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نیند سے
 بیدار ہو کر ہاتھ کو دھوئے بغیر پانی میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے
 کہ سوتے میں ہاتھ شرمگاہ کو چھو جانے سے شرمگاہ پر رہ جانے والی نجاست ہاتھ
 کو لگ جائے جس کی وجہ سے پانی ناپاک ہو جائے اس لیے احتیاطاً ہاتھ دھوئے
 بغیر پانی میں ڈالنے سے منع فرمادیا حالانکہ ناپاک ہاتھ ڈالنے سے پانی کے اوصاف
 میں سے کوئی وصف بھی نہیں بدلتا۔ الغرض ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اگر
 پانی میں نجاست گر جائے اور پانی تھوڑا ہو تو پانی ناپاک ہو جائے گا چاہے پانی
 کے تینوں وصفوں میں سے کوئی وصف بدے یا نہ بدے۔

لیکن ان تمام احادیث کے خلاف غیر متقلبین کا کہنا ہے کہ پانی تھوڑا ہو
 یا زیادہ وہ اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی چیز
 تبدیل نہ ہو۔

چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں۔

”آپ باران و دریا و چاہ و سطح پرست پیدا نمی گردد مگر نجاست کہ
 بویا مزہ یا رنگ اور برگرداند“ (عرف الہادی ص ۱)
 بارش، دریا اور کنوئیں کا پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے وہ ناپاک
 نہیں ہوتا مگر اس نجاست سے کہ جو اس کے رنگ یا بویا مزہ کو

بدل دے۔

نواب وحید الزمان لکھتے ہیں :-

”لا یفسد ماء البر ولو کان صغیرا و الماء فیہ
 قلیل بوقوع نجاستہ او موت حیوان دموی
 او غیری دموی ولو انتفخ او تضخ او تمطط
 بشرط ان لا یتغیر احد اوصافہ“ الخ

کنوئیں کا پانی ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ کنواں پھوٹا ہو اور اس میں پانی تھوڑا
 ہو کسی نجاست کے گرنے سے یا (اس میں) خونی یا غیر خونی جانور کے
 مرنے سے اگرچہ وہ جانور (مکرر) پھول گیا ہو یا پھٹ گیا ہو یا اس
 کے بال و پر گر گئے ہوں بشرطیکہ پانی کے اوصاف میں سے کوئی وصف
 نہ بدے۔

ملاحظہ فرمائیے۔ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ تھوڑے پانی میں نجاست
 اگر جلسے تو وہ ناپاک ہو جائے گا۔ رنگ، بو، مزہ بدے یا نہ بدے لیکن غیر متقلبین
 قلیل و کثیر میں تفریق کے بغیر کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب جب تک رنگ، بو،
 مزہ میں سے کوئی چیز نہ بدے اس وقت تک پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ قارئین فیصلہ
 فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت۔

نوٹ :- غیر متقلبین کے اس نظریہ کے مطابق اگر پانی کے ایک گلاس یا
 کسی ایک چھوٹے برتن میں پیشاب کے قطرے پڑ جائیں تو وہ پانی پاک ہونا چاہیے
 کیونکہ پیشاب کے قطروں سے پانی کے رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی چیز بھی
 نہیں بدلتی۔

نجاسة المني مني ناپاک ہے

۱۔ عن یحییٰ بن عبد الرحمن بن حاطب انه اعتمر مع عمر بن الخطاب فی ركب فیهم عمرو بن العاص و ان عمر بن الخطاب عرس ببعض الطریق قریبا من بعض المیاء فاحتلم عمر و قد کاد ان یصبح فلم یجد مع الרכب ماء فركب حتی اذا جاء المیاء فجعل یغسل ماری من ذالك الاحتلام حتی اسفر فقال لمر عمرو بن العاص اصیبت و معنایا ب فذع ثوبك یفسل فقال عمر بن الخطاب و انجبا لك یا عمرو بن العاص لئن كنت تجد ثیبا یا فكل الناس یجد ثیبا و الله لو قبلتها لكانت سنة بل اغسل ما رأیت و انضح ما لم ار (موطأ امام مالک ص ۳۱)

یحییٰ بن عبد الرحمن بن حاطب سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب کے ساتھ ایک ایسی جماعت میں شریک ہو کر عمرہ کیا جس میں حضرت عمرو بن العاص بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے پانی کے قریب ایک جگہ رات کو پڑاؤ ڈالا (اتفاق ہے) آپ کو احتلام ہو گیا۔ صبح ہونے کے قریب

تھی لیکن آپ کو ساتھیوں سے پانی نہیں ملا چنانچہ آپ سوار ہوئے اور پانی کے پاس پہنچ کر احتلام کے اثرات و نشانات کو دھونے لگے حتیٰ کہ خوب روشنی ہو گئی۔ حضرت عمرو بن العاص کہنے لگے کہ آپ نے توضیح کر دی (یہ) ہمارے پاس کپڑے ہیں (انہیں پہن کر نماز پڑھ لیجئے) اور اپنا کپڑا چھوڑ دیجئے۔ وہ بعد میں دھویا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عمرو بن عاصؓ تم پر تعجب ہے۔ اگر تمہارے پاس کپڑے ہیں تو کیا سب کے پاس کپڑے ہیں، بخدا اگر میں نے ایسا کیا تو یہ ایک طریقہ بن جائیگا میں تو کپڑے میں منی دیکھتا ہوں تو دھولیتا ہوں ورنہ پانی پھینک لیتا ہوں۔

۲۔ ابن وہب عن افلاج بن جبیر عن ابیہ قال عرسنا مع ابن عمر بالاجواء ثم سونا حین صلینا الفجر حتی ارتفع النهار فقلت لابن عمر انی صلیت فی ازاری و فیہ احتلام و لم اغسله فوقفت علی فقال انزل فاطرح ازارک و صل رکعتین و اتم الصلوة ثم صل الفجر ففعلت۔

(المدة الکبریٰ ج ۱ ص ۲۲)

حضرت ابن وہبؒ بروایت افلاج بن جبیر حضرت جبیرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے (ایک وفد) حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ مقام ابواہیں راست گزاری۔ ہم نے جب فجر کی نماز پڑھ لی تو وہاں سے چل پڑے یہاں تک کہ دن بلند ہو گیا۔ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ جس کپڑے میں میں نے نماز پڑھی ہے اس میں منی لگی ہوئی تھی اور

میں اُسے دھونہیں سکا تھا، آپ میری وجہ سے ٹرک گئے اور فرمایا کہ اتر کر کپڑے بدلو اور دو رکعت سنت پڑھ کر نماز کی آفاست کہو اور فجر کی نماز پڑھو، میں نے ایسا ہی کیا۔

۳- عن جابر بن سمرة قال سئل رجل النبي صلى الله عليه وسلم اصابني في الثوب الذي آتي فيه اهلي قال نعم الا ان ترى فيه شيئا فتغسله۔

(موارد الغفران ج ۱ ص ۸۲)

حضرت جابر بن سمرة فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ کیا میں ان کپڑوں میں نماز پڑھ سکتا ہوں جو میں نے بیوی سے صحبت کے وقت پہنے ہوئے ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہاں لیکن اگر تمہیں ان میں منی لگی ہوئی نظر آئے تو پھر انہیں دھو لو۔

۴- عن خالد بن ابی عزة قال سئل رجل عمر بن الخطاب فقال اني احتلمت على طئفسيت فقال ان كان رطباً فاغسله وان كان يابساً فاحككه وان خفي عليك فارششہ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۸۷)

حضرت خالد بن ابی عزة فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب سے ایک شخص نے پوچھا کہ مجھے کپڑوں میں احتلام ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو منی تر ہے تو اسے دھو لے اور اگر خشک ہے تو اسے کھرج دے اور اگر منی کا پتہ ہی نہ چلے تو اسے ہلکا سا دھو ڈال۔

۵- عن عائشة انها قالت في المني اذا اصاب الثوب اذا رأيته فاغسله وان لم تره فانضحه۔ (جمادی ج ۱ ص ۸۲)

حضرت عائشہ نے منی سے آلودہ کپڑے کے بارے میں فرمایا کہ اگر تر کپڑے میں منی لگی ہوئی دیکھے تو اسے دھو لے اور اگر نہ دیکھے تو پانی چھڑک دے۔

۶- عن معاوية بن ابی صفیان انہ سئل اختہ ام حبیبہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم هل كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي في الثوب الذي يجامعها فيه فقالت نعم اذا لم ير فيه اذى۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۸۲)

حضرت معاویہ بن ابی صفیان سے مروی ہے کہ آپ نے اپنی ہمیشہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیلیہ حضرت ام حبیبہ سے پوچھا کہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کپڑوں میں نماز پڑھ لیتے تھے جو آپ نے صحبت کے وقت پہنے ہوئے ہوتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں لیکن اس وقت جب کہ آپ ان میں کوئی گندگ (منی) نہ دیکھتے۔

۷- عن ابی ہریرۃ قال في المني يصيب الثوب ان رأيته فاغسله والا فاغسل الثوب كله۔ (طحاوی ج ۱ ص ۸۲)

حضرت ابو ہریرہ نے منی کے متعلق جو کہ کپڑے کو لگ گئی ہو ارشاد فرمایا کہ اگر وہ تمہیں دکھائی دے تو اسے دھو لو ورنہ سارے کپڑے کو دھو۔

۸- عن عبد الملك بن عمار قال سئل جابر بن سمرة واما عنده عن الرجل يصلي في الثوب الذي يجامع فيه اهله قال صل فيه الا ان ترى

فیر شیئاً فتغسله ولا تنضحہ فان النضح لا یزیدہ
الا شراً (طحاوی ج ۱ ص ۱۲۱)

عبدالملک بن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن سمرہ سے میری
موجودگی میں ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو انہی کپڑوں
میں نماز پڑھ لیتا ہے جو اس نے بیوی سے صحبت کے وقت
پہنے ہوئے ہیں۔ آپ نے جواباً فرمایا کہ تو انہی کپڑوں میں نماز پڑھ
لے تا یہ کہ تو ان میں کوئی چیز (منی) دیکھے۔ ایسی صورت میں اس
کو دھوے اور پانی نہ چھڑکیو کیونکہ اس سے تو مزید گندگی بڑھے گی۔

۹۔ عن عبد الکریم بن رشید قال سئل انس بن
مالک عن قطیفہ اصابها جنابت لا یدری
این موضعها قال اغسلها۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۲۱)

عبد الکریم بن رشید فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک سے
ایک ایسی چادر کے متعلق سوال کیا گیا جس میں منی لگ گئی تھی لیکن
یہ نہیں پتہ چلتا تھا کہ کہاں لگی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ (ساری) چادر
کو دھو۔

۱۰۔ عن عائشہ قالت کنت افرک المنی من ثوب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یابساً
واغسلہ اذا کان رطباً۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۱۲۱)

ص ۱۲۱ طحاوی ج ۱ ص ۱۲۱ صحیح ابی عوانہ ج ۱ ص ۱۲۱

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑے

سے منی کو کھرنج دیتی تھی جب کہ منی خشک ہوتی اور جب کہ منی تر
ہوتی تو پھر میں اس کو دھو دیتی تھی۔

۱۱۔ عن عمار بن یاسر قال قال علیؑ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم واما علی بئر ادریاء
فی رکوة فی فقال یا عمار ما تصنع ؟ قلت یا رسول
اللہ بانی واما اغسل ثوبی من نخامة
اصابتہ فقال یا عمار انما یغسل الثوب من
خمس من الفائط والبول ، والقئ والدم ، والمنی
یا عمار ما نخامتک ودموع عینیک والماء
الذی فی رکوتک الا سواء ، الحدیث

(دارقطنی ج ۱ ص ۱۲۱)

حضرت عمار بن یاسر فرماتے ہیں کہ میں کنوئیں پر اپنی چھال گل میں پانی
کھینچ رہا تھا کہ میرے پاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے
اور فرمایا کہ عمار کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں اپنا کپڑا دھو
رہا ہوں اس کے تھوک لگ گیا ہے، آپ نے فرمایا عمار کپڑے کو
پانچ چیزوں سے لگ جانے کی وجہ سے دھونا چاہیے۔ پیشاب پاخانہ
تھو، خون اور منی۔ عمار تمہارا تھوک، تمہاری آنکھوں کے آنسوؤں
وہ پانی جو تمہاری چھال گل میں سے سب برابر ہیں (یعنی سب پاک ہیں)

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ منی ناپاک ہے کیونکہ اگر منی پاک
ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام منی سے آلودہ کپڑے کو نہ تو خود

دھوئے نہ دھونے کا حکم دیتے بلکہ انہی کپڑوں میں نماز پڑھ لیتے لیکن حدیث نمبر ۲ اور اسے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منی سے آلودہ کپڑے کے دھونے کا حکم دیا ہے۔ حدیث نمبر ۶ سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ منی سے آلودہ کپڑے میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اگر منی پاک ہوتی تو کم از کم بیان جواز کے لیے زندگی میں ایک مرتبہ تو آپ منی سے آلودہ کپڑوں میں نماز پڑھتے لیکن ذخیرہ احادیث میں کوئی ایسی حدیث نہیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ آپ نے منی سے آلودہ کپڑے میں نماز پڑھی ہے۔ اور حدیث نمبر ۴، ۵، ۷، ۸، ۹ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت جابر بن سمرہؓ، حضرت انس بن مالکؓ منی سے آلودہ کپڑے کے دھونے کا فتویٰ دیتے تھے۔ حدیث نمبر ۱ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے منی سے آلودہ کپڑے کو دھویا پھر نماز پڑھی حتیٰ کہ نماز میں تاخیر کی بھی پرواہ نہیں کی لیکن منی سے آلودہ کپڑے میں نماز نہیں پڑھی۔ حدیث نمبر ۲ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے منی سے آلودہ کپڑوں میں پڑھی گئی نماز کے ٹھانے کا حکم دیا۔ اگر منی پاک ہوتی تو آپ نماز ٹھانے کا حکم نہ دیتے لیکن ان تمام احادیث کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ منی پاک ہے اس کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں۔

پہنا نچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

”دور نجاستے منی آدمی دلیلی نیامده“

آدمی کی منی کے ناپاک ہونے میں کوئی دلیل نہیں آئی، (بڑا حلقہ ص ۷)

نواب نور الحسن لکھتے ہیں:-

(عرف البجادی ص ۷)

”منی ہر چند پاک است“

منی ہر صورت میں پاک ہے
نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:-

”والمنی طاهر سواء كان رطبا او يابسا مغلظا
او غیر مغلظ“

(کنز العمال ص ۱۱۱)
(نزل الابواب ص ۱۱۱)

منی پاک ہے چاہے تر ہو یا خشک گاڑھی ہو یا گاڑھی کے علاوہ

ملاحظہ فرمائیے:- احادیث سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ منی ناپاک ہے لیکن غیر متقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب منی بالکل پاک ہے اور اس کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

فارہین فیصلہ فرمائیں کہ منی کو پاک کہنا احادیث کی موافقت کرتا ہے یا مخالفت؟

الدلیل علی نجاسة الخمر شرک ناپاکہ ہوئی دلیل،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْمُوا الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ
وَالْأَنْصَابَ وَالْأَزْلَامَ رِجْسًا مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ
فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ ۝ ۹ : ۵

اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے سب گندے کام ہیں شیطان کے، سوان سے بچتے رہو تاکہ تم نجا پاؤ۔

۱۔ عن ابی ثعلبہ الخشنی انه سأل رسول الله
صلی الله علیہ وسلم قال انا نجس واهل الکتاب
وهم یطبخون فرب قدورهم الخنزیر
ویشربون فانیتهم الخمر فقال رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم ان وجدتم عنیرہا
فکلوا فیہا واشربوا وان لم تجدوا غیرہا
فارجضوها بالماء وکلوا واشربوا۔

(ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۱)

حضرت ابو ثعلبہ خثعمیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا
عرض کیا کہ ہم اہل کتاب کے پڑوس میں رہتے ہیں یہ لوگ اپنی ہاتھلیوں
میں خنزیر پکاتے ہیں اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں؟ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہیں ان کے علاوہ دوسرے برتن
میں تو ان میں کھانی نو اور اگر دوسرے نہ ملیں تو پھر ان کو پانی سے
دھو کر (ان میں) کھاؤ پیو۔

۲- عن عثمان قتال اجتنبوا الخمر فان رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سماها ام الخبائث

(المقاصد الحسنہ عثمانی ص ۲۰۲)

حضرت عثمانؓ (بن عفان) نے فرمایا کہ شراب سے بچو کیونکہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام ام الخبائث (تمام ناپاک چیزوں
کی ماں) رکھا ہے۔

۳- عن طارق بن سوید الجعفی سأل النبی صلی اللہ

علیہ وسلم عن الخمر فنہا وکرہ ان

یصنعها للدواء فقال انہ لیس بدواء ولكنه

(مسلم ج ۲ ص ۱۹۳)

حضرت طارق بن سوید جعفیؓ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شراب

کے متعلق سوال کیا، آپ نے انہیں روک دیا اور دوا کے لیے شراب
بنانے کو ناپسند کیا اور فرمایا کہ یہ دوا نہیں ہے یہ تو بیماری ہے۔

۲- عن سلیمان بن موسی قتال لما افتتح خالد بن

الولید الشام نزل آمد فاعدلہ من بہا من

الاعاجم الحمام وذلک عجن بالخم

وکان لعمریون من جیوسثم یکتبون الیہ

بالاخبار فکتبوا الیہ بذلك فکتب الیہ

عمران اللہ حرم الخمر علی بطونکم واشعارکم

والبشارکم" (کنز العمال ج ۹ ص ۵۱۳)

سلیمان بن موسیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے جب مکہ

شام فتح کیا اور آمد (شہر) میں نزول فرمایا، تو وہاں گھسٹنے والے

عجمیوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے لیے حمام اور

جسم پر ملنے کے لیے ایک غصہ بھرتیاری کی جو شراب سے خیر کی گئی تھی

ان کے لشکر میں حضرت عمرؓ کے ہت سے جاسوس بھی تھے جو

حضرت عمرؓ کو رپڑ میں لکھ کر بھیجا کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ

کو یہ بات بھی لکھ بھیجی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو لکھا کہ

اللہ تعالیٰ نے شراب حرام قرار دی ہے تمہارے بطنوں پر تمہارے

بالوں پر اور تمہاری کھالوں پر۔

۵- عن ابی عثمان والربیع اوالبی حارثہ قال بلغ

عمران خالد بن الولید دخل الحمام فذلک بعد النورۃ

بخیر عصفور معجون بخمر

فكتب اليه بلغني انك قد كنت بخمر
وانته قد حرم ظاهرا والخمر وباطنها وقد
حرم من الخمر كما حرم شربها فنقدتموها
اجسامكم فانها نجس (کنز العمال ۹ ص ۲۲۵)
ابو عثمان درین سے یا ابو حارثہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ
عنه کو یہ اطلاع ملی کہ خالد بن ولید حمام میں داخل ہوئے اور انہوں نے
فورہ کے بعد کوئی خوشبو ملی جو شراب سے خیر کی گئی تھی۔

حضرت عمرؓ نے
حضرت خالد بن ولیدؓ کو لکھا۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ تم نے شراب
کی مالش کی ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بلاشبہ شراب
کے ظاہر و باطن کو ہی حرام قرار دیا گیا ہے اور شراب کے پینے کی طرح
اس کے پھونسنے کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ شراب اپنے جموں پر
مت لگاؤ کیونکہ یہ ناپاک ہے۔

۶۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ حرم
الخمر و شمنہا و حرم السمیت و شمنہا
و حرم الخنزیر و شمنہ۔ (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۱)
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے شراب اور اس کی قیمت
کو، مردار اور اس کی قیمت کو، خنزیر اور اس کی قیمت کو۔

۷۔ عن مجاہد قال اذا اصاب ثوبك خمر فاعسله

هو اشد من الدم، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۸)

حضرت مجاہدؓ فرماتے ہیں کہ تھپا سے کپڑے پر شراب لگ جائے
تو اس کو دھوؤ یہ خون سے زیادہ شدید ہے۔

آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ شراب ناپاک ہے کیونکہ
اللہ تعالیٰ نے شراب، جوعے اور انصاب و ازلام کو جس قرار دیا ہے جس کے
معنی ناپاکی کے ہیں۔

پہلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شراب
اور خنزیر کے برتنوں میں دوسرے برتنوں کے ہوتے ہوئے کھانے پینے سے
روکا ہے اور دوسرے برتن نہ ہونے کی صورت میں ان کو دھو کر استعمال کرنے
کا حکم دیا ہے اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ شراب ناپاک ہے ورنہ آپ ان
برتنوں کو دھو کر استعمال کرنے کا اور دوسرے برتنوں کے ہوتے ہوئے ان کے
استعمال کرنے کا حکم نہ فرماتے۔

دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
شراب کو اُمّ الخبائث قرار دیا ہے۔ خبائث خبیثہ کی جمع ہے اور خبیثہ خبیثہ
بنا ہے جس کے معنی نجاست و ناپاکی کے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "لَا يُصَلِّيَنَّ الرَّجُلُ وَهُوَ يَذِغُ
الْأَخْبَثَيْنِ" یعنی آدمی ایسی حالت میں نماز نہ پڑھے کہ اسے شدت سے پیشاب پانا
آ رہا ہو۔ اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشاب پانا کو اخْبَث
کہا ہے۔ اخْبَث، خَبِث کا اسم تفضیل ہے جس کے معنی ہیں بہت ناپاک
شراب کو آپ نے اُمّ الخبائث قرار دیا ہے جس کے معنی تمام ناپاک چیزوں
کی اصل اور جڑ

تیسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوا کے لیے بھی شراب بنانے کو ناپسند فرمایا ہے۔ اس سے ایک تو یہ ثابت ہوا کہ دوا کے لیے شراب بنانا صحیح نہیں۔۔۔۔۔ دوسرے یہ ثابت ہوا کہ شراب ناپاک ہے کیونکہ دوا دو قسم کی ہوتی ہے ایک وہ جو کھائی یا پی جاتی ہے دوسری وہ جو بدن پر ملی جاتی ہے۔ شریعت نے مطلقاً دونوں قسم کی دوا کے لیے شراب بنانے کو منع فرمایا ہے۔ اگر شراب پاک ہوتی تو کم از کم زخم پر لگانے کے لیے بنانی جائز ہوتی کیونکہ ہر ایسی چیز جو حرام ہو لیکن پاک ہو اس کا پھونانا اجماعاً جائز ہے۔

چوتھی اور پانچویں حدیث سے شراب کا ناپاک ہونا بالکل صراحت سے معلوم ہو رہا ہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ شراب کو جسم پر بطور دوا یا خوشبو بھی نہ لگو کیونکہ یہ ناپاک ہے۔ چھٹی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ شراب کی خرید و فروخت حرام ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ شراب ناپاک ہے کیونکہ اشیاء کی خرید و فروخت کے حرام ہونے کی چند وجوہات ہیں اول یہ کہ وہ چیز کرامت (عزت و احترام و بزرگی) والی ہے اس لیے اس کی خرید و فروخت حرام ہے جیسے آزاد آدمی کو بیچنا حرام ہے۔ دوم یہ کہ اس چیز سے مالیت منتفی ہے جس کی بنا پر اس کی خرید و فروخت حرام ہے جیسے سوم یہ کہ وہ چیز ایسی ہے جس سے سب

کو نفع اٹھانا جائز ہے اس لیے اس کی خرید و فروخت حرام ہے جیسے کنوئیں کا پانی اور زمین پر لگی ہوئی گھاس چھوس۔ چہارم یہ کہ وہ چیز ناپاک ہے اس لیے اس کی خرید و فروخت حرام ہے جیسے عیشاب یا خانہ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ شراب کی خرید و فروخت کو جو حرام قرار دیا گیا ہے اس کی کیا وجہ بن سکتی ہے چنانچہ آپؐ غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ شراب کی خرید و فروخت کے حرام ہونے کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ کرامت (بزرگی اور عزت و احترام) رکھتی ہے اور نہ ہے

اس سے مالیت منتفی ہے کیونکہ کافروں کے حق میں تو وہ مال ہی ہے اور نہ شراب ایسی چیز ہے جس سے سب کو نفع اٹھانا جائز ہو۔ اب ایک ہی صورت اس کی خرید و فروخت کے حرام ہونے کی رہ جاتی ہے اور وہ ہے اس کا ناپاک ہونا بیشاب یا خانہ کی مانند۔ جلیل القدر تابعی حضرت مجاہدؒ کے فتوے سے معلوم ہو رہا ہے کہ شراب خون سے بھی زیادہ ناپاک ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کپڑے پر لگ جائے تو اس کو دھوؤ۔ اگر شراب پاک ہوتی تو آپ شراب آلود کپڑے کے دھونے کا حکم نہ دیتے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ اور احادیث و آثار کی بنا پر فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ شراب ناپاک ہے، شراب کے ناپاک ہونے پر اجماع امت بھی ہے چنانچہ محمد بن عبد الرحمن الشافعی فرماتے ہیں۔ "اجمع الا شیعۃ علی نجاست الغر الا ما حکى عن داود انه قال بطهارة ما مع تحريمها" (رحمۃ اللہ علیہ فی اختلاف الا شیعۃ) یعنی شراب کے ناپاک ہونے پر تمام ائمہ کرام کا اجماع ہے البتہ داود ظاہری سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ شراب کو حرام سمجھتے ہوئے پاک کہتے ہیں۔

لیکن آیت کریمہ، احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ شراب پاک ہے۔ شراب کو ناپاک کہنا بے دلیل ہے۔ چنانچہ قاضی عیاض نے حنفی صاحب دلائل نے یہی

"فتحریم الخمر والحمور الذی دللت علیہ النصوص لا یلزم منه نجاستها بل لا بد دلیل اخر علیہ والا بقیا علی الاصول المتفق علیہا من الطہارة" (الردۃ المفیدۃ ج ۱ ص ۱۸)

۳۔ عن عطاء عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیہرمتہ ویغسلہ ثلاث مرات ، (الکامل لابن عساکر ص ۱۰۸ ج ۱ ص ۱۰۸)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے چاہیے کہ پانی بہا دے اور برتن کو تین بار دھو لے۔

۴۔ عن الاعرج عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الکلب یلغ فی الاناء انہ یغسلہ ثلاثا او خمساً او سبعاً ، (دارقطنی ص ۱۵ ص ۱۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ (آپ نے فرمایا) کتا برتن میں منہ ڈال دے تو برتن کو تین یا پانچ یا سات دفعہ دھو دیا جائے۔

۵۔ عن عطاء عن ابی ہریرۃ قال اذا ولغ الکلب فی الاناء فاہرمتہ شتم اغسلہ ثلاث مرات ، (دارقطنی ص ۱۵ ص ۱۵)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس کا پانی گرا کر تین دفعہ اُسے دھو دو۔

۶۔ عن عطاء عن ابی ہریرۃ انہ کان اذا ولغ الکلب فی الاناء اہراقہ وغسلہ ثلاث مرات ، (دارقطنی ص ۱۵ ص ۱۵)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کتا برتن میں منہ ڈال دیتا تو آپ پانی گرا کر تین مرتبہ اسے دھو لیتے۔

۷۔ عن ابن جریج قال قلت لعطاء یرکب فیہ یغسل اللہ اناء الذی یلغ فیہ الکلب قال کل ذلک سمعت سبعاً

وخمسا وثلاث مرات ، (مصحف عبدالرزاق ص ۱ ص ۱)
حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال جائے اسے کتنی بار دھویا جائے۔ آپ نے فرمایا میں نے سب سنا ہے تین دفعہ بھی، پانچ دفعہ بھی، سات دفعہ بھی۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو گیا کہ کتا ناپاک ہے کیونکہ حدیث ۱۲ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتے کے جوٹھے کے پھینکنے اور برتن کے دھونے کا حکم دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتے کا جوٹھا ناپاک ہے اور کتے کے جوٹھے کا ناپاک ہونا اسی وجہ سے ہے کہ خود کتا ناپاک ہے۔

دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے وہ برتن ناپاک ہو جاتا ہے اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے مٹی سے مانجھا جائے پھر پانی سے دھویا جائے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ کتا ناپاک ہے ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کتے کے جوٹھے برتن کو ناپاک نہ قرار دیتے جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا عمل بھی یہی تھا اور وہ اسی پر فتویٰ دیتے تھے۔ لیکن ان احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ کتا بھی پاک کتے کا لعاب بھی پاک کتے کا جوٹھا بھی پاک کتے کا پیشاب بھی پاک کتے کا پاخانہ بھی پاک ، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں۔

”وحدیث ولوغ کلب دال برنجاست تمامہ کلب و دم و شعر و عرق نیست بلکہ ایں حکم مختص بولوغ اوست“ (بدولہ اعلیٰ ص ۱۵)
یعنی کتے کے منہ ڈالنے والی حدیث پورے کتے اس کے خون، بال، اور پسینے کے ناپاک ہونے پر دلالت نہیں کرتی بلکہ یہ حکم تو صرف اس کے منہ ڈالنے کے ساتھ خاص ہے۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

”واختلفوا في لعاب الكلب والخنزير وسورها
والاربع طهارته كما مرّ وكذلك في بول
الكلب وخراجه والحق انه لا دليل على
النجاست“ (نزل الابراج ۱ ص ۵۹-۶۰)

لوگوں نے کتے، خنزیر اور ان کے جوٹھے کے متعلق اختلاف
کیا ہے زیادہ براجم بات یہ ہے کہ ان کا جوٹھا پاک ہے جیسا کہ گزر
چکا اور ایسے ہی لوگوں نے کتے کے پیشاب پاخانہ کے متعلق اختلاف
کیا ہے حق بات یہ ہے کہ ان کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

ملاحظہ فرمائیے۔ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ کتا اور اس کا جوٹھا ناپاک
ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب کتا، کتے کا لعاب، کتے
کا جوٹھا، کتے کا پیشاب، کتے کا پاخانہ سب پاک ہیں۔ ان کے ناپاک ہونے
پر کوئی دلیل نہیں۔

قارئین فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

بول ما یؤکل لحمہ وما لا یؤکل لحمہ نجس

حلال و حرام سب جانوروں کا پیشاب ناپاک ہے،

۱۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر عذاب القبر من البول

(مسند رک عاکم ۱ ص ۱۱۱)
حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا۔ اکثر قبر کا عذاب پیشاب (سے نہ بچنے) کی وجہ سے ہوتا ہے

۲۔ عن ابی امامۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قال اتقوا البول فانہ اول ما يحاسب
بہ العبد فی القبر

(معجم الزوائد ۱ ص ۱۱۱)

حضرت ابو امامہ شمسے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
فرمایا پیشاب سے بچو کیونکہ قبر میں بندہ کا سب سے پہلے اسی پر
محاسبہ ہوتا ہے۔

۲۔ عن ابی ہریرۃ مرفوعاً استغفر من البول

فان عامۃ عذاب القبر منه (فتح الباری ۲ ص ۱۱۱)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا پیشاب سے بچو کیونکہ عام طور پر عذاب قبر پیشاب (سے
نہ بچنے) کی وجہ سے ہوتا ہے۔

۲۔ عن عبادة بن الصامت قال سألنا رسول الله

صلى الله عليه وسلم عن البول فقال اذا

مسكتم شئ فاغسلوه فان اظن ان منه

عذاب القبر

حضرت عبادة بن صامت فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم سے پیشاب کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب تم بارے

فرا سا بھی پیشاب لگ جائے تو اسے دھو دو کیونکہ میرا گمان

یہی ہے کہ اس سے بھی عذاب قبر ہوتا ہے۔

۵۔ عن عمار بن ياسر قال انی علی رسول الله

صلى الله عليه وسلم وانا على بشراد لوماء

فِرْكُوۃٌ لِّی فِقَالِیَا عِمَارِ مَا تَصْنَعُ ۚ قُلْتُ
 یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَاۤیْ وَ اُمِّی اَغْسِلْ ثُوْبِیْ مِنْ نِّخَامَتِیْ
 اَصَابَتْهُ فَقَالَ یَا عِمَارُ اِنْهَا یَغْسِلُ الثُّوْبَ
 مِنْ خَمْسٍ مِنَ الْغَائِطِ وَ الْبَوْلِ وَ الْقِیِّ وَ الدَّمِ
 وَ الْحَمْنِ یَا عِمَارُ مَا نَخَامَتُكَ وَ دَمُوْعُ عَیْنِیْكَ
 وَ الْمَسْبُوعُ الَّذِیْ فِیْ رِکْوَتِكَ الْاَسْوَاۗءُ (دارقطنی ج ۱ ص ۱۱۱)
 حضرت عمار بن یاسر فرماتے ہیں کہ میں کونئیں پر اپنی چھگل میں پانی کھینچ رہا
 تھا کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا
 کہ عمار کیا کر رہے ہو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 میرے مال باپ آپ پر قربان ہوں میں اپنا کپڑا دھو رہا ہوں اسے
 تھوک لگ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا عمار کپڑے کو پانچ چیزیں لگ جانے
 کی وجہ سے دھونا چاہیے۔ پیشاب پاخانہ، تھو، خون اور منی، جو
 تمہارا تھوک، تمہاری آنکھوں کے آنسو اور وہ پانی جو تمہاری چھگل میں
 ہے سب برابر یعنی پاک ہیں۔

۲- رَوٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا فَرَّغَ مِنْ دَفْنِ صَحَابِیْ
 صَالِحٍ اَبْتَلٰی بِعَذَابِ الْعَتَبِ جَاۤءَ اِلَیْہِ اَمْرَاۡتُہٗ فَسَاَلَهَا
 عَنْ اَعْمَالِہٖ فَقَالَتْ یَرْحَمُہُ الْعَنَمُ وَلَا یَسْتَنْزُہُ مِنْ بَوْلِہٖ
 فَحَیْثُ مَضَى فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَسْتَنْزَہُوْا مِنَ الْبَوْلِ
 هٰذَا عَامَّةُ عَذَابِ الْعَتَبِ مِنْہٗ (توہ الاذکار)
 مثلاً و عذابہ فی خاشیتہم الی المحاکم

مر وی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک نیک و صالح صحابی کی

تدفین سے فارغ ہوئے، تو آپ کو احساس ہوا کہ وہ عذاب قبر میں مبتلا
 ہوئے ہیں آپ ان کی اہلیہ کے پاس تشریف لائے اور ان صحابی کے
 اعمال کے متعلق دریافت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ بکریاں چرایا
 کرتے تھے اور ان کے پیشاب سے نہیں بچتے تھے۔ اس موقع پر
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پیشاب سے بچو کیونکہ قبر کا عذاب
 عام طور پر اسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ پیشاب ناپاک ہے۔ انسان کا پیشاب
 ہو یا حیوان کا حلال جانوروں کا ہو یا حرام کا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشاب
 سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے اور نہ بچنے پر وعید ذکر کی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے
 کہ پیشاب ناپاک ہے اس کے لگنے سے بدن ناپاک ہوگا اور جب بدن ناپاک ہوگا
 اور بے خیالی میں کوئی پیشاب لگے ہوئے نماز پڑھے گا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔
 نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بدن اور کپڑے پر پیشاب لگ جانے کی
 صورت میں ان کے دھونے کا حکم دیا اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ پیشاب
 ناپاک ہے ورنہ آپ دھونے کا حکم نہ دیتے اور چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
 پیشاب کے ناپاک ہونے میں حلال و حرام جانور کی کوئی تخصیص نہیں فرمائی اس لیے
 یہی کہا جائے گا کہ پیشاب مطلقاً ناپاک ہے۔ انسان کا ہو، حیوان کا ہو، حلال جانور
 کا ہو یا حرام جانور کا۔

لیکن ان تمام احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جانوروں کا پیشاب
 پاک ہے حلال جانور کا پیشاب ہو یا حرام جانوروں کا چنانچہ
 نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

والسمنی طاهر و كذلك الدم عنی دم الحيض

وَكَذَلِكَ رُطُوبَةُ الْفَرْجِ وَكَذَلِكَ الْخَمْرُ وَبَوْلُ
مَا يُؤْكَلُ لِحَمْدِهِ وَمَا لَا يُؤْكَلُ لِحَمْدِهِ مِنْ

الْحَيَوَانَاتِ ۚ

(نزل الامارات اصلاً)

فرائض الوضوء

یعنی منی پاک ہے، ایسے ہی حیض کے خون کے علاوہ باقی خون شرمگاہ
کی رطوبت، شراب اور حلال و حرام جانوروں کا پیشاب سب پاک ہیں
ملاحظہ فرمائیے۔ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ پیشاب ناپاک ہے خواہ
کسی کا بھی ہو لیکن غیر مقلدین کا کہنا ہے حیوانات کا پیشاب پاک ہے خواہ حلال
ہوں یا حرام۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

المسح علی العمامۃ (صرف پگڑی پر مسح صحیح نہیں)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا
وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا
بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ (الآية ۶: ۵)
اے ایمان والو جب تم نماز کے لیے اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ
اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت (دھوؤ) اور اپنے سر پر مسح کرو اور
اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت (دھوؤ)۔

۱۔ عن النبی بن مالک قال رأیت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم یتمسح برأسه وعلیه عمامة قطریة
فنادی بیده من تحت العمامة فمسح مقدم
رأسه ولم ینقض العمامة (ابوداؤد اصلاً)
حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا آپ کے سر مبارک پر قطری پگڑی تھی آپ
نے پگڑی کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر سر کے اگلے حصے پر مسح فرمایا اور پگڑی کو
کھولا نہیں۔

الزبيير كان يترزع العمامة ويمسح رأسه
بالماء - (موطا امام مالک ص ۳۱)

حضرت ۶ وہ بن زبیر سے مروی ہے کہ وہ سر سے پگڑی ہٹا کر پانی
سے سر پر مسح فرماتے تھے۔

۶۔ عن نافع انه رأى صفية بنت ابي عبيد
امراة عبد الله بن عمر تنزع خمارها وتمسح
على رأسها بالماء ونافع يومئذ صغير، قال
يحيى وسئل مالك عن المسح على العمامة
والخمار فقال لا ينبغي ان يمسح الرجل ولا
المراة على العمامة ولا خمار ولا يمسحها
على رؤوسها - (موطا امام مالک ص ۳۱)

امام نافع سے مروی ہے کہ انہوں نے ابو عبیدہ کی صاحبزادی اور حضرت عبداللہ
بن عمر کی اہلیہ کو دیکھا کہ انہوں نے دوپٹہ سر سے ہٹا کر پانی سے سر پر مسح کیا
نافع ان دنوں بچے تھے۔ امام مالک سے پگڑی اور دوپٹہ پر مسح کے بارے
میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مرد و عورت کے لیے مناسب نہیں ہے
کہ وہ پگڑی اور دوپٹے پر مسح کریں انہیں چاہیے کہ سر پر مسح کریں۔

آیت کریمہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ دوران وضو سر پر مسح کرنا فرض ہے اللہ تعالیٰ نے
اس کا حکم دیا ہے لہذا جو شخص دوران وضو سر پر مسح نہیں کرے گا اس کا وضو نہیں ہوگا۔
احادیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اگر کسی کے سر پر پگڑی یا ٹوپی ہو تو دوران
وضو یا تو ان کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر سر پر مسح کرے یا پھر سر سے پگڑی یا ٹوپی اتار کر مسح
کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسا ہی کیا کرتے تھے صحابہ کرام کا بھی یہی معمول تھا۔

۲۔ قال الشافعي اخبرنا مسلم عن ابن جريج عن
عطاء ان رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ
فحسر العمامة عن رأسه ومسح مقدم رأسه
او قال ناصيته بالماء - (کتاب الوضوء ص ۲۱)

حضرت عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے وضو کیا تو اپنی پگڑی کو سر سے اوپر کیا، اور سر کے اگلے حصے پر مسح
فرمایا۔ یا حضرت عطاء نے فرمایا کہ آپ نے اپنی ناصیہ پر مسح فرمایا
پانی سے۔

۳۔ عن ابن عمر انه كان اذا مسح رأسه رفع
القلنسوة ومسح مقدم رأسه - (رواه الدارقطني
ص ۱ ص ۱۷۱ وفي تعليق المنذرى سنه ۱۱۱۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب سر پر مسح فرماتے تو ٹوپی سر سے ہٹا لیتے
اور سر کے اگلے حصے پر مسح فرماتے۔

۴۔ مالك انه بلغه ان جابر بن عبد الله الانصاري
سئل عن المسح على العمامة فقال لا حتى يمسح
الشعر بالماء - (موطا امام مالک ص ۳۱)

حضرت امام مالک سے مروی ہے کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ
حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے پگڑی پر مسح کرنے کے متعلق
سوال کیا گیا آپ نے فرمایا جائز نہیں ہے جب تک بالوں کا پانی
سے مسح نہ کرے۔

۵۔ مالك عن هشام بن عروة عن ابيه عروة بن

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اہلیہ صفیہؓ حضرت عروہ بن زبیرؓ کے بارے میں صراحت ہے کہ وہ دوران وضو سر سے پگڑی بٹاکر سر پر مسح کیا کرتے تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ انصاری سے پگڑی پر مسح کرنے کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے یہی فتویٰ دیا کہ پگڑی پر اس وقت تک مسح صحیح نہیں ہوگا جب تک پانی بالوں کو نہ لگے۔

ان تمام تصریحات سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ اگر کسی نے صرف پگڑی یا ٹوپی یا دوپٹہ پر مسح کیا سر پر نہ کیا تو اس کا وضو نہیں ہوگا کیونکہ مسح فرض ہے اور فرض رد جانے سے وضو نہیں ہوتا۔ ہاں اگر سر پر مسح کر کے پگڑی یا ٹوپی پر بھی مسح کر لے یا پہلے سے با وضو ہو اور دوبارہ ثواب کی نیت سے وضو کر رہا ہو اور صرف پگڑی یا ٹوپی پر مسح کر لے تو وضو ہو جائے گا۔

لیکن آیت کریمہ اور احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مسح کے بغیر صرف ٹوپی یا پگڑی پر بھی مسح کر لینا کافی ہے چنانچہ نواب صدیق خان صاحب کے نزدیک تنہا پگڑی پر بھی مسح صحیح ہے۔

(الخصۃ الذیۃ ص ۱۷۷)

عبداللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں۔

”صرف پگڑی پر بھی مسح کافی ہے۔“ (فتاویٰ احمدیہ ص ۱۷۷)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

”والجمع بین الصلوٰتین والمسح علی

الخفین والمسح علی العمامۃ والجودبین

جائز یقیناً“ (نزل الابرار ص ۱۷۷)

”نمازوں کو اکٹھا پڑھنا، مونوں پر مسح کرنا اور پگڑی و جرابوں پر مسح

کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے۔“

ملاحظہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ تو سر پر مسح کا حکم دے رہے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سر پر پگڑی وغیرہ ہونے کی صورت میں پگڑی بٹانے یا اس کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر سر پر مسح کرنے کا طریقہ تعلیم فرما رہے ہیں۔ اسی پر صحابہ کرام کا عمل ہے اور اسی پر صحابہ کرام اور ائمہ عظام کا فتویٰ ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب صرف پگڑی وغیرہ پر بھی مسح کافی ہے سر پر مسح کرنے کے لیے پگڑی وغیرہ بٹانے کی ضرورت نہیں۔

تو یہ فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

غسل الرجلین فی الوضوء

وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ

فَاعْلَمُوا أَنَّ وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ

الْمَرْفُوقَ وَأَمْحُوا رُءُوسَكُمْ وَأَذْجُلْكُمْ إِلَى

الْكَعْبَيْنِ - المائدہ ۵: ۶

اے ایمان والو جب تم نماز کے لیے اُٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ

اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت (دھوؤ) اور اپنے سر پر مسح کرو

اور اپنے پیروں کو بھی شخنوں سمیت (دھوؤ)

عن عبد اللہ بن عمرؓ قال تخلف عنا النبی

صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر ما فرناہ

فادرکنا وقد حضرت العصر فجعلنا نمسح

على ارجلنا فنادى ويل للعقاب من النار
(مسلم ۱۵۱۵)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک سفر میں جو ہم نے آپ کے ساتھ کیا تھا ہم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر آپ نے ہم کو پایا اس اشار میں عصر کا وقت ہو گیا۔ ہم اپنے پاؤں پر مسح کرنے لگے۔ آپ نے پکار کر فرمایا ایڑیوں کے لیے ملاکت ہے آگ سے۔

۲- عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای رجلا لم یغسل عقیبہ فقاتل ویل للعقاب من النار (مسلم ۱۲۵۵)
حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ ایک شخص نے (دوران وضو) اپنی ایڑی نہیں دھوئی تو آپ نے فرمایا ایڑیوں کے لیے ملاکت ہے آگ سے۔

آیت کریمہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ دوران وضو پاؤں (میں موزے نہ ہوں تو ان) کا دھونا فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پاؤں کے دھونے کا حکم دیا ہے لہذا اگر کسی نے وضو کرتے ہوئے پاؤں نہ دھوئے تو اس کا وضو نہیں ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرامین سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ پاؤں میں موزے نہ ہوں تو ان کا دھونا فرض ہے کیونکہ آپؐ فرمادیجئے کہ خشک رہ جانے پر اتنی وعید فرما رہے ہیں جبکہ مسح میں تو اکثر پاؤں ہی خشک رہتا ہے۔

خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرامؓ کا ہمیشہ کا عمل یہی تھا کہ دوران وضو پاؤں میں موزے نہ ہوتے تو پاؤں کو اچھی طرح دھوتے اسی پر اجماع امت

بھی ہے۔

لیکن آیت کریمہ احادیث مبارکہ اور اجماع امت کے خلاف غیر متقدمین کا کہنا ہے کہ اگر کوئی دوران وضو پاؤں پر مسح کرے تو اسے منع نہیں کرنا چاہیئے۔ ایک غیر متقدم صاحب نے آگے بڑھے کہ انہوں نے فرمایا کہ مسح ہی فرض ہے۔ چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

”ولا یجوز الانکار علی امور مختلفۃ فیہا

بین العلماء کغسل الرجل ومسحہ“ (ہدیۃ المہدی ص ۱۸۷)

یعنی جن امور میں علماء کے درمیان اختلاف ہے ان پر انکار جائز نہیں جیسا کہ دوران وضو پاؤں کا دھونا اور اس کا مسح کرنا۔

مولوی ابراہیم لکھتے ہیں :-

”پاؤں دھونے کے بجائے مسح فرض ہے۔“

(فتاویٰ ابراہیم ص ۱۷۷ بحوالہ فتح المبین ص ۱۵۲)

ملاحظہ فرمائیے قرآن وحدیث تو پاؤں کے دھونے کو فرض قرار دے رہے ہیں اسی پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرامؓ اور ائمہ عظام کا عمل ہے لیکن غیر متقدمین کہہ رہے ہیں کہ اگر کوئی پورا پاؤں نہ دھوئے صرف مسح ہی کرے تو بھی صحیح ہے اسے روکنا نہیں چاہیئے بلکہ مسح ہی فرض ہے۔

تاریخ کرام فیصلہ فرمائیے یہ قرآن وحدیث کی موافقت یا مخالفت؟

استجاب بالتسمیۃ عند الوضوء عدم کونها فرضا

وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب فرض نہیں،

۱- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا ہریرۃ اذا توضأت فقل بسم اللہ والحمد

لله فان حفظت لا تبرح تكتب لك الحسنات
حتى تحدث من ذالك الوضوء -

(مجم طرانی ص ۱۷۸ و اسنادہ من بیع الزوائد ص ۱۷۸)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اے ابو ہریرہ جب تو وضو کرنے لگے تو کہہ بسم اللہ والحمد للہ بلاشبہ
تیرے محافظ فرشتے تیرے لیے مسلسل نیکیاں لکھتے رہیں گے حتیٰ کہ تو
اس وضو سے بے وضو ہو جائے۔

۲۔ (عن البراء مرفوعاً) ما من عبد يقول حين
يتوضأ بسم الله ثم يقول بكل عضو اشهد
ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد
ان محمدا عبده ورسوله ثم يقول حين يفرغ
اللهوا اجعلني من التوابين واجعلني من
المتطهرين الا فتحت له ثمانيتا ابواب
الجنة يدخل من ايها شاء فان تمام من
فوره ذالك فصلى ركعتين يقرأ فيهما ويعلم
ما يقول انتقل من صلاته كيوم ولدته
امه ثم يقال له استأنفت العمل -

(کنز العمال ج ۱ ص ۲۹۹)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جو شخص وضو کرتے
وقت کہے بسم اللہ پھر ہر عضو کو دھوئے وقت کہے اشہدان لا الہ
الا اللہ وحده لا شریک لہ و اشہدان محمداً عبداً و رسولہ پھر وضو سے
فارغ ہو کر کہے - اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی

من المتطهرين - تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے
کھول دیے جائیں گے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔ پھر اگر وضو
سے فارغ ہوتے ہی فوراً دو رکعتیں اس طرح سے پڑھے کہ ان میں
قرآن کریم اور جو کچھ کہتا ہے اس کا اسے علم بھی ہو تو وہ اپنی
نماز سے ایسے منتقل ہوتا ہے جیسے وہ اس دن تھا جس دن اسے
کے مال نے جنا تھا، پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ اب نئے سرے سے عمل کر۔
۳۔ عن رفاعہ بن رافع انہ کان جالساً عند النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فقال انہا لا تتم صلاة
لاحد حتى یسبغ الوضوء كما امره اللہ تعالیٰ
یفسل وجهه و یدیه الى المرفعتین و یمسح
برأسه ورجليه الى الکعبین -

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۸ ابن ماجہ ص ۱۷۸)

حضرت رفاعہ بن رافع سے مروی ہے کہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کسی کی نماز اس وقت تک
پوری نہیں ہوتی جب تک وہ اچھی طرح سے وضو نہ کرے جیسا کہ
اللہ نے وضو کا حکم دیا ہے اپنے پہرہ کو دھوئے دونوں ہاتھ کیوں
سمیت دھوئے اپنے سر کا مسح کرے اور دونوں پاؤں ٹخنوں
سمیت دھوئے۔

۴۔ عن عبد الله بن مسعود قال سمعت رسول
الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا تطهر
احدكم فليذكر اسم الله عليه فانه يطهر
جسده كله فان لم يذكر احدكم اسم الله

على طهره لم يطهر الا ما من عليه الماء الحديث

(بیہق ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اسے چاہیے کہ اللہ کا نام لے لے (بسم اللہ پڑھے) اس طرح سارا جسم پاک ہوگا اور اگر کسی نے دوران وضو اللہ کا نام نہ لیا تو جس عضو پر پانی جائے گا وہی پاک ہوگا۔

۵۔ عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من توضع على يده وضوءه كان طهره جسدته قال ومن توضع على يده اسم الله على وضوءه كان طهره لا جسدته (دارالفتح ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے وضو کیا اور وضو کرتے وقت اللہ کا نام لیا تو یہ اس کے (سارے) بدن کی طہارت ہوگا، فرمایا جس نے وضو کیا اور وضو کرتے ہوئے اللہ کا نام نہ لیا تو یہ صرف اس کے اعضاء وضو کی طہارت ہوگا۔

۶۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من توضع على يده وضوءه كان طهره جسدته قال ومن توضع على يده اسم الله لم يطهر الا موضع الوضوء (دارالفتح ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام لیا تو اس کا بدن پاک ہوگا اور جس نے وضو کیا اور اللہ کا

نام نہ لیا تو صرف اس کے وضو کی جگہ پاک ہوگی۔

۷۔ عن الحسن قال يسي اذا توضع فان لم

يفعل اجزاء (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جب (کوئی) وضو کرے تو بسم اللہ پڑھے اور اگر نہ پڑھی تو بھی وضو ہو جائے گا۔

مذکورہ احادیث و آثار سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ وضو کرتے وقت شروع میں بسم اللہ پڑھ لینی چاہیے اس کا بڑا اجر و ثواب ہے لیکن اگر کسی نے بسم اللہ نہ پڑھی تو وضو بہر حال ہو جائے گا (گو ترک سنت کی وجہ سے ثواب کم ہوگا) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک صاحب کی نماز کی اصلاح کرتے ہوئے وضو کا طریقہ بتوایا لیکن انہیں یہ نہیں فرمایا کہ پہلے بسم اللہ پڑھو۔ اگر وضو کے شروع میں بسم اللہ ضروری ہوتی تو آپ اس کا تذکرہ ضرور فرماتے۔ حدیث نمبر ۲-۵-۶ سے صراحت معلوم ہو رہا ہے کہ اگر وضو کرتے ہوئے بسم اللہ نہ پڑھی تو وضو ہو جائے گا۔ حضرت حسن بصریؒ یمنی فتویٰ دیتے تھے اسی پر اجماع امت بھی ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ اگر کسی نے بسم اللہ نہ پڑھی تو اس کا وضو نہیں ہوگا۔ چنانچہ مفتی عبدالستار لکھتے ہیں۔

الفرض بر متوضی کو وضو کے شروع میں بسم اللہ یا بسم اللہ والحمد للہ ضرور کہنا چاہیے۔ اگر ابتداء وضو میں بھول جائے تو اشار وضو میں بسم اللہ اولاً و آخراً کہے ورنہ وضو نہ ہوگا اور جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں

خالہ گر جا بھی صاحب لکھتے ہیں۔ (فتاویٰ ستاریہ ج ۲ ص ۱۷۷)

”وضو کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھ کر وضو شروع کرنا چاہیے بسم اللہ

نہیں پڑھتا اس کا وضو نہیں ہوتا۔ وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کو نہ تو اللہ تعالیٰ اسے ملا حفظ فرمائیے :- وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کو نہ تو اللہ تعالیٰ اسے قرآن پاک میں ذکر کیا اور نہ ہی کسی صحیح حدیث سے بسم اللہ کا ضروری ہونا ثابت ہوتا ہے البتہ اگر بعد میں سے بھی بسم اللہ کے ضروری ہونیکا کوئی قائل نہیں نہ ان میں سے کسی نے یہ فتویٰ دیا کہ اگر کسی نے وضو کرتے ہوئے بسم اللہ نہ پڑھی تو اس کا وضو نہیں ہوگا لیکن عمل بالحدیث کے دعویدار کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب وضو کرتے ہوئے بسم اللہ نہ پڑھی تو وضو نہیں ہوگا۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت :-

یاد رہے کہ اس مسئلہ میں غیر مقلدین نے داود ظاہری کی تقلید کی ہے کیونکہ حضرت یحییٰ اس بات کے قائل ہیں۔

چنانچہ محمد بن عبد الرحمن لکھتے ہیں۔

”وَحَكِي عَنْ دَاوُدَ أَنَّهُ قَالَ لَا يَجْزِي وَضُوءُ الْإِبْرَاهِيمِ

سِوَا مَا قَدْ كُفِيَ عَامِدًا أَوْ نَاسِيًا“ (مجموع الامتداد ص ۱۱۱)

داود ظاہری سے نقل کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ بسم اللہ کے بغیر وضو نہیں ہوتا چاہے کوئی نماز چھوڑے یا سہواً۔

المسح على الرقبة

گردن (گدی) پر مسح کرنا مستحب ہے

۱۔ عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم
وتال من توضعاً ومسح بيمينه على عنقه

وقب العنق يوم القيامة (التفسير المجمع ص ۹۳)

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے وضو کیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن (گدی) پر مسح کیا تو وہ قیامت کے دن طوق (پہنائے جانے) سے بچا لیا جائیگا۔
۲۔ عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم
وتال من توضعاً ومسح بيمينه على عنقه
يوم القيامة من العنق (مسند فروع من تبيين احوال ص ۱۲۷)

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے وضو کیا اور دونوں ہاتھ اپنی گردن (گدی) پر پھیرے تو وہ قیامت کے دن طوق (پہنائے جانے) سے مامون رہے گا۔

۳۔ عن ليث عن طلحة بن مصنف عن ابيه عن جده
أنه رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم
مسح مقدم رأسه حتى بلغ الفخذ من مقدم
عنقه۔ (المحاذی ص ۱۱۱)

حضرت طلحہ بن مصنف بروایت اپنے والد، اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اپنے سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا حتیٰ کہ آپ (اپنے ہاتھ) سر کے آخر حصہ تک لے گئے۔

۴۔ عن طلحة عن ابيه عن جده انه رأى
رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسح رأسه
حتى بلغ الفخذ وما يليه من مقدم العنق

حضرت طلحہ بروایت اپنے والد، اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے سر پر مسح فرما رہے ہیں یہاں تک کہ آپ (اپنے ہاتھ) سر کے آخری حصے اور اس سے متصل گردن کے اوپر کے حصے تک ایک بار سے گئے۔

۵۔ عن موسیٰ بن طلحة قال من مسح قفاه مع رأسه وقت الغسل يوم القيامة قلت فيحتمل ان يقال هذا وان كان موقوفاً فله حكم الرفع (التلخيص البحري ج ۱ ص ۹۷)

حضرت موسیٰ بن طلحہ فرماتے ہیں جس نے اپنے سر کے ساتھ گردی کا بھی مسح کیا وہ قیامت کے دن طوق (پہنائے جانے) سے بچا لیا جائے گا، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے۔

۶۔ حدثني طلحة بن مصنف عن ابيه عن جده كعب بن عمرو اليهما في ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قرضاً فمضمض ثلاثاً واستنشق ثلاثاً يأخذ لكل واحدة ماء جديد او غسل وجهه ثلاثاً فلما مسح رأسه قال هكذا واما بيده من مقدم رأسه حتى بلغ بهما الى اسفل عنقه من قبل قفاه - (غاية المتصديق ص ۱۳۴)

حضرت کعب بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور فرمایا۔ تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا، ہر مرتبہ آپ پانی لیتے تھے پھر تین دفعہ چہرہ کو دھویا جب آپ نے سر پر مسح کیا تو اس طرح کیا۔ راوی نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے سر کے اگلے حصے سے (مسح شروع کیا) یہاں تک کہ اپنے ہاتھوں کو گدی کی طرف سے گردن کے نیچے تک لے گئے۔

۷۔ عن واسط بن حجر (في حديث طويل) فغسل وجهه ثلاثاً واخلل لحيته ومسح باطن اذنيه ثم ادخل خنصره في داخل اذنه ليبلغ الماء شتم مسح رقبتـه و باطن لحيتـه من فضل ماء الوجه - الحديث (مجموع طرانی کبیر ج ۲ ص ۲۲)

حضرت واسط بن حجر سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چہرہ کو تین مرتبہ دھویا پھر ڈاڑھی میں خلل کیا اور کانوں کے اندر مسح فرمایا چھنگلی کان میں ڈال کر تاکہ پانی پہنچ جائے پھر آپ نے گردن (گدی) کا اور ڈاڑھی کے اندر کے حصے کا مسح کیا چہرہ کے نیچے ہوئے پانی سے۔

۸۔ عن واسط بن حجر (في حديث طويل) ثم مسح على رأسه ثلاثاً و ظاهر اذنيه ثلاثاً و ظاهر رقبتـه و اظفره قال و ظاهر لحيتـه

مشہد ثا الحدیث (کشف الاستار عن زوائد البزار ۱۵۸ ص ۵۸)
حضرت وائل بن حجر سے (ایک دوسری حدیث میں) مروی ہے کہ پھر حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے سر پر تین دفعہ مسح کیا اور کانوں کے
اوپر کے حصہ پر تین دفعہ مسح کیا اور گردن کے اوپر کے حصہ (گدی)
پر راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ حضرت وائل نے یہ بھی فرمایا کہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ڈاڑھی کے اوپر کے حصہ پر (بھی)
تین دفعہ مسح کیا۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ دوران وضو گردن (گدی) پر
مسح کرنا مستحب ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بھی گردن (گدی) پر
مسح فرمایا ہے اور لوگوں کو بھی گردن (گدی) پر مسح کی ترغیب دی ہے۔
لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ احادیث
میں گردن پر مسح کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ گردن پر مسح کرنا احادیث فی الدین ہے،
بدعت ہے چنانچہ حکیم سادق سیاح کوئی صاحب لکھتے ہیں۔
”گردن کے مسح کا احادیث میں کہیں ذکر نہیں“ (صلوة الرسول ص ۵۸)
مفتی عبدالستار لکھتے ہیں۔

”اور گردن کا مروجہ مسح کسی حدیث میں نہیں بلکہ احادیث فی الدین
ہے۔“ (نفاذی ستارہ ص ۳۵ ص ۵۸)

خالہ حسین گرجا لکھتے ہیں۔

”وضو میں گردن کا مسح کرنا ثابت نہیں بلکہ بدعت ہے۔“

(صلوة النبی ص ۸)

ملاحظہ فرمائیے۔ یہ ہے غیر مقلدین کی حدیث وانی اور عمل بالمحدیث کی

حالت کہ ذمیرہ احادیث میں گردن کے مسح کی کئی حدیثیں موجود ہیں مگر یہ کہتے
ہیں کہ گردن کے مسح کا احادیث میں کوئی ذکر نہیں، احادیث سے صاف
پتہ چل رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گردن (گدی) پر خود بھی مسح
کیا ہے اور لوگوں کو بھی ترغیب دی ہے لیکن یہ کہتے ہیں کہ گردن پر مسح بدعت
ہے۔ یہ ہے غیر مقلدین کا نتیجہ کہ بے دھڑک فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
بدعت کہہ دیا۔ العیاذ باللہ

قارئین کرام فحیصلہ فرمائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل کو بدعت
کہنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ہے۔

ذو قض الوضوء

الوضوء من خروج الدم

بدن کے کسی حصے سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے

۱- عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم من اصابه قيئ او رعا ف او قلس
او سذى فليغتسل فليغتسل فليغتسل ثم يلبس على
صلاته و هو ف ذالك لا يتكلم
(ابن ماجه ص ۵۸)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جسے دوران نماز کسی ہو جائے یا کھیر بہہ پڑے یا مٹہ بھر کر

ہو جائے یا مذی نکل آئے تو اسے چاہیے کہ جا کر وضو کرے اور نماز پر بنا کرے بشرطیکہ اس دوران کوئی بات چیت نہ کی ہو۔

۲۔ عن عائشہؓ انہا قالت قالت فاطمة بنت ابی حبیش لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یارسول اللہ انی لا اظہر افتادع الصلوۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما ذلک عرق و لیس بالحيض فاذا اقبلت الحيض فترک الصلوۃ فاذا ذهب فترها فاعسلی عنک الدم و صلی (بخاری ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی حبیش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو پاک ہی نہیں ہوتی تو کیا میں نماز پڑھتی چھوڑ دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ رگ سے نکلنے والا خون اس لیے جب حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دے اور جب اندازہ کے مطابق وہ ایام گزر جائیں تو خون کو دھوے اور نماز پڑھ لے۔

۳۔ عن زید بن ثابت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " الوضوء من کل دم سائل " (کمال ابن مدنی ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بہنے والے خون (کے نکلنے سے) سے وضو (لازم ہو جاتا) ہے۔

۴۔ عن عمر بن عبد العزیز قال قال تعیم الطبعی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " الخوف

من کل دم سائل " (دار تلمیح ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ فرماتے ہیں کہ حضرت تمیم دارمیؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بہنے والے خون (کے نکلنے سے) وضو (لازم ہو جاتا) ہے۔

۵۔ عن معمر بن ایوب عن ابن سیرین قال الرجل یبصق دما قال اذا کان الفالب علیہ الدم قوضاً (مصنف عبد الرزاق ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت ابن سیرینؓ نے اس شخص کے متعلق جسے خون آلود تھوک آتا ہے فرمایا کہ جب تھوک پر خون غالب ہو تو وضو کرے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر بدن کے کسی حصہ سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

پہلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے نکسیر بہنے کی صورت میں وضو کرنے کا حکم دیا ہے اور ظاہر ہے کہ نکسیر بہتی ہے تو خون ہی نکلتا ہے۔

دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش کو خون استخاضہ آنے کی صورت میں نماز کے لیے وضو کا حکم دیا ہے اور وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ خون استخاضہ رگ سے نکلنے والا خون ہے جو مانع صلاۃ تو نہیں ہے البتہ اس سے وضو باقی نہیں رہتا اس لیے نماز کے وقت وضو کرنا پڑیگا۔ اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ رگ سے نکلنے والا خون ناقض وضو ہے جب رگ سے نکلنے والا خون ناقض وضو ہے تو پھر برہ خون جو بدن کے کسی حصہ سے بھی نکل کر بہہ پڑے وہ بھی ناقض وضو ہوگا۔

کیونکہ بہنے والا خون رگ ہی کا ہوتا ہے شاید اسی لیے آپ نے یہ کلیہ بیان فرما دیا ہے کہ ہر بہنے والے خون سے وضو لازم ہو جاتا ہے۔ جلیل القدر تابعی حضرت امام ابن سیرینؒ سے کسی نے خون آلود تھوک کے متعلق مسئلہ پوچھا تو فرمایا اگر خون غالب ہو تو وضو کرنا پڑے گا۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ بدن کے کسی حصہ سے بھی خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں۔

”وہی شکند از برآمدن خون و تھے“ (عرف الہادہ ص ۱۷۷)
خون نکلنے اور تھے آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

”فلا ينقض بخروج الدم من غير السبيلين
ولوسال..... والدم الخارج من الجروح
والثبور لا ينقض وكذا القيح والصدية“

(نزل الابرار ص ۱۷۷)

پیشاب یا خاند کی جگہ کے علاوہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اگرچہ وہ بہہ پڑے وہ خون جو زخموں سے نکلے وہ بھی وضو نہیں توڑتا ایسے ہی خالص پیپ اور خون آلود پیپ سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں :-

”بدن سے خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا“ (دستور الفتی ص ۱۷۷)

ملاحظہ فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو فرما رہے ہیں کہ کسی بھی جگہ سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جائے گا لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

الوضوء من القيئ والرعاف

قی آنے اور نکسیر بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من أصابه قيئ أو رعاف أو مذي فليغتوضأ الحديث۔ (ابن ماجہ ص ۱۷۷)
حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دوران نماز الٹی ہو جائے یا نکسیر بہ جائے یا منہ بھر کر قے ہو جائے یا مذی نکل آئے تو اسے چاہیے کہ جا کر وضو کرے۔

۲۔ عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا قام احدكم في صلاة او قاس فليغتوضأ شعوليين على ما مضى من صلاته ما لم يتكلم قال ابن جريج فان تكلم استأنف (دارالفتح ج ۱ ص ۱۵۳)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم میں سے کسی کو دوران نماز الٹی ہو جائے یا منہ بھر کر قے ہو جائے تو اسے چاہیے کہ جا کر وضو کرے اور جو نماز پڑھ چکا ہے اس پر بنا کر کے جب تک بات چیت نہ کی ہو۔ ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ اگر بات چیت کر لی تو پھر نئے سرے سے نماز پڑھے۔

۳۔ عن ابن الدرداء ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فتوضأ فليقيئ ثوبان في مسجد دمشق

فذكرت ذلك له فمال صدق وانا صديقت له
وضوئہ۔ (ترغی ص ۲۵)

حضرت ابودرداءؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو
تھے ہوئی تو آپ نے وضو فرمایا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں جامع مسجد دمشق
میں حضرت ثوبانؓ سے ملا تو میں نے اُن سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ

نے فرمایا کہ ابودرداءؓ نے سچ کہا اور میں نے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
پر وضو کا پانی ڈالا تھا۔

۴۔ عن ابن عمر انه كان اذا رعت رجوع فتوضأ ولم
يتكلم ثم رجع وبني على ما قد صلي۔

(بیہقی ج ۱ ص ۲۵۹)
حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب کبھی ان کی تکبیر بھوٹ جاتی تو
لوٹ کر وضو کرتے اور بات چیت نہ کرتے پھر واپس آکر پڑھی ہوئی نماز
پر بنا کر لیتے۔

۵۔ عن ابن عمر قال اذا رعت الرجل في الصلوة
اذ رعت النسيء او وجد مذيا فانه ينصرف
ويتوضأ ثم يرجع فيبني ما بقي على ما
مضى ما لم يتكلم۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۳۳۹)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب کسی کی نماز میں
تکبیر بہر پڑے یا تھے غالب آجائے یا نڈی پائے تو وہ جا کر وضو
کرے اور واپس آکر باقی نماز کو پڑھی ہوئی نماز پر بنا کر لے جائے
پوری کرے جب تک کہ اس نے کلام نہ کیا ہو۔

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ منہ بھر کرتے آنے سے اور تکبیر پڑھنے سے
وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تھے ہوئی تو آپ نے وضو کیا۔ صحابہ
کرام کو بھی آپ نے اسی کا حکم فرمایا۔ چنانچہ صحابہ کرام اسی پر عمل کرتے کرتے رہے۔
لیکن ان احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تھے آنے سے وضو نہیں
ٹوٹتا۔ چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں :-

” ونمی شکند از برآمدن خون دستہ“ (عرف البحاری ص ۱۴)

یعنی خون نکلنے اور تھے آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا
نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

” وكذا القیح والصدید“ (نزل الابراج ص ۵۸)

ایسے ہی خالص پیپ اور خون آلود پیپ سے وضو نہیں ٹوٹتا

ملاحظہ فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے آنے سے خود وضو فرماتے صحابہ
کرام کو بھی یہی حکم دیتے کہ تھے آنے سے وضو کرو لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ
نہیں صاحب تھے آنے سے وضو نہیں ٹوٹتا لہذا وضو کی ضرورت نہیں۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت یا مخالفت ؟

نقض الوضوء من القمقصة في الصلوة
نماز میں قمقصة لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

۱۔ عن ابی موسیٰ قال بینما النبی صلی اللہ علیہ
وسلم یصلی اذ دخل رجل فتردى في
حفرة كانت في المسجد وكان في بصره ضرر

فضحك كثير من القوم وهو في الصلوة فامر
رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يعيد
الوضوء ويعيد الصلوة - (رواه الطبرانی
في الكبير بمخبر الزوائد ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا
رہے تھے کہ ایک صاحب آئے اور مسجد کے ایک گوشے میں
گر گئے۔ ان صاحب کی آنکھ میں تکلیف تھی۔ بہت سے لوگ بولیں
نماز ہی ہنس پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو
وضو اور نماز دونوں کچھ لوٹانے کا حکم دیا۔

۲۔ عن ابی العالیتر (الریاضی) ان رجلاً اعشى
تردى في بئر والنبي صلى الله عليه وسلم
يصلى باصحابه فضحك بعض من كان
يصلى مع النبي صلى الله عليه وسلم
فامر النبي صلى الله عليه وسلم من
ضحك منهم ان يعيد الوضوء والصلوة
(مصنف بعد المذاق ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت ابو العالیترؓ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا آدمی
ایک کنویں میں گر پڑا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام کو نماز
پڑھا رہے تھے۔ کچھ لوگ جو آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے ہنس
پڑے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہنسنے والوں کو حکم دیا کہ وہ وضو
اور نماز دونوں لوٹائیں۔

۳۔ عن الحسن البصري عن النبي صلى الله عليه وسلم
انه قال بينما هو في الصلوة اذا قبل
رجل اعشى من قبل القبلة يريد الصلوة والقوم
في صلاة الفجر فوقع في ربيبة فاستضحك
بعض القوم حتى قهقهه فلما فرغ رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال من كان قهقهه
منكم فليعد الوضوء والصلوة

(کتاب آثار الامام ابی حنیفہ بروایت الامام محمد ص ۱۱۱)

حضرت حسن بصریؒ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے
ہیں فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھا رہے تھے کہ
ایک نابینا آدمی قبلہ کی جانب سے نماز کے ارادہ سے آیا۔ لوگ فجر کی
نماز میں مشغول تھے۔ یہ نابینا ایک گوشے میں گر گیا۔ کچھ لوگ ہنس پڑے
حتیٰ کہ انہوں نے ٹھٹھہ لگایا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز
سے فارغ ہوئے تو فرمایا تم میں سے جس نے ٹھٹھہ مارا ہے وہ وضو
اور نماز دونوں لوٹائے۔

۴۔ يوسف عن ابیہ عن ابی حنیفہ عن منصور بن زاذان
عن الحسن عن معبد رضى الله عنه عن النبي
صلى الله عليه وسلم انه بينما هو في الصلوة
اذا قبل رجل اعشى يريد الصلوة فوقع في
ربيبة فاستضحك بعض القوم حتى قهقهه فلما
انصرف النبي صلى الله عليه وسلم قال من
كان منكم قهقهه فليعد الوضوء والصلوة -

(کتاب آثار الامام ابی حنیفہ بروایت الامام ابی یوسف ص ۱۱۱)

مس الذکر غیر ناقص

۱۔ عن طلح بن علی قال قال رجل مسست ذکری

او قال الرجل يمس ذكره في الصلاة

اعليه الوضوء ٩ فقال النبي صلى الله عليه وسلم

لا انما هو بضعت منك (اخر حقه الخمسة

وصححه ابن حبان ، وقال ابن المديني هو احسن من حديث

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت طلق بن علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

علیہ وسلم) سے عرض کیا کہ میں اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگاؤں یا کہہ کہ کوئی

شخص بھی ایسا کرے تو کیا اُسے وضو کرنا پڑے گا؟ نبی علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے فرمایا کہ نہیں، وہ تمہارے جسم کا ایک حصہ ہے۔

الحامد الحمد، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے یہ حدیث و کلمہ کی ہے اور ابن حبان

نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ابن عربی کا کہنا ہے کہ یہ حدیث حضرت بصیرہ کی حدیث سے

نیکو نامہ (۱۰)

٢- عن سلام الطويل عن اسماعيل بن رافع عن حكيم

بن سلمة عن رجل من بني حنيفة، يقال له

جبري ان رحلت الی التبحر صل اللہ علیہ وسلم

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «الْحَاكِمُ فِي الْقَضَاءِ»

فَقَدْ رَأَى مِنْ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ

کے لیے یہی عملی فریضہ تھا۔ اخصاً ان کے لیے۔

حضرت معبد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ

نماز پڑھانے میں مشغول تھے کہ ایک نابینا آدمی نماز کے ارادہ سے آگیا

اور ایک گڑھے میں گر گیا کچھ لوگ سپر بڑے جتنے کہ انہوں نے قہقہہ لگایا۔

عَبْدُ نَبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ثَمَّازِي سَمْعُ فَايَرْثُوهُ نَسْرَتُهُ فَايَاتِهِ

سے جس نے قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ دورانِ غماز تمہقہ لگانے سے جس طرح

مار کوٹ جاتی ہے۔ ایسے ہی وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

نوشا نے حکم دیا۔

لیکن ان احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ قبچہ لگانے سے

خانیقاہ قادریہ رضویہ دارالافتاء دہلی

چنانچہ نواب وعید الزماں لکھتے ہیں :-

ولا يثقل بالقهقهة ولو من مصل بالغ

3 في صلاة كاملة " (نزل الإبراهيم 19)

یعنی تہقیدہ لگانے سے حضور نہیں ٹوٹتا اگرچہ بالغ نمازی کامل نماز

فرماتے۔ یہ ہے غفر مقلد کا علم، مقلد پریشک، اٹا سکر نہ جھڑے۔

صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ دورانِ نماز تہجد لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا

ہے لیکن یہ کہتے ہیں کہ نہیں صاحب تمہارے لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

۱۰ این رسم عیلمہ خزانہ لکریہ حدیث کی موقوفت ہے یا محالفت ؟

حکیم بن سلمہ بن حذیفہ کے ایک شخص سے جسے جبری کہا جاتا ہے۔
روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوقات میں نماز
میں مشغول ہوتا ہوں اور میرا ہاتھ شرمگاہ پر پڑ جاتا ہے، آپ نے
فرمایا نماز جاری رکھا کرو۔

۳۔ عن ارقم بن شرحبیل قال حککت جسدی وانا
فی الصلوۃ فنا فضیت الی ذکری فقلت
لعبد اللہ بن مسعود فقال لی اقطعہ وهو یضحک
این تعزلہ منک انما هو بضعۃ منک۔

(رداء الطبرانی فی البیروہ ج ۱ ص ۱۲۷)

حضرت ارقم بن شرحبیل فرماتے ہیں۔ دوران نماز میں نے اپنا بدن کھجیا
تو ہاتھ شرمگاہ تک پہنچ گیا۔ میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے
عرض کیا۔ آپ نے ہنستے ہوئے فرمایا اسے کاٹ دو، اسے اپنے سے
جدا کر کے کہاں لے جاؤ گے یہ تمہارے بدن کا ہی ایک ٹکڑا ہے۔

۴۔ عن الحسن ان خمسۃ من اصحاب محمد صلی
اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب و ابن مسعود
وحذیفۃ و عمران بن حصین و رجلا آخر
قال بعضهم ما ابالی مست ذکری و ارنبتی
وقال الآخر فخذی و قال الآخر کبتی۔
(رداء الطبرانی فی البیروہ ج ۱ ص ۱۲۷)

حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے
پانچ صحابہ حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت
حذیفہ، حضرت عمران بن حصین اور ایک اور صحابی کا (شرمگاہ کو ہاتھ
لگ جانے کے متعلق مذاکرہ ہوا) ایک نے کہا کہ مجھے کوئی پرواہ نہیں
ہے کہ میں شرمگاہ کو چھوؤں یا ناں کو، دوسرے نے کہا کہ یا اپنی ران
کو، تیسرے نے کہا کہ یا اپنے گھٹنے کو۔

۵۔ عن قیس قال سأل رجل سعدا عن مس
الذکر فقال ان علمت ان منک بضعۃ نجسۃ
فنا قطعها۔
(صحیف ابن ابی شیبہ ص ۱۷۷)

حضرت قیسؒ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضرت سعدؓ سے
شرمگاہ کو بھونے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم جانتے
ہو کہ یہ تمہارے بدن کا ناپاک ٹکڑا ہے تو اسے کاٹ دو۔

۶۔ الخیرنا ابو العوام البصری قال سأل رجل
عطاء بن ابی رباح قال یا ابا محمد
رجل من فوجہ بعد ما قوضا قال رجل
من القوم ان ابن عباسؓ کان یقول انک کنت
تستنجسہ فاقطعہ قال عطاء بن ابی رباح
ہذا والله قول ابن عباس۔ (موطا امام محمد ص ۱۷۷)
ابو العوام بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عطاء بن ابی رباحؓ سے
ایک شخص نے سوال کیا کہ اسے ابو محمد ایک شخص نے وضو کرنے

کے بعد اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگا لیا ہے۔ لوگوں میں سے ایک صاحب بولے کہ حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تو اسے ناپاک سمجھتا ہے تو کاٹ دے۔ حضرت عطاء ابن ابی براءؓ نے فرمایا بخدا یہ ابن عباسؓ ہی کا قول ہے۔

۷۔ عن علی بن ابی طالب فی مس الذکر فقال ما ابائی مَسَّتْهُ اَوْ طَرَفَتْ اَنْفِی (موطا امام محمد ص ۵۵)
حضرت علیؓ سے شرمگاہ کو چھونے کے متعلق مروی ہے کہ آپؓ نے فرمایا مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اپنی شرمگاہ کو چھوؤں یا اپنی ناک کا کنارہ۔

۸۔ عن البراء بن قیس قال سألت حذیفۃ بن الیمان عن الرجل مس ذکرہ فقال انما هو کَمَسَتْهُ رَأْسُهُ۔ (موطا امام محمد ص ۵۵)
حضرت براءؓ بن قیس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حذیفہؓ بن یمانؓ سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جس نے اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگا لیا ہو تو آپؓ نے فرمایا ایسے ہی ہے جیسے سر کو ہاتھ لگا لینا۔

۹۔ عن عمیر بن سعد النخعی قال کنت فی مجلس فیہ عمار بن یاسر فذکر مس الذکر فقال انما هو بضعۃ منک وان لکفک موضعا غیرہ۔ (موطا امام محمد ص ۵۵)
عمیر بن سعد نخعیؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک ایسی مجلس میں موجود

تھا جس میں حضرت عمار بن یاسرؓ بھی تھے کہ شرمگاہ کو ہاتھ لگانے کا تذکرہ ہوا۔ آپؓ نے فرمایا وہ تیرے بدن کا ہی ایک ٹکڑا ہے البتہ تیری تحیلی کے لیے اس کے علاوہ (بھی) جگہ ہے۔

۱۰۔ عن ابی الدرداء انه سئل عن مس الذکر فقال انما هو بضعۃ منک۔ (موطا امام محمد ص ۵۵)

حضرت ابو درداءؓ سے شرمگاہ کو ہاتھ لگانے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا وہ تیرے بدن کا ہی ایک حصہ ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ شرمگاہ پر ہاتھ لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ عام صحابہ کرام کا فتویٰ بھی یہی ہے چنانچہ حضرت علیؓ، حضرت عمارؓ بن یاسرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت محمد اللہ بن عباسؓ، حضرت حذیفہؓ بن یمانؓ، حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت ابو درداءؓ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ احادیث میں موجود ہیں۔ ان سب کے نزدیک شرمگاہ پر ہاتھ لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں۔

”دس کروڑ ناقض وضو است“ (الشیخ المقبول ص ۵۵)
یعنی شرمگاہ کو ہاتھ لگانا ناقض وضو ہے۔
نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

”وینقض بمس الذکر والفرج بطن الکفت او

بطون الاصابع من غير حائل و ينقض وضوء

اللامس و الملموس“ (نزل الاباء ۱۹)

مزد و عورت کی شرمگاہ پر پھیلی کے اندر کے حصہ یا انگلیوں کے اندر کے حصہ سے بغیر کسی رکاوٹ کے ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور ہاتھ لگانے اور لگوانے والے دونوں ٹوٹتا ہے۔

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

” ذکر یا فرج کو ہاتھ لگانے یا اونٹ کا گوشت کھانے سے

وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (دستورالمتقی ص ۷۷)

ابوسعید شرف الدین لکھتے ہیں۔

” من ذکر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لہذا وضو کرنا فرض ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ص ۱۱۱)

ملاحظہ فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جلیل القدر صحابہ کرام فرما

رہے ہیں کہ من ذکر (شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا لیکن غیر مقلدین

بالکل بے دھڑک بلا ہجک فتویٰ دے رہے ہیں کہ نہیں صاحب وضو ٹوٹ

جاتا ہے۔ ان امدادیہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے سوچئے کیا حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا فرمان غلط ہے۔ کیا صحابہ کرام غلط فتوے دیتے رہے ؟ اگر غیر مقلدین

کی بات صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب صحابہ اور ان سے مسئلہ پوچھ

کر عمل کرنے والے سب تابعین بے وضو ہی نماز پڑھتے پڑھاتے رہے۔ الیاذ

باللہ نواب وحید الزماں صاحب کی عقل کی داد دیتے چلتے کہ انہوں نے یہ فتویٰ

اپنی طرف سے جبراً کیا کہ اگر کوئی دوسرا کسی کی شرمگاہ کو ہاتھ لگائے تو جس نے لگایا

ہے اور جس کے لگایا ہے دونوں کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ نواب صاحب تو گور

ذرا اس پر بھی غور فرمائیے کہ نواب صاحب کے نزدیک دوسرا کسی کی شرمگاہ کو ہاتھ لگائے تو دونوں کا وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن اگر دونوں مباشرت فاحشہ کریں (یعنی بالکل برہنہ ہو کر ایک دوسرے سے مل کر لیٹیں) تو اس سے نواب صاحب کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

” وکذا بمباشرة الفاحشة“ (نزل الاباء ۱۸ و کنز العمال ص ۱۱۱)

اور ایسے ہی مباشرت فاحشہ سے (بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔)

قارئین کرام ملاحظہ فرمایا آپ نے یہ ہے مسلک اہل حدیث۔ اب آپ خود

فیصلہ فرمائیے کہ یہ قرآن و سنت کے موافق ہے یا مخالف ؟۔

مردوں کے لیے شلوار یا تہبند ٹخنوں سے نیچے

ایک نئی دریافت

کرنا گناہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

اس سے منع فرمایا ہے اور اس عمل پر سخت وعید بیان فرمائی ہے۔ یہ بات سب کو

مسلک ہے اور بالکل واضح ہے محتاج بیان نہیں۔ لیکن کیا کپڑے کے ٹخنوں سے

نیچا ہو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ؟ اس کا نہ کسی حدیث میں تذکرہ ہے نہ

ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مسلک ہے ہاں غیر مقلدین نے اسے نواقض وضو میں

شمار کیا ہے ان کے نزدیک اگر کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو جائے تو از سر نو وضو

کرنا چاہیے۔ چنانچہ یونس قریشی صاحب رقمطراز ہیں۔

” ٹخنوں سے نیچے پا جامہ پہننے والوں کو از سر نو وضو کرنا چاہیے۔“

(دستورالمتقی ص ۷۷)

من ترك جزأيسيراً ما يجب تطهيره لا تصح طهارته
اعضاء وضو میں سے در اسی جگہ بھی خشک رہ گئی تو وضو نہیں ہوگا

عن جابر رضی اللہ عنہ قال اخبرنی عمر بن
الخطاب ان رجلاً قوضاً فترك موضع خضر
على قدمه فابصوه النبي صلى الله عليه وسلم
فقال ارجع فاحسن وضوءك فارجع ثم وصلى

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرؓ نے بتایا کہ ایک شخص نے
وضو کیا اور ناخن کے برابر جگہ اپنے پاؤں پر (خشک) چھوڑ دی۔ نبی
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے دیکھ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ
اچھی طرح سے وضو کرو۔ وہ گیا (اور اچھی طرح وضو کر کے) نماز پڑھی

مذکورہ حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ دوران وضو اگر اعضاء وضو میں سے کوئی جگہ ناخن
کے برابر خشک رہ گئی تو وضو نہیں ہوگا۔ ہر آدمی جانتا ہے کہ ناخن پالش لگانے
سے ناخن خشک رہتے ہیں اس لیے اگر کسی نے ناخن پالش لگالی ہے تو اس کا
وضو نہیں ہوگا۔

لیکن اس حدیث اور اتنی عام فہم بات کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ
ناخن پالش لگے ہونے کے باوجود وضو ہو جاتا ہے چنانچہ عبداللہ ربوڑی صاحب
ایک سوال کا جواب دیتے ہیں، سوال و جواب دونوں ملاحظہ فرمائیے۔

سوال :- کیا عورت ناخن پالش ناخنوں پر لگا کر وضو کر کے نماز پڑھ سکتی ہے؟
بعض لوگ کہتے ہیں کہ ناخن پالش لگا کر وضو کرے تو وضو نہیں ہوتا؟
جواب :- ناخن پالش مہندی کی قسم سے ہندی کا رنگ بھی دو تین دفعہ لگانے

سے گاڑھا اور موٹا ہو جاتا ہے جو بالائے اتفاق جائز ہے ایسا ہی ناخن پالش
کو سمجھ لینا چاہیئے۔

(فتاویٰ المحدثین ۱: ۲۵)
ملاحظہ فرمائیے :- غیر مقلدین کے مجتہد العصر صاحب کو چاہیئے تھا کہ اس
سوال کا جواب حدیث سے دیتے کیونکہ غیر مقلدین

کا دعویٰ ہے کہ ہر مسئلہ قرآن و حدیث میں موجود ہے، لیکن چونکہ اس مسئلہ سے
مقلد کوئی حدیث تھی نہیں اور جواب دینا ضروری تھا اس لیے مجتہد صاحب نے
خود اجتہاد کیا وہ اس طرح سے کہ ناخن پالش کو مہندی پر قیاس کیا اور حکم لگایا کہ
چونکہ مہندی لگانے سے وضو ہو جاتا ہے تو ناخن پالش سے بھی وضو ہو جائے گا
لیکن مجتہد صاحب نے اس قیاس میں بڑی طرح ٹھوکر کھائی اور غلط قیاس کر بیٹھے جو
لوگ آخر مجتہدین کے قیاسات کو غلط قرار دینے پر تے ہوئے ہوں وہ خود کیسے صحیح
قیاس کر سکتے ہیں۔ ناخن پالش قطعاً مہندی کی قسم سے نہیں ہے کیونکہ مہندی میں

انسانی صنعت کو دخل نہیں۔ مہندی کے پتے ہوتے ہیں جنہیں پس کر پانی میں ڈال کر
گوند لیا جاتا ہے اور اس کے ہاتھ پر لگانے سے رنگ چڑھ جاتا ہے جبکہ ہاتھوں
پر مہندی کا کوئی جز بھی باقی نہیں رہتا۔ اس کے برعکس ناخن پالش خاص انسانی
صنعت ہے اس کے ناخنوں پر لگانے سے ناخنوں پر کوئی رنگ نہیں چڑھتا بلکہ
ناخنوں پر رنگ دار روغن رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو نبی ناخن پالش اترتی ہے
ناخن صاف ہو جاتے ہیں۔ کوئی رنگ نظر نہیں آتا دوسرے مہندی کا رنگ گہرا
ہوتا ہے، ناخن پالش کی طرح اس کی تہہ نہیں بن جاتی جو پانی کو ناخن تک پہنچنے
سے روک سکے۔ تیسرے مہندی کا رنگ پانی کے ناخن تک سرایت کرنے کو نہیں
دیتا جبکہ ناخن پالش پانی کے سرایت کرنے کو روکتی ہے۔ اس کا تجربہ اس
طرح کیا جاسکتا ہے کہ کسی صاف کاغذ پر مہندی کا رنگ چڑھائیں اور مہندی ہٹا

ہیں اور اس پر پانی ڈال کر دکھیں پانی سرایت کر جائیگا اس کے بعد کاغذ پر ناخن
پالش لگائیں اور اس پر پانی ڈالیں پانی نیچے سرایت نہیں کرے گا۔ یہ اس بات
کی واضح دلیل ہے کہ ناخن پالش پانی کے سرایت کرنے میں رکاوٹ بنتی ہے لہذا
جب پانی ناخن تک نہیں پہنچتا تو وضو کیسے ہو جاتا ہے۔ غیر مقلدین جو اس
انوکھے اجتہادی فتوے پر عمل کر رہے ہیں۔ وہ سراسر حدیث کی مخالفت کر رہے
ہیں کہ اللہ کے نبی تو ناخن کے برابر جگہ خشک رہ جانے سے وضو کے ٹوٹنے کا
حکم دیتے ہیں اور یہ ہیں کہ ۱۰-۲۰ ناخنوں کی جگہ خشک رہ جانے پر بھی وضو کے

ٹوٹنے کا حکم نہیں دیتے بلکہ کہتے ہیں کہ وضو ہو جاتا ہے الیاذ باللہ۔ یہ ہے حدیث کے
مقابلہ میں قیاس پر عمل جس کا الزام غیر مقلدین حضرات احناف پر لگاتے نہیں تھکتے۔

۳۔ الجھاس ہے پاؤں یا رکاز لہب دمازیں

مواپ اپنے دام میں صیت آگیا

عمل بالحدیث کے دعویدار بتلاہیں کہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل کرنا یہ حدیث
کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

النہی عن استقبال القبلة واستدبارها في البول والتغوط
يثيب پاخانہ کرتے وقت قبلہ رہنا اور پیٹھ کرنا منع ہے

۱۔ عن ابی ایوب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان النبی

صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا ایتیم الغائط فلا

تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها ببول ولا غائط

ولکن شرفوا او عنبروا قال ابو ایوب فقدمنا

الشام فوجدنا مرا حیض متد بنیت قبل القبلة

فمنحرف عنها و تستغفر اللہ۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۱ مسلم ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے فرمایا ہے کہ جب تم بیت الخلا آؤ تو پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ

کی طرف نہ رخ کرو نہ پیٹھ کرو البستہ مشرق یا مغرب کی طرف رخ

کرو۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مکہ شام میں گئے

تو ہم نے بیت الخلا قبلہ رخ بنے ہوئے پاسے ہم تو رخ تبدیل کر لیتے

تھے اور اللہ سے استغفار کر لیتے تھے۔

۲۔ عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قال اذا جلس احدکم علی حاجتہ فلا

یستقبل القبلة ولا یتدبرها (مسلم ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا جب کوئی تم میں سے قضاء حاجت کے لیے بیٹھے تو وہ ہرگز ہرگز

قبلہ کی طرف رخ کرے نہ پیٹھ۔

۳۔ عن سهل بن حنيف ان النبي صلى الله عليه وسلم
بعث قال انت رسولى الى اهل مكة قل ان رسول الله صلى
الله عليه وسلم ارسلنى يقرأ عليك السلام ويا مكرم
بئذ لا تأخفوا بعين الله واذا تخليت فلات تستقبلوا
القبلة ولا تستدبروها ولا تستنجوا بعضكم ولا بجرة
(مسند احمد ۲ ص ۲۸۵)

حضرت سهل بن حنيف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے انہیں قاصد بنا کر بھیجا فرمایا تم میرے قاصد بن کر اہل مکہ
کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے
بھیجا ہے وہ تمہیں سلام کہتے ہیں اور تین چیزوں کا حکم دیتے ہیں۔
(۱) غیر اللہ کی قسم نہ کھاؤ (۲) جب بیت الخلا جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ
منہ کرو نہ پیٹو (۳) ہڈی اور میٹگی سے استنجی نہ کرو۔

۴۔ عن سهل بن سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اذا ذهب احدكم الى الخلاء فلا يستقبل القبلة
ولا يستدبرها (مجمع الزوائد ۱ ص ۱۸۷)

حضرت سهل بن سعيد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی بیت الخلا جائے تو قبلہ
کی طرف نہ رخ کرے نہ پشت۔

۵۔ عن سلمان قال قال له بعض المشركين وهو يستهزئ
به انى صابكوا يعلجكم كل شئ حتى
الخراة قال اجل امرنا صلى الله عليه وسلم ان

لا نستقبل القبلة ولا نستدبرها، الحديث.

(دارقطني ج ۱ ص ۱۸۷)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُن سے کسی مُشرک
نے استہزاء کہا کہ تمہارے صاحب تو تمہیں ہر چیز سکھلاتے ہیں
سنی کہ پیٹاب پاخانہ کا طریقہ بھی، آپ نے کہا کہ ہاں نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم قبلہ کی طرف نہ رخ کریں نہ پشت۔

۶۔ عن معقل بن ابی معقل الاسدي قال نهى رسول الله
صلى الله عليه وسلم ان نستقبل القبلة
يبول او غائط (ابوداؤد ج ۱ ص ۳۰)

حضرت معقل بن ابی معقل اسدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پیٹاب پاخانہ کرتے وقت دونوں قبلوں
کی طرف رخ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۷۔ عن سلمة بن وهرام قال سمعت طاووسا قال
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اتي احدكم
البراز فليكر من قبلته الله فلا يستقبلها ولا يستدبرها،
الحديث (دارقطني ج ۱ ص ۱۸۷)

حضرت سلمہ بن وہرام فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت طاووسؓ کو
سنا کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ
جب تم میں سے کوئی پاخانہ کے لیے آئے تو اس سے چاہیے
کہ وہ اللہ کے قبلہ کا اکرام کرے نہ اس کی طرف رخ کرے نہ پشت۔

۸۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

نے دوسری جگہ بیان کئے ہیں۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ بول و براز (پیشاب پانانہ) کرتے وقت بغیر کسی عذر کے قبلہ رو ہونا اور پشت کرنا مطلقاً ناجائز ہے آبادی میں ہو یا صحرائیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے، اور قبلہ شریف کے اکرام کرنے کا حکم دیا ہے جس کی صورت یہی بتلائی ہے کہ بول و براز کے وقت اُس کی طرف نہ رخ کیا جائے اور نہ پشت نیز آپ نے اس شخص کے لیے جو بول و براز کے وقت نہ قبلہ رو ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی طرف پشت کرتا ہے نیکیوں کے ثمنے اور گناہوں کے مٹنے کی نوید سنائی ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام بول و براز کے وقت قبلہ رو ہونے اور اس کی طرف پشت کرنے سے بچتے تھے، اور اگر کہیں بیت الخلاء قبلہ رو بنے ہوئے بھی ہوتے تو رخ بدل کر بیٹھتے تھے چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث (عل) سے واضح ہے، امام ابن قیمؒ کی تحقیق کے مطابق صحیح ترین مذہب بھی یہی ہے کہ آبادی ہو یا صحرا ہر حال میں بول و براز کے وقت قبلہ رو ہونا اور اس کی طرف پشت کرنا منع ہے البتہ کہ کسی عذر کی وجہ سے کیا جائے تو وہ دوسری بات ہے۔

لیکن ان صحیح، صریح، مرفوع احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ پیشاب پانانہ کرتے وقت قبلہ رو ہونا یا پشت کرنا بالکل جائز ہے۔ ناجائز ہونا تو دور بے مکروہ بھی نہیں ہے بلکہ مسنون ہے۔

چنانچہ محمد بن یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں :-

”مگر گھر میں یا کسی چیز کی آڑ میں جائز ہے“ (مستدرک ص ۵۵)

من لو يستقبل القبلة ولو يستدبرها في العائط
كثرت له حسنة ومحى عنه سيئة (بمعنى الزيادة اصله)
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بیت الخلاء میں نہ قبلہ کی طرف نہ کیا، نہ پیٹھ کی تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی اور ایک گناہ مٹا دیا جائے گا۔

ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق

قال ابن القيمؒ:

”ومن خواصها (ای الکعبۃ) ایضاً ان یحرم استقبالها
واستدبارها عند قضاء الحاجة دون سائر بقاع
الارض واصبح المناهض في هذه المسئلة استنبط
فرق في ذلك بين القضاء والبنیان لبضعة عشر
دليلاً قد ذكرت في غير هذا الموضع،

(نہ احادیث فی حدی غیر العبادۃ ص ۱۷)

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

بیت اللہ شریف کے خواص میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ قضاء حاجت کے وقت اس کی طرف رخ کرنا اور پشت کرنا حرام ہے، دنیا کی باقی تمام جگہوں کے علاوہ، اور اس مسئلہ میں صحیح ترین مذہب یہ ہے کہ استقبال و استدبار میں کوئی فرق نہیں خواہ فضا میں ہو یا عمارت میں (مگر حرام ہے)، ان دس زیادہ دلائل کی وجہ سے جو میں

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

ولا یسکرہ الاستقبال والاستدبار للاستدجاء

(نزل الامارہ ص ۳۵)

استنجائے وقت قبلہ نہ ہونا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا مکروہ نہیں ہے۔

مفتی رشید احمد لدھیانوی لکھتے ہیں :-

ایک اور عجوبہ سماعت فرمائیں۔ آبادی کے اندر بول دہلاؤ کی حالت میں

قبلہ کی طرف رخ کرنے کا جواز مختلف فیر ہے اس لیے احتیاط بہر حال اس

میں ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے مگر اجماع میش کے ہاں تو دوسرے

مذاہب کی مخالفت ہی بڑا ہما د ہے چنانچہ کراچی میں انہوں نے اپنی مسجد کے

استنجائے گرا کر از سر نو قبلہ رخ تعمیر کرائے ہیں۔ وجہ پوچھنے پر ارشاد ہوا کہ

یہ سنت چودہ سو سال سے مردہ تھی ہم نے اس کو زندہ کیا ہے۔

(امن الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۱۱)

ملاحظہ فرمائیے :- اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو زمانہ ہے ہیں کہ پیشاب

پاخانہ کرتے وقت ہرگز قبلہ رو نہ ہوتا۔ صحابہ کرام آپ کے فرمان کے مطابق عمل کر رہے ہیں۔

حتیٰ کہ استنجائے قبلہ رخ نہ ہوئے ہوتے ہیں تو خود رخ بدل لیتے ہیں لیکن واسطے

نادانی غیر مقلدین کہتے ہیں کہ انہیں صاحب منہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پیشاب غافلہ

کرتے وقت قبلہ رو ہونا اس کی طرف پیٹھ کرنا بالکل جائز ہے اور صرف جائز ہی نہیں

مسنون ہے حتیٰ کہ وہ قبلہ رو ہو کر پیشاب کرنے کے لیے دوسرے رخ پر بیٹھ جاتے

استنجائے گرا کر قبلہ رخ ہوتا ہے ہیں اور اسے مردہ سنت کو زندہ کرنا سمجھتے ہیں۔

قارئین کرام دل پر ہاتھ رکھ کر اور کلیجہ کو تھام کر بتلائیے کیا اللہ کے نبی کے

زمان کے خلاف کوئی عمل سنت ہو سکتا ہے ؟ کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان

کے خلاف کسی عمل کو سنت قرار دینا یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس میں گستاخی

نہیں ؟ کیا اللہ کے نبی کے فرمان کے خلاف عمل کو سنت قرار دینے والے اجماعیث

کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں ؟

• ناظرہ سرگرمیاں سے لے لیا کیجئے

قارئین کرام انصاف سے فیصلہ فرمائیے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

عدم وجوب غسل الجمعة وكونه سنة
جمعة کے دن غسل واجب نہیں سنت ہے

۱- عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضأ فاحسن الوضوء ثم اتی الجمعة فدنس واستمع وانصت غفر له ما بینہ و بین الجمعة و زیادة ثلاث ايام و من مس الحصى فقد لغا۔

(رواہ الترمذی وقال هذا حدیث حسن صحیح اصلہ)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے خوب اچھی طرح سے وضو کیا پھر نماز جمعہ کے لیے آیا اور قریب ہو کر کان لگائے اور خاموش رہا تو اس جمعہ سے اگلے جمعہ اور مزید تین دن کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے کنکریوں کو چھوا اس نے لغو کام کیا۔

۲- عن سمرة بن جندب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضأ يوم الجمعة فبها ونعمت و من اغتسل فالغسل افضل۔

(ترمذی ج ۱ ص ۱۱۰ ابوداؤد ج ۱ ص ۵۱)

حضرت سمرہ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن وضو کیا تو خیر اچھا کیا اور جس شخص نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔

۳- عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان هذا يوم عيد جعله الله للمسلمين فمن جاء الجمعة فليغتسل وان كان طيب فليمس منه وعليكم بالسواك (ابن ماجہ ص ۱۷۷)
حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک یہ عید کا دن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے (خاص) کر دیا ہے پس جو شخص جمعہ کی نماز پڑھنے آئے اسے چاہیئے کہ وہ غسل کرے اور اگر خوشبو ہو تو وہ بھی لگائے اور تم پر مسواک لازم ہے۔

۴- عن ابن مسعود قال من السنة الغسل يوم الجمعة (رواہ البزار و رجالہ ثقاة مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۷۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔
۵- عن علیؓ قال يستحب الغسل يوم الجمعة وليس بحتم (رواہ الطبرانی فی الاوسط و رجالہ ثقاة مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۷۱)
حضرت علیؓ فرماتے ہیں جمعہ کے دن غسل کرنا مستحب ہے واجب نہیں۔

۶- عن عكرمة بن ناسا من اهل العراق جاءوا فقالوا يا ابن عباس اتري الغسل يوم الجمعة واجبا قال لا ولكن اطهر و خير لمن اغتسل و من لم يغتسل فليس بواجب۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۵۱)

حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ کچھ اہل عراق (حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس) آئے اور کہتے لگے ابن عباسؓ کیا تم جمعہ کے دن غسل کرنے کو واجب سمجھتے ہو آپ نے فرمایا نہیں البتہ غسل زیادہ پاکیزگی کا سبب ہے اور جو غسل کرے اس کے لیے بہتر ہے اور جو نہ کرے تو واجب بھی نہیں ہے۔

۷۔ عن ابی وائل قال ذکرنا غسل يوم الجمعة عنده فقتال ابو وائل انه ليس بواجب رب شيخ كبير لو اغتسل في اليوم الشديد يوم الجمعة لمات (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۹۷)

حضرت عبیدہ (راوی حدیث) فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے حضرت ابو وائلؓ کے سامنے جمعہ کے دن کے غسل کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا (جمعہ کے دن) غسل واجب نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو بہت سے بوڑھے جمعہ کے دن سخت سردی میں نہاتے اور مر جاتے۔

۸۔ عن زاذان قتال سألت عليا عن الغسل فقال اغتسل اذا شئت فقلت انما اسئلك عن الغسل الذي هو الغسل قتال يوم الجمعة و يوم عرفة و يوم الفطر و يوم الاضحى

(طحاوی ج ۱ ص ۸۷)

حضرت زاذانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے غسل کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا جب چاہو غسل کر لو۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو اس غسل کے متعلق پوچھ رہا ہوں جس کے کرنے میں فضیلت ہے۔ آپ

نے فرمایا جمعہ کے دن عرفہ کے دن عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن۔

۹۔ عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب بيده قائم في الخطبة يوم الجمعة اذ جاء رجل من المهاجرين الاولين من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فناداه عمر ايتها ساعة هذه قال اني شغلت فلم انقلب الى اهلي حتى سمعت التاذين فلم ازيد ان توضأت قال والوضوء ايضا وقد علمت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يامر بالغسل

(بخاری ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہاجرین اولین صحابہ میں سے ایک صاحب (حضرت عثمانؓ) حاضر ہوئے حضرت عمرؓ نے پکار کر ان سے کہا کہ یہ (آنے کا) کونسا وقت ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں کسی کام میں مشغول تھا اور ابھی گھر بھی نہیں لوٹا تھا کہ میں نے اذان سنی اور وضو سے زیادہ کچھ نہیں کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا صرف وضو ہی کیا؟ حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کا حکم دیا کرتے تھے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے واجب نہیں ہے۔

پہلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کے

دن اچھی طرح سے وضو کر کے آنے پر اجر و ثواب ذکر فرمایا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جمعہ کے لیے اگر کوئی صرف وضو ہی کرے تو بھی کافی ہے۔ غسل واجب نہیں اگر غسل واجب ہوتا تو اس کو چھوڑ کر محض وضو کر لینے پر اتنا اجر و ثواب نہ ملتا۔

دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کے دن صرف وضو کر لینے کو بھی کافی بتلایا ہے البتہ غسل کو افضل قرار دیا ہے۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ غسل واجب نہیں صرف افضل ہے۔

تیسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کے دن غسل کے ساتھ ساتھ خوشبو لگانے اور مسواک کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ غسل سنت ہے واجب نہیں ورنہ تو غسل کے ساتھ خوشبو لگانا اور مسواک کرنا بھی واجب ہوتا حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

چوتھی پانچویں چھٹی ساتویں آٹھویں احادیث سے بالترتیب ثابت ہوا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت ابوہریرہؓ سب جمعہ کے دن غسل کو سنت سمجھتے تھے واجب نہیں سمجھتے تھے۔ اگر جمعہ کے دن کا غسل واجب ہوتا تو یہ صحابہ کرام اس کا انکار نہ فرماتے۔

نویں حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن غسل سنت ہے واجب نہیں کیونکہ حضرت عثمانؓ کے وضو کر کے آنے پر حضرت عمرؓ نے صرف انہیں ٹوکا تھا واپس نہیں بھیجا تھا کہ جاؤ غسل کر کے آؤ اگر غسل واجب ہوتا تو حضرت عمرؓ ضرور انہیں واپس بھیج دیتے اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا عمرؓ اور عثمانؓ دونوں کے نزدیک بھی غسل واجب نہیں ہے۔ یہی تابعین و تبع تابعین کا مسلک ہے اور اسی پر اجماع امت بھی ہے چنانچہ محمد بن عبدالرحمن الشافعیؒ لکھتے ہیں "والغسل للجمعة سنة عند جميع الفقهاء الا داود والحسن" (رملة الامت ص ۱۰)

جمعہ کے لیے غسل تمام فقہاء کے نزدیک سنت ہے سوائے داود ظاہری اور حسن کے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جمعہ کا غسل واجب ہے چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں۔

”وہ برائے جمعہ واجب ست“ (عرف الجادی ص ۱۸۸)
اور جمعہ کے لیے غسل واجب ہے
نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

”ولمن يريد ان يصلي الجمعة واجب“ (نزل الابرار ص ۲۵)
اور جو شخص جمعہ کی نماز پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہے اس پر غسل واجب ہے۔
یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں :-

”جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔“ (دستور المتقی ص ۵)
ملاحظہ فرمائیے :- احادیث و آثار سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔ یہی صحابہ کرام کا مسلک ہے۔ اسی پر اجماع امت بھی ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب جمعہ کے دن غسل واجب ہے۔
قارئین کرام فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟
یاد رہے کہ غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں داود ظاہری کی تقلید کی ہے کیونکہ وہ جمعہ کے غسل کو واجب قرار دیتے ہیں۔

ذیل میں غسل سے متعلق چند مسائل ذکر کئے جاتے ہیں یہ وہ مسائل ہیں جنہیں نواب وحید الزماں صاحب نے بنی مختار (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی فقہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ وہ رقمطراز ہیں :-

۱۔ ”ولو ادخل ذكره في دبر نفسه لا يلزم

الفصل الا بالانزال“ (نزل الابراج اص ۲۲)

اگر کسی شخص نے اپنا عضو تناسل اپنے پچھلے حصہ میں داخل کیا تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا مگر یہ کہ انزال ہو جائے۔

۲۔ ”ولو لم الحشف في خروقة شو

اولجها فان وجد لذة الجماع اغتسل والا“

(نزل الابراج اص ۲۳)
اگر کسی نے اپنا عضو تناسل پٹی میں لپیٹ کر عورت کی شرمگاہ میں داخل کیا تو اس صورت میں اگر صحبت کا مزہ پایا ہے تو غسل کرے گا ورنہ نہیں۔

۳۔ ”ولو اتى عذاراء ولفيزل عذر تھا لا يجب

الفصل ولو حبلت“ (نزل الابراج اص ۲۴)

اگر کسی نے کنواری لڑکی سے صحبت کی اور لڑکی کا پردہ بکارت زائل نہ ہوا تو غسل واجب نہیں ہوگا اگرچہ وہ لڑکی حاملہ ہو جائے۔

یہ اور ان جیسے دسیوں مسائل ہیں جنہیں نواب وحید الزماں صاحب نے نبی مختار کے

فقہی مسائل کہہ کر پیش کیا ہے۔ نواب صاحب اگر حیات ہوتے تو ہم ان سے پوچھتے وہ تو اس دنیا سے جا چکے اس لیے اب ہم نواب صاحب کے مرثیہ خوانوں اور

ان کی تعریف کے پل باندھنے والے غیر متقدمین سے پوچھتے ہیں کہ نواب صاحب کے

یہ مسائل قرآن و حدیث کے مطابق ہیں یا مخالف؟ اگر یہ قرآن و حدیث کے مطابق

ہیں تو پھر ان کے اثبات میں قرآن کی کوئی آیت یا احادیث میں سے کوئی حدیث

پیش فرمائیں جس میں یہ مسائل درج ہوں۔

اور اگر یہ مسائل قرآن و حدیث کے خلاف ہیں تو پھر نواب صاحب اودان کے متبعین کے بارے میں کیا فتویٰ ہے جو ان مسائل کو نہ صرف صحیح سمجھتے ہیں بلکہ

انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فقہی مسائل قرار دیتے ہیں؟

نواب صاحب اگر ان مسائل کو اجتہادی مسائل کہہ کر پیش کرتے تو ہمیں اس

سوال و جواب کی ضرورت نہ پڑتی لیکن انہوں نے چونکہ یہ مسائل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے فقہی مسائل کہہ کر پیش کئے ہیں۔ (نواب صاحب نے اپنی کتاب کا نام رکھا ہے

”نزل الابراج من فقه النبی المختار“۔ جس کا مطلب ہے نبی مختار کی فقہ سے نیک

لوگوں کی جہانی) اس لیے اس سوال و جواب کی ضرورت پیش آئی۔

التیمم ضربتان

تیمم میں دو ضربیں ہیں

۱۔ عن ابن عمر عن النبی

صلی اللہ علیہ وسلم

قال التیمم ضربتان

ضربة للوجه وضربة

للیدین الى المرفقین۔

(دارقطنی ج ۱ ص ۱۸)

۲۔ عن جابر عن النبی صلی

اللہ علیہ وسلم قال

التیمم ضربة للوجه

وضربة للمرفقین الى

المرفقین۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۱۸)

دونوں بازوؤں کے لیے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ

آپ نے فرمایا تیمم میں دو ضربیں

ہوتی ہیں ایک چہرہ کے لیے اور

ایک کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں

کے لیے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ

سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے

فرمایا تیمم میں ایک ضرب چہرہ کے

لیے ہے اور ایک کہنیوں سمیت

دونوں بازوؤں کے لیے۔

۳۔ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال التیمم ضربتان ضربت للوجه وضربة للیدین الی المرفقتین۔ (مسند رک عاکم ج ۱ ص ۱۶۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ایک ضرب چہرہ کے لیے اور ایک کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے۔

۴۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال کان تيمم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ضربتين ضربت للوجه وضربة للیدین الی المرفقتین۔ (جامع المسانید ج ۱ ص ۲۳۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیمم دو ضربیں تھا ایک ضرب چہرہ کے لیے اور دوسری کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے۔

۵۔ عن تافع ان ابن عمر تيمم في مزيد النعم فقال بيديه على الارض فمسح بهما وجهه ثم ضرب بهما على الارض ضربت اخرى ثم مسح بهما يديه الی المرفقتین۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے چوپایوں کے بارے میں تیمم کیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے چہرہ پر مسح کیا پھر دوسری مرتبہ دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں پر مسح کیا۔

۶۔ عن تافع قال سألت ابن عمر عن التيمم فضرب بيديه الی الارض ومسح بهما يديه ووجهه وضرب ضربت اخرى فمسح بهما ذراعیہ۔ (محدث ج ۱ ص ۱۸۸)

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے تیمم کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان ہاتھوں اور چہرہ کا مسح کیا پھر دوسری بار دونوں ہاتھوں کا مسح کیا۔

۷۔ عن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ قال التيمم ضربتان ضربت للوجه وضربة للذراعیین الی المرفقتین۔ (مسند امام زید ص ۱۸۸)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں ایک ضرب چہرہ کے لیے اور ایک کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لیے۔

۸۔ عن جابر انہ ضرب بيديه الارض ضربت فمسح بهما وجهه ثم ضرب بهما الارض ضربت اخرى فمسح بهما ذراعیہ الی المرفقتین۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت جابر سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے چہرہ کا مسح کیا پھر دوبارہ دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا مسح کیا۔

۱۲۔ عن ابراهيم في التيمم قال تضع راحتيك في
الصعيد فتمسح وجهك ثم تضعهما ثانية
فتنفضهما فتمسح يديك وزراعتك الى
المرفقين - (كتاب الآثار للامام ابی حنیفہ بروایت الامام محمد صلا)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے تیمم کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا
اپنے دونوں ہاتھ نکلتی پھر رکھ کر چہرہ کا مسح کر لو پھر دوبارہ دونوں ہاتھ رکھ
کر جھاڑو اور کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں — کا مسح کر لو۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ہوتی ہیں۔ پہلی
غرب چہرہ پر مسح کے لیے اور دوسری ضرب دونوں ہاتھوں پر مسح کے لیے نبی علیہ
الصلوة والسلام فرما رہے ہیں کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ جلیل القدر صحابہ کرام حضرت
علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابرؓ کے نزدیک بھی تیمم میں دو ضربیں
ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ، زہریؒ، طاؤسؒ، ابراہیم نخعیؒ جیسے اجلۃ تابعین کا فتویٰ
بھی یہی ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں۔ حکیم شافعی رحمہ اللہ بھی تیمم میں دو ضربوں ہی قائل ہیں رحمۃ اللہ
لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تیمم میں صرف
ایک ہی ضرب ہوتی ہے اور کسی حدیث میں دو ضربوں کا ذکر نہیں۔

پہنا نچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں:-

(عرف الجادی صلا)

”تیمم ایک ضرب بہت بر زمین“

تیمم ایک ضرب ہے زمین پر۔

نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں:-

”و در احادیث صحیحہ نیز یک ضربہ از برای وجہ و کفین دیگر نیامد“
(مردد الاہلۃ مقلد)
مجموع احادیث میں چہرہ اور ہتھیلیوں کے لیے سوائے ایک ضرب کے

۹۔ عن حبيب الشهيد انه
سمع الحسن سئل عن
التيمم فضرب بيديه
على الارض فمسح بهما
وجهاه ثم ضرب بيديه
على الارض ضربته اخرى
فمسح بهما يديه الى
المرفقين -
حضرت حبیب شہیدؒ نے فرمایا ہے
کہ آپ نے حضرت حسنؒ (بصری)
کو سنا کہ آپ سے تیمم کے بارے
میں سوال کیا گیا آپ نے اپنے دونوں
ہاتھ زمین پر مارے اور ان سے چہرہ
کا مسح کیا پھر دوبارہ دونوں ہاتھ
زمین پر مارے اور ان سے کہنیوں
سمیت دونوں ہاتھوں کا مسح کیا

(مصنف ابن ابی شیبہ صلا)

۱۰۔ عن ابن طاووس عن
ابيه انه قال التيمم
ضربتان ضربته للوجه
وضربته للذراعين الى
المرفقين -
ابن طاؤسؒ اپنے والد طاؤسؒ سے
روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تیمم
میں دو ضربیں ہوتی ہیں۔ ایک ب
چہرہ کے لیے اور ایک کہنیوں سمیت
دونوں ہاتھوں کے لیے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ صلا)

۱۱۔ عن الزهری قال
التيمم ضربتان
ضربته للوجه
وضربته للذراعين -
امام زہریؒ فرماتے کہ تیمم میں دو
ضربیں ہوتی ہیں ایک ضرب چہرہ
کے لیے اور ایک دونوں ہاتھوں
کے لیے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ صلا)

۴۔ عن انس قال ادفن الحيض مثلثة واقصاه
عشرة (دارقطنی ج ۱ ص ۲۱)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

۵۔ عن الحسن بن عثمان بن ابی العاص الثقفی قال الحائض اذا جاوزت عشرة ايام فہی بمنزلة المستحاضة تغسل وتصلی۔

(دارقطنی ج ۱ ص ۲۱)

حضرت حسنؓ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ ثقفیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا حائضہ عورت جب دس سے تجاوز کر جائے تو وہ بمنزلہ مستحاضہ عورت کے ہے غسل کر کے نماز پڑھے گی۔

۶۔ عن سفیان قال ادفن الحيض مثلث واکثره عشو۔

(دارقطنی ج ۱ ص ۲۱)

حضرت سفیانؓ فرماتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

لیکن ان احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ حیض کی اقل اکثر کوئی مدت متعین نہیں اور نہ ہی تعین مدت پر کوئی دلیل موجود ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں :-

”و در تقدیر اقل و اکثر حیض آنچه بتمسک اردو نیامده“

(بدور الہدۃ ص ۳۵)

اور کچھ نہیں آیا۔

ملاحظہ فرمائیے۔ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ تیمم میں دو ضرر ہیں۔

۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام، تابعین عظام سب کہہ رہے ہیں کہ تیمم میں دو ضرر ہیں لیکن جو مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب دو نہیں ایک ہے۔

۲۔ قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی کھلی مخالفت ہے یا موافقت ہے۔

افتل الحيض واکثره

حیض کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت

۱۔ عن ابی امامتہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قال ادفن الحيض ثلاث واکثره عشر۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط جامع الزوائد ج ۱ ص ۲۱)

حضرت ابو امامہؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ

نے فرمایا حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

۲۔ عن واشلة بن الاسقع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ادفن الحيض ثلث ايام واکثره

عشرة ايام (دارقطنی ج ۱ ص ۲۱)

حضرت واشلہ بن اسقعؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

۳۔ عن انس قال ادفن الحيض ثلث ايام

(رواہ الطبرانی ج ۱ ص ۲۱، قلت رجالہ سلم اعلاء السنن ج ۱ ص ۲۱)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن ہے۔

اور حیض کی اقل و اکثر مدت کی تعیین سے متعلق کوئی قابل تمسک دلیل نہیں آتی۔
نواب نور الحسن خاں لکھتے ہیں :-

”غیبت مدت برائے اقل و اکثر حیض و در شرع و دلیل از
برائے اقل و اکثر طہر و حیض نیامده“
(عرف الجلدی ص ۱۱۱)

اور اقل و اکثر حیض کی کوئی مدت متعین نہیں۔ اور شریعت میں اقل و اکثر
طہر و حیض کے متعلق کوئی دلیل نہیں آتی۔
نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

ولا حد لا قتل و اکثرہ“
(نزل الابواب ص ۴۵)
اقل و اکثر حیض کی کوئی حد نہیں

ایک دوسرے مقام پر نواب صاحب رقمطراز ہیں :-

”اور اس باب میں جو حدیثیں حنفیوں نے روایت کی ہیں وہ سب
موضوع اور باطل ہیں اور صحیح مذہب اہل حدیث کا ہے کہ حیض کی
کوئی مدت متعین نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک عورت کی عادت پر اس کا
اختصاص ہے۔“
(تیسیر الباری ص ۱۲۲)

ملاحظہ فرمائیے : احادیث و آثار سے تو حیض کی اقل و اکثر مدت ثابت ہو چکی
ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب حیض کی کوئی مدت متعین نہیں،
قارئین فیصلہ فرمائیے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

لا يجوز مس المصحف الا بطهارة

طہارت کے بغیر قرآن پاک کو چھونا جائز نہیں

لا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ“ ۵۶۸: ۷۹ نہیں چھوتے اسکو مگر پاک لوگ
۱۔ عن حکیم بن حزام عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لما بعثہ والمیاء الی الیمن قال لا تمس القرآن
الا و انت طاهر (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۸۵ دار قطنی ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت حکیم بن حزام سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب انہیں
یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ تم قرآن کو نہ چھو نا مگر اس حالت میں کہ
تم پاک ہو۔

۲۔ عن عبد اللہ بن عمر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال لا یمس القرآن الا طاهر۔

(رواہ الطبرانی فی البکیر والصغیر و رجالہ موثقون بمع الزوائد ج ۱ ص ۲)
حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ قرآن کو پاک آدمی کے سوا کوئی نہ چھوئے۔

۳۔ عن عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم ان فی الکتاب الذی
کتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعمر بن حزم
ان لا یمس القرآن الا طاهر (مؤطا امام مالک ص ۱۸۵)

حضرت عبد اللہ بن ابوبکر بن حزم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے جو خط عمر بن حزم کو لکھا تھا اس میں یہ بات بھی تھی کہ قرآن
کو پاک آدمی کے سوا کوئی نہ چھوئے۔

۴۔ عن انس بن مالك قال خرج عمر متقلداً السيوف فقتل
له انت لختك واخنتك قد صبا فانا هما عمر
وعندهما رجل من المهاجرين يقال له خباب
وكانوا يفترون طراً فقال اعطوني الكتاب عندكم
اقرأه وكان عمر يقرأ الكتاب فقالت له اخته
انك رجس ولا يمسه الا المطهرون فقم فاغتسل
او توضأ فقام عمر فتوضأ ثم اخذ الكتاب
فقرأ طراً (دارقطني ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ تلوار لٹکا کر نکلے آپ
سے کہا گیا کہ آپ کے تو بہنوئی اور بہن صبا لی ہو گئے ہیں۔ آپ سیٹھے
بہن بہنوئی کے پاس آئے ان کے پاس مهاجرین میں سے ایک صاحب
جنہیں خبابؓ کہا جاتا ہے موجود تھے یہ سورۃ طہ پڑھ رہے تھے۔ حضرت
عمرؓ نے کہا کہ وہ کتاب دو جو تم پڑھ رہے تھے میں بھی پڑھوں اور
کتاب پڑھنے لگے۔ آپ سے آپ کی بہن نے کہا کہ تم تو ناپاک ہو اور کتاب
اللہ کو پاک لوگ ہی چھوتے ہیں اس لیے کھڑے ہو اور غسل یا وضو
کرو حضرت عمرؓ اٹھے وضو کیا پھر کتاب لے کر سورۃ طہ پڑھی۔

۵۔ کان ابو اسلم يرسل خادماً وهو حائض الى
ابى رزين فتاتيه بالمصحف فتمسك
بملاقته۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۳)

حضرت ابو اسلمؓ اپنی خادمہ کو حالت حیض میں حضرت ابو رزینؓ کے
پاس بھیجتے تھے اور خادمہ ان کے یہاں سے قرآن مجید ڈوری سے پکڑ کر لاتی تھی۔

آیت کریمہ اور احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ قرآن مجید کو چھونے کے
لیے طہارت شرط ہے۔ طہارت (وضو یا غسل) کے بغیر قرآن کو چھونا جائز نہیں۔
اللہ تعالیٰ نے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے منع فرمایا ہے۔ صحابہ
کرام اور تابعین عظام کا اسی پر عمل ہے اور اسی پر اجماع امت بھی ہے۔
چنانچہ عبدالرحمن الشافعی لکھتے ہیں۔

”ولا يجوز لمس المصحف ولا حمله لمحدث
بالاجماع“ (رمۃ الامۃ ص ۱۵)

اور جائز نہیں ہے قرآن کا چھونا اور اٹھانا بے وضو شخص کے لیے
اجماعی طور پر۔

لیکن آیت کریمہ احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے
کہ قرآن کو چھونے کے لیے طہارت شرط نہیں ہے۔ طہارت کے بغیر بھی قرآن کو
چھو سکتے ہیں۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

”وقيل لا يشترط الطهارة لمس المصحف
وجزم به الشوكاني وغيره من اصحابنا“
(نزل الابرار ج ۱ ص ۱)

اور کہا گیا ہے کہ قرآن کو چھونے کے لیے طہارت شرط نہیں ہے اسی
پر ہمارے اصحاب میں سے شوکانی وغیرہ نے جزم کیا ہے۔
نواب نور الحسن لکھتے ہیں :-

”اگرچہ محدث رامس مصحف جائز باشد“ (عرف المجادی ص ۱۵)
اگرچہ سبے وضو شخص کے لیے قرآن کو چھونا جائز ہے۔

نے فرمایا کہ یہ رگ سے نکلنے والا خون ہے حیض نہیں ہے اس لیے جب حیض کے دن آئیں تو نماز پھوڑ دے اور جب اندازہ کے مطابق وہ ایام گزر جائیں تو خون کو دھو لے اور نماز پڑھ لے۔

۲۔ عن ابی سعید الخدری ————— قال

بينا رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي باصحابه اذ خلع ثعلبه فوضعهما عن يساره فلما رأى القوم ذلك القوا نعالهم فلما قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاته قال ما حملكم على التائلم نعالكم فقالوا رأيناك القيت ثعلبك فالتينا نعالنا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان حبريل عليه السلام اتان فاخبرني ان فيهما قدرا الحديث۔

(ابوداود ج ۱ ص ۹۵)

حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک آپ نے جوتیاں اتار کر بائیں طرف رکھ دیں صحابہ کرام نے یہ دیکھا تو انہوں نے بھی جوتیاں اتار دیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا کہ تمہیں جوتیاں اتارنے پر کس چیز نے ابھارا؟ صحابہ نے عرض کیا ہم نے آپ کو جوتیاں اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تو جبریل امین نے آکر

خبر دی تھی کہ جوتیوں میں ناپاکی (لگی ہوئی) ہے

آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے

ملاحظہ فرمائیے :- اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام تابعین عظام اللہ مجتہدین سب کہہ رہے ہیں کہ طہارت کے بغیر قرآن مجید کو پھوننا جائز نہیں ہے لیکن ان سب سے ہٹ کر غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب قرآن کو بلا طہارت بھی پھوننا جائز ہے۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے کہ یہ قرآن وحدیث کی کھلی مخالفت ہے یا موافقت؟ یاد رہے کہ غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں داود ظاہری کی تقلید کی ہے کیونکہ وہی قرآن مجید کو بلا طہارت پھوننے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

طهارة الثوب والبدن شرط لصحة الصلوة

کپڑوں کا اور بدن کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کیلئے شرط ہے

وَيَا بَكَ فَطَهِّرْ ۚ ۴۰:۴۰ - اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھئے۔

۱۔ عن عائشة انها قالت قالت فاطمة بنت

ابی حبیش لرسول الله صلى الله عليه وسلم

يا رسول الله اني لا اطهر اذ ادع الصلوة فقال

رسول الله صلى الله عليه وسلم انما ذلك

عرق وليس بالحيضة فاذا اقبلت الحيضة

فاترك الصلوة فاذا ذهب قدرها فاغسل

(بخاری ج ۱ ص ۲۲)

عنك الدم وصلي

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابوحبیش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو پاک ہی

نہیں ہوتی تو کیا میں نماز پڑھنی چھوڑ دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بدن کا پاک ہونا اور کپڑوں کا پاک ہونا ضروری ہے۔ اگر بدن پر اور کپڑوں پر مقدارِ غفو سے زیادہ نجاست لگی رہی اور اسی حالت میں نماز پڑھ لی تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔

آیت کریمہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کپڑوں کے پاک کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ صحتِ صلوٰۃ کے لیے کپڑوں کا پاک ہونا شرط ہے۔ اگر ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھی تو صحیح نہیں ہوگی۔

حدیث نمبر ۲ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تحلیلین پہن کر نماز پڑھا رہے تھے۔ جبریل امین تے آکر اطلاع دی کہ یہ ناپاک ہیں تو آپ نے وہ آثار ویں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کپڑوں وغیرہ کا پاک ہونا بھی صحتِ نماز کے لیے شرط ہے ورنہ آپ اپنی جوتیاں نہ اتارتے انہی میں نماز پڑھاتے رہتے۔ یہی یہ بات کہ آپ نے ان جوتیوں میں پڑھی ہوئی نماز کیوں نہیں لوٹائی تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ نجاست تھوڑی ہوگی جو معاف ہے ؟

حدیث نمبر ایک سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت فاطمہ بنت ابی حبیشؓ کو بدن سے خون صاف کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے بدن کا نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا بھی شرط ہے اور اس پر اجماع امت بھی ہے۔

لیکن آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ کے خلاف غیر مقلدین حضرات کا بلا تفریق یہ کہنا ہے کہ اگرچہ بدن پر نجاست لگی ہوئی ہو اور کپڑے بیشک ناپاک ہوں تاہم نماز صحیح ہو جائے گی۔ نماز کے صحیح ہونے کے لیے بدن اور کپڑوں کا پاک ہونا شرط نہیں۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں :-

”فمن صلى ملبسا لنجاسته عموما فقد

اخل بواجب وصلاته صحیحاً“ (۱)

جس شخص نے جان بوجھ کر نجاست لگے ہوئے نماز پڑھی اس نے واجب میں خلل ڈالا البتہ نماز اس کی صحیح ہے۔

نیز فرماتے ہیں :-

”وطہارت محمول و طہوس را شرط صحت نماز گردانیدن کما فی غنی عنایت“

(بدور الاحلۃ ص ۹۷)

نماز کے صحیح ہونے کے لیے اٹھائی ہوئی چیز اور پینے ہوئے کپڑوں کے پاک ہونے کو شرط قرار دینا مناسب نہیں۔

نواب نور الحسن خان لکھتے ہیں :-

”یا درجامہ ناپاک نماز گزارد نمازش صحیح است“ (عرف المجاہد ص ۲۲)

ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھی تو اس کی نماز صحیح ہے۔

ملاحظہ فرمائیے :- آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز صحیح ہونے کے لیے کپڑے اور بدن کا پاک ہونا شرط ہے۔ ناپاک کپڑوں میں اور ناپاک بدن سے نماز صحیح نہیں ہوگی۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب مارت کو شرط قرار دینا مناسب نہیں۔ ناپاک لگے ہوئے بھی نماز صحیح ہے۔

فاریں آپ خود فیصلہ فرمائیے یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

طہارة المكان شرط لصحة الصلوٰۃ

جگہ کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کی شرط ہے

وَعَرَّسَدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَهَرَا

بَيْتِي لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ، ۱۲۵:۱۲

اور ہم نے (حضرت) ابراہیم و (حضرت) اسماعیل علیہما السلام کی طرف حکم بھیجا کہ میرے گھر کو خوب پاک رکھا کرو۔ طواف و اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لیے۔

وَطَهِّرْ بَيْتِي لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ - ۲۶:۲۲

اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام و رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھنا۔

۱۔ عن ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى أن يصلى في سبعة مواطن في المزابلة والمجنزة والمقبرة وقارعة الطريق وفي الحمام ومعاطن الابل وفوق ظهري بيت الله (تمت هذه الاصل) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سات جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ کوڑے کرکٹ کی جگہ میں جانور ذبح کرنے کی جگہ میں قبرستان میں، راستہ چلنے کی جگہ میں، حمام میں، اونٹوں کے بارے میں اور بیت اللہ کی چھت پر۔

۲۔ عن انس بن مالك قال بيئنا نحن في المسجد مع رسول الله صلى الله عليه وسلم اذ حياء اعراب فقام يقول في المسجد فقال اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم من قال قال

رسول الله صلى الله عليه وسلم لا ترموه دعوه فتركوه حتى بال ثم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم دعاه فقال له ان هذه المساجد لا تصلح لشي من هذا البول ولا الفتن انما هي لذكر الله والصلوة وقراءة القرآن او كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فامر رجال من القوم فجاء بدلو من ماء فغسلته عليه، (مسلم ج ۱ ص ۱۳۸) حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنے لگا صحابہ کرام اسے ڈانٹتے ہوئے کھنکھارنے لگے رک جا رک جا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا پیشاب نہ روکو۔ جانے دو چنانچہ صحابہ کرام نے اسے چھوڑ دیا حتیٰ کہ اس نے پیشاب کر لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا کہ یہ مسجد میں پیشاب پاخانہ کے لیے نہیں ہوتی، یہ تو اللہ کے ذکر، نماز اور قرآن کی تلاوت کے لیے ہیں، یا ایسا ہی کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے ایک شخص کو حکم دیا وہ پانی کا ایک ڈول بھر کر لے آیا اور پیشاب کی جگہ بہا دیا۔

ایات کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ صحت صلاۃ کے لیے جگہ کا پاک ہونا بھی شرط ہے اگر کسی نے ناپاک جگہ پر نماز پڑھی تو اس کی نماز

صحیح نہیں ہوگی۔

لیکن آیاتِ کریمہ اور احادیثِ مبارکہ کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں :-

”و طہارت مکان نماز واجب ست شرط صحت نماز نیست“

بدور الاہلۃ ص ۱۱۱

نماز کی جگہ کا پاک ہونا واجب ہے نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط نہیں ہے۔

نواب نور الحسن خاں لکھتے ہیں :-

”و طہارت مکان نماز واجب ست نہ شرط صحت نماز (عرف لجاد ص ۱۱۱)“

نماز کی جگہ کا پاک ہونا واجب ہے نہ کہ نماز کے صحیح ہونے کی شرط۔

ملاحظہ فرمائیے :- آیاتِ کریمہ احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز کے

لیے جگہ کا پاک ہونا بھی ضروری ہے جس کا مطلب یہی ہے کہ اگر جگہ پاک نہ ہوئی تو

نماز صحیح نہیں ہوگی لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب نماز کے صحیح ہونے کے

لیے جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ناپاک جگہ پر بھی نماز پڑھ لی تو

نماز صحیح ہو جائے گی۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

ستر العورة شرط لصحة الصلوة

ستر کا ڈھانپنا نماز کے صحیح ہونے کیلئے شرط ہے

يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ مَّحَمَّدٌ كَلِّمَ مَسْجِدٍ (۳۱:۴)

اے بنی آدم تم اپنی آرائش لے لو ہر نماز کے وقت

۱۔ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقبل صلوۃ الحائض الا بخمار

(ترمذی ج ۱ ص ۸۸ ابوداؤد ص ۹۲)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ان عورت کی نماز اور ٹھہنی کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔

۲۔ عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ رفعہ

لا یقبل اللہ من امرأۃ صلوۃ حتی توارى

زیختھا ولا جاریۃ بلغت المحیض حتی تختبر

(افرج الطبرانی فی الاوسط ج ۱ ص ۱۲۲)

حضرت عبد اللہ بن ابی قتادہ اپنے والد سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں

کہ اللہ تعالیٰ عورت کی نماز اس وقت تک قبول نہیں فرماتے جب تک کہ

وہ اپنی زینیت نہ چھپالے اور نہ کسی ایسی لڑکی کی نماز قبول فرماتے ہیں

جو کہ بالغ ہو گئی ہو چٹی کہ وہ اوڑھنی اوڑھ لے۔

آیتِ کریمہ اور احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے

ستر ڈھانپنا بھی شرط ہے۔ اگر دوران نماز بلا عذر ستر کھلا رہا تو نماز نہیں ہوگی اسی

پر اجماع امت بھی ہے۔

لیکن آیتِ کریمہ احادیثِ مبارکہ اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین

کا کہنا ہے کہ بلا ستر ڈھانپنے نماز کے صحیح نہ ہونے کو ہم نہیں مانتے ستر کھلا ہونے

کے باوجود نماز ہو جاتی ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں :-

”واما آنکہ نماز زن اگر چہ تنہا یا بازمان یا باشوہر یا دیگر محارم باشد

بے ستر تمام عورت صحیح نیست پس غیر مسلم ست۔ (بہار الامت ص ۳۹)
 رہی یہ بات کہ عورت کی نماز اگرچہ وہ تہا ہو یا دوسری عورتوں کے
 ساتھ ہو یا شوہر یا دوسرے محرموں کے ساتھ ہو تو پورے ستر کے
 ڈھانپے بغیر نماز نہیں ہوتی تو یہ بات ہمیں تسلیم نہیں۔
 نواب نور الحسن خاں لکھتے ہیں :-

”وازیجا وریا فستر باشی کہ ہر کہ چیزی از عورتش در نماز نمایاں
 شد یا در جامہ ناپاک نماز گزار و نمازش صحیح ست۔“ (عرف الجاہد ص ۱۱۱)
 یہیں سے تجھے معلوم ہوگا کہ نمازی کے ستر کا جو حصہ بھی نماز میں کھل
 جائے یا وہ ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھ لے تو اس کی نماز صحیح ہے۔

ملاحظہ فرمائیے : قرآن و حدیث اور اجماع اُمت سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ
 نماز پڑھنے والے کے لیے ستر ڈھانپنا ضروری ہے۔ اگر بلا عذر ستر کھلا رہا تو نماز نہیں
 ہوگی لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب ہم نہیں مانتے کہ بلا ستر نماز نہیں
 ہوتی۔ ستر ڈھانپنے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

فضیلة الاسفار بالفجر

فجر کی نماز خوب روشنی میں پڑھنا افضل ہے

عن عبد الله بن مسعود قال ما رأيت النبي صلى
 الله عليه وسلم صلى صلاة لعن ميقاتها
 الا صلاتين تجمع بين المغرب والعشاء (بجمع)
 وصلى الفجر قبل ميقاتها۔ (بخاری ص ۲۸۸)

حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کوئی نماز بھی بے وقت پڑھی ہو سوائے
 دو نمازوں یعنی مغرب اور عشاء کے کہ ان کو آپ نے (مزدلفہ) میں اکٹھا
 پڑھا اور فجر کو وقت سے پہلے

۲۔ عن رافع بن خديج قال سمعت
 رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اسفروا
 بالفجر فانه اعظم الاجر۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۱۱)
 حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ فجر کو خوب روشنی میں پڑھو کیونکہ اس
 میں بہت بڑا ثواب ہے۔

۳۔ عن محمود بن لبید عن رجال من قومه من
 الانصار ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
 قال ما اسفرتهم بالصبح فانه اعظم الاجر
 (نسائی ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت محمود بن لبید نے اپنی قوم کے کئی انصاریوں سے روایت
 کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنا روشن کرو گے
 تم فجر کو اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔

۴۔ عن بيان قال قلت لانس حدثني بوقت رسول
 الله صلى الله عليه وسلم في الصلاة قال كان
 يصلي الظهر عند دلوك الشمس و يصلي العصر
 بين صلاتيكم الاولى والعصر وكان يصلي المغرب

۸۔ عن علی بن ربیعہ قال سمعت علیاً رضی اللہ عنہ یقول لمؤذنہ اسفر اسفر یعنی بصلوۃ الصبح۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۱ ص ۵۶۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۱، طحاوی ج ۱ ص ۳۳۴)

حضرت علی بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سنا آپ اپنے مؤذن سے کہہ رہے تھے کہ خوب جالا کر خوب جالا کر مراد یہ تھی کہ صبح کی نماز اُجالے میں پڑھو۔

۹۔ عن جبیر بن نفیر قال صلی بنا معاویۃ الصبح بغلس فقال ابو الدرداء اسفروا بهذه الصلوۃ فانہ افتر لکم انما تريدون ان تخلوا بحوائجکم۔ (طحاوی ج ۱ ص ۳۶۴)

حضرت جبیر بن نفیر فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھائی۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس نماز کو خوب اُجالے میں پڑھو۔ کیونکہ یہ تمہارے لیے زیادہ سمجھداری کی بات ہے تم چاہتے ہو کہ اپنے کام کاج کے لیے فارغ ہو جاؤ۔

۱۰۔ عن مجاہد قال كنت افود مولای فتیس بن السائب فيقول اد لکت الشمس فاذا قلت نعم صلی الظهر و یقول هکنا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل و کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی العصر و الشمس بیضاء و کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی المغرب و الصائم

یتمازی ان یفطر و کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الفجر حتی یتفتشی النور السماء (رواہ الطبرانی فی الکبیر، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۰۵)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے آقا قیس بن سائب کا ہاتھ پکڑ کر لے جاتا تھا۔ آپ فرماتے سورج ڈھل گیا۔ میں کہتا ہاں تو آپ ظہر کی نماز پڑھتے اور فرماتے کہ ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام عصر کی نماز ادا فرماتے تھے اس حال میں کہ سورج بالکل سفید ہوتا اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام مغرب کی نماز ادا فرماتے تھے اس حال میں کہ روزہ دار روزہ افطار کرنے کے متعلق شک میں ہوتا کہ ابھی افطار کرے یا نہ کرے۔

اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام فجر کی نماز ادا فرماتے تھے یہاں تک کہ روشنی آسمان پر چھا جاتی۔

۱۱۔ عن ابراہیم قال ما اجمع اصحاب محمد علی شیء ما اجمعوا علی التنبؤ بالفجر۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۲، طحاوی ج ۱ ص ۳۳۴)

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کا کسی چیز پر اتنا اتفاق رائے نہیں ہے جتنا اتفاق نماز فجر کے روشنی میں پڑھنے پر ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ فجر کی نماز اسفار (خارجے) میں پڑھنا افضل ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا معمول فجر کی نماز کے اسفار ہی میں پڑھنے کا تھا اور آپ نے فجر کی نماز اسفار ہی میں پڑھنے کی تاکید بھی فرمائی ہے اور فجر کی نماز اسفار میں پڑھنے کو بڑے اجر کا باعث بھی بتلایا ہے۔

آپ نے ایک دفعہ حج کے موقع پر مزدلفہ میں غلَس (اندھیرے) میں نماز پڑھی تو اسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عام معمول کے وقت سے پہلے نماز پڑھنا ذکر فرمایا، اگر آپ کا معمول غلَس میں نماز پڑھنے کا ہوتا تو کبھی بھی حضرت عبداللہ بن مسعود آپ کے مزدلفہ میں غلَس میں نماز پڑھنے کو عام معمول کے وقت سے پہلے نماز پڑھنا نہ نقل فرماتے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوہریرہؓ اور ان کے علاوہ عام صحابہ کرام کا معمول بھی فجر کی نماز اسفار ہی میں پڑھنے کا تھا چنانچہ جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعیؒ کا یہ فرمانا کہ صحابہ کرام جس قدر فجر کی نماز کے خوب روشن کر کے پڑھنے پر متفق تھے اتنا کسی اور پر نہیں تھا اس پر شاہد ہے

لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل، آپ کے تاکید حکم اور عام صحابہ کرام کے معمول کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ فجر کی نماز غلَس (اندھیرے) میں پڑھنا افضل ہے۔

چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

”فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے۔“ (دستور المتقی ص ۵۸)

غیر مقلدین کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

”وہ شخص رسول اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین ہمیشہ غلَس (اندھیرے) میں فجر کی نماز پڑھتے رہے۔“ (فتاویٰ علماء حدیث ج ۲ ص ۵۵)

ملاحظہ فرمائیے :- احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام فجر کی نماز اجاڑے میں پڑھتے تھے اور صحابہ کرام کو بھی یہی حکم دیا تھا کہ فجر کی نماز اسفار میں پڑھو کیونکہ یہ بڑے اجر کا باعث ہے اور صحابہ کرام

آپ کے کہنے کے مطابق ہی عمل بھی کرتے تھے لہذا فجر کی نماز اسفار ہی میں پڑھنا افضل ہونا چاہیے لیکن غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نہیں صاحب فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا ہی افضل ہے۔

قارئین ذرا سوچیے کیا اللہ کے نبی اور صحابہ کے عمل کے خلاف کسی عمل میں افضلیت ہو سکتی ہے ؟

کیا یہ بات مانی جاسکتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین ہمیشہ غلَس میں نماز پڑھتے رہے ؟ کیونکہ اگر یہ بات مان لی جائے تو اس کا مطلب تو نعوذ باللہ یہ ہوگا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و عمل میں مطابقت نہیں۔ دوسروں کو حکم تو دیں کہ اجاڑے میں نماز پڑھو اور خود اندھیرے میں پڑھیں العیاذ باللہ، غیر مقلدین کو اس کی کیا پروا ہے انہیں تو اپنا خود ساختہ مسلک عزیز ہے چاہے جو ہوتا ہے سو ہوتا رہے۔ قارئین کرام آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

تأخیر الظہر فی الصیف وتعجلہا فی الشتاء

ظہر کی نماز گرمیوں میں تاخیر سے اور سردیوں میں جلد ہی پڑھنی چاہیے

۱۔ عن انس بن مالک قال کان رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم اذا کان الحرّ ابرد بالصلوٰۃ

واذا کان البارد اعجل (ترمذی علیہ ص ۵۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ظہر کی نماز گرمی میں ٹھنڈے وقت میں پڑھتے تھے اور

سردی میں جلدی پڑھ لیتے تھے۔

۲۔ عن ابن سعید قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابردوا بالظهر فان شدة الحر من فيح جهنم۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت ابو سعید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے بھاپ دکنی وجہ سے ہوتی ہے۔

۳۔ عن ابن ذر الغفاری قال کنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر فآراد المؤذن ان يؤذن للظهر فقال النبي صلى الله عليه وسلم ابرد ثم اراد ان يؤذن فقال له ابرد حتى رأينا فيئ التلول فقال النبي صلى الله عليه وسلم ان شدة الحر من فيح جهنم فاذا اشتد الحر فابدوا بالصلوة۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۷، مسلم ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مؤذن نے ظہر کی آذان دینے کا ارادہ کیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ٹھنڈا کر۔ مؤذن نے دوبارہ آذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس سے پھر فرمایا ٹھنڈا کر حتیٰ کہ ہمیں ٹیلوں کا سایہ نظر آتے لگا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ سے ہوتی ہے لہذا جب

گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو۔

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ ظہر کی نماز گرمیوں میں تاخیر سے پڑھنی چاہیے اور سردیوں میں جلدی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی معمول ہے اور اسی کا آپ نے حکم دیا ہے۔

لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس معمول اور حکم کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز ہر حالت میں (گرمی سردی کے فرق کے بغیر) اول وقت میں پڑھنی افضل ہے چنانچہ۔

ثم قال ثم تسمى صاحب لکھتے ہیں :-

”نماز ہر حالت میں اول وقت پڑھنی افضل ہے“

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۵۳)

ملاحظہ فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول ہے کہ آپ ظہر کی نماز سردیوں میں جلدی اور گرمیوں میں تاخیر سے پڑھتے ہیں۔ یہی آپ نے دوسروں کو حکم بھی دیا ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب نماز اول وقت میں پڑھنی افضل ہے۔ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معمول اور آپ کے حکم کے خلاف پڑھنی جائز ہے والی کسی نماز میں افضلیت ہو سکتی ہے ؟۔

تو ہمیں فیصلہ فرمائیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معمول اور آپ کے حکم کے خلاف کوئی عمل اپنانا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

کراہۃ الصلوۃ فی الاوقات الثلاث تین اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے

۱- عن عقبہ بن عامر لجهنی یقول ثلاث
ساعات کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ینہانا ان نصلی فیہن او ان نقتیر فیہن
موتانا حین تطلع الشمس بازغتر حتی ترتفع
وحین یقوم فتائم الظہیرۃ حتی تمیل
الشمس و حین تضيف الشمس للغروب
حتى تغرب۔ (مسلم جلد اول ص ۲۷۷)

حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں منع فرماتے تھے تین اوقات میں نماز پڑھنے سے بھی اگر مردوں کو فتنانے سے بھی۔ ایک تو جب سورج طلوع ہو رہا ہو یہاں تک کہ بلند ہو جائے۔ دوسرے جس وقت کہ ٹھیک دوپہر ہو جب تک زوال نہ ہو جائے۔ تیسرے جس وقت سورج ڈوبنے لگے جب تک کہ پورا ڈوب نہ جائے۔

مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ تین اوقات ایسے ہیں جن میں کوئی بھی نماز جائز نہیں نہ فرض نہ واجب، نہ سنت نہ نفل۔ (۱) طلوع آفتاب (۲) زوال آفتاب (۳) غروب آفتاب۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور کسی نماز اور کسی دن کو اس ممانعت سے غافل

نہیں کیا۔

لیکن اس صحیح و صحیح فروع حدیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تحیۃ المسجد ان تینوں اوقات میں اور مطلق نوافل جمعہ کے دن زوال کے وقت پڑھنے جائز ہیں۔ چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

”ومنها تحیۃ المسجد..... وہی مشروعة فی جمیع الاوقات حتی فی الاوقات المنہی عن الصلوۃ فیہا“ الخ

(نزل الابرار ج ۱ ص ۱۲۷)

انہیں میں سے تحیۃ المسجد بھی ہے اور یہ تمام اوقات میں جائز ہے حتیٰ کہ تین اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اُن میں بھی، ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:-

”مگر زوال کے وقت جمعہ کے روز نفل وغیرہ پڑھتی جائز ہے۔“

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۲۲)

ملاحظہ فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام تو فرما رہے ہیں کہ تین اوقات میں کوئی کسی بھی نماز نہ پڑھنا۔ ان اوقات میں نماز جائز نہیں لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب نوافل پڑھ لینے چاہئیں وہ جائز ہیں۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ایک چیز کو منع کر دینے کے بعد اس کے کرنے کا فتویٰ دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

عدم جواز الجمع بین الصلوتین بغیر عذر

بلا عذر دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا جائز نہیں

حَفِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ ۖ ۲ : ۱۳۸
محافظت کرو سب نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی۔

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا ۖ ۴ : ۱۳۸
بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقررہ وقتوں میں۔

فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۖ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۖ ۴ : ۱۰۴
پھر فریال ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔

۱۔ عن عبد الله قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم
يصلی الصلوة لوقتها الا بجمع وعرفات۔

(نائی ج ۲ ص ۳۱)

۲۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز وقت پر پڑھتے تھے سوائے مزدلفہ اور عرفات کے
عن عبد الله قال ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى صلاة الا لميقاتها الا
صلا تين صلاة المغرب والعشاء بجمع وصلى
الفجر يومئذ قبل ميقاتها۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۱)
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دیکھا نماز وقتوں پر پڑھتے دیکھا سوائے
دو نمازوں یعنی مغرب و عشاء کے مزدلفہ میں اس دن آپ نے
فجر کی نماز وقت (معتاد) سے پہلے پڑھی۔

۳۔ عن عثمان بن عبد الله بن موهب قال سئل
ابو هريرة رضي الله عنه ما التفريط في الصلوة
قال ان تؤخر حتى يجيئ وقت الاخرى۔
(طحاوی ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ نماز میں تفريط (قصور)
کا کیا مطلب ہے، آپ نے فرمایا کہ نماز کو اس قدر تاخیر سے پڑھے
کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

۴۔ عن ابي قتادة (في حديث طويل) ان رسول الله صلى
الله عليه وسلم قال اما انت، ليس في النوم تفريط
انما التفريط على من لم يصل الصلوة حتى يجيئ
وقت الصلوة الاخرى، الحديث۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۱)
حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تاخیر وارغیند میں کوئی تفريط نہیں ہے، تفريط
اس شخص کی طرف سے ہے جو نماز نہ پڑھے، حتیٰ کہ دوسری نماز
کا وقت آجائے۔

۵۔ عن ابي ذر قال قال لي رسول الله صلى الله عليه
وسلم كيف انت اذا كانت امراء يؤخرون
الصلوة عن وقتها او يميئون الصلوة عن وقتها

فقال قلت فما تأمرني قال صل الصلوة لوقتها
فان ادركتها معهم فصل فانها لك نافلة۔

(مسلم ج ۱ ص ۳۳۷)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مجھ سے کہا کہ (اے ابو ذر) تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جبکہ تمہارے
حکمران ایسے ہوں گے جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر کے یا نماز
کو مار کے پڑھیں گے۔ حضرت ابو ذر فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ
پھر میرے لیے آپ کا کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا تم نماز کو اس کے
وقت پر پڑھ لینا، پھر اگر ان کے ساتھ بھی نماز مل جائے تو پھر پڑھ
لینا کہ وہ تمہارے لیے نفل ہو جائیں گے۔

۶۔ عن طاؤس عن ابن عباس قال لا يقوت صلوة

حتى يجيئ وقت الاخرى، (طحاوی ج ۱ ص ۳۳۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز اس
وقت (قضا) ہوتی ہے جب دوسری نماز کا وقت آجائے۔

۷۔ عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم

قال من جمع بين الصلوتين من غير عذر

فقد اتى بابا من الكبائر۔ (ترمذی ج ۱ ص ۳۳۷، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۴۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا جس نے بغیر کسی عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا کر کے
پڑھا وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازے میں

داخل ہوا۔

۸۔ قال محمد بن بلعنا عن عمر بن الخطاب انه
كتب في الآفاق ينهاهم ان يجمعوا بين الصلوتين
ويخبرهم ان الجمع بين الصلوتين في وقت
واحد كبيرة من الكبائر۔ (نوٹا امام محمد ص ۱۹۹)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت عمر بن خطابؓ کے متعلق یہ
روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے تمام اطراف میں یہ لکھ بھیجا تھا کہ
لوگ دو نمازیں اکٹھی کر کے نہ پڑھیں اور انہیں اطلاع دی تھی کہ ایک
وقت میں اکٹھی دو نمازیں پڑھنا گناہ کبیرہ ہے۔

۹۔ عن ابی موسیٰ انه قال الجمع بين الصلوتين

من غير عذر من الكبائر۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۵۹)

حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ بغیر عذر کے دو نمازوں
کو اکٹھے پڑھنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

۱۰۔ عن ابی قتادة العدوي ان عمر كتب الى عامل

له، ثلاث من الكبائر الجمع بين الصلوتين الا

من عذر والفرار من الزحف، والنهي۔

(بیہقی ج ۳ ص ۱۹۹، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۳۷)

حضرت ابو قتادہ عدویؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ایک
عامل کو لکھا کہ تین چیزیں کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔ بغیر عذر کے دو
نمازوں کو اکٹھا پڑھنا، لڑائی سے بھاگنا اور لوٹنا۔

۱۱۔ عن قتادة عن ابی العالیة ان عمر كتب الى

ابی موسیٰ، واعلم ان جمعاً بين الصلوتين

من الكبائر الا من عذر۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۵۲)
حضرت ابو العالیس الریاحیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت
ابو موسیٰ اشعریؒ کو لکھا کہ جان لیجئے کہ بغیر عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنا
کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

۱۲۔ عن ابی بن عبد اللہ قال جاءنا کتاب عمر بن
عبد العزیز لا تجمعوا بین الصلوتین الا من عذر،
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۸)
حضرت ابی بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا
خط پہنچا (جس میں یہ تھا) کہ دو نمازوں کو بغیر عذر کے اکٹھے نہ پڑھو۔

آیات کریمہ اور احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ حج کے موقع پر مزدلفہ
اور عرفات کے علاوہ بغیر کسی عذر شرعی کے دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا جائز نہیں
کیونکہ آیات کریمہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ نمازوں کے اوقات مقرر ہیں، انکی محافظت
واجب ہے اور ان کی خلاف ورزی باعث عذاب ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
خود ہمیشہ نماز اپنے وقت پر پڑھا کرتے تھے اور صحابہ کرام کو بھی اسی کی تاکید فرماتے
تھے، آپ نے بغیر کسی عذر شرعی کے دو نمازوں کے اکٹھا کر کے پڑھنے کو گناہ کبیرہ
قرار دیا۔ یہی صحابہ کرام کا موقف تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنی مملکت کے اطراف
وکناف میں لکھ بھیجا تھا کہ دو نمازوں کو اکٹھا کر کے نہ پڑھا جائے، دو نمازوں کو
اکٹھا کر کے پڑھنا گناہ کبیرہ ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؒ اور حضرت عمر بن
عبد العزیزؒ کا کہنا بھی یہی تھا کہ دو نمازوں کو بغیر کسی عذر شرعی کے اکٹھا کر کے پڑھنا
گناہ کبیرہ ہے۔

لیکن آیات کریمہ اور احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ

جمع بین الصلوتین، دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھنا، حقیقتاً جمع کر کے پڑھا جائے
یا صورتاً جمع کر کے پڑھا جائے۔ بہر دو صورت جائز ہے چاہے کوئی عذر ہو یا نہ ہو
عذر بھی عام ہے، دینی ہو یا دنیاوی۔
چنانچہ خواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

”ویجوز الجمع بین صلوتی الظہر والعصر
وکذا بین المغرب والعشاء جمع تقدیم او
تاخیر بسفر او عذر او مرض او حاجة من
حوالیج الدنیا والآخرة“ (نزل الابراج ص ۵۷)

ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازوں کو اکٹھے کر کے پڑھنا جائز ہے
خواہ جمع تقدیم ہو یا تاخیر سفر میں، یا عذر کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ
سے، یا دینی و دنیوی کاموں میں کسی کام کی وجہ سے۔
مزید لکھتے ہیں۔

”الجمع بین الصلوتین من غیر عذر ولا سفر ولا
مطر جائز عند اهل الحديث، والتفريق افضل
واشترط بعضهم ان لا یتخذوه عادة ورواه
الامامیة فی کتبهم عن العترة الطاهرة“

(ہدیۃ المہدی ج ۱ ص ۱۹)

اہل حدیث کے نزدیک بغیر کسی عذر بغیر کسی سفر اور بغیر بارش کے
بھی دو نمازوں کو اکٹھے پڑھنا جائز ہے، تفریق افضل ہے، بعضوں نے
یہ شرط لگائی ہے کہ لوگ اسے عادت نہ بنالیں اور جمع بین الصلوتین
کو امامیہ نے اپنی کتابوں میں آل پاک سے روایت کیا ہے۔

فٹ بال کھیلنے کیلئے جمع بین الصلوٰتین

قارئین کرام غیر مقلدین کے یہاں جمع بین الصلوٰتین کے لیے کسی عذر کی ضرورت تو دور رہی کھیل کود اور دنیاوی نوکری کی وجہ سے بھی جمع بین الصلوٰتین جائز ہے ذیل میں ثناء اللہ امرتسری صاحب کے دو فتوے ذکر کیے جاتے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔
سوال : — فی زمانہ کثرت سے رواج ہے کہ مسلم حصول انعام کے لیے مثلاً آپ شلڈ فٹ بال کھیل کرتے ہیں اور کھیلنے کے باعث عصر و مغرب کی نماز ترک کر دیتے ہیں، پر قضا نماز پڑھ لیتے ہیں کیا یہ جائز ہے۔

(محمد مصطفیٰ)

جواب :- نماز قضا کر کے پڑھنا بلا وجہ اچھا نہیں ہے کھیلنے والوں کو چاہیئے کہ پہلے افسروں سے تصنیف کر لیں، کہ نماز کے وقت کھیل کود کو چھوڑ دیں گے وہ اگر نہ مانیں تو ظہر کے ساتھ عصر ملا لیں، یا عصر کے ساتھ ظہر ملا کر جمع پڑھ لیں۔
(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۶۳۱)

نوکری کے لیے جمع بین الصلوٰتین

سوال :- مجھے نوکری کے باعث ظہر کے وقت ہمیشہ کی فرصت رہتی ہے اور عصر میں فرصت نہیں ملتی۔ کیا ظہر کے ساتھ عصر ملا کر پڑھنے کی اجازت ہے

(محمد عبد الحفیظ)

جواب :- واقعی اگر وقت عصر نہیں ملتا تب ظہر کے ساتھ عصر جمع کر لیا کریں۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۶۳۱)

ملاحظہ فرمائیے :- یہ غیر مقلدین کا قرآن و حدیث پر عمل، قرآن کہہ نا

ہے کہ ہر نماز کا ایک وقت مقرر ہے، نماز کی محافظت ضروری ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر نماز اپنے وقت پر پڑھتے تھے، اسی کی صحابہ کرام کو تاکید فرماتے تھے۔ اور بلا عذر دو نمازوں کے اکٹھا پڑھنے کو آپ گناہ کبیرہ قرار دے رہے ہیں، اسی پر صحابہ کرام کا عمل ہے۔

لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب، جمع بین الصلوٰتین بالکل جائز ہے۔ عذر وغیرہ کی قید کی بھی ضرورت نہیں۔ عذر ہو یا نہ ہو، حتیٰ کہ اگر کھیل کود اور دنیاوی نوکری کی مصروفیت ہو تب بھی جائز ہے۔
قارئین کرام فیصلہ فرمائیے کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

تثنیۃ الاقامة

اقامت کے کلمات دو دفعہ کہے جائیں،

۱۔ من عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ قال حدثنا اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ان عبد الله بن زيد الانصاري جاء الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله رأيت في المنام كأن رجلا قدام و عليه بردان اخضران على جذمة حائط فاذا ن مشى واقام مشى وقعد قعدة قال فسمع ذلك يذل فقام فاذا ن مشى واقام مشى وقعد قعدة،
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۶۳۱)

حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ

اللہ غیرک پڑھتے۔

۶۔ عن عبد الجبار بن واسئل عن ابيه انه ابصر النبي صلى الله عليه وسلم حين قام الى الصلوة رفع يديه حتى كانت يديه الى منكبيه وحاذى بايها صير اذنيه شم كبر، (ابوداود ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھائے اور انگوٹھے کانوں کے برابر کئے پھر اللہ اکبر کہا۔

۷۔ عن عبد الجبار بن واسئل عن ابيه انه رأى النبي صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوة رفع يديه حتى تكا: ابهاماه تحاذى شحمة اذنيه،

(نہائی ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی تو آپ نے دونوں ہاتھ اس قدر اٹھائے کہ دونوں انگوٹھے کانوں کی نوک کے برابر ہو گئے۔

۸۔ عن واسئل بن حجر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا واسئل بن حجر اذا صليت فاجعل يديك حذاء اذنيك والمرأة تجعل يديها حذاء ثدييها،

(معجم طبرانی کبیر ج ۲۲ ص ۱۸)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے وائل بن حجر جب تم نماز پڑھتے ہو تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ، اور عورت اپنے دونوں ہاتھ پستانوں تک اٹھائے۔

۹۔ عن واسئل بن حجر اني رأيت النبي صلى الله عليه وسلم رفع يديه حين دخل في الصلوة كَبَّرَ وَصَفَ هَمَامٌ جِئَالَ اذنيه، الحديث، (مسلم ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ نے نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہا، (حدیث کے راوی ہمام کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھائے تو کانوں تک اٹھائے۔)

۱۰۔ عن مالك بن الحويرث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا كَبَّرَ رفع يديه حتى يحاذى بهما اذنيه وفي رواية عنه حتى يحاذى بهما فروع اذنيه، (مسلم ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے انہی سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کانوں کے اوپر کے حصے تک ہاتھ اٹھاتے۔

مذکورہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ مردوں کے لیے تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا مسنون ہے کیونکہ اول تو حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا عام معمول مبارک یہی تھا۔ دوسرے آپ نے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانے کا حکم بھی دیا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۸ سے واضح ہے۔ تیسرے اس طرح کانوں تک ہاتھ اٹھانے سے اس باب میں وارد تمام احادیث پر عمل ہو جاتا ہے، چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں :-

”وذكر الطيبي ان الشافعي حين دخل مصر سئل عن كيفية رفع اليدين عند التكبير فمتاله برفع المصلي يديه بحيث يكون كفاه حذاء منكبيه وابهاماه حذاء شحمتي اذنيه واطراف اصابعه حذاء فروع اذنيه لانه جاء في رواية يرفع اليدين الى المنكبين وفي رواية الى الاذنين وفي رواية الى فروع الاذنين فعمل الشافعي بما ذكرنا في رفع اليدين جمعاً بين الروايات الثلاث“

(مرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۲۵۴)

علامہ طیبیؒ نے ذکر کیا ہے کہ جس وقت امام شافعیؒ مصر تشریف لائے تو آپ سے سوال ہوا کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کیسے اٹھائے جائیں؟ آپ نے فرمایا کہ نمازی اپنے دونوں ہاتھ اس طرح سے اٹھائے کہ اس کی دونوں ہتھیلیاں تو کندھوں کے برابر ہو جائیں اور انگوٹھے کانوں کی نوک کے برابر ہو جائیں اور انگلیوں کے پوروے کانوں کے اوپر کے حصے کے برابر ہو جائیں۔ کیونکہ ایک روایت میں کندھوں تک اٹھانے کا ذکر ہے، دوسری میں کانوں تک اور تیسری میں کانوں کے اوپر کے حصے تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے۔ پس امام شافعیؒ نے تینوں روایات پر عمل کرنے کے لیے تکبیر تحریمہ کہتے وقت

رفع یدین میں ہمارے مذکورہ طریقہ کے مطابق عمل کیا۔

لیکن مذکورہ تمام احادیث کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ ہاتھ کندھوں تک اٹھانے چاہئیں۔

چنانچہ خالد گر جاکھی صاحب لکھتے ہیں :-
”اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائیے“

(صلاة النبى ص ۱۵۲)

امام خان نوشہروی لکھتے ہیں :-

”تکبیر کے وقت دونوں ہاتھ کندھوں تک یا ذرا اور اوپر اٹھانا“
(المحدث کے دس مسئلے ص ۱۸)

ملاحظہ فرمائیے : احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ تکبیر تحریمہ کہتے وقت وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانے چاہئیں۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ کندھوں تک اٹھانے چاہئیں۔ اور عملاً وہ کندھوں تک ہی اٹھاتے ہیں۔ قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

السنة في الصلوة وضع اليدين تحت السرة
نمازیں دونوں ہاتھ ، ناف کے نیچے باندھنا مستحب

۱۔ ابن خبیر نا حجاج بن حسان قتال سمعت ابا مجلز او سألته قتال قلت كيف يضع قال يضع باطن كف يمينه على ظاهر كف شماله ويجعلهما اسفل من السرة
(مصنف ابن أبي شيبة ج ۱ ص ۳۹۱)

حجاج بن حسان فرماتے ہیں کہ میں نے ابو مجلز سے سنا، یا ان سے

پوچھا کہ نمازیں ہاتھ کیوں کر باندھے جائیں؟ انہوں نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ کی پتیلی کے اندر کے حصہ کو بائیں ہاتھ کی پتیلی کے اوپر کے حصہ پر رکھے اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے۔

۲۔ عن ابراہیم قال يضع يمينه على شماله في الصلوة تحت السرة، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۱)
حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ نمازی نمازیں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

۳۔ عن ابراہیم النخعي انه كان يضع يده اليمنى على يده اليسرى تحت السرة۔ (كتاب الامام ابو حنيفة في الصلاة)
حضرت امام نخعی سے مروی ہے کہ وہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

۴۔ عن علمتمة بن واسل بن حجر عن ابيه قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم وضع يمينه على شماله في الصلوة تحت السرة

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۱)

حضرت علقمہ بن وائل اپنے والد وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

۵۔ عن ابی جحيفة ان عليا قال من السنة وضع الكف على الكف في الصلوة تحت السرة،

(ابوداؤد سنن ابن الاعراب ص ۲۸، بہقی ج ۲ ص ۳۱)

حضرت ابو جحیفہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز میں پتیلی پر پتیلی ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔

۶۔ عن ابی واسل قال قال ابو هريرة رضي الله عنه اخذ الاكف على الاكف في الصلوة تحت السرة۔

(ابوداؤد سنن ابن الاعراب ص ۲۸، بہقی ج ۲ ص ۳۱)

حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز میں پتیلیوں کو پتیلیوں پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

۷۔ عن علي قال ثلث من احلقت الانبياء تعجيل الافطار وتأخير السجود ووضع الاكف تحت السرة في الصلوة، (منتخب كنز العمال ج ۷ ص ۲۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق میں سے ہیں۔ (۱) افطار جلدی کرنا۔ (۲) سحری دیر سے کھانا۔ (۳) پتیلی کو پتیلی پر ناف کے نیچے رکھنا۔

۸۔ عن انس قال ثلث من اخلاق النبوة تعجيل الافطار وتأخير السجود ووضع اليد اليمنى على اليسرى في الصلوة تحت السرة۔

(ابن ابی حزم ج ۳ ص ۳۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں۔ (۱) افطار جلدی کرنا۔ (۲) سحری دیر سے کھانا۔ (۳) اور دونوں ہاتھ دایاں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

۹۔ ذكر الاثر: قال حدثنا ابو الوليد الطيالسي قال حدثنا حماد بن سلمة عن عاصم الجحدري عن عقيب بن صهيبان سمع عليا يقول في قول الله عز وجل "فصل لربك وانحر" قال وضع اليمنى على اليسرى تحت السرة،

(التحريد ج ۲ ص ۲۰)

حضرت عقب بن صہبان فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد فصل لربک وانحر کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھئے۔

قال ابن المنذر — "وبه قال سفیان الثوری واسحق
وقال اسحق : تحت السرة اقوی فی الحدیث ، واقرب الی التواضع"
(الادسطح ۳ ص ۹۲)

علامہ ابن المنذر (م : ۲۱۸ ھ) فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری اور اسحق بن
راہویہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اسحق بن راہویہ کا کہنا ہے کہ ناف کے نیچے
ہاتھ باندھنا حدیث کی رو سے انتہائی قوی اور تواضع کے انتہائی قریب ہے۔
قال ابن قدامہ الحنبلی :

"وروی ذالك عن علي والجب هريرة والجب مجلز
والنخعي والثوري واسحق لما روى عن علي انه قال
من السنة وضع اليمين على الشمال تحت السرة
رواه الامام احمد وابوداؤد وهذا ينصرف الى
سنة النبي صلى الله عليه وسلم" (المنهاج ص ۱۷۷)

ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں۔
ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایت حضرت علیؓ، حضرت ابوہریرہؓ،
حضرت ابو مجلزؓ، ابراہیم نخعیؓ، سفیان ثوریؓ اور اسحق بن راہویہؓ سے
سروی ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سنت میں سے
ہے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا ناف کے نیچے ، روایت کیا
اس حدیث کو امام احمد بن حنبلؓ اور ابو داؤدؓ نے ، اور سنت سے
مراد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ دوران نماز ہاتھوں کو ناف کے
نیچے باندھنا سنون ہے ، کیونکہ حضرت وائلؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو ناف کے نیچے ہی ہاتھ باندھے ہوئے دیکھا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ
ناف کے نیچے ہی ہاتھ باندھنے کو سنت قرار دے رہے ہیں۔ حضرت انس
رضی اللہ عنہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو اخلاق نبوت میں سے شمار کر رہے
ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور جلیل القدر تابعین حضرت ابو مجلزؓ اور

حضرت ابراہیم نخعیؓ اسی پر فتویٰ دے رہے ہیں ، حضرت سفیان ثوریؓ اور
اسحق بن راہویہؓ اور ان جیسے دیگر بہت سے اکابر اسی کو اپناتے ہیں۔
حدیث اسحق بن راہویہؓ اسی کو حدیث کی رو سے انتہائی قوی اور تواضع کے انتہائی
قریب بتلاتے ہیں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہاتھ سینے
پر باندھنے چاہئیں اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا نامناسب ہے اور ناف کے
نیچے ہاتھ باندھنے کی دلیل بھی کوئی نہیں ہے۔

چنانچہ یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں :-
"دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے پونچے پر رکھ کر سینہ پر ہاتھ
باندھے۔" (دستورالتعمی ص ۹۷)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

"و يضع اليمين على اليسرى ثم يضعهما
على صدره وهو المختار" (نزل الامام ص ۷۳)
اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے پھر دونوں کو سینہ پر رکھے یہی
مختار مذہب ہے۔
مولوی خالد گرجا لکھتے ہیں :-

"مذکورہ طریقہ کے مطابق سینہ پر ہاتھ باندھنا ہی صحیح احادیث سے
ثابت ہوتا ہے۔ زیر ناف ہاتھ باندھنا ویسے ہی نامناسب معلوم
ہوتا ہے ، نیز زیر ناف ہاتھ باندھنے کی دلیل بھی کوئی نہیں۔"

(صلوٰۃ النبوی ص ۷۷)

حکیم فیض عالم صاحب اس عمل پر استہزاء کرتے ہوئے یوں گویا فرماتی کہتے
ہیں :-

"یہاں ایک لطیفہ یاد آیا ہے کہ خلفاء بنی عباس میں سے ہارون کا
ایک نماز میں آزار بند کھل گیا اور اس نے سینے سے ہاتھ نیچے کر کے
آزار بند کنبھال لیا ، نماز سے فراغت کے بعد مقتدیوں نے حیرانی

سے ہارون الرشید کے اس فعل کو دیکھا، قاضی ابو یوسف صاحب
نے فتویٰ دیا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہی صحیح ہے۔

(اختلاف نامت کا المیہ ص ۱۷)

ملاحظہ فرمائیے :- جو عمل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول ہے جسے
حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت قرار دے رہے ہیں
جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ اخلاق نبوت میں سے شمار کر رہے ہیں جس پر
صحابہ و تابعین اور اکثر ائمہ کا عمل ہے وہ تو غیر مقلدین کے یہاں نامناسب عمل
ہے، اس کی انہیں کوئی دلیل بھی نہیں ملتی اور اس کا مذاق اڑانے سے بھی نہیں
چوکتے اور جو عمل سینہ پر ہاتھ باندھنا صحاح ستہ وغیرہ کی احادیث میں کسی بھی صحیح
حدیث ثابت نہیں جس پر ائمہ اربعہ میں سے کسی کا بھی عمل نہیں اور جو اجماع امت کے
خلاف ہے وہ ان کے یہاں منون و مختار ہے۔

یاد رہے کہ ائمہ اربعہ (حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت
امام شافعیؒ، حضرت امام احمد بن حنبلؒ) میں سے کوئی امام بھی سینہ پر ہاتھ
باندھنے کا قائل نہیں۔ کیونکہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور مشہور روایت کے مطابق
امام احمد بن حنبلؒ اور ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ تینوں ناف کے نیچے
ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔ امام مالکؒ مشہور روایت کے مطابق ارسال (ہاتھ
پھوڑنے) اور امام شافعیؒ ایک دوسری روایت کے مطابق ناف کے اوپر
سینہ کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔

محمد بن عبد الرحمن الشافعی رقمطراز ہیں :-

”واجمعوا علیٰ انہ لیسن وضع الیمین علی الشمال
فی الصلوٰۃ الا فی روایۃ عن مالک وہی المشہور

انہ یرسل یدیه ارسالا وقال الا وزاعی
التخییر واختلفوا فی محل وضع الیدین فمتال
ابو حنیفۃ تحت السرۃ و متال مالک والشافعی
تحت صدرہ و فوق سرته و عن احمد روایتان
اشهرهما وہی التي اختارها الخرقی کمذہب
ابی حنیفۃ۔ (رحمۃ الائمۃ فی اختلاف الائمۃ ص ۱۷)

فقہاء کرام نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ دوران نماز وائیں ہاتھ
کو بائیں ہاتھ پر رکھنا منون ہے الا یہ کہ امام مالکؒ سے ایک
روایت میں جو کہ مشہور روایت ہے یہ ہے کہ نمازی ارسال کرے گا
امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ نماز اختیار ہے (باندھے یا نہ باندھے)
البتہ ہاتھ رکھنے کی جگہ کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام
ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ ناف کے نیچے باندھے، امام مالکؒ اور
امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ سینہ کے نیچے ناف کے اوپر باندھے
جائیں۔ امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں مشہور روایت جسے امام غزالیؒ
نے بھی اپنایا ہے، امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے مطابق ہے (یعنی
ناف کے نیچے باندھنا)

بھی وجہ ہے کہ امام ترمذیؒ نے بھی جو کہ عام طور پر ترمذی شریعت میں فقہاء کے
مسائل بھی ذکر کرتے ہیں۔ ہاتھ باندھنے کے متعلق صرف دو مسلک ذکر کئے ہیں
ایک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا دوسرا ناف کے اوپر۔

چنانچہ وہ فرماتے ہیں :-

”ورأی بعضهم ان یمنعہما فوق السرۃ ورأی بعضهم

ان يضعهما تحت السرة وكل ذلك واسع عندهم
(تذیق ۱ ص ۹۵)

بعض اہل علم کی رائے ہے کہ دونوں ہاتھ ناف سے اوپر رکھے اور بعض کی رائے ہے کہ ناف کے نیچے رکھے اور محدثین کے نزدیک یہ سب جائز ہیں۔
علامہ ابن قیم حنبلیؒ کی تحقیق
علامہ ابن قیم حنبلیؒ شاگرد رشید علامہ ابن تیمیہؒ کی تحقیق بھی ملاحظہ فرماتے چلیں وہ لکھتے ہیں :-

“واختلف في موضع الوضع فعنه فوق السرة وعنه تحتها وعن ابو طالب سألت ابا جاد ابن يضع يده اذا كان يصلي قال على السرة او اسفل وكل ذلك واسع عنده ان وضع فوق السرة او عليها او تحتها، على رضى الله عنه من السنة في الصلاة وضع الاكف على الاكف تحت السرة عمرو بن مالك عن ابي الجوزاء عن ابن عباس مثل تفسير على الاكف غير صحيح والصحيح حديث على قال في رواية المزني اسفل السرة بقليل ويكره ان يجعلها على الصدر وذلك لما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم انه نهى عن التكفير وهو وضع اليد على الصدر“
(بدائع الفوائد ج ۳ ص ۹۱)

دوران نماز ہاتھ باندھنے کی جگہ میں اختلاف ہے۔ امام احمدؒ سے ایک استناف کے اوپر باندھنے کی ہے۔ ایک ناف کے نیچے باندھنے

کی ہے۔ ایک روایت آپ سے وہ ہے جو ابوطالب نے ذکر کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمدؒ سے پوچھا کہ نماز پر پڑھتے ہوئے ہاتھ کہاں رکھے۔ آپ نے فرمایا ”ناف کے اوپر یا نیچے رکھے“ اور آپ کے نزدیک سب جائز ہے چاہے ناف سے اوپر رکھے، چاہے ناف پر رکھے اور چاہے ناف سے نیچے رکھے۔ حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ تھیلیوں پر تھیلیوں کو ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے عمرو بن مالک نے بروایت ابوالجوزاء حضرت ابن عباسؓ سے حضرت علیؑ کی تفسیر کے مانند روایت کیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے، صحیح حضرت علیؑ کی حدیث ہے۔ امام مزنیؒ کی روایت کے مطابق امام احمدؒ کا یہ فرمان ہے کہ ناف سے تھوڑا نیچے باندھے، اور سینہ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے اس لیے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے تکفیر سے منع فرمایا ہے اور تکفیر سینہ پر ہاتھ رکھنے کو کہتے ہیں۔

قارئین کرام : غیر مقلدین حضرات جب کوئی عمل اختیار کرتے ہیں تو چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو، اسے ثابت کرنے کے لیے دروغ گوئی سے بھی گریز نہیں کرتے چنانچہ مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب کا کہنا ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی حدیثیں بخاری و مسلم میں موجود ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :-

”سینہ پر ہاتھ باندھنے اور رفع یدین کرنے کی روایات بخاری و مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں۔“
(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۲۲۳)

اگر کوئی غیر مقلد ہمت کر سکے تو ہمیں بخاری و مسلم سے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایات تو درکنار صرف ایک روایت ہی دکھا دے، لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی غیر مقلد بھی قیامت تک بخاری و مسلم سے یہ نہیں دکھا سکتا۔

ایک بھوٹ مولوی یوسف جے پوری کا ملاحظہ فرمائیے وہ لکھتے ہیں :-
 ”ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث باتفاق ائمہ محدثین ضعیف
 ہے۔ ہدایہ ج ۱ ص ۳۵۔ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث
 مرفوع نہیں۔ وہ قول حضرت علیؑ سے ہے اور ضعیف شرح وقایہ
 ص ۹۲، حضرت مرزا مظہر جان جاناں مجددی حنفی سینہ پر ہاتھ باندھنے
 کی حدیث کو بسبب قوی ہونے کے ترجیح دیتے تھے اور خود سینے
 پر ہاتھ باندھتے تھے۔ (مقدمہ ہدایہ ج ۱ ص ۳۵ و ص ۳۵۱،
 حقیقت القدم ۱۹۳)

بعینہ ہی بھوٹ فیض عالم صدیقی صاحب نے بولا ہے ملاحظہ ہوا اختلاف امت کا
 المیہ ص ۹۶۔ اسی بھوٹ کا اعادہ خالد گرجا کھی صاحب نے کیا ہے ملاحظہ ہو
 صلاة النبی ص ۱۵۔

قارئین کرام۔ ہم نے ان حوالوں کی تلاش میں شرح وقایہ، ہدایہ، مقدمہ
 ہدایہ ساری کی ساری چھان ماریں لیکن یہ حوالے ہمیں نہ مل سکے۔ اس لیے
 ہم ان حوالوں کو بھوٹا سمجھنے پر مجبور ہیں۔ اور ان حوالوں کا بھوٹا ہونا اس ایک
 بات سے ہی واضح ہو جاتا ہے کہ ان حوالہ دینے والوں نے حضرت مرزا مظہر
 جان جاناں کا حوالہ مقدمہ ہدایہ میں دیا ہے۔

حالانکہ صاحب ہدایہ کی وفات ۱۲۹۳ھ میں ہوئی ہے اور حضرت مرزا
 مظہر جان جاناں کی وفات ۱۱۹۵ھ میں ہوئی۔ اس لحاظ سے صاحب ہدایہ اول
 حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے زمانہ میں پانچ سو سال کا فرق ہوا۔ سوال یہ ہے
 کہ پانچ سو سال بعد کے بزرگ کا ذکر مقدمہ ہدایہ میں کیسے کیا گیا ؟
 یوسف جے پوری اور فیض عالم صدیقی اس دنیا سے جا چکے وہ تو اللہ

سے حضور جواب دہ ہوں گے تاہم خالد گرجا کھی ابھی حیات میں ان سے
 ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ مذکورہ اصل کتابوں سے یہ حوالے ثابت کر کے دکھائیں
 یہ معلوم وہ ثابت کرتے ہیں یا نہیں۔ اس لیے ہم تمام غیر مقلدین حضرات سے
 مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مذکورہ اصل کتابوں سے یہ حوالے نکال کر دکھائیں لیکن
 ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی بھی غیر مقلد قیامت تک یہ حوالے اصل کتابوں سے ثابت
 نہیں کر سکتا۔

خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
 یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

سنیۃ الثناء بعد التکبیر تکبیر تحریمہ کے بعد سبحانک اللہم پڑھنا مسنون ہے

۱۔ عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 انه کان اذا کبر رفع یدیه حتی یحاذی اذنیہ
 یمتول سبحانک اللہم و یحمدک و تبارک اسمک
 و تعالیٰ جددک ولا الہ غیرک (ذوالطبرانی فی الاوسط و حوالہ موثقون، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۱)
 حضرت انسؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں
 کہ آپ جب تکبیر تحریمہ کہتے تو دونوں ہاتھ کانوں تک لے جاتے
 اور یہ پڑھتے۔ سبحانک اللہم و یحمدک و تبارک
 اسمک و تعالیٰ جددک ولا الہ غیرک۔

۲۔ عن حمید الطویل عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال کان

رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا استفتح الصلوة
قال سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك
وتعالى جدك ولا اله غيرك

(كتاب الدعاء، مطبوع في ۲ ص ۱۲۸، آثار السنن، ص ۱۳۳)

حضرت حمید طویل حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں آپ نے
فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو کہتے
سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ
جدک ولا اله غیرک۔

۳۔ عن ابی سعید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا
افتتح الصلوة قال سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک
اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک (نسائی، ص ۱۳۳)
حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
جب نماز شروع فرماتے تو یہ پڑھتے۔ سبحانک اللہم
وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک
۴۔ عن ابی سعید قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا افتتح الصلوة قال سبحانک اللہم وبحمدک
وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک (نسائی، ص ۱۳۳)
حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم جب نماز شروع فرماتے تو یہ پڑھتے۔ سبحانک اللہم
وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک

۵۔ عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اذا استفتح الصلوة قال سبحانک
اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک
ولا اله غیرک۔ (مسندک حاکم، ص ۲۳۵ - ابوداؤد، ص ۱۳۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جب نماز شروع فرماتے تو کہتے۔ سبحانک اللہم وبحمدک
وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک۔

۶۔ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم یعلمنا اذا استفتحنا الصلوة ان
نقول سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک
وتعالیٰ جدک ولا اله غیرک وکان عمر بن
الخطاب یعلمنا ویقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقولہ، (مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۱۰۶)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ہمیں سکھلاتے تھے کہ جب ہم نماز شروع کریں تو کہیں سبحانک
اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک
ولا اله غیرک، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ہمیں
یہی سکھلاتے تھے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یہی کہتے تھے۔

۷۔ عن ابن جریج قال حدثني من اصدق عن
ابی بکر وعمر وعثمان و عن ابن مسعود رضی
الله عنہم انہم كانوا اذا استفتحوا قالوا سبحانک
اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی
جدک ولا الہ غیرک قبل المتراعة

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۶)

ابن جریرؒ کہتے ہیں کہ مجھے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جسکی میں
تصدیق کرتا ہوں، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے بارے میں کہ یہ اصحاب
جب نماز شروع کرتے تو کہتے۔ سبحانک اللہم وبحمدک
وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک
قرأت شروع کرنے سے پہلے۔

۸۔ عن عمر (رضی اللہ عنہ) انه كان اذا كبر للصلوة
قال سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک
وتعالی جدک ولا الہ غیرک (دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ جب نماز کے لیے
تکبیر تحریمہ کہہ لیتے تو کہتے سبحانک اللہم وبحمدک
وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک۔

۹۔ عن عبدة وهو ابن ابی لبابة ان عمر بن
الخطاب كان يجهر بهؤلاء الكلمات يقول
سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک

وتعالی جدک ولا الہ غیرک۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۷۱)
حضرت عبید بن ابی لبابة سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب
یہ کلمات اونچی آواز سے پڑھتے تھے۔ سبحانک اللہم
وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک
ولا الہ غیرک۔

۱۰۔ عن ابی وائل قال كان عثمان اذا افتتح

الصلوة يقول سبحانک اللہم وبحمدک
وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک
(دارقطنی ج ۱ ص ۳۰۲)

حضرت ابو وائلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ جب نماز شروع
فرماتے تو کہتے سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک
اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک،

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد
”سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک“
پڑھنا مسنون اور افضل ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی یہی پڑھتے
تھے اور صحابہ کو بھی اسی کی تعلیم فرماتے تھے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت
سے ظاہر ہے۔ چنانچہ خلفاء راشدین حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی
اللہ عنہم سب یہی پڑھتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ کا اس کو اونچی آواز
سے پڑھنا تاکہ لوگ سیکھ لیں۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہی سنا افضل
و مسنون ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں :-

”واختیار هؤلاء یعنی الصحابة الذين ذكرهم بهذا الاستفتاح وجهرهم به احيانا بمحضر من الصحابة ليتعلمه الناس مع ان السنة اخفائه يدل على انه الا فضل وانه الذي كان النبي صلى الله عليه وآله وسلم يداوم عليه غالباً - (نيل الاوطار ج ۲ ص ۲۸۷)

اور جن صحابہ کرام کو ذکر کیا ہے ان کا اس ثنار کو اختیار کرنا، اور حضرت عمرؓ کا کبھی کبھی اس کو صحابہ کرام کی موجودگی میں بلند آواز سے پڑھنا تاکہ لوگ اسے سیکھ لیں حالانکہ سنت تو اس کو آہستہ پڑھنا ہے۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہی ثنار (سبحانک اللہم) افضل ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام غالباً اسی پر مداومت فرماتے تھے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تبکیر تحریر کے بعد اللہم باعد بیخی الخ پڑھنا چاہیئے یہی راجح ہے، یہی افضل ہے، چنانچہ

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں :-

”تبکیر تحریر کے بعد آہستہ سے یہ دُعا پڑھیں جو سب سے زیادہ صحیح اور متفق علیہ ہے۔ اللہم باعد بیخی“۔ الخ

(دستور المتقی ص ۹۷)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں :-

”ویکفی فی دعا الاستفتاح کل دعاء روی

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم والارجح فیہ

ان یقول اللہم باعد بیخی“ الخ (نزل الابار ص ۱۷۷)

اور ثنار میں ہر وہ دُعا کافی ہے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مڑی

ہے البتہ زیادہ راجح اس میں یہ ہے کہ کہے اللہم باعد بیخی الخ

صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں :-

”اس دعا (سبحانک اللہم) کی سند منقطع ہے اس

لیے بہ نسبت اس دُعا کے اوپر والی صحیحین کی دُعا (اللہم

باعد بیخی) افضل ہے۔“ (صلوة الرسول ص ۱۹۳)

ملاحظہ فرمائیے : جس ثنار کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود پڑھتے ہیں

جس کی صحابہ کرام کو تعلیم دیتے ہیں، جس پر خلفاء راشدین عامل ہیں وہ ثنار تو

غیر مقلدین کے نزدیک غیر افضل ہے۔ البتہ جسے انہوں نے اپنا معمول بنالیا

ہے وہ افضل ہے۔

قارئین کرام یہ ہے غیر مقلدین کا عمل بالحدیث۔ اب آپ خود فیصلہ فرمائیے

کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

نوٹ :- صادق سیالکوٹی صاحب کا اس ثنار والی حدیث کی سند کو منقطع

قرار دینا غلط ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اعلام السنن ج ۲ ص ۱۷۱

ترك الجهر بالتسمية

نماز میں لہجہ اللہ اویچی آواز سے نہیں پڑھنی چاہیئے

۱۔ عن انس رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يسري بسم الله الرحمن الرحيم وابوبكر وعمر (رواه الطبراني في الكبير الاوسط وحاله موثقون، مجمع الزوائد ۲ ص ۱۰۸)
حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سب بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھتے تھے۔

۲۔ عن انس قال صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم وابي بكر وعمر وعثمان رضي الله عنهم فلم اسمع احدا منهم يجهر بسم الله الرحمن الرحيم (نائل ج ۱ ص ۱۵۸)
حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی لیکن میں نے ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم اونچی آواز سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

۳۔ عن انس قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وابي بكر وعمر وعثمان فلم اسمع احدا منهم يقرأ بسم الله الرحمن الرحيم (مسلم ج ۱ ص ۱۴۲)
حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی، لیکن ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی، لیکن ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

۲۔ عن انس بن مالك انه حدثه قال صليت خلف النبي صلى الله عليه وسلم وابي بكر وعمر وعثمان فكانوا يستفتحون بالحمد لله رب العالمين لا يذكرون بسم الله الرحمن الرحيم في ادل قراءة ولا في آخرها - (مسلم ج ۱ ص ۱۴۱)

حضرت انس بن مالکؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی یہ سب الحمد للہ رب العالمین سے (قرأت) شروع کرتے تھے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ذکر نہیں کرتے تھے نہ قرأت کے شروع میں نہ آخر میں۔

۵۔ عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم وابي بكر وعمر كانوا يفتحون الصلوة بالحمد لله رب العالمين - (بخاری ج ۱ ص ۱۳۱)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہما نماز الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے۔

۶۔ عن ابی واسل قال کان علی وابی

مسعود لا يجهران بسم الله الرحمن الرحيم ولا بالتعوذ ولا بالمسحورين (مسلم طبرانی کبیر ۹ ص ۲۶۳)
حضرت ابوداؤدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ رضی اللہ عنہما، بسم اللہ، اعوذ باللہ اور آمین اونچی آواز سے نہیں کہتے تھے۔

۷۔ محمد قال اخبرنا ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم
قال قال ابن مسعود في الرجل يجهر بسم
الله الرحمن الرحيم انها اعرابية، وكان لا يجهر
بها هو ولا احد من اصحابه۔

(كتاب لا تارة للامام ابو حنيفة ص ۱۲۱)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت امام ابو حنيفةؒ نے
بروایت بخاتم ابراہیم نخعیؒ سے یہ خبر دی کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا
کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ایسے شخص کے بارے میں جو
بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتا ہے فرمایا کہ یہ گنوار پن ہے، حضرت
عبد اللہ بن مسعودؓ خود اور ان کے اصحاب میں سے کوئی بھی بسم اللہ
اونچی آواز سے نہیں پڑھتا تھا۔

۸۔ عن عكرمة عن ابن عباس في الجهر بسم الله
الرحمن الرحيم قال ذلك فعل الاعراب۔

(طحاوی ج ۱ ص ۱۲۱)

حضرت عکرمہؒ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں
کہ آپؓ نے بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھنے کے متعلق فرمایا کہ یہ تو
گنواروں کا فعل ہے۔

۹۔ عن ابن عبد الله بن مغفل قال سمعتني ابي وانا في
الصلاة اقول بسم الله الرحمن الرحيم فقال لي أي
بني محمد ثايك والحدث قال ولم ارا احدا
من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم

كان ابغض اليه الحديث في الاسلام يعني منه
وقال قد صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم
ومع ابي بكر وعمر وعثمان فلم اسمع احدا
منهم يقولها فلا تقاتها اذا انت صليت فقل
الحمد لله رب العالمين قال ابو عيسى حديث
عبد الله بن مغفل حديث حسن والعمل عليه عند
اکثر اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله عليه
وسلم منهم ابو بكر وعمر وعثمان وعلي وغيرهم و
من بعدهم من التابعين و به يقول حفيان
الثوري وابن المبارك واحمد واسحق لا يرون
ان يجهر بسم الله الرحمن الرحيم قالوا ويقولها
في نفسه۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۲۱)

حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ مجھے میرے
والد صاحب نے نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے سنا تو مجھ سے

فرمایا۔ بیٹا یہ بدعت ہے اور بدعت سے بچو، فرمایا میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس کے نزدیک
اسلام میں بدعت ایجاد کرنے سے زیادہ کوئی چیز مبغوض ہو اور فرمایا کہ
میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت
عثمانؓ (سب) کے ساتھ نماز پڑھی ہے لیکن ان میں سے کسی کو بھی بسم اللہ
کہتے ہوئے نہیں سنا لہذا تم بھی نہ کہو، جب تم نماز پڑھو تو کہو الحمد للہ
رب العالمین۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن مغفلؓ کی حدیث حسن

یہ عقیدہ نہ رکھئے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم آہستہ آواز سے
پڑھنا اونچی آواز سے پڑھنے کی نسبت افضل ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز میں قراءۃ شروع کرتے وقت
بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھنی چاہیے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بسم اللہ
آہستہ آواز سے ہی پڑھتے تھے۔ یہ معمول خلفاء راشدین اور عام صحابہ کرام کا بھی
تھا۔ یہ حضرات بسم اللہ آہستہ آواز سے ہی پڑھتے تھے اور اونچی آواز سے بسم اللہ
پڑھنے کو صحیح نہیں سمجھتے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کو گنوار پر
قرار دیا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے گنواروں کا فعل قرار دیا۔ حضرت
عبداللہ بن مغفلؓ کے صاحبزادے نے ایک مرتبہ اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھی تو
آپ نے اسے روکا اور فرمایا کہ یہ بدعت ہے اور بدعت سے بچو، اسی طرح
حضرت ابراہیم نخعیؒ اور حضرت امام وکیعؒ نے بھی اسے بدعت قرار دیا۔ حضرت
سفیان ثوریؒ آہستہ آواز سے بسم اللہ پڑھنے کو خود بھی افضل سمجھتے تھے اور
دوسروں کو بھی یہی تلقین کرتے تھے۔ آج بھی عربین شریفین میں بسم اللہ آہستہ
آواز سے ہی پڑھی جاتی ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جہری نماز
میں بسم اللہ پکار کر پڑھنا بہتر ہے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں :-

”والحاصل ان الحق ثبوت قراءتها وانها آیت
من کل سورة وانها تقرأ فی الصلوٰۃ جہراً“

ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اکثر اہل علم صحابہ کا عمل اسی پر ہے جن
میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ
کرام اور ان کے بعد تابعین بھی ہیں۔ حضرت سفیان ثوریؒ حضرت
عبداللہ بن مبارکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، اسحق بن راہویہؒ کا بھی یہی قول ہے
یہ لوگ اونچی آواز سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کو صحیح نہیں سمجھتے، البتہ
ان کا کہنا ہے کہ نمازی بسم اللہ اپنے جی میں کہہ لے۔

۱۰۔ عن ابراہیم قال جہراً امام بسم اللہ الرحمن الرحیم
بدعت۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ امام کا بسم اللہ الرحمن الرحیم اونچی آواز
سے پڑھنا بدعت ہے۔

۱۱۔ قال وکیع والجہر بالبسملة بدعة۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۰۹)

امام وکیعؒ فرماتے ہیں کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اونچی آواز سے پڑھنا
بدعت ہے۔

۱۲۔ قال (سفیان الثوری) یا شعیب لا ینفعک ما کتبت

حتى تری المسح علی الخمین و حتی تری ان اخفاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم افضل من الجہر بہ

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۱۱)

الخ۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا اے شعیب جو کچھ تو نے (مجھ سے)

سُن کر لکھا ہے یہ تجھے اس وقت تک فائدہ نہیں دے گا جب

تک کہ تو موزوں پر مسح کرنے کو صحیح نہ سمجھے اور جب تک کہ تو

(الروضۃ الندیۃ ص ۱۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حق بات یہی ہے کہ بسم اللہ کا نماز میں پڑھنا ثابت ہے اور یہ ہر سورۃ کی ایک آیت ہے اور اسے جہری نمازوں میں جہراً (اوپنی آواز سے) پڑھا جائے اور سری نمازوں میں سراً (آہستہ) نواب نور الحسن لکھتے ہیں :-

”و در نماز جہریہ بکبر و در سریۃ بسر باید خواند“ (عرف الجاری ص ۳۶)

اور بسم اللہ جہری نماز میں اُپنی آواز سے اور سری نماز میں آہستہ آواز سے پڑھنی چاہیے۔

یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں :-

”جہری نماز میں پکار کر اور سری نماز میں آہستہ سے پڑھنا بہتر ہے“

(دستور المستفی ص ۹۲)

ملاحظہ فرمائیے :- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین

بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھتے ہیں عام صحابہ کرام اور تابعین کا معمول بھی یہی

ہے۔ یہ حضرات بسم اللہ آہستہ پڑھتے ہیں اُپنی آواز سے پڑھنے کو اچھا نہیں

سمجھتے بلکہ اسے گنواروں کا فعل اور بدعت قرار دیتے ہیں، لیکن غیر مقلدین کہہ

رہے ہیں کہ نہیں صاحب بسم اللہ اُپنی آواز سے پڑھنا بہتر اور حق ہے۔ قارئین

کرام غور فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل کے خلاف کسی عمل بدعت کو

بہتر اور حق کہنا یہ عمل بالحدیث ہے یا حدیث سے بغاوت ؟ بھلا جس عمل کو صحابہ

اور تابعین بدعت قرار دیں وہ بہتر اور حق ہو سکتا ہے ؟ یہ ہے غیر مقلدین کا عمل

بالحدیث۔ قارئین کرام فیصلہ آپ کے سر ہے آپ سوچئے کہ یہ حدیث کی موافقت

چہ یا مخالفت ؟

نوٹ :- غیر مقلدین کا بسم اللہ پڑھنے کے متعلق جہری و سری نماز کا فرق کرنا کہ جہری میں جہراً پڑھا جائے اور سری میں بالسر یہ خود ساختہ فرق ہے۔ کسی حدیث میں یہ فرق موجود نہیں ہے۔

ترک القراءة خلف الامام

امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہیے

وَإِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ ۴۰ :- ۲۰۴

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ

رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔

۱۔ عن یسیر بن جابر قال سمی ابن مسعود فسمع

ناساً یقرؤن مع الامام فلما انصرف قال اما

انکم ان تفعلوا اما انکم ان تعقلوا واذا

قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا كما امرکم اللہ۔

(تفسیر طبری ۹۵ ص ۱۱)

حضرت یسیر بن جابر فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے نماز

پڑھی اور چند آدمیوں کو امام کے ساتھ قرأت کرتے سنا۔ جب آپ

نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم سمجھو اور

عقل سے کام لو۔ جب قرآن کریم کی قرأت ہوتی ہو تو تم اس کی طرف

توجہ کرو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

۲۔ عن ابن عباس في قوله تعالى واذا قرئ القرآن فاستمعوا

له وانصتوا يعني في الصلوة المفروضة

(كتاب القراءة للبيهقي ص ۸۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد و اذا قرئ القرآن الآية کے متعلق مروی ہے کہ یہ فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

۳۔ عن ابن عمر قال كانت بنو اسرائيل اذا قرأت

السمتهم جاوبوهم فكره الله ذلك لانه

الامة قال واذا قرئ القرآن فاستمعوا له

وانصتوا۔ (الدر المنثور في التفسير بالماثور ج ۳ ص ۱۵۶)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے امام جب قرأت کرتے تھے تو بنی اسرائیل ان کی مجاہدیت کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے یہ کام اس امت کے لیے ناپسند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو۔

۴۔ عن عبد الله بن المغفل في هذه الآية واذا قرئ

القرآن فاستمعوا له وانصتوا قال في الصلوة۔

(كتاب القراءة للبيهقي ص ۸۸)

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ آیت کریمہ و اذا قرئ القرآن کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

قال ابن تيمية الحراني " وذكر احمد بن حنبل الاجماع

على انها نزلت في ذلك (في الصلوة) وذكر الاجماع على انه لا تجب القراءة على المأموم حال الجهر

(فتاوى كبرى ج ۲ ص ۱۶۸)

ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے اس بات پر اجماع ذکر کیا ہے کہ یہ آیت (واذا قرئ القرآن الآية) نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے نیز اس پر بھی اجماع نقل کیا ہے کہ جب امام اونچی آواز سے قرأت کر رہا ہو تو مقتدی پر قرأت واجب نہیں ہے۔

۵۔ عن ابي موسى الاشعري قال ان رسول الله صلى الله

عليه وسلم خطبنا فبين لنا سنتنا و علمنا

صلواتنا فقال اذا صليتم فاقيموا صفوفكم ثم ليؤمكم احدكم

فان اكبركم فكبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال

عنير المفضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين

الحديث (بروایت الجری عن سلیمان عن قتادة) (مسلم ج ۱ ص ۱۶۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا اور سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین فرمائی اور نماز کا طریقہ بتلایا اور یہ فرمایا کہ نماز پڑھنے سے قبل اپنی صفوں کو درست کر لو، پھر تم میں سے ایک تمہارا امام بنے، جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ عنیر المفضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

۶۔ عن ابي موسى قال علمنا رسول الله صلى الله

عليه وسلم انما نزلت في ذلك (في الصلوة) وذكر الاجماع

عليه وسلم قال اذا قمت الى الصلوة فليؤمكم
احدكم واذا قرأ الامام فانصتوا۔ (مسند احمد ۲ ص ۱۵۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز سکھائی، فرمایا کہ جب تم نماز پڑھنے کھڑے ہو تو تم میں سے ایک تمہارا امام بنے اور جب وہ امام قرائت کرے تو تم خاموش رہو۔

٤- عن حطان بن عبد الله ان ابا موسى قال خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فعلينا سنتنا وبين لنا صلواتنا فقال اذا كبر الامام فكبروا واذا قرأ فانصتوا- (صحيح ابى عوانة ج ٢ ص ٣٣٤)

٨ - عن أبي موسى الأشعري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قرأ الإمام فأنصتوا وإذا قال غيب المعصوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين -

المعضوب عليهم ولا الضالين ہے تو تم آمین کہو۔

٩- عن ابي موسى الاشعري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قرأ الامام فانصتوا فان اذ كان عند القعدة فليكن اول ذكر احدكم التشهد .

١٠ - عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
انما جعل الامام ليؤتم به فاذا اكبر فكيروا
واذا قرأ فانصتوا واذا قال سمع الله لمن حمده
فقولوا اللهم ربنا لك الحمد - (نائي ج ١ ص ٣٤٤)

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرأ فانصتوا (نائبه ص ١٤)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے سو جب وہ بخیر کہے تو تم بھی بخیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

۱۲۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتہم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأنا نصتوا واذا قال عین المفضوب (علیہم) ولا الضالین فقولوا آمین، الحدیث۔
(ابن ماجہ ص ۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے سو جب وہ بخیر کہے تو تم بھی بخیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ عین المفضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

۱۳۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انما الامام لیؤتہم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأنا نصتوا واذا قال الضالین فقولوا آمین الحدیث۔
(مسند احمد ۲ ص ۳۷۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امام اسی لیے (مقرر) ہوتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے سو جب وہ بخیر کہے تو تم بھی بخیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب

وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

۱۴۔ عن النس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قرأ الامام فانصتوا۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۱۱)
حضرت انس سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

۱۵۔ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما صلوۃ الظهر فقرأ معہ رجل من الناس فی نفسه فلما قضی صلاتہ قال هل قرأ معی منکم احد قال ذالک ثلثا فقال له الرجل نعم یا رسول اللہ انا کنت اقرأ بسم اسم ربک الاعلی قال مالی انا ذع القرآن اما یکنی احدکم قراءة امامہ انما جعل الامام لیؤتہم بہ فاذا قرأنا نصتوا۔

(کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۱۱)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ظہر کی نماز پڑھائی تو ایک صاحب اپنے جی ہی جی میں آپ کے ساتھ قرأت کرنے لگے۔ نماز پوری ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قرأت کی ہے۔ تین دفعہ آپ نے یہ سوال کیا، ایک صاحب بولے جی ہاں یا رسول اللہ میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کیا ہو گیا کہ مجھے قرآن کی قرأت میں کشمکش میں ڈالا جاتا ہے کیا

تمہیں امام کی قراءۃ کافی نہیں ہے۔ امام تو بنایا ہی اس لیے جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے لہذا جب وہ قرائت کرے تو رقم خاموش رہا کرو۔

۱۶۔ عن عطاء الخراسانی قال کتب عثمان رضی اللہ عنہ الی معاویۃ رحمہ اللہ اذا قمتم الی الصلوۃ فاستمعوا وانصتوا حانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول للمنصت الذی لا یسمع مثل اجر السامع المنصت۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۵۵)

حضرت عطاء خراسانی فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اس کی طرف کان لگا کر رہو اور خاموش رہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص خاموش رہے اور اسے سنائی نہ دے اس کے لیے ایسا ہی اجر ہے جیسا اس شخص کے لیے جسے سنائی دے اور وہ خاموش رہے۔

۱۷۔ عن علی رضی اللہ عنہ قال سأل رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقرأ خلف الامام ام انصت قال لا بل انصت فانه یکفیک۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۳۱)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ میں امام کے پیچھے قرائت کروں یا خاموش رہوں۔ آپ نے فرمایا خاموش رہو کیونکہ تمہیں امام کی قرائت ہی کافی ہے۔

۱۸۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصت

من صلوۃ جہر فیہا بالقراءۃ فقال هل قرأ معی منکم احد انفا فقال رجل نعم انیا رسول اللہ قال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اقول مالی انازع القرآن فانتہی الناس عن القراءۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جہر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالقراءۃ حین سمعوا ذلک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (موطا امام مالک ص ۶۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرائت کی ہے، ایک صاحب بولے جی ہاں یا رسول اللہ میں نے قرائت کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی نہیں (اپنے جی میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرائت میں منازعت کیوں ہو رہی ہے، اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قرائت کیا کرتے تھے لوگوں نے آپ کے پیچھے قرائت ترک کر دی تھی۔

۱۹۔ ثنا سفین بن عیینۃ عن الزہری عن ابن اکیمۃ قال سمعت ابی ہریرۃ یقول صلی اللہ علیہ وسلم باصحابہ صلوۃ نظن انها الصبح فقال هل قرأ منکم من احد قال رجل اننا قال انی اقول مالی انازع القرآن۔ (ابن ماجہ ص ۱۱۱)

ابن اکیمہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے

ہوئے سنا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ صبح کی نماز تھی۔ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے قرأت کی ہے۔ ایک صاحب بولے میں نے کی ہے۔ آپ نے فرمایا میں بھی کہوں کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرأت میں منازعت کیوں کی جا رہی ہے۔

۲۰۔ ثنا معمر عن الزہری عن ابن اکیمة عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر نحوه و زاد قیر قال فسکتوا بعد فیما جہر فیہ الامام۔ (ابن ماجہ ص ۱۱)

معمر برولیت زہری ابن اکیمة سے روایت کرتے ہیں اور اکیمة حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ حضرت ابو ہریرہ نے آگے پہلی حدیث کی طرح نوکر کیا اور اس میں یہ زیادہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ لوگوں نے اس کے بعد ان نمازوں میں خاموشی اختیار کر لی جن نمازوں میں امام جہر سے قرأت کرتا۔

۲۱۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلاۃ جہر فیہا بالقراءة فقال هل قرأ معی احد منکم آنفنا فقال رجل نعم یا رسول اللہ قال انی اقول مالی انازع القرآن قال فانتہی الناس عن القراءة مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما یجہر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

من الصلوٰۃ بالقراءة حین سمعوا ذالک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۱۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک صاحب بولے جی ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا جی تو میں (اپنے دل میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرأت میں منازعت کیوں کی جا رہی ہے۔ اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قرأت کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی تھی۔

۲۲۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلاۃ جہر فیہا بالقراءة فقال هل قرأ معی احد منکم آنفنا فقال رجل نعم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی اقول مالی انازع القرآن قال فانتہی الناس عن القراءة مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جہر فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالقراءة من الصلوٰۃ حین سمعوا ذالک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں

سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک صاحب بولا
جی ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا جی تو میں کہوں کہ قرآن کریم کی
قرأت میں مجھ سے منازعت کیوں کی جا رہی ہے۔ اس ارشاد کے
بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قرأت کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے
آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی تھی۔

۲۳۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انصرف من صلاۃ جہر فیہا بالقراءۃ فقال هل
قرأ معی احد منکم آتھا قال رجل نعم یا رسول
اللہ قال انی اقول ما لی انا زاع القرآن قال
فانتہی الناس عن القراءة فیما جہر فیہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالقراءۃ من الصلوۃ حین
سمعوا ذالک۔ (نئی ج ۱ ص ۱۰۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں سے
کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک صاحب بولے جی
ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا جی تو میں کہوں کہ قرآن کریم کی
قرأت میں مجھ سے منازعت کیوں کی جا رہی ہے۔ اس ارشاد کے
بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قرأت کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے
آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی تھی۔

۲۴۔ عن عمران بن حصین ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم صلی الظهر فجعل رجل یقرأ خلفہ بسبح

اسم ربک الا علی فلما انصرف قال ایکم قرا
او ایکم القاری قال رجل انا فقال قد ظننت ان
بعضکم خال جینہا۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۰۱)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی تو ایک صاحب آپ
کے پیچھے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھنے لگے۔ جب آپ نماز سے فارغ
ہوئے تو فرمایا تم میں سے کس نے قرأت کی ہے یا تم میں سے کون
قاری ہے۔ ایک صاحب بولے میں۔ آپ نے فرمایا مجھے خیال
ہوا کہ تم میں سے کوئی مجھے ظہران میں ڈال رہا ہے۔

۲۵۔ عن عمران بن حصین قال صلی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم الظهر فقرأ رجل خلفہ بسبح اسم ربک الاعلیٰ
فلما صلی قال من قرأ بسبح اسم ربک الا علی قال
رجل انا قال قد علمت ان بعضکم قد خال جینہا۔
(نئی ج ۱ ص ۱۰۱)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے ظہر کی نماز پڑھی۔ ایک صاحب نے آپ کے پیچھے
سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھی جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا سبح اسم ربک
الاعلیٰ کس نے پڑھی ہے ایک صاحب بولے میں نے آپ نے
فرمایا میں نے جانا تم میں سے کوئی مجھے قرأت میں الجھا رہا ہے۔

۲۶۔ عن عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
صلی صلاۃ الظهر او العصر ورجل یقرأ خلفہ

قال من كان له امام فقرأه الامام له قراءة -

(كتاب القراءة للبيهقي ص ۱۵۸)

۴۱- عن انس قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم باصحابه ثم اقبل بوجهه فقال اقرءون والامام يقرأ فسكتوا فسألهم ثلثا فقالوا انا لنفعل قال

فلا تفعلوا - (طحاوی ص ۱۵۸ و کتاب القراءة للبيهقي ص ۱۵۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کو نماز پڑھائی (نماز سے فارغ ہو کر) آپ صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم قرأت کرتے ہو جبکہ امام قرأت کر رہا ہوتا ہے۔ صحابہ کرام چپ رہے، آپ نے تین بار یہی سوال کیا تو صحابہ کرام بولے کہ سیم ایسا کرتے ہیں آپ نے فرمایا ایسے مت کرو۔

۴۲- عن النواس بن سميان قال صليت مع رسول الله

صلى الله عليه وسلم صلاة الظهر وكان عن يميني

رجل من الانصار فقرأ خلف النبي صلى الله عليه

وسلم وعلى يساري رجل من مزينة يلعب بالحصى

فلما قضى صلاته قال من قرأ خلفي قال الانصاري

انا يا رسول الله قال فلا تفعل من كان له امام

فان قراءة الامام له قراءة وقال للذي يلعب

بالحصى هذا حظك من صلاتك (كتاب القراءة للبيهقي ص ۱۵۸)

نواس بن سميان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ میری دائیں طرف

ایک انصاری صحابی تھے۔ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے پیچھے قرأت کی اور میری بائیں جانب قبیلہ مزینہ کے ایک

صاحب تھے جو کنکریوں سے کھیل رہے تھے جب حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ میرے پیچھے

کس نے قرأت کی ہے۔ انصاری بولے میں نے یا رسول اللہ!

آپ نے فرمایا ایسا مت کرو کیونکہ جو امام کی اقتداء کرے، تو

امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہوتی ہے، جو صاحب

کنکریوں سے کھیل رہے تھے ان سے فرمایا تمہیں نماز سے یہی

بھتہ ملا ہے۔

۴۳- عن يحيى بن عبد الله بن سالم الفهرى ويزيد

بن ابي - يا حق ان رسول الله صلى الله عليه وسلم

قال من كان منكم له امام فائتم به فلا يقرآن

معه فان قراءته له قراءة - (كتاب القراءة للبيهقي ص ۱۵۸)

یحییٰ بن عبد اللہ اور یزید بن ابی عیاض سے مروی ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس کے لیے امام ہو

اور وہ اس امام کی اقتداء کرے تو مقتدی اس کے ساتھ مگر قرأت

نہ کرے کیونکہ امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔

۴۴- عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم

انه قال من صلى ركعة فلم يقرأ فيها بام القرآن

فلم يصل الا وراء الامام - (طحاوی ص ۱۵۸ مصنف علیہ زائق ص ۱۵۸)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرمایا اگر کوئی رکعت

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے نماز کی کوئی رکعت پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوئی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔

۲۵۔ عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل صلاة لا يقرأ فيها بام الكتاب فهي خداج الا وراء الامام۔ (كتاب القراءة للبيهقي ص ۱۳۱، دار قطنی ج ۱ ص ۳۱۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے پڑھی گئی ہو۔

۲۶۔ عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل صلاة لا يقرأ فيها بفاتحة الكتاب فلا صلاة له الا وراء الامام۔ (كتاب القراءة للبيهقي ص ۱۴۱)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نہیں ہوتی سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے پڑھی گئی ہو۔

۲۷۔ عن مبادل قال امرني رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لا اقرأ خلف الامام۔ (كتاب القراءة للبيهقي ص ۱۴۵)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں امام کے پیچھے قرأت نہ کروں۔

۲۸۔ عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم ما كان من صلاة يجهر فيها الامام بالقراءة فليس لاحد ان يقرأ معه۔ (كتاب القراءة للبيهقي ص ۱۴۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نماز میں امام جہر سے قرأت کرتا ہو اس میں کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ امام کے ساتھ قرأت کرے۔

۲۹۔ عن ابي هريرة (رضي الله عنه) قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل صلاة لا يقرأ فيها بام الكتاب فهي خداج الا خلف امام۔ (كتاب القراءة للبيهقي ص ۱۴۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہوتی ہے سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے پڑھی جائے۔

۳۰۔ عن الشعبي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا قراءة خلف الامام۔ (دار قطنی ج ۱ ص ۳۱۴)

ابو شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کے پیچھے قرأت جائز نہیں۔

۳۱۔ عن ابن عباس قال لما مرض رسول الله صلى الله عليه وسلم مرضه الذي مات فيه كان في بيت عائشة، فقال ادعوا لي عليا قالت عائشة ندعوك يا ابا بكر قال ادعوه قالت حفصة يا رسول الله ندعوك عمر قال ادعوه قالت ام الفضل يا رسول الله ندعوك العباس قال نعم

فلما اجتمعوا رفع رسول الله صلى الله عليه وسلم رأسه فنظر فسكت فقال عمر قوموا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم جاء بلال يؤذنه بالصلاة فقال مروا ابا بكر فليصل بالناس فقالت عائشة يا رسول الله ان ابا بكر رجل رقيق حصي ومتى لا يربك يبكى والناس يبكون فلو امرت عمر يصل بالناس فخرج ابو بكر فصلى بالناس فوجد رسول الله صلى الله عليه وسلم من نفسه خفة فخرج يهادي بين رجلين ورجلاه تخطان في الارض فلما رآه الناس سبّحوا ابا بكر فذهب ليتأخر فاوحى اليه النبي صلى الله عليه وسلم اى مكانك فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فجلس عن يمينه وقام ابو بكر وكان ابو بكر يأتهم بالنبي صلى الله عليه وسلم والناس يأتون بابي بكر قال ابن عباس واخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم من القراءة من حيث كان بلغ ابو بكر الحديث .

(ابن ماجه ص ۸۸، طحاوی ج ۱ ص ۲۳۲، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۲، دارقطنی ج ۱ ص ۳۹۸)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آپ مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ حضرت عائشہؓ کے گھر میں تھے۔ آپ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤ۔ حضرت عائشہؓ

بولیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلا دیں۔ آپ نے فرمایا بلا دو حضرت حفصہؓ بولیں یا رسول اللہ عمر رضی اللہ عنہ کو بھی بلا لیں، آپ نے فرمایا بلاؤ۔ حضرت ام فضل بولیں یا رسول اللہ عباسؓ کو بھی بلا لیں آپ نے فرمایا ہاں، جب یہ سب حضرات جمع ہو گئے تو آپ نے اپنا سر مبارک اٹھا کر دیکھا اور خاموش رہے۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے اس وقت آپ کے پاس سے اٹھ جاؤ پھر حضرت بلالؓ نے آکر آپ کو نماز کی اطلاع کی، آپ نے فرمایا ابو بکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ بولیں یا رسول اللہ ابو بکرؓ بہت نرم دل ہیں۔ جب آپ کو نہیں دیکھیں گے تو رونے لگیں گے اور لوگ بھی رو دیں گے۔ اگر عمرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں تو اچھا ہو، لیکن حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھانے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیف میں کچھ تخفیف محسوس کی تو آپ دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کے پاؤں سے زمین میں لکیریں پڑ رہی تھیں، جب لوگوں نے آپ کو دیکھا تو حضرت ابو بکرؓ کو متنبہ کرنے کے لیے (سبحان اللہ کہا) حضرت ابو بکرؓ پیچھے ہٹنے لگے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہ ہی ٹھہرو، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو بکرؓ کے پاس پہنچے اور آپ کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہو کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتدار کرنے لگے اور لوگ حضرت ابو بکرؓ کی اقتدار کرنے لگے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرارہ اسی

جگہ سے شروع فرمائی جس جگہ حضرت ابوبکرؓ پہنچے تھے۔

۵۱۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال القاری عن غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقال من خلفہ آمین موافق قوله قول اهل السجدة غفر له ما تقدم من ذنبه۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۸۷)

حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قاری عن غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہتا ہے اور اس کے پیچھے اس کا مقتدی آمین کہتا ہے اور مقتدی کا قول اہل آسمان کے قول کے موافق ہو جاتا ہے تو اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

۵۲۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا آمن القاری فاکتموا فان الملكة تؤمن من وافیق تامة تامین الملكة غفر له ما تقدم من ذنبه۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۲۴ و

نائی ج ۱ ص ۱۸۷، ابن ماجہ ص ۱۸۷)

حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب قاری آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں پس جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

۵۳۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال الامام عن غیر المغضوب علیہم ولا الضالین

فقولوا آمین فان الملكة تقول آمین وان الامام يقول آمین فمن وافق قامینہ تامین الملكة غفر له ما تقدم من ذنبه۔ (نائی ج ۱ ص ۱۸۷، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳)

حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام عن غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے سو جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

۵۴۔ عن الحسن عن ابی بکرۃ انه انتهى الى النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو راكع فركع قبل ان يصل الى الصف فقال زادك الله حرصا ولا تعد۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۷)

حضرت حسن بصریؒ حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس (مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں) پہنچے تو آپ رکوع میں جا چکے تھے چنانچہ یہ صفت میں ملنے سے پہلے ہی رکوع میں چلے گئے (اور آہستہ آہستہ چلتے چلتے صف میں مل گئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے نیکی کرنے پر اور حرص سے بچھڑانے کیلئے کرنا۔

۵۵۔ عن انس قال كان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر وعمر و عثمان يفتحون القراءة بالحمد

للہ رب العالمین۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۱۲، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۳)
 حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر
 حضرت عمرؓ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم قراۃ الحمد للہ رب
 العالمین سے شروع کرتے تھے۔

۵۷۔ عن عائشة قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم یفتح الصلوۃ بالتکبیر والقرآنۃ بالحمد
 للہ رب العالمین۔ الحدیث (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۴)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز اللہ
 اکبر کہہ کر شروع فرماتے تھے اور قراۃ الحمد للہ رب
 العالمین سے۔

۵۸۔ عن عبادة بن الصامت يبلغ به النبي صلى الله
 عليه وسلم قال لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة
 الكتاب فصاعداً قال سفيان لمن يصلي وحده
 (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۹)

حضرت عبادہ بن صامت رضی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت
 کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز جائز نہیں جو سورۃ فاتحہ
 کے ساتھ مزید کچھ اور نہ پڑھے۔ حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے
 ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو اکیلا
 نماز پڑھ رہا ہو۔

قال الامام القرمذی وأما احمد بن حنبل فقال
 معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوة
 لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب اذا كان

وحدہ

(ترمذی ج ۱ ص ۱)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کہ اس کی نماز جائز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ قرأت نہ کرے کے متعلق حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا کہنا ہے کہ یہ اس وقت ہے جب کہ کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔

خلفاء راشدین امام کے پیچھے قرأت کے سے منع کرتے تھے

عبد الرزاق عن عبد الرحمن بن زيد بن اسلم عن ابيه قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن القراءة خلف الامام قال واخبرني اشياخنا ان عليا قال من قرأ خلف الامام فلا صلاة له قال واخبرني موسى بن عقبة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم وابوبكر وعمر وعثمان كانوا ينهون عن القراءة خلف الامام۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۳۹)

امام عبد الرزاق عبد الرحمن بن زيد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ عبد الرحمن بن زید فرماتے ہیں۔ مجھے بہت سے مشائخ نے خبر دی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی اور موسیٰ بن عقبہ نے مجھے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ کا فرمان

۱۔ عن نافع والنس بن سیرین قال قال عمر بن الخطاب تكفيك قراءة الامام۔ (مصنف ابن أبي شيبة ج ۱ ص ۱۲۱)

امام نافعؓ اور انس بن سیرینؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔

۲۔ عن القاسم بن محمد قال قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه لا يقرأ خلف الامام جهرا ولم يجهر (كتاب القراءة للبيهقي ص ۱۸۴)

حضرت قاسم بن محمدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے امام جہر کرے یا نہ کرے۔

۳۔ احبونا محمد بن عجلان ان عمر بن الخطاب قال لیت فی منم الذی یقرأ خلف الامام حجرا۔ (موطا امام محمدؓ ص ۹۸)

محمد بن عجلانؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا کہ کاش کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں پھر ڈال دیئے جائیں۔

حضرت علیؓ کا فرمان

۱۔ عن عبد الرحمن بن ابی لیلی قال قال علی بن ابی طالب رضي الله عنه من قرأ خلف الامام

فقد اخطأ الفطرة۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۲، مصنف ابن أبي شيبة ج ۱ ص ۱۲۱)

حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ "جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت کو کھو دیا۔"

۲۔ عن داود بن قیس عن محمد بن عجلان قال قال علی من قرأ مع الامام فليس على الفطرة۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۱ ص ۱۲۱ و طحاوی ج ۱ ص ۱۲۱)

محمد بن عجلان فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا جس نے امام کے ساتھ قرأت کی وہ فطرۃ (اسلام کے طریقہ) پر نہیں ہے۔
حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول و عمل

۱- عن ابی وائل قال جاء رجل الى عبد الله (بن مسعود) فقال يا ابا عبد الرحمن اقرأ خلف الامام ؛ قال انصت للقرآن فان في الصلوة شغلا وسيكفيك ذلك الامام ، (مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۳۸ ، مصنف ابی ثیبہ ج ۱ ص ۳۷۹ ، کتب القرأت للبیہقی ص ۱۲۶ ، موطا امام محمد ص ۹۶)

حضرت ابو وائلؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ کیا میں امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا (قرأت) کے وقت خاموش رہو کیونکہ نماز میں امام قرأت میں مشغول ہے اور تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔

۲- عن علقمة بن قیس ان عبد الله بن مسعود كان لا يقرأ خلف الامام فيما يجهر فيه وفيما يخافت فيه في الاوليين ولا في الاخرين الحث

(موطا امام محمد ص ۹۶)

حضرت علقمہ بن قیسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے نہ پہری نمازوں میں نہ سری نمازوں میں نہ پہلی رکعتوں میں نہ آخری رکعتوں میں۔

۳- عن علقمة عن عبد الله قال لان اَعْضَّ عليا جهر الفضا احب الي من ان اقرأ خلف الامام۔

(کتب القرأت للبیہقی ص ۱۲۶ و موطا امام محمد ص ۹۶)

حضرت علقمہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا مجھے جب درخت کے جلتے کو ٹکوں کو منہ میں لے لینا اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں۔

۴- عن علقمة عن ابی مسعود قال ليت الذي يقرأ خلف الامام ملئ فوه ترابا۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۳۸ و مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۳۸)

حضرت علقمہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کاش کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

۵- عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال يا فلان لا تقرأ خلف الامام الا ان يكون اماما لا يقرأ۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۳۸)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا او فلاں! امام کے پیچھے قرأت نہ کیا کر لایہ کہ کوئی قرأت نہ کرتا ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا قول و عمل

۱- مالك عن نافع ان عبد الله بن عمر كان اذا سئل هل يقرأ احد خلف الامام قال اذا صلى احدكم خلف الامام فحسبه قراءة الامام واذا صلى وحده فليقرأ قال وكان عبد الله بن عمر لا يقرأ خلف الامام (موطا امام مالك ص ۹۶)

امام مالکؒ بواسطہ نافعؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ سے سوال کیا جاتا کہ کیا کوئی امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہے تو آپ فرماتے کہ تم میں سے کوئی جب امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قرأت ہی کافی ہے اور جب اکیلا نماز پڑھے تو قرأت کر لیا کرے نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔

۲- عن نافع عن ابن عمر قال قال من صلى خلف الامام كفت قراءته۔ (موطا امام محمد ص ۹۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے لیے امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

۳- عن ابن عمر انه سئل عن القراءة خلف الامام قال تكفيك قراءة الامام۔ (موطا امام محمد ص ۹۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے امام کے پیچھے قرأت کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا تمہیں امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

۴- عن انس بن سين قال سألت ابن عمر اقرأ مع الامام فقال انك لفحنم البطن تكفيك قراءة الامام۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۸۱ کتاب القراءات للبيهقي ص ۱۸۱)

حضرت علامہ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سوال کیا کہ کیا میں امام کے ساتھ قرأت کر سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم تو بڑے موٹے پیٹ کے ہو تمہیں امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

۵- عن ابن عمر كان ينهني عن القراءة خلف الامام۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۸۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

۶- عن القاسم بن محمد قال قال ابن عمر لا يقرأ خلف الامام جهرا ولم يجهر بالحديث۔

(کتاب القراءۃ للبيهقي ص ۱۸۴)

قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے خواہ امام اونچی آواز سے قرأت کرے یا نہ کرے۔

۷- عن عبید الله بن مقسم انه سأل عبد الله بن عمر

وزید بن ثابت وجا بن عبد الله فقالوا لا تقرأ خلف الامام في شيء من الصلوات۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۸۱)

عبید اللہ بن مقسمؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ زید بن ثابتؓ اور جابر بن عبد اللہؓ سے امام کے پیچھے قرأت کے بارے میں سوال کیا تو ان حضرات نے فرمایا کسی بھی نماز میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرو۔

حضرت زید بن ثابتؓ کا قول و عمل

۱- عن عطاء بن يسار انه احببه انه سأل

زيد بن ثابت عن القراءة مع الامام فقال لا قراءة مع الامام في شيء۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۸۱، طحاوی ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت عطاء بن یسارؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے بارے میں پوچھا، تو

آپ نے فرمایا امام کے ساتھ کسی نماز میں کوئی قرأت نہیں کی جاسکتی۔

۲- عن زید بن ثابت قال لا یقرأ خلف الامام ان

جهر ولا ان خافت۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶)

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے نہ جب کہ امام جہر سے قرأت کرے اور نہ جب کہ وہ آہستہ آواز سے قرأت کرے۔

۳- عن ابن زکوان عن زید بن ثابت و ابن عمر

کانا لا یقرآن خلف الامام۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۸۱)

ابن زکوانؓ سے مروی ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ دونوں امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

۴- عن موسیٰ بن سعد بن زید بن ثابت یحدثہ عن

جدہ انه قال من قرأ خلف الامام فلا صلاة لہ۔

(موطا امام محمد مثلاً، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶، مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۸۱)

حضرت زید بن ثابتؓ کے پوتے موسیٰ بن سعدؓ سے مروی ہے کہ ان کے دادا حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔

۵- عن موسیٰ بن سعد عن ابن زید بن ثابت عن

ابیہ زید بن ثابت قال من قرأ وراء الامام فلا

صلاة لہ۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۸۵)

حضرت موسیٰ بن سعدؓ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے امام

کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا فرمان

۱- احبہنا داود بن قیس الفراء المدنی احبہنا

بعض ولد سعد بن ابی وقاص انہ ذکر لہ ان سعدا

قال وحدث ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ

حجرة۔ (موطا امام محمد ص ۹۸)

امام محمدؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی داود بن قیسؓ فرمادی ہے کہ حضرت

سعد بن ابی وقاصؓ کے کسی بیٹے نے ان سے ذکر کیا کہ حضرت سعد

بن ابی وقاصؓ نے فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے

قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

۲- عن ابی یحیٰ عن سعد قال وحدث ان الذی یقرأ

خلف الامام فی فیہ حجرة۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میرا جی چاہتا ہے کہ جو امام

کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا فرمان

۱- عن ابی حمزۃ قال قلت لابن عباس اقرأ والامام

ببین یدی فقال لا۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۵۱)

ابو حمزہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ

کیا میں اس صورت میں قرأت کر سکتا ہوں کہ امام میرے آگے ہو۔

آپ نے فرمایا نہیں۔

۲۔ عن عكرمة عن ابن عباس انه قيل له ان ناسا
يقفون في الظهر والعصر فماتوا لو كانت
عليهم سبيل لقلعت السخنة ان رسول الله صلى
الله عليه وسلم قبل فكانت قراءته لنا قراءة
وسكوتنا لنا سكوتنا۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۲۱)

حضرت عکرمہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ
سے کہا گیا کہ کچھ لوگ ظہر و عصر میں قرأت کرتے ہیں آپ نے فرمایا اگر میرا
ان پر بس چلے تو میں ان کی زبانیں پھینچ لوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے قرأت کی سو آپ کی قرأت ہماری قرأت تھی اور آپ کا سکوت
ہمارا سکوت تھا۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ کا قول و عمل

۱۔ مالک عن ابی نعیم و ہب بن کیسان انه سمع
جابر بن عبد الله يقول من صلى ركعة لم يقرأ
فيها بام القرآن فلم يصل الا وراء الامام۔

(سوطا امام مالک ص ۶۶، ترمذی ج ۱ ص ۱۲۱)
حضرت امام مالک ابو نعیم و ہب بن کیسانؓ سے روایت کرتے
ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا
کہ جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو
گویا اس نے نماز ہی نہیں پڑھی الا یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔

۲۔ عن جابر قال لا يقرأ خلف الامام۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۲۱)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے
۳۔ عن جليد الله بن مقسم قال سألت جابر بن عبد الله
اتقرأ خلف الامام في الظهر والعصر شيئاً فقال
لا۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۲۱)

حضرت جلید اللہ بن مقسمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ
سے پوچھا کہ کیا آپ ظہر و عصر میں امام کے پیچھے کچھ پڑھتے ہیں۔ آپ
نے فرمایا، نہیں۔

حضرت ابو دردارؓ کا فرمان

عن كشي بن مرة عن ابي الدرداء قال قال
يا رسول الله اني كل صلوة قرآن قال نعم فقال
رجل من القوم وجب هذا فقال ابو الدرداء يا كثير
وانا الى جنب لا اري الامام اذا ام القوم الا
قد كفناهم۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۲۱، دار قطنی ج ۱ ص ۱۲۱، مسند احمد ج ۱ ص ۱۲۱)

حضرت کثیر بن مرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابو دردارؓ نے فرمایا ایک
صاحب اٹھے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہر نماز میں
قرأت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، لوگوں میں سے ایک صاحب
بوسے کہ پھر تو قرأت واجب ہو گئی۔ حضرت ابو دردارؓ فرماتے ہیں
کہ اسے کثیر میں اس کے پہلو ہی میں تھا۔ میں نے کہا کہ میرا خیال تو

یہی ہے کہ جب امام لوگوں کی امامت کرتا ہے تو اس کی قرأت ہی لوگوں کو کافی ہوتی ہے۔

حضرت علقمہ بن قیسؒ م ۶۸ھ کا قول و عمل

عن ابراهيم قال ما قرأ علقمة بن قيس قط فيما يجهر فيه ولا فيما لا يجهر فيه ولا في الركعتين الا حنريين أم القرآن ولا غيرها خلفت الامام - (كتاب الآثار بروایت امام محمد ص ۲۲)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ علقمہ بن قیسؒ نے امام کے پیچھے کبھی کسی نماز میں قرأت نہیں کی، نہ جہری نمازوں میں نہ سری میں (نہ پہلی رکعتوں میں) اور نہ پھلی رکعتوں میں نہ سورہ فاتحہ اور نہ کوئی اور سورہ۔

عن ابراهيم النخعي عن علقمة بن قيس قال لان اعرض على جمره احب الى من ان اقرا خلف الامام - (موطا امام محمد ص ۹۵)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ حضرت علقمہ بن قیسؒ نے فرمایا کہ میں انگارہ منبر میں بے لول یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ امام کے پیچھے قرأت کروں۔

عن معمر عن ابى اسحق ان علقمة بن قيس قال وددت ان الذي يقرأ خلف الامام ملئ قوه وقال احسب ان ابا اور ضفا۔

ابو اسحاقؒ سے مروی ہے کہ حضرت علقمہ بن قیسؒ نے فرمایا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ جو امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کا منہ بھر دیا جائے ابو اسحقؒ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپؒ نے فرمایا تھا کہ اس کا منہ مٹی سے یا آگ کے انگارے سے بھر دیا جائے۔

حضرت عمرو بن ميمونؒ م ۷۲ھ کا فرمان

عن مالك بن عمارة قال سألت لا ادري كم رجل من اصحاب عبد الله كلهم يقولون لا يقرء خلف امام منهم عمرو بن ميمون - (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۳۳)

مالک بن عمارہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بے شمار اصحاب اور تلامذہ سے جن میں عمرو بن ميمونؒ بھی ہیں امام کے پیچھے قرأت کرنے کے متعلق سوال کیا تو ان سب نے جواب دیا کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہیئے۔

حضرت اسود بن يزيدؒ م ۷۵ھ کا فرمان

۱۔ عن ابراهيم قال قال الاسود لان اعرض على جمره احب الى من ان اقرا خلف الامام اعلم انه يقرأ - (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۴۴)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت اسود بن يزيدؒ نے فرمایا کہ میں اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہوں کہ اپنے منہ میں آگ کی چمکاری ڈال لوں بجائے اس کے کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں جبکہ مجھے علم ہے کہ وہ پڑھتا ہے۔

۲- عن ابراهيم عن الاسود قال وددت ان الذي يقرأ خلف الامام ملئ فوه ترابا۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۳۸)

حضرت اسود بن یزید فرماتے ہیں کہ میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ جس شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

حضرت سوید بن غفلہ م ۸۱ھ کا فرمان

عن الوليد بن قيس قال سألت سويد بن غفلة اقترأ خلف الامام في الظهر والعصر قتال لا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۱)

ولید بن قیس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سوید بن غفلہ سے سوال کیا کہ ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہوں فرمایا نہیں۔

حضرت سعید بن المسیب م ۹۴ھ کا فرمان

عن قتادة عن ابن المسيب قال انصت للامام

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۸)

حضرت سعید بن المسیب نے فرمایا کہ امام کے پیچھے بالکل خاموشی اختیار کرو۔

حضرت سعید بن جبیر م ۹۴ھ کا فرمان

عن ابي بشر عن سعيد بن جبير قال سالت عن المتراة خلف الامام قال ليس خلف

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۸)

امام قراءة

ابو بشر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیر سے سوال کیا کہ کیا امام کے پیچھے قرأت کی جا سکتی ہے؟ فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی قسم کی قرأت نہیں کی جا سکتی۔

حضرت ابراہیم نخعی م ۹۶ھ کا فرمان

۱- عن معنيرة عن ابراهيم انه كان يكره القراءة خلف الامام وكان يقول تكفيك قراءة الامام

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۸)

حضرت مغیرہ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی امام کے پیچھے قرأت کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ تجھے امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

۲- عن ابراهيم قتال ان اول من قترأ خلف الامام رجل اتهم۔

(موطا امام محمد ص ۹۸)

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ اول وہ شخص جس نے امام کے پیچھے قرأت کی وہ ایسا آدمی تھا جس پر بدعتی ہونے کا الزام لگایا گیا تھا۔

۳- عن ابراهيم قتال الذي يقرأ خلف الامام شاق

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۸)

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے وہ فاسق ہے۔

۴- عن ابراهيم قتال اول ما احدثوا القراة خلف الامام و كانوا لا يفترون

(المجوهر النقي ج ۲ ص ۱۶۹)

حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ لوگوں نے امام کے پیچھے قرأت کرنے کی بدعت ایجاد کی ہے اور وہ (صحابہ کرام اور تابعین) امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔

حضرت محمد بن سیرین م ۱۱۰ھ کا فرمان

عن محمد بن قتال لا اعلم القراءۃ خلف الامام من السنة۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷)
حضرت محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کو سنت نہیں جانتا۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ م ۱۵۰ھ کا مسلک

قتال محمد لا قراءۃ خلف الامام فیما جهر فیہ ولا فیما لم یجهر وبذلك جاءت عامة الآثار وهو قول ابی حنیفہ (موطا امام محمد ص ۹)
امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت جائز نہیں نہ جہری نمازوں میں نہ سری نمازوں میں اس کی تائید میں عام آثار وارد ہوئے ہیں اور یہی حضرت امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔

حضرت امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کا مسلک

قال محمد وبہ ناخذ لانری القراءۃ خلف الامام فی شیی من الصلوۃ یجهر فیہ ولا یجهر (کتاب الآثار بروایت الامام محمد ص ۱۲)

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہی ہمارا مسلک ہے ہم کسی بھی نماز میں غولہ جہری ہو یا سری امام کے پیچھے قراءۃ کرنے کو جائز نہیں سمجھتے۔

حضرة امام مالکؒ م ۱۷۹ھ، امام احمد بن حنبلؒ م ۲۴۱ھ، امام زہریؒ م ۱۲۵ھ، سفیان ثوریؒ م ۱۶۱ھ، سفیان بن عیینہؒ م ۱۹۸ھ اور اسحق بن راہویہؒ م ۲۳۸ھ کا مسلک وجملۃ ذلک ان القراءۃ عنیر واجبة علی المأموم فیما جهر بہ الامام ولا فیما اسر بہ نص علیہ احمد فی رواية الجماعة وبذلك

قتال الزہری والثوری وابن عیینہ ومالك وابو حنیفہ واسحق۔ (معنی ابن قدامة ج ۱ ص ۵۶)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مقتدی پر قرأت واجب نہیں ہے نہ جہری نمازوں میں نہ سری میں۔ امام احمدؒ نے صحت کے ساتھ یہ بیان کیا ہے جیسا کہ علماء کی ایک جماعت نے ان سے نقل کیا ہے، اور امام زہریؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ اور اسحق ابن راہویہؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔

حضرت امام شافعیؒ م ۲۰۴ھ کا مسلک

نحن نقول کل صلاة صليت خلف الامام والامام يقرأ قراءة لا يسمع فيها قرأ فيها۔

(کتاب الام ج ۲ ص ۱۶۶)

اور ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی قرأت کر رہا ہو جو سنی نہ جاتی ہو تو مقتدی ایسی نماز میں قرأت کرے۔
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ م ۵۶۱ھ کا فرمان

وكذلك ان كان مأموماً ينصت الى قراءة الامام ويفهمها۔ (غنیۃ الطالبین مترجم ص ۵۹۲)

ایسے ہی اگر نماز پڑھنے والا مقتدی ہے تو اس کو امام کی قرأت کے لیے خاموش رہنا چاہیئے اور اس کی قرأت کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنا چاہیئے۔

علامہ ابن تیمیہؒ م ۷۲۸ھ کا فیصلہ

فالنزاع من الطرفين لكن الذين ينهون عن

القراءة خلف الامام جمهور السلف والخلف
ومعهم الكتاب والسنة الصحيحة والذين
اوجبوها على المأموم فحديثهم ضعيف
الائمة - (تنوع العبادات ص ۸۶ بحوالہ احسن الکلام ص ۱۲۵)
مسئلہ زیر بحث میں نزاع تو طرفین سے ہے لیکن جو لوگ امام کے
پیچھے قرأت سے منع کرتے ہیں وہ جمہور سلف و خلف ہیں اور
ان کے ہاتھ میں کتاب اللہ اور سنت صحیحہ ہے اور جو لوگ امام
کے مقتدی کے لیے قرأت کو واجب قرار دیتے ہیں انکی حدیث
کو ائمہ حدیث نے تضعیف قرار دیا ہے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ، احادیث و آثار اور ائمہ مجتہدین کے اقوال سے مندرجہ ذیل امور
ثابت ہوئے۔

- ۱۔ امام کا کام قرأت کرنا ہے اور مقتدی کا کام امام کی قرأت کی طرف کان لگانا
اور خاموش رہنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں
کا حکم ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم اس کی طرف کان لگاؤ اور خاموش رہو۔
۲۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام کے پیچھے قرأت کرنے کو منازعت و
مخالفت قرار دیا ہے (جو اسی صورت میں ہوتی ہے کہ امام اور مقتدی
دونوں پڑھنے لگیں) اس سے بھی ثابت ہوا کہ مقتدی کا قرأت کرنا درست
نہیں ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے منازعت و مخالفت نہ قرار دیتے
نیز انہی احادیث سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ یہ منازعت و مخالفت فقط
جہری نمازوں کے ساتھ نہیں بلکہ جہری اور سری دونوں میں ہوتی ہے جیسا کہ
حضرت عمران بن حصین اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی مرفوعہ احادیث

سے ظاہر ہے۔

۳۔ مرض الوفا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی جس میں آپ نے
سورہ فاتحہ نہیں پڑھی کیونکہ پہلے حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ جب آپ
تشریف لائے تو حضرت ابوبکرؓ مکبر کا فریضہ انجام دینے گئے اور آپ
امامت کرانے لگے اور آپ نے قرأت اس کے آگے سے شروع کی جہاں
تک حضرت ابوبکرؓ کر چکے تھے اور سند احمد کی روایت کے مطابق حضور
علیہ السلام والسلام کی تشریف آوری کے وقت حضرت ابوبکرؓ سورہ فاتحہ
کے بعد سورہ شروع کر چکے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے یہ نماز بغیر فاتحہ کے پڑھائی اور ہے یہی آپ کا آخری فعل جس کا کوئی نسخ
بھی نہیں، چودہ صدیاں گزر گئیں آج تک کسی نے نہیں کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی یہ نماز نہیں ہوئی (العیاذ باللہ)۔ لہذا ثابت ہوا کہ سورہ فاتحہ
کے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول اور فعل دونوں
اس کی دلیل ہوئے۔

۴۔ آئین کی احادیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام کو قاری (قرآن کریم) فرمایا نیز
آپ نے حکم دیا کہ جب امام غیر المفضوب علیہم ولا الضالین کے تو تم آئین
کہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرأت فقط امام کا کام ہے مقتدی کا نہیں،
ورنہ تو آپ اول تو سب کو قاری قرار دیتے، دوسرے
مقتدیوں سے کہتے کہ جب تم ولا الضالین کہہ چکو تو آئین کہو مگر
آپ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ جب امام ولا الضالین کے تو تم آئین کہو۔
نیز احادیث آئین سے معلوم ہو رہا ہے کہ انسان اور فرشتے آئین میں موافقت
کرنے کے مامور ہیں اور یہ بات بالکل ظاہر و باہر ہے کہ ملائکہ کی آئین امام کے
پیچھے سورہ فاتحہ کی قرأت کے بغیر ہی واقع ہوتی ہے کیونکہ قرأت قرآن مجید

انسان بے کسی اور کو یہ حاصل نہیں) پس چاہیے کہ مقتدیوں کی آمین بھی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کی قرأت کے بغیر ہی ہوتا کہ مقتدیوں اور غرضتوں کی آمین میں توافق ہو سکے، اس بات سے بھی ثابت ہوا کہ قرأت فقط امام کا کام ہے مقتدی کا نہیں۔

۵۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (۵۵) سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کوئی شخص امام کو رکوع میں پائے تو اس کی وہ رکعت ہو جائے گی، کیونکہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رکوع میں پایا تو رکعت پانے کے لیے جلدی سے رکوع میں چلے گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو دعا دی اور فرمایا آئندہ ایسا نہ کرنا لیکن یہ نہیں فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی، اسے لوٹاؤ، امام کو رکوع میں پالینے سے رکعت کا ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ مقتدی پر سورۃ فاتحہ فرض نہیں، اگر فرض ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو ضرور نماز لوٹانے کا حکم دیتے کیونکہ وہ سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر رکوع میں چلے گئے تھے، لیکن کسی حدیث سے بھی آپ کا انہیں نماز لوٹانے کا حکم دینا ثابت نہیں۔

۶۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث (۵۶-۵۷) سے ثابت ہو رہا ہے کہ سورۃ فاتحہ بھی قرأت میں شامل ہے کیونکہ دونوں ہی یہ فرما رہے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قرأت کی ابتداء سورۃ فاتحہ سے کیا کرتے تھے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ قرأت میں شامل ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

علاء یہ بات محدث محمد حسن فیض پوری نے ذکر کی ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں الدلیل المبین علی ترک القراءة للمقتدین ص ۲۹۔

نے جو مقتدی کو قرأت سے منع کیا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ نہ سورۃ فاتحہ پڑھے اور نہ ہی کوئی دوسری سورۃ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث (۵۸-۵۹) سے یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے کیونکہ اُن میں واذا قرأ فانصتوا کے بعد واذا انتال غیر المفضوب علیہ ولا الضالین فقولوا آمین کے الفاظ بھی آئے ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھنا بھی قرأت میں شامل ہے اور وہ صرف امام کا وظیفہ ہے مقتدی کا نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ جب امام غیر المفضوب علیہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو ظاہر ہے کہ غیر المفضوب علیہ ولا الضالین سورۃ فاتحہ ہی کا حصہ ہے اور آپ نے اسے امام کے پڑھنے کے ساتھ فاس کیا ہے۔ لہذا غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ ان احادیث میں قرأت سے روکا گیا ہے سورۃ فاتحہ سے نہیں یہ بالکل غلط ہے کیونکہ سورۃ فاتحہ بھی قرأت میں شامل ہے اور سورۃ فاتحہ کی ممانعت اولاً وبالذات ہے اور دوسری سورتوں کی نعت ثانیاً اور بالتبع۔ حضرت بخاری بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث لا صلوة لمن لم یقرأ بعنا تحتہ الكتاب فصاعداً اکیلے نماز پڑھنے والے کے لیے ہے۔

چنانچہ اس حدیث کے راوی حضرت سفیان بن عیینہ، اور ان کے ساتھ حضرت امام احمد بن حنبل، دونوں حضرات حدیث کے طور پر فرما رہے ہیں کہ یہ نہ نماز پڑھنے والے کے لیے ہے جیسا کہ ابو داؤد اور ترمذی میں موجود ہے اگر ان دونوں جلیل القدر مستیوں کے بیان سے یہ صرف نظر کر لیا جائے تب بھی خود اس حدیث میں ایسے شواہد موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ منکر کے لیے ہے۔

اول یہ کہ اس حدیث میں فصاعداً کا لفظ موجود ہے جس کا مطلب ہے کچھ مزید، اس لفظ کے ہوتے ہوئے حدیث کا ترجمہ ہوگا کہ اس شخص کی نماز جائز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ مزید قرأت نہ کرے اور اس پر اجماع ہے کہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ مزید قرأت منفرد ہی کرتا ہے مقتدی نہیں۔

دوم یہ کہ اس حدیث کے ترجمہ پر غور کیا جائے۔ حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ "اس شخص کی نماز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ قرأت نہ کرے" یعنی سورۃ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ نہ پڑھے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ منفرد کے لیے ہے مقتدی کے لیے نہیں کیونکہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ پڑھنا منفرد کا کام ہے مقتدی کا نہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی مرفوع حقیقی اور مرفوع حکمی (موقوف) حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث منفرد اور امام کے لیے ہے مقتدی کے لیے نہیں کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں صاف موجود ہے کہ جس کسی نے نماز میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ قرأت نہ کی اس کی نماز نہیں ہوئی سوائے اس شخص (مقتدی) کے جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو۔

۸۔ خلفاء راشدین بھی امام کے پیچھے نہ تو خود قرأت کرتے تھے اور نہ ہی لوگوں کو کرنے دیتے تھے بلکہ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے جیسا کہ مصنف عبد الرزاق کی زید بن اسلم کی روایت سے واضح ہے۔

۹۔ حدیث کا یہ مفہوم جو ذکر کیا گیا ہے اس کی طرف امام بن قیّمؒ نے اشارہ کیا ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "جائع الفوائد" ج ۲ ص ۶۷۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مقتدی کو امام کی قرأت ہی کافی ہے اور فرماتے تھے کہ جو مقتدی امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر بھر دیے جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے وہ فطرت کے خلاف کام کرتا ہے، ایسا شخص فطرت پر نہیں ہے۔

۹۔ خلفاء راشدین کے علاوہ دیگر صحابہ کرام بھی امام کے پیچھے قرأت کرنے کے مخالف تھے، چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کے منہ میں انگارے بھر دیے جائیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا بس چلے تو میں امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کی زبان ہی کھینچ لوں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تو فتویٰ دیا کرتے تھے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

۱۰۔ یہی حال تابعین و تبع تابعین کا تھا۔ یہ حضرات بھی امام کے پیچھے قرأت کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ امام ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں تو امام کے پیچھے قرأت کے برے سے ہی مسنون ہونے کا بھی علم نہیں ہے جانتیکہ فرض و واجب سمجھنا۔ اسی لیے حضرت اسود بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے زیادہ مجھے یہ پسند ہے کہ میں منہ میں انگارے لے لوں، حضرت علقمہ بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کے منہ میں مٹی بھر دی جائے وغیرہ۔

۱۱۔ جہتہدین حضرت امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ

بن جنبلؒ میں سے کوئی امام بھی جہری نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کو صحیح نہیں سمجھتا، فرض و واجب سمجھنا تو بہت دُور کی بات ہے نیز ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام بھی اسکا قائل نہیں کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی۔
۱۱۔ امام ابن تیمیہؒ کے قول کے مطابق جمہور سلف و خلف امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے ہیں اور ان کی دلیل کتاب اللہ اور سنت صحیحہ ہے اور امام کے پیچھے قرأت کو فرض و واجب قرار دینے والوں کی دلیل کمزور ہے۔

لیکن قرآن و حدیث، آثار صحابہ و تابعین اور اقوال ائمہ مجتہدین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ مقتدی پر امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے چاہے امام اونچی آواز سے قرأت کر رہا ہو یا آہستہ آواز سے اور جو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز ناقص ہے، کالعدم ہے بیکار ہے باطل ہے۔
چنانچہ میاں نذیر حسین صاحب کے برادر زادے اور شاگرد مولوی عبدالحفیظ صاحب لکھتے ہیں:-

”فاتحہ خلف الامام پڑھنا فرض ہے بغیر فاتحہ پڑھے ہوئے نماز نہیں ہوتی۔“ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۳۹۵)

نوٹ:- مولوی عبدالحفیظ صاحب کے اس فتوے پر میاں نذیر حسین صاحب اور ان کے دوسرے شاگردوں کے بھی دستخط ثبت ہیں۔
نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں:-

”بعد سورۃ فاتحہ بخواند اگرچہ در پس امام باشد زیرا کہ بے فاتحہ نہ نماز صحیح است و نہ اور اک رکعت معتد بہ۔“ (عرف النجادی ص ۱۱)
اس کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھے اگرچہ امام کے پیچھے ہو کیونکہ فاتحہ کے بغیر نہ نماز صحیح ہے اور نہ رکعت کا پانا معتبر ہے۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:-

”و من فرائضها قراۃ الفاتحۃ تحت لفتاد علیہا فی کل رکعۃ من الثنائیۃ والرباعیۃ فی الفرائض و النوافل للامام و المأموم والمنفرد و المبسوق“ (نزل الابراج ۱ ص ۵۷)

نماز کے فرائض میں سے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ہے اس شخص کے لیے جو اس کے پڑھنے پر قادر ہو دو رکعت والی اور چار رکعت والی نمازوں کی ہر رکعت میں خواہ فرض نماز ہو یا نفل، امام مقتدی منفرد اور مبسوق ہر ایک کے لیے۔

مولوی شہار اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:-

”میں سورۃ فاتحہ کو امام کے پیچھے پڑھنے کو ضروری جانتا ہوں ان دونوں قرآن و حدیث میری تحقیق ہے کہ فاتحہ کے بغیر منفرد ہو یا مقتدی کسی کی نماز نہیں ہوتی۔“ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۵۵)

کراچی سے ایک رسالہ ”فصل الخطاب فی قراءۃ فاتحۃ الكتاب“ شائع ہوا ہے جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ ”جو شخص امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے کالعدم ہے بیکار ہے باطل ہے۔“

(فصل الخطاب من الجوالہ احسن الکلام ج ۱ ص ۵۷)

ملاحظہ فرمائیے:- قرآن و حدیث آثار صحابہ و تابعین وغیرہ سے وثبات ہو رہا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت کرنی ہی نہیں چاہیے خاموش نہ کہ امام کی قرأت کی طرف کان لگانے چاہئیں لیکن غیر مقلدین کا کہنا ہے

کہ مقتدی پر سورۃ فاتحہ کی قرأت فرض و واجب ہے اگر وہ سورۃ فاتحہ نہیں پڑھے گا تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ نماز جو آپ نے بغیر سورۃ فاتحہ کی قرأت کے پڑھائی تھی وہ بھی نہ ہو، نیز خلفاء راشدین ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور ان کے ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں متبعین جن میں حضرت علیؓ جویریؓ، خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، بابا فرید گنج شکرؒ، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، خواجہ باقی باللہؒ، مجدد الف ثانیؒ، حضرت طاہر بندگیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانیؒ رحمہم اللہ جیسے سیکڑوں اولیاء کرام ہیں ان سب کی نماز بھی نہ ہو کیونکہ یہ حضرات بھی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ تو خود پڑھتے تھے اور نہ ہی پڑھنے کو صحیح سمجھتے تھے۔

قارئین کرام غور فرمائیے کہ غیر مقلدین اپنے اس نظریہ سے کس کس کی نماز باطل قرار دے رہے ہیں اور بقول غیر مقلدین جب ان کی نماز ہی نہ ہوئی تو یہ تارک نماز ہوتے اور تارک نماز غیر مقلدین کے نزدیک چونکہ مسلمان نہیں، اس لیے یہ سب حضرات بھی مسلمان نہ ہوں گے العیاذ باللہ۔ غیر مقلدین کی یہ اتنی بڑی جرات و جسارت ہے جو غیر مقلدین کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ قارئین آپ نے غیر مقلدین کے فتوے ملاحظہ فرمائے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے فتوے پر بھی ایک نظر ڈالتے چلتے۔ دیکھئے امام احمد بن حنبلؒ کیا فرماتے ہیں۔

”اہل اسلام میں سے کسی کو بھی ہم نے یہ کہتے نہیں سنا کہ جس شخص نے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جس نے قرأت کی ہو اور اس کے مقتدی نے قرأت نہ کی ہو تو اس مقتدی کی نماز نہیں

ہوتی، یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، آپ کے صحابہ، تابعین، اور تبع تابعین ہیں اور یہ امام مالکؒ ہیں اہل حجاز میں، اور یہ سفیان ثوریؒ ہیں اہل عراق میں اور یہ امام اوزاعیؒ ہیں اہل شام میں اور یہ لیثؒ ہیں اہل مصر میں، ان میں سے کسی نے بھی نہیں کہا کہ جس نے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی کہ جس نے قرأت کی تھی اور خود اس مقتدی نے نہیں کی تو اس مقتدی کی نماز باطل ہے۔“ (منہج ابن قدامہ ج ۱ ص ۱۵۵)

قارئین محترم اب آپ خود فیصلہ فرمائیے کہ غیر مقلدین کا مقتدیوں پر سورۃ فاتحہ کی قرأت کو فرض قرار دینا اور نہ پڑھنے والے کی نماز کو باطل قرار دینا اور بلا جھجک یہ فتویٰ صادر کر دینا کہ امام کے پیچھے جو سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی، یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

ادراك الركعة بادراك الركوع مع الامام
جس نے امام کو رکوع میں پایا اس نے وہ رکعت پالی

۱۔ عن الحسن عن ابي بكر انه انتهى الى النبي صلى الله عليه وسلم وهو راكع فركع قبل ان يصل الى الصف فذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فقال زادك الله حرصا ولا تقدر بخاري ج ۱ ص ۱۵۵

حضرت حسن بصریؒ حضرت ابوبکرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس (مسجد نبوی میں)

ثابت كان يركع على عتبة المسجد ووجهه
الى القبلة ثم يمشى معتزضا على شفتي
اليمين ثم يعتد بها ان وصل الى الصف
اولم يصل - (طحاوی ج ۱ ص ۲۴۲)

حضرت خارجہ بن زید، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ مسجد کی دہلیز میں قدم رکھتے ہی قبلہ رو ہو کر رکوع میں چلے جاتے پھر (بکالت رکوع) دائیں طرف (صف کی طرف) چل پڑتے اور اس رکوع سے پوری رکعت شمار کرتے چاہے آپ صف تک پہنچتے یا نہ پہنچتے۔
۵۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جئتم الى الصلوة و نحن سجود

فاسجدوا ولا تعتدوها شيئا و من ادرك
الركعة فقد ادرك الصلوة - (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۱ متدرک ج ۱ ص ۱۱۱)
حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لیے آؤ اور ہم سجدہ میں جا چکے ہوں تو تم بھی سجدہ میں چلے جاؤ اور اس رکعت کو شمار نہ کرو البتہ جس نے رکوع پالیا اس نے نماز اکی وہ رکعت (پالی)۔

۶۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من ادرك ركعة من الصلوة فقد ادركها قبل ان يفتيم الامام عليه ،

(صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۲۵۴ و صحیح ابن حبان ج ۲ ص ۲۵۴)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پہنچے تو آپ رکوع میں جا چکے تھے۔ چنانچہ صف میں ملنے سے قبل ہی وہ رکوع میں چلے گئے (اور آہستہ چلتے چلتے صف میں مل گئے) نبی علیہ السلام کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے نیکی کرنے پر اور حریص کرے پھر ایسا نہ کرنا۔

۲۔ عن زید بن وہب قال دخلت انا وابن مسعود المسجد والامام راكع فركعنا ثم مضينا حتى استويانا بالصف فلما فرغ الامام تمت اقضى فقال قد ادركته -

(معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۱۱)

حضرت زید بن وہبؓ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے داخل ہوئے تو امام رکوع میں جا چکا تھا چنانچہ ہم بھی رکوع میں چلے گئے اور آہستہ چلتے چلتے صف میں مل گئے جب امام فارغ ہوا تو میں اٹھ کر (وہ رکعت) قضا کرنے لگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ بھی تم نے وہ رکعت پالی ہے۔

۳۔ عن علی وابن مسعود قال من لم يدرك
الركعة فلا يعتد بالسجدة - (معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۱۱)
حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دونوں نے فرمایا کہ جس نے (امام کو) رکوع (میں) نہ پایا اس کے سجدہ (میں) پانے کا کوئی اعتبار نہیں۔

۴۔ عن خارجة بن زید بن ثابت ان زید بن

نے فرمایا جس نے امام کے رکوع میں اٹھنے سے پہلے رکوع کو پالیا اس نے وہ رکعت پالی۔

۷۔ مالك انه بلغه ان اباه ريرة كان يقول
من ادرك الركعة فقد ادرك السجدة ومن
فاتته ام القرآن فقد فاتته خير كثير۔

(موطا امام مالک ص ۷)

حضرت امام مالک سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ فرماتے تھے کہ جس نے رکوع پالیا اس نے سجدہ بھی پالیا اور جس سے ام القرآن فوت ہو گئی اس سے خیر کثیر فوت ہو گئی۔

۸۔ مالك انه بلغه ان عبد الله بن عمرو بن
بن ثابت كان يقول ان من ادرك الركعة
فقد ادرك السجدة۔ (موطا امام مالک ص ۷)

حضرت امام مالک سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور زید بن ثابتؓ دونوں فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے رکوع پالیا اس نے سجدہ بھی پالیا۔

۹۔ عن ابن عمر انه كان يقول اذا فاتتك الركعة
فاتتك السجدة۔ (موطا امام محمد ص ۷)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب تجھ سے رکوع فوت ہو گیا تو پھر سجدہ بھی فوت ہو گیا (یعنی وہ رکعت نہ ہوئی)

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کوئی شخص امام کو رکوع میں پالے تو اس کی وہ رکعت صحیح ہو جائے گی۔ اس کے دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں

ہوگی، چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رکوع میں پایا، تو رکعت پانے کے لیے جلدی سے رکوع میں چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے حضرت ابو بکرؓ کو دُعا دی اور فرمایا آئندہ ایسا نہ کرنا۔ لیکن یہ نہیں فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی اسے ٹٹاؤ۔ حضرت ابو بکرؓ نے رکوع میں ملنے کے لیے جو جلدی کی اس سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک امام کو رکوع میں پالینے سے وہ رکعت ہو جاتی ہے، ورنہ حضرت ابو بکرؓ رکوع میں ملنے کی کوشش نہ کرتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں مل جائے امام کے اٹھنے سے پہلے پہلے تو اس کی وہ رکعت ہو گئی جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث سے واضح ہے اسی پر صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین کا عمل تھا اسی کو ائمہ مجتہدین ائمہ اربعہ نے اپنایا۔ گویا یہ ایک اجماعی مسئلہ ہوا۔

چنانچہ علامہ ابن عبد البرؒ مالکی لکھتے ہیں۔

” قال جمهور الفقهاء من ادرك الامام ركعاً

فكجز ركعاً وامكن يديه من ركبيته قبل

ان يرفع الامام رأسه فقد ادرك الركعة ومن

لم يدرك ذلك فقد فاتته الركعة ومن فاتته

الركعة فاتته السجدة اي لا يعتد بها هذا مذهب

مالك والشافعي وابي حنيفة واصحابه والثرقي

والثوري وابي ثور واحمد واسحق وروى ذلك

عن علی و ابن مسعود و زید و ابن عمر و قد ذکرنا

الاسانید عنہم فی التمهید: (الاشعری ص ۲۵۵) بولہ اعلام السنن ص ۲۵۵

جمہور فقہاء کا کہنا ہے کہ جس شخص نے امام کو رکوع میں پایا اور وہ تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا گیا اور دونوں گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ امام کے اٹھنے سے پہلے پہلے تو اس نے وہ رکعت پالی اور جس نے امام کو رکوع میں نہ پایا اس سے رکوع فوت ہو گیا اور جس سے رکوع فوت ہو گیا اس سے سجدہ فوت ہو گیا یعنی اس کا سجدہ بھی معتبر نہیں ہے۔ یہی مذہب ہے حضرت امام مالک، امام شافعی، امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب و سفیان ثوری، امام اوزاعی، امام ابو ثور، امام احمد اسحاق بن راہویہ کا اور یہی حضرت علیؑ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اور ہم نے ان کی سندیں تمہید میں ذکر کر دی ہیں۔

لیکن چونکہ امام کو رکوع میں پالینے والے مقتدی کی رکعت کا ہو جانا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ مقتدی کی نماز فاتحہ کے بغیر ہو جاتی ہے، مقتدی پر فاتحہ فرض نہیں، اور یہ غیر متقلدین کے مسلک کے خلاف ہے اس لیے انہوں نے ان تمام احادیث و آثار اور اجماع اُمت کے خلاف بڑی دھڑائی کے ساتھ صاف طور پر کہہ دیا کہ جو شخص امام کو رکوع میں پائے اس کی وہ رکعت نہیں پڑھتی سلام پھیرنے کے بعد اس رکعت کو ادا کرے۔

چنانچہ مولوی عبد الرحمن گورکھپوری لکھتے ہیں:

”مدرک رکوع کی رکعت نہیں ہوتی، اس لیے کہ ہر رکعت میں سورۃ

(فتاویٰ مذہبیہ ج ۱ ص ۲۹۶)

فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔“

نوٹ :- یہ فتویٰ میاں نذیر حسین صاحب کا مصدقہ فتویٰ ہے۔

نواب نور الحسن لکھتے ہیں۔

”بے فاتحہ نہ نماز صحیح است و نہ ادراک رکعت معتد بہ“

(عرف المجاہدی ص ۲۶)

سورہ فاتحہ کے بغیر نہ نماز صحیح ہے اور نہ ہی رکوع میں امام کو پانے سے رکعت کے پانے کا اعتبار ہے۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

”ولو وجد الامام فی الركوع لا يعتد بتلك

الركعة لان قراءۃ الفاتحة تحت فرض عندنا۔“

(نزل الابراج ۱ ص ۱۳۳)

اگر امام کو رکوع میں پایا تو (نماز میں) اس رکعت کو شمار نہیں کیا جائیگا کیونکہ سورۃ فاتحہ پڑھنا ہمارے نزدیک فرض ہے۔

مولوی یونس دہلوی لکھتے ہیں :-

”مدرک رکوع کی رکعت ہرگز نہیں ہوتی۔“ (دستور المقتی ص ۱۱۱)

ملاحظہ فرمائیے : اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما رہے ہیں کہ امام کو رکوع میں پالینے والے کی رکعت ہو جاتی ہے۔ صحابہ کرام تابعین عظام کا کہنا ہے کہ اس کی رکعت ہو جاتی ہے۔ ائمہ مجتہدین اس پر متفق ہیں کہ اس کی رکعت ہو جاتی ہے لیکن غیر متقلدین بلا جھجک کہہ رہے ہیں کہ امام کو رکوع میں پانے والے کی رکعت ہرگز نہیں ہوتی کیونکہ یہ بات مان لینے سے ان کے مسلک پر زو پڑتی ہے اور چونکہ اپنا مسلک اور دوسروں کی مخالفت عزیز ہے اس لیے نہ قول رسول کی پرواہ نہ آثار صحابہ کی فکر، نہ

اجماع است کا خیال بلکہ ایک غیر مقلد نے تو ایسی بات کہہ دی کہ جس کو پڑھ کر
دل روتا ہے جگہ پھٹتا ہے، کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ وہ بات نقل کرنے کو دل نہ
نہیں چاہتا لیکن محض اس لیے نقل کر دیتے ہیں کہ غیر مقلدین کا انداز بیان اور
طرز عمل لوگوں کے سامنے آجائے۔ ذرا دل تھام لیجئے کہیں شوق نہ ہو جائے
یہ حوالہ ایک غیر مقلد مگر منصف مزاج عالم کی زبانی نقل کیا جاتا ہے۔

”اول تحریر ایک ہمارے ہی علماء اہل حدیث کی پرچہ تنظیم میں
طبع ہوئی تھی جس میں مولانا موصوف نے مدرک رکوع کے اعتداد
والوں کو مخلص النار (ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے)
مکہ کا حکم صادر فرما دیا تھا۔ نتیجہ اس طرح نکالا تھا کہ مدرک رکوع
سے فاتحہ منقوط ہوتی ہے لہذا اس کی نماز نہیں، جس کی نماز نہیں
وہ۔ بے نماز ہے۔ بے نماز کافر ہے اور وہ مخلص النار ہے۔
بلفظہ۔ (اتمام رکوع فی ادراک رکوع ص ۱۵۸ بحوالہ احسن الکلام ص ۵۵)

قارئین کرام یہ ہے غیر مقلدین کا قول و عمل اور یہ ہے ان کی قرآن و حدیث سے
محبت۔ اب آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت۔

الاقتصار علی الفاتحة فی الاخرین

وجواز التسبیح موضعها وجواز السکوت

فرضوں کی آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیے اور
ان رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کی جگہ التسبیح پڑھنا اور خاموش رہنا بھی جائز ہے

۱۔ عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ ان النبی صلی

اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی الظهر

والولیین بام الكتاب وسورتین و فی الرکعتین

الاجریین بام الكتاب الحدیث۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت عبد اللہ اپنے والد حضرت ابو قتادہؓ سے روایت کرتے

ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور السلام ظہر کی نماز میں پہلی دو رکعتوں میں سورۃ

فاتحہ اور دوسری دو سورتیں پڑھتے تھے اور دوسری دو رکعتوں

میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔

۲۔ عن عبید اللہ بن ابی رافع عن علی رضی اللہ عنہ

انہ کان یقرأ فی الرکعتین الاولیین من

الظهر بام القرآن وقرآن و فی العصر مثل ذالک

وفی الاخریین منہما بام القرآن و فی المغرب

فی الاولیین بام القرآن وقرآن و فی الثالثین بام

القرآن قتال عبید اللہ واراہ قد رفعہ الی النبی

صلی اللہ علیہ وسلم۔ (طحاوی ج ۱ ص ۱۸۱)

عبید اللہ بن ابی رافعؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ ظہر و عصر کی پہلی دو

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، میں نے سنا کہ جب آپ نے عنین المفضوب علیہم ولا الضالین کہا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز آہستہ کر دی۔

۸۔ علقمة بن وائل یحدث عن وائل (وقت سمعت من وائل) انه صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قرأ عنین المفضوب علیہم ولا الضالین قال آمین خفض بها صوته الحدیث۔ (منہ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی واد وصلاً)

حضرت علقمة بن وائل اپنے والد حضرت وائلؓ سے حدیث بیان کرتے ہیں (حضرت علقمة کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے خود حضرت وائلؓ کی زبانی بھی سنا ہے) کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نے عنین المفضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے اپنے اپنی آواز پست کر دی۔

۹۔ عن علقمة بن وائل عن ابيه انه صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم حين قال عنین المفضوب علیہم ولا الضالین قال آمین یخفض بها صوته (مستدرک حاکم ۲ ص ۲۳۲)

حضرت علقمة بن وائل اپنے والد حضرت وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ

عنین المفضوب علیہم ولا الضالین کہہ چکے تو آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز پست رکھی۔

۱۰۔ علقمة بن وائل یحدث عن وائل (وقت سمعت من وائل انه صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قرأ عنین المفضوب علیہم ولا الضالین قال آمین خفض بها صوته۔

(بیہقی ج ۲ ص ۵۵)

حضرت علقمة بن وائل حضرت وائلؓ سے حدیث نقل کرتے ہیں (حضرت علقمة کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے خود حضرت وائلؓ کی زبانی بھی سنا ہے) کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نے عنین المفضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے اپنی آواز پست کر دی۔

۱۱۔ عن علقمة بن وائل عن ابيه ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ عنین المفضوب علیہم ولا الضالین فمات آمین وخفض بها صوته۔

(ترمذی ج ۱ ص ۵۵)

حضرت علقمة بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (نماز میں) عنین المفضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے اپنی آواز پست کر دی۔

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے

۱۔ عن ابراہیم قال قال عمر اربع عمار یخفین عن الامام التقوذ و بسم الله الرحمن الرحیم و آمین و اللہم ربنا لك الحمد ،

(کنز العمال ج ۸ ص ۲۷۷)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ کہے - (۱) اعوذ باللہ ، (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) اللہم ربنا لك الحمد -

۲۔ روى ابو معمر عن عمر بن الخطاب انه قال يخفي الامام اربعاً التقوذ و بسم الله الرحمن الرحيم و آمین و ربنا لك الحمد -

(البنایہ فی شرح الہدایہ ج ۱ ص ۶۷)

حضرت ابو معمرؒ (حضرت ابراہیم نخعیؒ کے استاذ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا امام چار چیزوں کو آہستہ کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) ربنا لك الحمد -

۳۔ وروينا عن عبد الرحمن بن ابی لیلى ان عمر بن الخطاب قال يخفي الامام اربعاً التقوذ و بسم الله الرحمن الرحيم و آمین و ربنا لك الحمد

(محل ابن حزم ج ۲ ص ۲۰۶)

(ابن حزم کہتے ہیں کہ) ہم نے روایت کیا ہے عبد الرحمن بن ابی لیلىؒ سے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) ربنا لك الحمد -

۴۔ عن ابی وائل قال قال عمر و علی لا یجهران بسم الله الرحمن الرحيم ولا بالتقوذ ولا بالتأمین ، (شرح معانی الآثار للعلی ج ۱ ص ۱۲۷) ابو وائل کہتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نہ تو بسم اللہ اور اعوذ باللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے اور نہ ہی آمین اونچی آواز سے کہتے تھے -

۵۔ عن ابی وائل قال لم یکن عمر و علی یجهران بسم الله الرحمن الرحيم ولا بأمین - (البحر النقی ج ۱ ص ۲۸)

حضرت ابو وائل کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نہ تو بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے اور نہ ہی آمین اونچی آواز سے کہتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے

۶۔ عن ابی وائل قال قال علی و ابن مسعود لا یجهران بسم الله الرحمن الرحيم ولا بالتقوذ ولا بأمین - (معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۲۳)

حضرت ابو وائل کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ رضی اللہ عنہما نہ تو اعوذ باللہ، بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے

اور نہ ہی آمین اونچی آواز سے کہتے تھے۔

۷۔ عن علقمة والاسود کلیمہ عن بن مسعود

قتال يخفي الامام ثلاثا التعوذ وبسم الله

الرحمن الرحيم و آمين - (بخاری بن حزم ج ۲ ص ۲۷۷)

حضرت علقمہؒ اور اسودؒ دونوں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے

روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا امام تین چیزوں کو آہستہ آواز

سے کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ خود بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے اور فتویٰ

بھی آمین کے آہستہ آواز سے کہنے کا دیتے تھے

۸۔ عن ابراهيم قتال خمس يخمين سبحانك

اللهم وبحمدك والتعوذ وبسم الله الرحمن

الرحيم و آمين واللهم ربنا لك الحمد

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۷)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں آہستہ کہی جاتی ہیں

(۱) سبحانک اللہم وبحمدک (۲) اعوذ باللہ (۳) بسم اللہ (۴)

آمین (۵) ربنا لك الحمد۔

۹۔ عن ابراهيم قتال اربع يخفين الامام

بسم الله الرحمن الرحيم والاستعاذة و آمين

واذا قتال سمع الله لمن حمده قتال ربنا

لك الحمد - (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۸ و ۹)

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۷۷

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ امام چار چیزوں کو آہستہ آواز

سے کہے (۱) بسم اللہ (۲) اعوذ باللہ (۳) آمین (۴) سمع

الله لمن حمده، کے بعد ربنا لك الحمد۔

۱۰۔ عن ابراهيم انه كان يُسر آمين -

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۹)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ وہ آمین سر آہستہ کہتے تھے۔

حضرت امام شعبیؒ اور حضرت ابراہیم تیمیؒ بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے

۱۱۔ قتال الطبري و روى ذلك عن ابن مسعود

وروى عن النخعي والشعبي و ابراهيم التيمي

كانوا يخفون بآمين - (الجوهري مفتي ج ۲ ص ۵۵)

امام ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے

بھی یہی مروی ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ امام نخعیؒ، امام شعبیؒ

اور ابراہیم تیمیؒ بھی آمین آہستہ آواز سے کہتے تھے۔

حضرت سفیان ثوریؒ کا مسلک بھی آمین آہستہ آواز سے کہنے کا ہے

۱۲۔ و قتال سفیان الثوري و ابو حنيفة و قتالهما

الامام سراً ذهبوا الى قتال - (مروی الخطاب

وابن مسعود رضي الله عنهما - (بخاری ج ۲ ص ۱۷۷)

حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے تھے کہ آمین

آمین سر آہستہ اس میں انہوں نے حضرت شریؒ اور حضرت عبداللہ

بن مسعودؓ کی تقلید کی ہے۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی م ۶۰۶ھ کی تحقیق

”قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ اخفاء التامین

افضل وقال الشافعی رحمہ اللہ اعلاند

افضل واحتج ابو حنیفۃ علی صحۃ قولہ

قال فن قولہ آمین وجہان احدہما اند

دعاء والثانی اند من اسماء اللہ فان کان

دعاء وجب اخفاؤہ لقولہ تعالیٰ (ادعوا ربکم

تضرعا وخفیۃ) وان کان اسما من اسماء اللہ

تعالیٰ وجب اخفاؤہ لقولہ تعالیٰ (واذکر ربک

ف نفسك تضرعا وخفیۃ) فان لم یثبت

الوجوب فلا اقل من الذبیۃ ونحن یہلنا

القول نقول“ (اتفسیر البکیر للامام الفخر الرازی ج ۱۲ ص ۱۳۱)

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا افضل

ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اونچی آواز سے کہنا افضل ہے

امام ابو حنیفہ نے اپنے قول کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے

فرمایا کہ آمین کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آمین دعا ہے دوسری

یہ کہ آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اگر آمین

دعا ہے تو پھر اس کا اخفاء واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

ہے۔ اَدْعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْیَۃً۔ تم لوگ

اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تذلل ظاہر کر کے اور چپکے چپکے

اور اگر آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے تو بھی

اسکا اخفاء واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاذْکُرْ رَبَّکَ

فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَخُفْیَۃً۔ اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو

اپنے دل میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اگر اخفاء کا وجوب ثابت نہ بھی

ہو تو کم از کم مندوب و مستحب ہونا تو ثابت ہوتا ہی ہے اور ہم

بھی یہی قول کرتے ہیں (کہ آمین آہستہ ہی کہنی چاہیے)

مذکورہ بالا آیات کریمہ احادیث و آثار اور اقوال ائمہ مجتہدین سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) جس وقت امام عین المفضوب علیہم ولا الضالین کہے

اس وقت امام اور مقتدی دونوں کے لیے آمین کہنا سنت ہے۔

(۲) آمین آہستہ آواز سے کہنی سنت ہے اول تو اس لیے کہ قرآن وحدث

سے ثابت ہے کہ آمین دعا ہے جیسا کہ آیت کریمہ ”فَتَدُ اجِیْبَتْ

وَدُعُوْتُکُمْ“ اور اس کی تفسیر میں وارد احادیث سے واضح ہے اور دعا

کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ آہستہ کی جائے۔ یہی انبیاء کی

سنت ہے جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی قرآن پاک میں مذکور دعا سے

واضح ہے، ثانیاً اس لیے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آمین

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، ان روایات کے پیش نظر

آمین کہنا ذکر ہوا اور ذکر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ دل میں

اور آہستہ کیا جائے۔ اسی حقیقت کے پیش نظر حضرت امام اعظم نے

آہستہ آواز سے کہنے کو سنون قرار دیا جیسا کہ حضرت امام فخر الدین رازی

کے بیان سے ظاہر ہے۔

(۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے جیسا کہ حضرت

وائل رض کی احادیث سے واضح ہے، نیز آپ کا تجبیر اولیٰ کہہ کر سکوت اختیار کرنا پھر سورہ فاتحہ پڑھ کر دوبارہ سکوت کرنا اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ تجبیر تحریمہ کہہ کر آہستہ آواز سے شمار پڑھتے تھے اور سورہ فاتحہ ختم کر کے شمار کی طرح آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے۔

۴۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آمین آہستہ آواز سے کہنی چاہیے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے عین المفضوب علیہم ولا الضالین کہنے پر مقتدیوں کو آمین کہنے کا حکم فرمایا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ امام بلند آواز سے آمین نہیں کہتا ورنہ اس کے ولا الضالین کہنے پر آمین کہنے کا حکم نہ دیا جاتا نیز آپ نے یہ جو فرمایا کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے اور امام دونوں آہستہ آواز ہی سے آمین کہتے ہیں کیونکہ اگر فرشتوں اور امام کی آمین اونچی آواز سے ہوتی تو لوگ ان کی آمین کی آواز خود ہی سن لیتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ بتلانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی کہ فرشتے اور امام بھی آمین کہتے ہیں۔

۵۔ حدیث میں نمازی کی آمین کے ملائکہ کی آمین کے ساتھ موافق ہونے پر مغفرت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ نمازی کی آمین میں فرشتوں کے ساتھ موافقت کی کسی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) یہ موافقت وقت میں بھی ہو سکتی ہے یعنی جب امام ولا الضالین ختم کرتا ہے تو فرشتے فوراً آمین کہتے ہیں ہمیں بھی ان کی موافقت کرتے ہوئے اسی وقت آمین کہنی چاہیے (۲) خشوع و اخلاص میں بھی موافقت ہو سکتی ہے جیسے فرشتے انتہائی خشوع اور اخلاص کے ساتھ کہتے ہیں ہمیں بھی ایسے ہی کہنی چاہیے (۳) اخفاء میں

بھی موافقت ہو سکتی ہے یعنی جیسے فرشتے آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں حتیٰ کہ ان کی آمین کی آواز سنائی نہیں دیتی ایسے ہی ہمیں بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہنی چاہیے۔

۶۔ خلفاء راشدین بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے جیسا کہ حضرت ابراہیم نخعی ابو عمر وغیرہما کے آثار سے واضح ہے۔

۷۔ اکثر صحابہ کرام اور تابعین بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہتے تھے۔

۸۔ ائمہ اربعہ میں سے تین امام حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ حضرت امام شافعیؒ تینوں اس بات کے قائل ہیں کہ مقتدیوں کو آہستہ آواز ہی سے آمین کہنی چاہیے جیسا کہ خود ان کی اپنی تصانیف میں ان کے اپنے بیانات سے ظاہر ہے۔

۹۔ مذکورہ احادیث سے جہاں یہ بات ثابت ہوئی کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے وہیں یہ بات بھی واضح ہوئی کہ آمین کہنے کا مستویٰ طریقہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی صرف ایک مرتبہ آمین کہیں اور دونوں کی آمین اکٹھی ہو جس کی صورت یہ ہے کہ امام جب ولا الضالین کہہ کر سکوت کرے تو مقتدی فوراً آمین کہہ لیں اس صورت میں امام اور مقتدی دونوں کی آمین اکٹھی ہو جائے گی کیونکہ امام بھی ولا الضالین کے بعد متصلاً آمین کہے گا۔

۱۰۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد سے کہ جب قاری و امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو ثابت ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ امام ہی پڑھے گا مقتدی نہیں کیونکہ اگر مقتدی بھی سورہ فاتحہ پڑھتا تو پھر یہ نہ فرماتے کہ امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو بلکہ آپ فرماتے کہ جب تم ولا الضالین

کہہ چکو تو آمین کہو۔

لیکن قرآن و سنت آثار صحابہ و تابعین اور اقوال ائمہ مجتہدین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ آمین اونچی آواز سے کہنی چاہیے اونچی آواز سے آمین کہنا سنت ہے اور جو شخص ان آیات و احادیث اور آثار صحابہ کے پیش نظر ان سے کہے کہ بھائی آمین آہستہ آواز سے کہو تو وہ اسے تارک سنت سمجھ کر نفرت و حقارت سے دیکھتے ہیں حتیٰ کہ وہ اسے یہودی تک کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے نیز وہ ایک آمین کے بجائے دو آمین کے بھی قائل ہیں۔ اس سلسلہ میں غیر مقلدین کی چند تحریرات ملاحظہ فرمائیے۔

یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں۔

”مغرب و عشاء اور صبح کی نماز میں جب امام اور مقتدی سورہ فاتحہ کی پھلی آیت کو ختم کر چکیں تو پہلے امام پھر مقتدی پکار کر آمین کہیں“
(دستور المتقی ص ۱۱۱)

جماعت غبار اہلحدیث کے سابق امام مفتی عبدالستار رقمطراز ہیں۔

”پس آج کل بھی جو نا عاقبت اندیش و فتنہ انگیز اونچی آمین سے چڑے اور کہنے والوں سے حسد رکھے وہ یقیناً یہودی ہے۔“

(فتویٰ آمین بالجہر ص ۱۱۱ بحوالہ اظہار التحیین ص ۱۶)

مولوی محمد صاحب جو ناگرہمی یوں گوہر افشانی کرتے ہیں۔

”خیر میرا مقصد یہ تھا کہ یہ نری یہودیت ہے کہ اپنے امام کی رائے قیاس پر بھروسہ کر بیٹھنا اور دینی امور میں شخصی تقلید کوئی چیز سمجھنا اور آمین کی آواز سے چڑنا۔“

(دلائل محمدی ج ۲ ص ۱۳ بحوالہ اظہار التحیین ص ۱۱۱)

مولوی خالد گرجا کھی صاحب کے ابا جان مولوی نور محمد گرجا کھی صاحب یوں فرماتے ہیں۔

”اے منکرین آمین اور آمین بالجہر سے روکنے والو سوچو کہ تم کس قدر بے نصیب اور نامراد ہو بلکہ اوروں کو بھی اس نعمت سے نامراد اور بے نصیب کرتے ہو۔“

(اثبات آمین بالجہر ص ۱۱۱ مشمولہ استیصال التقلید)

یہی مولوی نور محمد صاحب اپنے رسالے میں آگے چل کر دل کی بھڑاس نکالتے ہیں اور ایسی سو قیانہ زبان استعمال کرتے ہیں کہ پناہ بخدا، تبرا بازی کی اس بدتر مثال شاید نہ پیش کی جاسکے۔ یہ صاحب خفیوں اور یہودیوں میں مماثلت ثابت کرنے کیلئے لکھتے ہیں۔

(۱) یہودی آمین بالجہر سے جلتے تھے۔ خفی بھی آمین بالجہر سے جلتے ہیں۔
(۲) یہودی جمعہ پڑھنے سے حسد کرتے تھے۔ خفی بھی جمعہ کی تردید میں مضمون لکھتے ہیں۔

(۳) یہودی قبلہ پر حسد کرتے تھے۔ خفی بدعتی بغداد کی طرف منہ کر لیتے ہیں۔

(۴) یہودی صفوں کی درستی سے جلتے تھے۔ خفی بھی پاؤں سے پاؤں ملانے سے جلتے ہیں۔

(۵) یہودی سلام سے حسد کرتے تھے۔ خفی بھی محمدیوں سے سلام پسند نہیں کرتے۔

(۶) یہودی علماء و مشائخ کی تقلید کرتے تھے۔ خفی بھی علماء و مشائخ کی تقلید کرتے ہیں۔

تھے اور کیا یہ سب یہودی تھے؟ پس ہے اذا فانتك الحياء فافعل
ما شئت، بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن۔

قارئین محترم یہ ہیں غیر متقلدین عمل بالمحدث کے و عوید ارجو دشنام وہی
میں رافضیوں کو بھی مات کر گئے ہیں۔ اب آپ مندرجہ بالا آیات کریمہ احادیث
و آثار اور ان کے خلاف غیر متقلدین کے رویے کو سامنے رکھ کر خود ہی فیصلہ
فرمائیں کہ یہ قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت بلکہ حدیث دشمنی؟

ترك رفع اليدين في غير الافتتاح تجکیر تحریم کے علاوہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیئے

۱۔ حدثنا عبد الله بن ايوب المخرمي وسعدان بن نصي وشعيب
بن عمرو في آخرين قالوا ثنا سفيان بن عيينة
عن الزهري عن سالم عن ابيه قال رأيت
رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوة
رفع يديه حتى يحاذي بهما وقال بعضهم
حذو منكبيه و اذا اراد ان يركع و بعد ما يرفع
رأسه من الركوع لا يرفعهما وقال بعضهم
ولا يرفع بين السجدين والمعنى واحد۔

(صحیح ابی حواری ج ۲ ص ۱۹)

حضرت امام زہریؒ، حضرت سالمؒ سے اور وہ اپنے والد حضرت
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے
فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع

کرتے تو رفع یدین کرتے مونڈھوں تک اور جب آپ
ارادہ فرماتے کہ رکوع کریں اور رکوع سے سر اٹھا لینے کے بعد آپ
رفع یدین نہ کرتے۔ بعض راویوں نے کہا ہے کہ آپ دونوں سجدوں
کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے۔ مطلب سب راویوں کی روایت
کا ایک ہی ہے۔

۲۔ حدثنا الحميدي قال حدثنا سفيان قال حدثنا الزهري
قال اخبرني سالم بن عبد الله عن ابيه قال رأيت
رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوة
رفع يديه حذو منكبيه و اذا اراد ان يركع و بعد
ما يرفع رأسه من الركوع فلا يرفع ولا بين
السجدين۔
(مسند حمیدی ج ۲ ص ۱۹)

۱۔ غیر متقلدین حضرات صحیح ابی حواری اور مسند حمیدی کی مذکورہ دونوں روایات کا جب
کوئی جواب نہیں پاتے تو یہ پراپیگنڈا شروع کر دیتے ہیں کہ حنفیوں نے ان میں تحریف کر دی ہے
الیاذ باللہ، قارئین محترم یہ ان حضرات کا سراسر بہتان ہے۔ احناف اس جیسے گھناؤنے
فعل کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے، غیر متقلدین کے اس بہتان کی قلمی کھونٹے کے لیے ہم اس
کتاب کے آخر میں مسند حمیدی اور صحیح ابی حواری کے قلمی نسخوں کا عکس پیش کر رہے ہیں قارئین
ان میں ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں ذکر کردہ الفاظ ان قلمی نسخوں میں ہیں یا نہیں، مزید اری کی بات
یہ ہے کہ مسند حمیدی کا قلمی نسخہ میاں نذیر حسین صاحب کے دوشاگردوں حافظ نذیر حسین
عرف زین العابدین اور محی الدین زینی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور یہ دونوں غیر متقلد تھے
یہ قلمی نسخہ دارالعلوم دیوبند کی لائبریری میں محفوظ ہے، صحیح ابی حواری کا قلمی نسخہ پیر محمد الشیخہ راشدی
صاحب پیر جوگوٹھ سندھ کا ہے اس کا عکس غیر متقلدین کے جماعتی آرگن (اعضام) شہداء شائع علیہ
میں شائع ہوا ہے۔ ہم اسی سے فوٹو کرنا شروع کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ اور پر صحیح ابی حواری کا جو
حوالہ درج ہے وہ بیروت کے طبع شدہ نسخہ کا ہے اس میں اور جس قلمی نسخے کے صفحے کا عکس
ہم دے رہے ہیں اس میں معمولی فرق ہے بیروت والے میں لا یرفع ہے اور قلمی میں فلا
یرفع ہے۔ دونوں نسخے ہمارے مؤید ہیں۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سالم بن عبد اللہ نے اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے خبر دی کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے موندھوں تک اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ فرماتے اور رکوع سے سر اٹھا لیتے تو پھر رفع یدین نہ کرتے اور نہ دونوں سجدوں کے درمیان کرتے۔

۳۔ عن عبد اللہ بن عون الحارثی ثنا مالک عن الزہری عن سالم عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوۃ ثم لا یعود، (خلائیات بیہقی بحوالہ نصب الراية ج ۱ ص ۴۴)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نماز شروع فرماتے وقت رفع یدین کرتے پھر دوبارہ نہ کرتے۔

۴۔ ابن وہب عن مالک بن انس عن ابن شہاب عن سالم بن عبد اللہ عن ابيه ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیه حذو منكبيه اذا افتتح التكبير للصلاة، (المدة الكبرى ج ۱ ص ۲۹)

حضرت سالم بن عبد اللہ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے موندھوں تک جب کہ آپ نماز کی تکبیر تحریر یہ کہتے تھے۔

حدثنا أبو كريب محمد بن العلاء ثنا محمد بن عبد الرحمن بن محمد المحاربي ثنا ابن أبي ليلى عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس وعن نافع عن ابن عمر عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال ترفع الايدي في سبعة مواطن افتتاح الصلوة واستقبال البيت والصفاء والمروة والموقفين وعند الحجر، (كشف الاستار ج ۱ ص ۵۴)

حضرت عبد اللہ بن عباس و حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا رفع یدین سات مقامات پر کیا جائے۔ نماز کے شروع میں، بیت اللہ کی زیارت کے وقت، صفا مروہ پر، عرفات اور مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور رمی جمار کے وقت۔

۶۔ حدثنا احمد بن شعيب ابو عبد الرحمن النسائي انا عمرو بن يزيد ابو بريد الجرهمي ثنا سيف بن عبد الله ثنا ورقاء عن عطاء بن السائب عن سعيد بن جبير عن ابن عباس ان النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال السجود على سبعة اعضاء اليدين و القدمين والركبتين والجبونمة ورفع الايدي اذا رايت البيت وعلى الصفا والمروة و بعرفة وعند رمي الجمار واذا اقيمت الصلوة، (مستم طبرانی الكبير ج ۱ ص ۵۲)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سجدہ سات اعضاء پر کیا کرو دونوں ہاتھوں، دونوں پاؤں، دونوں گھٹنوں، اور پیشانی پر اور رفع یدین اس وقت کیا کر جب تو بیت اللہ کو دیکھئے اور صفا و مروہ پر، وقوف عرفہ کے وقت، رمی جمار کے وقت اور جب نماز کے لیے اقامت کہہ دی جائے۔

۴۔ حدثنا هنادنا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود

عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود الا
اصلي بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فلي
قلو يرفع يديه الا في اول مرة، قال وفي الباب
عن البراء بن عازب قال ابو عيسى حديث
ابن مسعود حديث حسن و به يقول غير واحد
من اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله
عليه وسلم والتابعين وهو قول سفیان
واهل الكوفة، (ترمذی ج ۱ ص ۵۹)

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی نماز
پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور پہلی مرتبہ تکبیر
تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے علاوہ کسی اور جگہ
رفع یدین نہیں کیا، اور ترک رفع یدین کے باب میں حضرت

براء بن عازبؓ سے بھی حدیث مروی ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت
ابن مسعودؓ کی حدیث حسن ہے اور بے شمار اہل علم صحابہ کرام اور تابعین
اسی کے (یعنی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے) قائل ہیں
اور یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

۸۔ حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ نا وکیع عن سفیان
عن عاصم یعنی ابن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود
عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود الا
اصلي بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم

۱۔ اس حدیث مبارکہ کو امام ترمذیؒ نے حسن قرار دیا ہے اور علامہ ابن حزم نے
صحیح قرار دیا ہے ملاحظہ ہو محل ج ۲ ص ۸۸ اسی طرح ابن عدی نے بھی صحیح قرار دیا ہے دیکھئے
المکتب الدرر ج ۱ ص ۱۱۱۔ ترمذی شریف کے محشی احمد شاہ تحریر فرماتے ہیں ”وہذا
الحديث صحيح ابن حزم وغيره من الحفاظ وهو حديث صحيح
وما قالوا في تعليله ليس بعللة“ (جامع ترمذی بتحقیق احمد شاہ ج ۲ ص ۱۱۱) اس حدیث
کو ابن حزم اور ان کے علاوہ دیگر حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے اور بعض لوگوں نے
جو کچھ اس حدیث کی تعلیل کے متعلق کہا ہے وہ علت بنتے کے قابل نہیں ہے، غیر متقلدین
کے محدث العصر ناصر الدین البانی تحریر فرماتے ہیں ”والحق انه حديث صحيح واسناد
صحيح على شرط مسلم ولم نجد لمن اعلمه حجة يصلح التعلق بها ورد
الحديث من اجلها“ الخ (مشکوٰۃ المصابیح بتحقیق محمد ناصر الدین البانی ج ۱ ص ۱۱۱)
حق بات یہ ہے کہ یہ حدیث بھی صحیح ہے اور اس کی سند بھی مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور جن لوگوں
نے اس حدیث کو معطل قرار دیا ہے ہمیں ان کی کوئی ایسی دلیل نہیں ملی جس سے استدلال صحیح ہو
اور اس کی وجہ سے حدیث رد کردی جائے۔

قال فصلی فلم یرفع یدیه الامرة -

(ابوداود ج ۱ ص ۱۰۹)

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں - حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ آپ نے نماز پڑھی اور ایک مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا -

۹- اخبرنا سوید بن نصر حدثنا عبد اللہ بن المبارک عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبد اللہ قال الا اخبرکم بصلوة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فقام یرفع یدیه اول مرة ثم لو یعد، (نسائی ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی خبر نہ دوں (حضرت علقمہ آپ کے شاگرد) کہتے ہیں کہ آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے پہلی مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا پھر نہیں کیا -

۱۰- اخبرنا محمود بن غیلان المروزی حدثنا وکیع حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبد اللہ انہ قال الا اصلی بکھ صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیه الامرة واحدة - (نسائی ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا -

۱۱- حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثناء وکیع ثنا سفیان بن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود - عن علقمة قال قال ابن مسعود الا اصلی کم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فصلی فلم یرفع یدیه الامرة - (مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۸ و ص ۴۲۲)

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں - چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا -

۱۲- حدثنا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبد اللہ قال الا اریکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یرفع یدیه الامرة -

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں (چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور) صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا -

۱۳ اخبرنا ابو الطاهر الفقيه انبأنا ابو حامد بن بلال انبأنا محمد بن اسماعيل الاحمسي ثنا وكيع عن سفيان عن عامر يعني ابن كليب عن عبد الرحمن الاسود عن علقمة قال قال عبد الله يعني ابن مسعود لا صلين يكو صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فصلي فلم يرفع يديه الا مرة واحدة -

(السنن الكبرى للبيهقي ج ۲ ص ۷۸)

حضرت علقمة فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں تمہیں ضرور بضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کر دکھاؤں گا۔ حضرت علقمة کہتے ہیں کہ آپ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا۔

۱۴ حدثنا ابن ابی داود قال ثنا نعيم بن حماد قال ثنا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن الاسود عن علقمة عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم انه كان يرفع يديه في اول تكبيرة ثمر لا يعود -

(شرح معاني الآثار للطحاوي ج ۱ ص ۱۵۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف پہلی تکبیر کے موقع پر رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

۱۵ ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراهيم عن الاسود ان عبد الله بن مسعود رضي الله عنه كان يرفع يديه

۱۶ یہ ابی نہری سند ہے کہ جس کے تمام راوی تمام الضعیف کثیر الملازمة اور اپنے اپنے زمانے کے ائمہ الثقات ہیں

في اول التكبير ثم لا يعود الى شيء من ذلك ويأثر ذلك عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم -

(جامع المسانيد ج ۱ ص ۳۵۵)

حضرت امام ابو حنیفہ حضرت حماد سے اور وہ حضرت ابی ہاشم نخعی سے اور وہ حضرت اسود سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے بعد نماز میں کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے اور وہ اس عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے تھے۔

۱۲ حدثنا محمد بن الصباح البزارنا شريك عن

يزيد بن ابی زياد عن عبد الرحمن بن ابی ليلى -

عن البراء ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان

اذا افتتح الصلوة رفع يديه الى قريب من

اذنيه ثم لا يعود اليه (ابو داود ج ۱ ص ۱۵۴)

۱۷ یاد رہے کہ اس حدیث مبارک میں یزید بن ابی زیاد سے کلمہ لا یتعدی نقل کرنے میں

شریک اکیلے نہیں ہیں بلکہ شریک کے ساتھ یہ کلمہ (۱) سفیان ثوری (۲) سفیان بن عیینہ (۳)

ہشیم (۴) ابن ادریس (۵) اسماعیل بن زکریا (۶) محمد بن ابی لیلی رحمہم اللہ نے بھی نقل کیا ہے جو

یزید بن زیاد کے قدیم شاگرد ہیں اور امام شعبہ نے بھی یزید بن ابی زیاد سے صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی

رفع یدین نقل کیا ہے۔ یہ روایات اس کتاب میں آپ نمبر وار ملاحظہ فرمائیں۔ نیز یہ بھی ذہن میں رہنا

چاہیے کہ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے یہ کلمہ نقل کرنے میں یزید بن ابی زیاد بھی اکیلے نہیں ہیں۔ ان کے

ساتھ یہ کلمہ (۱) عیسیٰ (۲) اور حکم بھی نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-

۱۸ ہذا شریک کے تفرد اور یزید کی تلقین کو لے کر اعتراض کرنا غلط ہے نیز حدیث براء کی ساری سند

(باقی اگلے صفحہ پر)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھ کانوں کے قریب تک لیجا کر رفع یدین کرتے پھر (کسی جگہ) نہ کرتے۔

۱۷۔ حدثنا ابوبکر قال ثنا مؤمل قال ثنا سفيان قال

ثنا يزيد بن ابی زياد عن ابی ليلى

عن البراء بن عازب قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا كبر لا فتاح الصلوة رفع يديه حتى يكون ابهاماه قريبا من شحمتي اذنيه ثم لا يعود۔

(شرح معاني الآثار للعلامة ج ۱ ص ۱۵۴)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز شروع کرنے کے لیے تجبیر کہتے تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کی نو کے قریب ہو جاتے۔ پھر نہیں کرتے تھے۔

۱۸۔ عبد الرزاق عن ابن عيينة عن يزيد بن عبد الرحمن بن ابی ليلى

عن البراء بن عازب مثله وزاد قال مرة واحدة ثم لا تعد لرفعها في تلك الصلوة۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۷۷)

حضرت سفیان بن عیینہ نے یزید بن ابی زیاد سے بواسطہ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اسی کے مانند حدیث روایت کی اور اس میں یہ اضافہ بھی نقل فرمایا کہ حضرت

بقیہ ص ۳۹۷ میں کوئی محدثین و فقہاء آتے ہیں جو سب ترک رفع پر عامل تھے اور تمام کوفہ میں ترک رفع

یہی متواتر تھا۔

براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ہی دفعہ رفع یدین کیا پھر اس نماز میں دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔

۱۹۔ حدثنا اسحق حدثنا هشيم عن يزيد بن ابی زياد

عن عبد الرحمن بن ابی ليلى

عن البراء قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين افتتح الصلوة كبر ورفع يديه حتى كادت تخافيان اذنيه ثم لم يعد،

(مسند ابی لیلی ج ۳ ص ۲۲۸)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو تجبیر تحریر کہی اور رفع یدین کیا یہاں تک کہ آپ اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے برابر لے گئے پھر اس کے بعد دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔

۲۰۔ حدثنا اسحق حدثنا ابن ادریس قال

سمعت يزيد بن ابی زياد عن ابی ليلى،

عن البراء قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم

رفع يديه حين استقبل الصلوة حتى رأيت

ابهاميه قريبا من اذنيه ثم لم يرفعهما

(مسند ابی لیلی ج ۳ ص ۲۲۹)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو

رفع یدین کیا، میں نے آپ کے انگوٹھوں کو کانوں کے بالکل قریب دیکھا پھر اس کے بعد آپ نے رفع یدین نہیں کیا۔

۲۱- حدثنا یحییٰ بن محمد بن صاعدنا محمد بن سلیمان لوین ثنا

اسماعیل بن زکریا ثنا بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ

عن البراء انه رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم

حين افتتح الصلاة رفع يديه حتى حاذى بهما

اذنيه ثم لم يعد الى شئ من ذلك حتى فرغ

من صلاته (دارقطنی ج ۱ ص ۱۹۱)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز

شروع کی تو رفع یدین کیا یہاں تک کہ آپ دونوں ہاتھ کانوں

تک لے گئے پھر آپ نے کسی اور مقام پر رفع یدین نہیں

کیا حتیٰ کہ آپ نماز سے فارغ ہو گئے۔

۲۱- حدثنا ابوبکر الادمی احمد بن محمد بن اسماعیل نا عبد الله

بن محمد ایوب المخرمی نا علی بن عاصم نا محمد بن ابی لیلیٰ

عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ

عن البراء بن عازب قال رأیت رسول الله صلى الله

عليه وسلم حين قام الى الصلاة فكبر ورفع

يديه حتى ساوى بهما اذنيه ثم لم يعد الحديث

(دارقطنی ج ۱ ص ۱۹۲)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے، پہلی

تکبیر میں۔

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جس وقت نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے تکبیر تحریمہ کہی اور رفع یدین کیا حتیٰ کہ آپ دونوں ہاتھ کانوں تک لے گئے۔ پھر دوبارہ (کسی مقام پر) آپ نے رفع یدین نہیں کیا۔

۲۳- حدثنا احمد بن علی بن العلاء ثنا ابو الاسود شعث ثنا

محمد بن بکر ثنا شعبہ عن یزید بن ابی زیاد،

قال سمعت ابن ابی لیلیٰ يقول سمعت البراء في

هذا المجلس يحدث قوما منهم كعب بن عجرة

قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين

افتتح الصلاة يرفع يديه في اول تكبيرة،

(دارقطنی ج ۱ ص ۱۹۱ و مسند احمد ج ۲ ص ۳۰۳)

حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو اس مجلس میں کچھ لوگوں سے باتیں

کرتے سنا جن میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ

(حضرت براء) نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے، پہلی

تکبیر میں۔

۲۳- حدثنا حسين بن عبد الرحمن اما وكيع عن ابن ابی لیلیٰ

عن اخيه عيسى عن الحكم عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ

عن اخيه عيسى عن الحكم عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ

عن اخيه عيسى عن الحكم عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ

عن اخيه عيسى عن الحكم عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ

عن اخيه عيسى عن الحكم عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ

عن اخيه عيسى عن الحكم عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ

عن البراء بن عازب قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع يديه حين افتتح الصلوة ثم لم يرفعهما حتى انصرف ، (ابوداود ج ۱ ص ۱۷۱)
حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نے نماز شروع کی تو رفع یدین کیا پھر نماز سے فارغ ہونے تک (کسی اور جگہ) نہیں کیا۔

۲۵- وکیع عن ابن ابی لیلی عن عیسیٰ بن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة ثم لا يرفعهما حتى ينصرف ، (المدة الكبری ج ۱ ص ۶۹)
حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے ، پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۲۶- حدثنا ابو بكر قال نا وکیع عن ابن ابی لیلی عن البراء بن عازب ان النبي صلى الله عليه وسلم

بقیہ از صفحہ ۳۹۷: ابی یعلیٰ اور شرح معانی الآثار طحاوی میں یہ سند اسی طرح مذکور ہے۔ ہم نے مذکورہ کتب میں سے یہ روایات مع سند کے نقل کر دی ہیں، قارئین نمبر وار وہ روایات اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه ثم لا يرفعهما حتى يفرغ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۷۱)
حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۲۷- حدثنا اسحق حدثنا وکیع حدثنا ابن ابی لیلی

عن الحكم وعیسی عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه ثم لا يرفع حتى ينصرف ، (مسند ابی یعلیٰ ج ۲ ص ۲۲۸)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۲۸- حدثنا محمد بن النعمان قال حدثنا یحیی بن یحیی

قال ثنا وکیع عن ابن ابی لیلی عن اخیه وعن الحكم عن ابن ابی لیلی

عن البراء رضی اللہ عنہ عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله (شرح معانی الآثار طحاوی ج ۱ ص ۱۷۱)

۲۹- حدثنا مسدد ثنا یحیی عن ابن ابی ذئب عن سعید بن مسعمان

عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا دخل فی الصلوۃ رفع یدیه مدًّا
(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہوتے تھے تو خوب ہاتھ دراز
کر کے رفع یدین کرتے تھے۔

۳۔ عن نعیم المجرم و ابی جعفر القاری عن ابی
ہریرۃ انہ کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوۃ
ویکبر کلما خفض ورفع ویقول انا شبھکم
صلوۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،

(التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید ج ۹ ص ۲۱۵)

حضرت نعیم المجرم اور حضرت ابو جعفر القاری رحمہما اللہ حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رفع یدین
تو نماز شروع کرتے وقت کرتے تھے اور تکبیر پر اونچ نیچ میں
کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
نماز کے ساتھ تم سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔

۳۱۔ عن عبد الرحیم بن سلیمان عن ابی بکر النخعی عن عاصم بن کلیب عن ابیہ

عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان
یرفع یدیه فی اول الصلوۃ ثم لا یعود،

(العلل الواردة فی الاحادیث النبویۃ، دار قطنی ج ۴ ص ۱۱۱) (قلت الفر

رفعه عبد الرحیم بن سلیمان وهو ثقة، ناقل)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت
کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع میں رفع یدین
کرتے تھے، پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

۳۲۔ ثنا الحسن بن احمد بن منصور سجادة ثنا بشیر بن

الولید القاضی ثنا کثیر بن عبد اللہ ابو ہاشم —
قال سمعت انس بن مالک یقول قال لی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم یر یا بُنَّی اذا تقدمت الی
الصلوۃ فاستقبل القبلة وارفع یدیک وکبر
واقرا ما یدالک فاذا رکعت فضع کفیک علی رکتیک
وفرّق بین اصابعک وسبح فاذا رفعت
رأسک فاقم صلیک حتی یقع کل عضو مکانہ
واذا سجدت فامکن جیہتک من الارض
وسبح واذا رفعت رأسک فاقم رأسک فاذا
قعدت فضع عقبیک تحت الیتک واقم
صلیک فانہا من سنتی ومن اتبع سنتی فانه
منی ومن ہومنی فہو معی فی الجنة

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج ۶ ص ۲۸۶)

کثیر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک
رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام
نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا جب تو نماز کے لیے بڑھے تو تو قبلہ پر
ہوجا، رفع یدین کر اور تکبیر تحریمہ کہہ اور قرائت کر جہاں سے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے دیکھ کر
حضرت سالم اور قاضی محارب بن ڈار کا اعتراض کرنا۔

عن جابر سمعت سالم بن عبد اللہ یحدث انہ
رأى اباہ یرفع یدیه اذا کبروا اذا اراد ان
یرکع واذا رفع رأسہ من الرکوع فسألتہ عن
ذالک فزعم انہ رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یصنعہ - (مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۷)

حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر
کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے اپنے والد (حضرت عبداللہ
بن عمر) کو دیکھا کہ انہوں نے رفع یدین کیا، تکبیر تحریمہ کے وقت اور
رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت میں نے ان سے
اس کے متعلق سوال کر دیا۔ انہوں نے بتلایا کہ انہوں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

عن محارب بن ڈار قال رأیت ابن عمر
یرفع یدیه کلما رکع وکلما رفع رأسہ من
الرکوع قال فقلت لہ ما هذا قال کان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام فی الرکعتین
کبر و رفع یدیه - (مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۷)

حضرت محارب بن ڈار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ
بن عمر کو رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع
یدین کرتے دیکھا تو میں نے ان سے کہا کہ یہ کیا ہے۔ انہوں نے

فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب دو رکعتوں کے بعد قیام فرماتے
تھے تو تکبیر کہتے تھے اور رفع یدین کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرنا

۱۔ عن مجاہد قال صلیت خلف ابن عمر فلم
یکن یرفع یدیه الا فی التکبیرۃ الاولی
من الصلوٰۃ - (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۵۵)

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کے
پچھے نماز پڑھی تو انہوں نے رفع یدین نہیں کیا مگر نماز کی پہلی تکبیر میں

۲۔ عن مجاہد قال ما رأیت ابن عمر یرفع یدیه

الا فی اول ما یفتتح (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۷)

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر
کو ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

۳۔ عن عبد العزیز بن حکیم قال رأیت ابن عمر

یرفع یدیه حذوا ذنیہ فی اول تکبیرۃ افتتاح

الصلوٰۃ ولہ فیہما فیما سوی ذالک

(موطا امام محمد ص ۹)

عبد العزیز بن حکیم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر

کو دیکھا کہ وہ ابتداء نماز میں پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے

تھے کافوں کے برابر اس کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۴۔ عن مجاہد قال ما رأیت ابن عمر یرفع یدیه الا فی

اول ما یفتتح الصلوٰۃ (معرفۃ السنن والآثار ج ۲ ص ۴۲۸)

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو ابتداء

نماز کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ کر
حضرت میمونؓ کی رائے کا حضرت ابن عباسؓ کے پاس جا کر حیرت سے سنا کر

عن میمون المکی انه رأى عبد الله بن الزبير
وصلى به يستدير بكفيه حين يمشي
وحين يركع وحين يسجد وحين ينهض
للقيام فيقوم فيستدير بيمينه فانطلقت الي
ابن عباس فقلت ان رأيت ابن الزبير صلى
صلوة لم اراحدا يصليها فوصفت له
الاشارة فمال ان احببت ان تنظر الى
صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم
فاقتد بصلوة عبد الله بن الزبير

(الحوادث ج ۱ ص ۸۰)

حضرت میمونؓ کی رائے سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ
بن زبیرؓ کو دیکھا کہ انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو ابتداء نماز
رکوع کو جاتے اور سجدہ میں جاتے اور دوسری رکعت کے
یسے کھڑے ہوتے وقت دونوں ہتھیلوں سے اشارہ کیا، میں
نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس جا کر کہا کہ میں نے
حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا
ہے کہ اور کسی کو بھی اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا حضرت
عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر تم کو پسند ہو کہ حضور علیہ
الصلوة والسلام کی نماز کو دیکھو تو ابن زبیرؓ کی اقتدار کرو۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے صاحبزادے حضرت عبادؓ کا فرمان

وفى المواقف اللطيفة واخرج البيهقي
في خلافياته عن الحاكم بسنده الى حفص
بن غياث عن محمد بن ابى يحيى قال
صليت الى جنب عباد بن عبد الله بن الزبير قال
فجعلت ارفع يدي في كل رفع ووضع
قال يا ابن اخي رأيتك ترفع في كل رفع وتخضع
وان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان
اذا افتتح الصلوة رفع يديه في اول صلوة
ثم لم يرفعهما في شيء حتى فرغ
(بسط الیہ بن لیل الفرقین ص ۵۳)

حضرت محمد بن یحییٰؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبادؓ بن
عبداللہ بن زبیرؓ کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں ہر اونچ نیچ میں
رفع یدین کرتا رہا، حضرت عبادؓ نے فرمایا اے میرے بھتیجے
میں نے نہیں دیکھا ہے کہ تم ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کرتے
تھے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی ابتداء میں ہی
فقط رفع یدین کرتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کہیں
اور رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے
اصحاب و تلامیذ ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

عن شعبہ عن ابی اسحق قال کان اصحاب

عبد الله واصحاب على لا يرفعون ايديهم الا
في افتتاح الصلوة قال وكيع ثم لا يعودون
(مصنف ابن ابی شيبه ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت ابو اسحقؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت
علی رضی اللہ عنہما کے اصحاب و شاگرد صرف نماز کے ابتداء میں
رفع یدین کرتے تھے، حضرت وکیعؒ فرماتے ہیں کہ پھر اس
کے بعد کسی مقام پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔
حضرت ابو اسحق سبیعیؒ، امام شعبیؒ اور ابراہیم نخعیؒ
تینوں ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

قال عبد الملك ورايت الشعبي وابراهيم
وابا اسحق لا يرفعون ايديهم الا حين
يقتحون الصلوة - (مصنف ابن ابی شيبه ج ۱ ص ۲۳۶)
حضرت عبد الملك بن ابيجدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبیؒ
ابراہیم نخعیؒ اور ابو اسحق سبیعیؒ کو دیکھا ہے یہ لوگ ابتداء نماز
کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

عن اشعث عن الشعبي انه كان يرفع يديه في
اول التكبير ثم لا يرفعهما -

(مصنف ابن ابی شيبه ج ۱ ص ۲۳۶)

امام شعبیؒ سے مروی ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع
یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

اخبرنا حصين ومغيرة عن ابراهيم انه

كان يقول اذا كبرت في فاتحة الصلوة فارفع
يديك ثم لا ترفعهما فيما بقي -

(مصنف ابن ابی شيبه ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت حصینؒ اور مغيرةؒ، حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت کرتے
ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ جب تو نماز کے شروع میں تکبیر (تحریمہ)
کئے تو رفع یدین کر پھر باقی نماز میں رفع یدین نہ کر۔

عن حصين ومغيرة عن ابراهيم قال لا ترفع
يديك في شيء من الصلوة الا في الافتتاح
الاول - (مصنف ابن ابی شيبه ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ تو ابتداء نماز کے علاوہ باقی
کسی جگہ بھی نماز میں رفع یدین نہ کر۔

حضرت اسود بن یزیدؒ اور حضرت علقمہؒ بھی ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

عن جابر عن الاسود وعلقمة انه كان
يرفعان ايديهما اذا افتحا ثم لا يعودان
(مصنف ابن ابی شيبه ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت جابرؒ سے مروی ہے کہ حضرت اسود بن یزیدؒ اور حضرت
علقمہؒ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے

حضرت قیس بن ابی حازمؒ بھی ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

عن اسماعيل قال كان قيس يرفع يديه اول ما
يدخل في الصلوة ثم لا يرفعهما -

(مصنف ابن ابی شيبه ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت اسماعیلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت قیس بن ابی حازمؒ ابتداء نماز

میں رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؓ بھی صرف ابتداء نماز میں ہی رفع یدین کرتے تھے

عن سفیان بن مسلم الجہنی قال کان ابن ابی لیلیٰ یرفع یدیه اول شیء اذ کبتر،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۷)

حضرت سفیان بن مسلمؒ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؓ صرف ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے جب تکبیر کہتے تھے۔

حضرت خلیثمہؒ بھی صرف ابتداء نماز میں ہی رفع یدین کرتے تھے۔

عن الحجاج عن طلحة عن خيثمة و ابراهيم قال كانا لا یرفعان ایدیہما الا فی بدء الصلوة

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۷)

حضرت طلحہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خلیثمہؒ اور حضرت ابراہیمؒ بھی دونوں رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز کے شروع میں۔

حضرت سفیان ثوریؒ بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کے قائل ہیں

قال الامام الترمذی "وهو قول سفیان و اهل الکوفۃ"

(ترمذی ج ۱ ص ۵۹)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اور اسی کے (کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جائے پھر نہیں) قائل ہیں حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ۔

محدث سحوت بن ابی اسرائیلؒ بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کے قائل تھے

قال اسحق بنہ ناخذ فی الصلوة کلها

(دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۵)

محدث اسحق بن ابی اسرائیلؒ فرماتے ہیں کہ ہم بھی اسی کو (کہ رفع یدین ابتداء نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہی کیا جائے) اپناتے ہیں تمام نماز میں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک

قال محمد بن السنہ ان یکبر الرجل فی صلوۃ کلما خفض و کلما رفع و اذا انحط للسجود کبر و اذا انحط للسجود الثانی کبر فاما رفع الیدین فی الصلوة فانه یرفع یدیه حدوا لاذنین فی ابتداء الصلوة مرة واحدة شوا لا یرفع فی شیء من الصلوة بعد ذالک و هذا کله قول ابی حنیفۃ

(موطا امام محمد ص ۸۸)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ نمازی اپنی نماز میں ہر اٹھتے بیٹھتے تکبیر کہے جب پہلے سجدے میں جائے تو تکبیر کہے جب دوسرے سجدے میں جائے تو تکبیر کہے اربا رفع یدین تو وہ ابتداء نماز میں صرف ایک مرتبہ کانوں تک کہے اس کے بعد نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرے، اور یہ سب حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

حضرت امام مالکؒ کا مسلک

(قال) وقال مالك لا اعرف رفع اليدين
في شيء من تكبير الصلوة لا في
خفص ولا في رفع الا في افتتاح الصلوة

(المدونة الكبرى ج ۱ ص ۹۸)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا رفع یدین کو نماز کی کسی
بھی تکبیر میں نہ جھکے ہوئے نہ اٹھتے ہوئے سوائے ابتداء
نماز کے۔

”المالكيت قالوا رفع اليدين حذوا المنكبين
عند تكبيرة الاحرام مندوب وفيها عدا
ذالك مكروه“ (الفقه على المذاهب الاربعية ج ۱ ص ۲۵)

مالکیہ کہتے ہیں کہ رفع یدین مؤنڈھول تک تکبیر تحریمہ کے وقت
مستحب ہے اس کے علاوہ مکروہ ہے۔

ترک رفع یدین پر اہل مدینہ کا اجماع

قال ابن القيم ”من اصول مالك اتباع
عمل اهل المدينة وان خالف الحديث“
(بائع الفوائد ج ۲ ص ۳۲)

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ کے اصول میں
سے ہے کہ وہ اہل مدینہ کے عمل کی اتباع کرتے ہیں اگرچہ وہ
حدیث کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

قال ابن رشد المالكي ”فمنهم من

اقتصروا على الاحرام فقط ترجيحاً لحديث
عبد الله بن مسعود وحديث البراء بن عازب
وهو مذهب مالك لموافقة العمل به
(بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۹۷)

ابن رشد مالکیؒ فرماتے ہیں کہ کچھ فقہاء نے رفع یدین کرنے کو
صرف تکبیر تحریمہ کے وقت منحصر کیا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ
اور حضرت براء بن عازبؓ کی احادیث کو ترجیح دیتے ہوئے
اور یہی مذہب ہے امام مالکؒ کا بھی کیونکہ اہل مدینہ کا عمل
اسی کے موافق ہے۔

ترک رفع یدین پر اہل کوفہ کا اجماع

قال الامام الترمذي وبه يقول غير واحد
من اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله
عليه وسلم والتابعين وهو قول سفيان
واهل الكوفة (ترمذي ج ۱ ص ۹۷)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ بے شمار اہل علم صحابہ کرام اور تابعین
عظام اسی کے (صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے
کے) قائل ہیں اور یہی حضرت سفيان ثوريؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

قال الامام محمد بن نصي المروزي
لا نعلم مصرا من الا مصرا تركوا باجمعهم
رفع اليدين عند الخفض والرفع الا اهل
الكوفة - (تعلیق المجتہد ص ۹۷)

امام محمد بن نصر مروزی فرماتے ہیں کہ شہروں میں سے کسی شہر کے متعلق ہم نہیں جانتے کہ وہاں کے رہنے والوں نے اجماعاً سر جھکاتے اور سر اٹھاتے وقت رفع یدین چھوڑ دیا ہو سوائے اہل کوفہ کے۔

قال ابن رشد المالکی فذهب اهل الكوفة ابو حنيفة وسفيان الثوري وسائر فقهاءهم الى انه لا يرفع المصلي يديه الا عند تكبيرة الاحرام فقط۔ (بناية المجتهد ج ۱ ص ۹)

ابن رشد فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سفیان ثوری اور وہاں کے تمام فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ نمازی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہ کرے۔

ترک رفع یدین پر فقہاء کا اجماع

ثنا ابو بکر بن عیاش قال ما رأيت فقيها قط يفعل به يرفع يديه في غير التكبيرة الاولى (شرح معاني الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۵۶)

حضرت ابو بکر بن عیاش فرماتے ہیں کہ میں نے ہرگز کسی فقیہ کو بھی پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

کسی بھی مقام پر رفع یدین کے واجب نہ ہونے پر اجماع

قال النووي " اجمعت الامة على استحباب رفع اليدين عند تكبيرة الاحرام واختلفوا فيما سواها واجمعوا

على انه لا يجب شئ من الرفع (نوعی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۵۸)

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے اس کے علاوہ میں اختلاف ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ رفع یدین کسی مقام پر بھی واجب نہیں۔

مذکورہ بالا احادیث و آثار اور اقوال ائمہ مجتہدین سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانا مسنون ہے۔

(۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور حضرت حباب بن زبیر وغیرہ آپ سے اسی عمل کو نقل فرماتے ہیں۔ حضرت ابو حمید ساعدی نے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں فرمایا مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز تم سب سے زیادہ یاد ہے، پھر آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کی کیفیت ذکر فرمائی، اس میں آپ نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کا ذکر فرمایا، جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث واضح ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام نے باقاعدہ نماز کا طریقہ سکھایا اس میں صرف پہلی رفع یدین کا ذکر کیا اور کسی جگہ کا نہیں۔

اسی طرح حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا میں تمہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز سکھاتا ہوں،

چنانچہ آپ نے پوری نماز پڑھ کر دکھلائی اور پوری نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کیا، نماز سے فارغ ہو کر آپ نے لوگوں سے کہا کہ میری تکبیر اور رکوع و سجود کو اچھی طرح سیکھ لو اور اسے یاد رکھو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں اسی طرح نماز پڑھایا کرتے تھے۔

(۳) خلفاء راشدین بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا کرتے تھے۔

(۴) عام صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔

چنانچہ جلیل القدر تابعی حضرت ابواسحق کا کہنا ہے کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب و شاگرد صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب صحابہ اور تابعین ہی ہوں گے۔ حضرت قیس بن ابی حازم جو افضل التابعین ہیں جنہوں نے حضرات عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم کی زیارت کی ہے، حضرت امام شعبی جنہوں نے پانچ سو صحابہ کرام کو دیکھا ہے اور ۲ سال حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں رہے ہیں۔ حضرت علقمہ بن قیس جن سے صحابہ کرام مسائل پوچھتے تھے۔ حضرت ابراہیم نخعی جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کے مفتی تھے، حضرت اسود بن سیدہ عائشہؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسی ہستیوں کے شاگرد تھے۔ ان حضرات میں سے کوئی بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا۔ ان کے رفع یدین نہ کرنے کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ انہوں نے صحابہ کرام

کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا اس لیے نہیں کیا۔

(۵) خیر القرون میں مراکز اسلام مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور کوفہ ان تینوں جگہوں میں سے کسی جگہ بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں ہوتا تھا چنانچہ مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے صاحبزادے عباد قاضی ہیں۔ ایک صاحب محمد بن ابی یحییٰ مکہ مکرمہ تشریف لائے اور انہوں نے حضرت عبادؓ کے پہلو میں نماز پڑھی اور ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کیا۔ حضرت عبادؓ نے جب انہیں اس طرح نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کر رہے ہو حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اسی طرح جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ مکرمہ تشریف لاکر نماز پڑھائی اور رکوع و سجود وغیرہ میں رفع یدین کیا تو حضرت میمون مکیؓ یہ دیکھ کر سیدھے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس پہنچے اور ان سے جا کر تعجباً عرض کیا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ آج تک کسی کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت عبادؓ اور حضرت میمون مکیؓ دونوں کے طرز عمل سے ثابت ہو رہا ہے کہ مکہ مکرمہ میں اس وقت باوجود صحابہ کرام اور تابعین کی موجودگی کے رفع یدین کا عمل بالکل متروک تھا ورنہ حضرت عبادؓ محمد بن ابی یحییٰ کو رفع یدین کرتے دیکھ کر منع نہ فرماتے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو رفع یدین کرتے دیکھ کر میمون مکیؓ حیرت سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس جا کر یہ نہ کہتے کہ میں نے انہیں اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ آج تک کسی کو اس طرح نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔

مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے دیکھ کر ان کے صاحبزادے حضرت سالمؓ کا سوال کرنا اور قاضی محارب بن دثارؓ کا یہ کہنا کہ ”ما ہذا“ یہ کیا ہے، یہ بتلا رہا ہے کہ اس زمانے میں مدینہ طیبہ میں عام صحابہ و تابعین رفع یدین نہیں کرتے تھے ورنہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو رفع یدین کرتے دیکھ کر ان کے صاحبزادے اور ان کے شاگرد اس استعجاب سے سوال نہ کرتے۔

نیز مدینہ طیبہ میں حضرت امام مالکؒ قیام پذیر تھے اور آپ رفع یدین نہیں کرتے تھے، آپ کے رفع یدین نہ کرنے کی وجہ یہی تھی کہ مدینہ طیبہ میں کوئی بھی رفع یدین نہیں کرتا تھا چنانچہ ابن رشد مالکیؒ کا کہنا ہے کہ حضرت امام مالکؒ نے رفع یدین نہ کرنے کو اہل مدینہ کے عمل کی موافقت کی وجہ سے ہی ترجیح دی ہے۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کو جانتا ہی نہیں، آپ کی وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی ہے اور یہ خیر القرون کا دور اس سے ثابت ہے کہ خیر القرون کے دور میں مدینہ طیبہ میں عام طور پر رفع یدین نہیں ہوتا تھا۔
کوفہ میں حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما جیسے صحابہ کرام اور ان کے سینکڑوں و ہزاروں تلامیذ و اصحاب جو صحابہ و تابعین ہی تھے سب موجود تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا۔

۶۔ ابتداء اسلام میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ بھی رفع یدین ہوا ہے لیکن بعد میں یہ رفع یدین باقی نہیں رہا، اس کی بہت سی دلیلیں ہیں۔

پہلی دلیل :- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض صحابہ کرام کو نماز میں

رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور نماز میں کون اختیار کرنے کا حکم دیا، جیسا کہ حضرت جابر بن سمرہؓ کی حدیث سے واضح ہے نیز آپ نے حکم دیا کہ سات مقامات کے علاوہ رفع یدین نہ کیا جائے۔ ان سات مقامات میں نماز کے اندر تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کے علاوہ اور کسی جگہ کے رفع یدین کا ذکر نہیں، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی احادیث سے ظاہر ہے۔ اگر تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین باقی ہوتا تو آپ اس پر ناپسندیدگی ظاہر نہ فرماتے۔ اور ان سات مقامات میں نماز کے اندر رکوع والے رفع یدین کا ذکر بھی فرماتے، آپ کا اس رفع یدین پر اظہار ناپسندیدگی کرنا اور ان سات مقامات میں رکوع والے رفع یدین کا ذکر نہ کرنا یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ رفع یدین باقی نہیں رہا۔

دوسری دلیل :- کسی بھی صحیح و صریح حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے رکوع والے رفع یدین کا حکم دیا ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے وفات تک رکوع میں جاتے اٹھتے رفع یدین کیا ہے اگر یہ رفع یدین باقی ہوتا تو کوئی تو ایسی حدیث ملتی۔ کسی بھی ایسی حدیث کا نہ ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ رفع یدین باقی نہیں رہا۔

تیسری دلیل :- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افعال و اعمال کو سب سے زیادہ جاننے والے ان کو اپنانے والے اور ان پر عمل کرنے والے حضرات خلفاء راشدین ہیں۔ اگر رکوع والا رفع یدین باقی ہوتا تو لازمی تھا کہ خلفاء راشدین کا اس پر عمل ہوتا، لیکن ایک بھی صحیح حدیث سے حضرات خلفاء راشدین کا رفع یدین کرنا ثابت نہیں جب کہ صحیح احادیث سے ان حضرات کا رفع یدین نہ کرنا ثابت ہے، یہ اس بات کی بڑی کھلی اور واضح دلیل ہے کہ رکوع والا رفع یدین باقی

نہیں رہا، اگر یہ باقی ہوتا تو ناممکن تھا کہ خلفاء راشدین اس پر عمل نہ کرتے۔
چوتھی دلیل :- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو رفع یدین کی حدیث کے
 مرکزی راوی ہیں۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ وہ خود تکبیر تحریر کے علاوہ
 رفع یدین نہیں کرتے تھے، یہ بھی اس بات کی بڑی دلیل ہے کہ رکوع والا رفع
 یدین باقی نہیں رہا ورنہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو نہایت
 متبع سنت صحابی ہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تو رفع یدین نقل کریں
 اور خود اس پر عمل نہ کریں۔

پانچویں دلیل :- اگر رکوع والا رفع یدین باقی ہوتا تو ناممکن تھا کہ مراکز اسلام
 مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ اور کوفہ والے سب کے سب اس کو چھوڑ دیتے
 حضرت ابوبکر بن عیاشؒ جو کہ خیر القرون کے ایک جلیل القدر محدث و فقیہ ہیں ۱۹۳ھ میں وفات
 پائی ہے وہ فرماتے ہیں: ”میں نے ہرگز کسی فقیہ کو نہیں دیکھا کہ وہ تکبیر تحریر
 کے علاوہ رفع یدین کرتا ہو“ مراکز اسلام کے لوگوں کا اس پر عمل نہ کرنا اور خیر
 القرون کے دور میں اس عمل کا متروک ہونا اس بات کی بین دلیل ہے کہ یہ
 رفع یدین باقی نہیں رہا۔

۷۔ اس بات پر اجماع امت ہے کہ تکبیر تحریر کے وقت بھی رفع یدین کرنا
 صرف مستحب (سنت غیر مؤکدہ) ہے فرض واجب نہیں۔

لیکن مندرجہ بالا احادیث و آثار اور اقوال ائمہ مجتہدین اور اجماع امت کے
 خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ رکوع والا رفع یدین سنت مؤکدہ، سنت متواترہ
 بلکہ واجب بلکہ فرض ہے، نہ کرنے سے نماز ناقص ہوتی ہے بلکہ باطل ہو
 جاتی ہے، اور جو رفع یدین نہ کرے وہ سخت گنہگار ہے اور سعادت
 سے محروم ہے (العیاذ باللہ)

چنانچہ جماعت غبار اہل حدیث کے امام مفتی عبدالسار صاحب لکھتے ہیں۔
 ”رفع یدین فی الصلوٰۃ ایسی سنت مؤکدہ ہے جس کو نبی علیہ الصلوٰۃ
 والسلام نے آخر دم تک کیلئے۔“ (فتاویٰ ستاویج ۳ ص ۵۱)
 مولوی خالد گرجا بھی صاحب لکھتے ہیں:
 ”نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کرتے اور رکوع سے سر
 اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا رسول کریم کی سنت متواترہ ہے۔“
 (صلوٰۃ النبی ص ۱۶)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:
 ”اور خود بھی رفع یدین شروع کر دیں کہ سنت مؤکدہ ہے“
 (مختلّات الرسول ص ۲۳۶)

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں:

”ہم رفع یدین سے محروم بھائیوں کی خدمت میں بڑے خلوص اور
 محبت سے عرض کرتے ہیں کہ وہ جناب رحمت عالمیاں صلی اللہ
 علیہ وسلم کی اس پیاری سنت کو ضرور اپنائیں اور عمل میں لائیں اور
 کسی کے کہے کہائے اس سعادت سے محروم نہ ہوں۔“
 (صلوٰۃ الرسول ص ۱۶)

مزید رقمطراز ہیں:

”ہر مسلمان رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھے کہ اس کے بغیر
 نماز کا یقیناً نقصان ہے۔“ (صلوٰۃ الرسول ص ۱۶)

پھر حسین صاحب گرجا بھی مولوی خالد گرجا بھی صاحب کے الہ لکھتے ہیں
 امام سبکی نے رفع یدین کے متعلق (۴۳) صحابہ سے روایات

بڑے مشہور عالم اور امام تھے اور امام زہری (۳) سالم بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں جو بڑے تابعی اور فقیہ ہیں اور سالم (۴) حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں جو بڑے قدیم الاسلام متبع سنت اور عالم اور بڑے درجے والے جو کان (کانین فہم یدید) سے حدیث نقل کر رہے ہیں اور آخر میں (فما ذالت تلك صلاة حتى لقي الله تعالى) لاکر ثابت کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عمر کی آخری نماز تک رکوع جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کرتے رہے۔

(قرة العینین فی اثبات رفع یدین ص ۸۵-۹)

۷۔ اس حدیث کے متعلق مولوی یوسف صاحب ایک جھوٹا ملاحظہ فرمائیے موصوف فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”بیہقی کی روایت میں ابن عمر سے جس کے آخر میں ہے کہ یہی آپ کی نماز رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملائی ہوئے (یہ حدیث صحیح

الاسناد ہے ہدایہ ج ۱ ص ۳۸۶) (حقیقت الفقہ ص ۱۹۲)

ہم نے اس حوالے کی تلاش میں ہدایہ اول ساری چھان ماری لیکن وہاں ایسے کسی حوالہ کا نام و نشان نہیں لہذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ یہ ایک جھوٹی حدیث کو ثابت کرنے کی انتہائی مذموم کوشش ہے۔

لگے ہاتھ مولوی یوسف جے پوری صاحب کے مزید جھوٹ بھی ملاحظہ فرماتے ہیں وہ ہدایہ اور شرح وقایہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:-

”رفع یدین کرنے کی حدیثیں بہ نسبت ترک رفع کے قوی

ہیں۔ ہدایہ ج ۱ ص ۳۸۹۔

(۲۵۱) رفع یدین نہ کرنے کی حدیث ضعیف ہے شرح وقایہ ص ۱۹۲

(حقیقت الفقہ ص ۱۹۲)

یہ دونوں حوالے ہدایہ اور شرح وقایہ میں موجود نہیں ہیں۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ غیر متقلدین قیامت تک بھی یہ حوالے عزلی ہدایہ اور شرح وقایہ سے نکال کر نہیں دکھا سکتے۔

۸۔ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب کی بددیانتی ملاحظہ فرمائیے۔ ان صاحب نے یہ کیا کہ موطا امام محمد سے — رکوع والے رفع یدین کی ایک حدیث نقل کی اور باقی تمام احادیث و آثار جو ترک رفع یدین کے تھے ان سب کو چھوڑ دیا اور کتاب میں لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ گویا امام محمدؒ جو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد اور حنفی ہیں وہ بھی رکوع والے رفع یدین کے قائل ہیں چنانچہ حکیم صاحب جلی صوف میں یہ سُرخ قلم کر کے ”سراج اخلاف حضرت امام محمدؒ کا لغو حق رفع یدین برحق“ لکھتے ہیں:-

”حضرت امام محمدؒ جو اخلاف کے مسلمہ امام ہیں سارا ذخیرہ حنفی مذہب

کا ان ہی کی محنت شاقہ اور مساعی کا نتیجہ ہے آپ حضرت امام ابو حنیفہ کے قابل فخر شاگرد ہیں آپ اپنی مشہور کتاب موطا امام محمدؒ میں رفع یدین کی صحیح حدیث لائے ہیں..... دیکھا آپ نے

کہ حضرت امام ابو حنیفہ کے مایہ ناز شاگرد حضرت امام محمدؒ نے حضورؐ کی صحیح حدیث اپنی کتاب موطا میں لاکر تسلیم کر لیا کہ رفع یدین ان کے نزدیک سنت صحیحہ ثابت ہے اب تو بردار ان اخلاف کو

بھی یہ سنت اپنا لینا چاہیے“ (صلاة الرسول ص ۲۲)

حضرت امام محمدؒ کی جس کتاب کا حکیم صاحب نے حوالہ دیا ہے اسی کتاب

میں حکیم صاحب کی نقل کردہ حدیث کے کچھ بعد حضرت امام محمدؒ نے اپنا مسک ذکر کیا ہے۔ ہم حضرت امام محمدؒ کا مسک ان کی اسی کتاب سے نقل کر دیتے ہیں تاکہ قارئین حکیم صاحب کی دیانت و شرافت کا صحیح اندازہ لگا سکیں۔
حضرت امام محمدؒ رقمطراز ہیں :-

فقال محمد السنته ان يكبر الرجل في
صلواته كلما خفض وكلما رفع واذا انحط
للسجود كبر واذا انحط للسجود الشاق
كبر فامارفع اليدين في الصلوة فانه
يرفع يديه حذو الاذنين في ابتداء الصلوة
مرة واحدة ثم لا يرفع في شئ من الصلوة
بعد ذلك وهذا كله قول ابي حنيفة

(موطا امام محمد ص ۸۸)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ نمازی اپنی نمازیں ہر اُٹھتے بیٹھتے تکبیر کہے جب پہلے سجدہ میں جائے تو تکبیر کہے جب دوسرے سجدے میں جائے تو تکبیر کہے ہر بار رفع یدین تو وہ ابتداء نماز میں صرف ایک مرتبہ کانوں تک کرے اس کے بعد نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرے یہ سب حضرت امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔

۱۔ غیر مقلدین حضرات یہ ثابت کرنے کے لیے کہ ائمہ اربعہ میں سے اکثر ائمہ رکوع والے رفع یدین کے قائل ہیں ایک جھوٹ یہ بولتے ہیں کہ حضرت امام مالکؒ بھی رفع یدین کے قائل ہیں۔

چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں :-
”امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ غنیوں کے نزدیک رفع یدین کرنا سنت ہے گویا کہ ملاہیب اربعہ میں سے تین مذہب رفع یدین کے حامی ہیں۔“ (صلاة الرسول ص ۱۳۲)

حضرت امام مالکؒ کا مسک کیا ہے یہ آپ گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ یہاں ہم دوبارہ پھر حضرت امام مالکؒ کا مسک انہی کی زبانی ذکر کر رہے ہیں تاکہ قارئین کو غیر مقلدین کی اس کذب بیانی کا بھی اندازہ ہو سکے۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں :-

لا اعرف رفع اليدين في شئ من تكبير
الصلوة لا في خفض ولا في رفع الا في افتتاح الصلوة
(المعونة الكبرى ص ۱۵۸)

میں رفع یدین کو جانتا ہی نہیں نماز کی کسی بھی تکبیر میں، نہ جھکے ہوئے نہ اُٹھتے ہوئے سوائے ابتداء نماز کے۔

غور کیجئے حضرت امام مالکؒ تو فرما رہے ہیں کہ میں تکبیر تحریم کے رفع یدین کے سوا اور کسی جگہ رفع یدین کرنے کو جانتا ہی نہیں، اور غیر مقلدین ہیں کہ زبردستی انہیں رفع یدین کا قائل بنایا کہ ائمہ اربعہ کی اکثریت کو رفع یدین کا قائل ثابت کر رہے ہیں۔

۲۔ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب نے اپنی کتاب صلاة الرسول میں بیسیوں کذب بیانیوں اور غلط بیانیوں سے کام لیا ہے خواجہ جلت میں قطع و بید کی ہے اور نامکمل حوالے ذکر کئے ہیں ہم اس کتاب کا جائزہ لیکر کتابی شکل میں بہت جلد عوام کے سامنے پیش کریں گے، انشاء اللہ۔

ترکِ جلسۃ الاستراحتہ نماز میں جلسۃ استراحت نہیں کرنا چاہیے

۱۔ عن عباس او عیاش بن سہل الساعدی
انہ کان فی مجلس فیہ ابوہ وکان من
اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم و فی
المجلس ابو ہریرۃ و ابو حمید الساعدی و ابو
اسید ف ذکر الحدیث و فیہ نشو کبر فسجد
نشو کبر فقام و لو یثورک۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۸۱)

عباس یا عیاش بن سہل ساعدی سے روایت ہے کہ وہ ایک
ایسی مجلس میں تھے جس میں ان کے والد بھی تھے جو نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے صحابہ میں سے تھے اور اسی مجلس میں حضرت ابو ہریرہ
حضرت ابو حمید ساعدی اور حضرت ابواسید رضی اللہ عنہم بھی تھے
انہوں نے حدیث ذکر کی جس میں یہ بیان کیا کہ پھر آپ ﷺ
علیہ وسلم نے بکیر کی پھر سجدہ کیا پھر بکیر کی تو آپ سیدھے کھڑے
ہو گئے بیٹھے نہیں۔

۲۔ عن ابی ہریرۃ قال کان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم ینہض فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیہ
فتال ابو علی حدیث ابی ہریرۃ علیہ
الصلوٰۃ عند اهل العلم یختارون

ان ینہض الرجل علی صدور قدمیہ الخ
(ترمذی ج ۱ ص ۶۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام نماز میں پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے
امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اہل علم کے نزدیک حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ کی حدیث ہی پر عمل ہے اور وہ اسی کو اختیار
کرتے ہیں کہ آدمی (نماز میں) دوسری، تیسری رکعت کے
لیے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑا ہو۔

۳۔ عن عبد الرحمن بن غنم ان ابا مالک
الشعری جمع قومہ فقال یا معشر
الشعریین اجتمعوا واجمعوا نساءکم
وابناءکم واعلموا صلوٰۃ النبی صلی
اللہ علیہ وسلم صلی لنا بالمبینۃ (ف ذکر
الحدیث بطولہ وفیہ) نشو قال سمع اللہ
لن من حمدہ واسبقوی فاما نشو
کبر وخر ساجدا نشو کبر فرفع رأسہ
نشو کبر فسجد نشو کبر فانتہض
قاما الحدیث۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۷)

حضرت عبد الرحمن بن غنم سے روایت ہے کہ حضرت
ابو مالک اشعری نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا اے
اشعریہ! کی جماعت خود بھی جمع ہو جاؤ اور اپنی عورتوں اور

بچوں کو بھی جمع کر لیا تاکہ میں تمہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز سکھلا دوں جو آپ ہمیں مدینہ منورہ میں پڑھایا کرتے تھے آپ نے پوری حدیث ذکر کی جس میں یہ بھی ہے کہ پھر آپ سمع اللہ لمن حمد کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدے میں چلے گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدے سے سر اٹھایا پھر تکبیر کہہ کر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے۔

۴۔ عن ایوب عن ابی قتادۃ ان مالک بن الحویرث قال لا صحابہ الا انبئکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وذاك فن غیر حین صلوٰۃ فقام شو رکع فکبر شو رفع رأسہ فقام ہنیتہ شو سجد شو رفع رأسہ ہنیتہ شو سجد ثم رفع رأسہ ہنیتہ فصلی صلوٰۃ عمرو بن سلمۃ شیخنا هذا قال ایوب کان یفعل شیئا لو ارہم یفعلونہ کان یفعل فی الثالثۃ او الرابعۃ (بخاری ج ۱ ص ۱۱۱)

الحدیث - حضرت ایوب سختیانیؒ حضرت ابوقلابہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن حویرثؒ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ بتاؤں؟

حضرت ابوقلابہؒ کہتے ہیں کہ یہ کوئی فرض نماز کا وقت نہ تھا، چنانچہ آپ کھڑے ہوئے پھر رکوع کیا اور تکبیر کی پھر رکوع سے سر اٹھایا اور تھوڑی دیر ٹھہرے رہے پھر سجدہ کیا پھر سجدہ سے سر اٹھایا اور تھوڑی دیر ٹھہرے رہے پھر آپ نے سجدہ کیا پھر سجدہ سے سر اٹھا کر تھوڑی دیر ٹھہرے رہے غرض انہوں نے ہمارے شیخ عمرو بن سلمہؒ کی طرح نماز پڑھی حضرت ایوبؒ سختیانی فرماتے ہیں کہ عمرو بن سلمہؒ نماز میں ایک ایسا کام کیا کرتے تھے جو میں نے اور لوگوں کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا وہ یہ کہ وہ تیسری رکعت کے بعد یا چوتھی رکعت کے شروع میں بیٹھتے تھے۔

۵۔ عن ابی ہریرۃ ان رجلا دخل المسجد یصلی ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ناحیۃ المسجد فجاء فسلم علیہ فقال لہ ارجع فصل مناک لو فصل فرجع فصلی شو سلم فمات وعلیک ارجع فصل مناک لم فصل قال فی الثالثۃ فاعلمنی قال اذا تمت الی الصلوٰۃ فاسبغ الوضوء شو استقبل القبلة فکبر وارقع بما تیسر معک من القرآن شو ا رکع حتی تطمئن رکعاً شو ارفع رأسک حتی تعبدل قائماً شو اسجد حتی

خلفاء راشدین علیہ استراحت نہیں کرتے تھے

تطمئن ساجدا شوارفع حتی تستوی
و تطمئن جالساً شوارفع حتی تطمئن
ساجدا شوارفع حتی تستوی قائماً
شوارفع ذالک فی صلواتک کلھا۔

(بخاری ج ۲ ص ۹۸۶)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص مسجد نبوی میں داخل ہو کر نماز پڑھنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے۔ وہ شخص نماز سے فارغ ہو کر آپ کے پاس آیا اور سلام کیا آپ نے فرمایا واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی وہ واپس گیا اور دوبارہ نماز پڑھ کر پھر آپ کو سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا واپس جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی تیسری مرتبہ اس شخص نے عرض کیا کہ مجھے (نماز کا طریقہ) بتلا دیجئے۔ آپ نے فرمایا جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو پہلے اچھی طرح وضو کرو پھر قبلہ رو ہو کر تکبیر کہو اور جتنا آسانی سے قرآن پڑھ سکو پڑھو اس کے بعد اطمینان سے رکوع کہو پھر سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر اطمینان سے سجدہ کرو پھر سجدہ سے اٹھ کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر اطمینان سے سجدہ کرو پھر سجدہ سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور اسی طرح ساری نمازیں کرو۔

عن الشعبي ان عمرو و عليا و اصحاب رسول
الله صلى الله عليه وسلم كانوا ينهضون
في الصلوة على صدور اقدامهم۔

(مصنف ابن أبي شيبة ج ۱ ص ۳۹۳)

حضرت امام شعبی سے روایت ہے کہ حضرت عمر حضرت علیؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوا کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود بھی علیہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن عبدة بن ابی لبابة قال سمعت
عبد الله بن يزيد يقول سمعت عبد الله بن
مسعود في الصلوة قائماً ينهض ولا يجلس
قال ينهض على صدور قدميه في
الركعة الاولى والثالثة۔

(مسلم براتی کبیر ج ۹ ص ۱۱۱ و سنن کبیری ج ۲ ص ۱۲۵)

عبدة بن ابی لبابة فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کو نماز میں بغور دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ پہلی اور تیسری رکعت کے بعد سیدھے کھڑے ہو جاتے ہیں بیٹھتے نہیں عبد الرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ آپ اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے پہلی اور تیسری رکعت کے بعد۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی جلوسہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن وهب بن كيسان قال رأيت ابن الزبير إذا سجد السجدة الثانية ثم قام كما هو على صدور قدميه - (مصنف ابن أبي شيبة ج ۲ ص ۲۹۸)
حضرت وهب بن كيسانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو دیکھا کہ وہ جب دوسرا سجدہ کر لیتے تو اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل جیسے ہوتے ویسے ہی کھڑے ہو جاتے۔
حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی جلوسہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن نافع عن ابن عمر أنه كان يهض في الصلوة على صدور قدميه -

(مصنف ابن أبي شيبة ج ۲ ص ۲۹۸)

حضرت نافعؓ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نمازیں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابوسعیدؓ بھی جلوسہ استراحت نہیں کرتے تھے

ثنا سليمان الاعمش قال رأيت عمار بن عمير يصلي من قبل ابواب كنيسة قال فرأيت ركب سجد فلما قام من السجدة الأخيرة قام كما هو فلما انصرف ذكرت ذلك له فقال حدثني عبد الرحمن بن يزيد أن رأى عبد الله بن مسعود يقوم

على صدور قدميه فقال الاعمش فحدثت بهذا الحديث ابراهيم النخعي فقال ابراهيم حدثني عبد الرحمن بن يزيد أن رأى عبد الله بن مسعود يفعل ذلك فحدثت به خبيشة بن عبد الرحمن فقال رأيت عبد الله بن عمر يقوم على صدور قدميه فحدثت به محمد بن عبد الله المثنبي فقال رأيت عبد الرحمن بن أبي ليلى يقوم على صدور قدميه فحدثت به عطية العوفي فقال رأيت ابن عمرو ابن عباس وابن الزبير و ابا سعيد الخدري رضي الله عنهم يقومون على صدور اقدامهم في الصلوة - (سنن الكبرى للبيهقي ج ۲ ص ۱۲۵)

امام اعمشؓ کہتے ہیں کہ میں نے عمار بن عمیرؓ کو ابواب کاندہ کی جانب نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپؓ نے رکوع کیا پھر سجدہ کیا جب آپؓ دوسرے سجدے سے اٹھے تو جیسے تھے ویسے ہی کھڑے ہوئے، آپؓ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے اس کا تذکرہ کیا۔ آپؓ نے فرمایا مجھے عبدالرحمن بن زیدؓ نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دیکھا ہے کہ وہ نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ امام اعمشؓ

ہیں کہ میں نے یہ حدیث ابراہیم نخعیؒ سے بیان کی انہوں نے فرمایا کہ مجھے بھی عبدالرحمن بن زید نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے امام اعمشؒ کہتے ہیں پھر میں نے یہ حدیث غوث بن عبد الرحمن سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے امام اعمشؒ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث محمد بن عبداللہ ثقفیؒ کو بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے عبدالرحمن بن ابی یعلیٰ کو دیکھا ہے کہ وہ بھی اپنے قدموں کے بل کھڑے ہوتے تھے امام اعمشؒ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عظیمیؒ سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے کہ وہ نماز میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل ہی کھڑے ہوتے تھے۔

عام صحابہ کرام جلیسہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن النعمان بن العباس عیاش قتال
ادرت عنیر واحد من اصحاب النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فكان اذا رفع رأسه من
السجدة في اول ركعة والثالثة فقام كما هو
ولو يجلس (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۵)

حضرت نعمان بن ابی عیاشؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے بے شمار صحابہ کرام کو پایا ہے کہ وہ جب پہلی اور دوسری رکعت کے بعد سے اپنا سر اٹھاتے تھے تو ویسے ہی سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے بیٹھتے نہیں تھے۔

حضرت ابن ابی یعلیٰ بھی جلیسہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن محمد بن عبد اللہ قتال کان ابن ابی
یعلیٰ ينهض في الصلوة على صدره قدميه
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۲)

محمد بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی یعلیٰ نماز میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ بھی جلیسہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن ابراهيم النخعي كان يسرع في القيام
في الركعة الاولى من آخر سجدة -
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۵)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ وہ پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ کر کے قیام میں جلدی کرتے تھے۔

عام مشائخ کا معمول تھا کہ وہ جلیسہ استراحت نہیں کرتے تھے

عن الزهري قتال كان اسثيا خنا لا يجاميلون
يعني اذا رفع احداهم رأسه من السجدة
الثانية في الركعة الاولى والثالثة
ينهض كما هو ولو يجلس

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۵)

امام ذہریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ مائل نہیں ہوتے تھے یعنی جب کوئی ان میں سے پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھاتا تو ویسے ہی سیدھا کھڑا ہو جاتا تھا بیٹھتا نہ تھا۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ
جلسۂ استراحت کے قائل نہیں ہیں۔

”فإن التمهيد اختلف الفقهاء في النهوض من السجود الى القيام فقال مالك والوزاعي والثوري والجمهور لا يصح ولا ينهض على صدر قدميه ولا يجلس وروى ذلك عن ابن مسعود وابن عمر وابن عباس وقتال المغيرة بن ابی عياش ادرکت عن غير واحد من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم يفعل ذلك وقال ابو الزناد ذلك السنة وبه قال ابن حنبل وابن راهويه وقاتل احمد واكثر الاحاديث على هذا“

(المجموع الفتاوى ج ۲ ص ۱۵۱)

تمہید میں ہے کہ سجدہ سے قیام کے لیے اٹھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ حضرت امام مالکؒ، امام ابو زاعیؒ، ثوریؒ، امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب رحمہم اللہ کا کہنا ہے کہ نماز اپنے قدموں

کے بل کھڑا ہو اور جلسۂ استراحت نہ کرے اور نبی مودیؐ ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ رضی اللہ عنہم سے حضرت نعمان بن ابی عیاشؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیشمار صحابہ کرام کو ایسا ہی کرتے ہوئے پایا ہے۔ ابو الزنادؒ کہتے ہیں کہ جلسۂ استراحت نہ کرنا ہی سنت ہے، حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راہویہؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل اہل اسی پر ہیں (کہ جلسۂ استراحت نہ کیا جائے)

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر بغیر بیٹھے سیدھے کھڑے ہو جانا مسنون ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول مبارک یہی تھا، آپ پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ آپ کا یہی معمول نقل فرماتے ہیں اور حضرت ابو مالک اشعریؓ اسی طریقہ سے قیام کرنے کو آپ کا طریقہ بتاتے ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ایسے شخص کو جو صحیح طرح نماز نہیں پڑھ رہا تھا، صحیح طرح نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا۔ آپ نے اس سے کہا کہ جب تم اطمینان سے سجدہ کر چکو تو سجدے سے اٹھو اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ آپ کے اس فرمان سے صاف طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جلسۂ استراحت مسنون نہیں کیونکہ اگر جلسۂ استراحت مسنون ہوتا تو آپ ضرور اس شخص کو اس کے

کرنے کا حکم دیتے۔

خلفاء راشدین اور عام صحابہ کرام کا معمول بھی یہی تھا کہ وہ جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے تابعین اور تبع تابعین بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے، حضرت امام ابو حنیفہؒ حضرت امام مالکؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ بھی جلسہ استراحت کے قائل نہیں ہیں۔ خیر القرون میں جلسہ استراحت کا رواج نہیں تھا۔ کیونکہ حضرت ایوب سختیائیؒ، توفیق الرحمن جو جلیل القدر تابعین ہیں سے ہیں جنہوں نے صحابہ کرام و تابعین عظام کو دیکھا ہے انہوں نے حضرت مالک بن حویرثؒ کی وہ حدیث جس میں ان کے جلسہ استراحت کرنے کا ذکر ہے۔ بیان کی تو فرمایا کہ حضرت مالک بن حویرثؒ نے ہمارے شیخ عمرو بن سلمہؒ یہی نماز پڑھی، عمرو بن سلمہؒ نماز میں ایک ایک کام کرتے تھے جو میں نے لوگوں (صحابہ و تابعین) کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا وہ یہ کہ عمرو بن سلمہؒ تیسری رکعت کے بعد یا پونگھی رکعت کے شروع میں بیٹھتے تھے (جلسہ استراحت کرتے تھے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں جلسہ استراحت کا بالکل رواج نہیں تھا ورنہ اس کے بارے میں حضرت ایوب سختیائیؒ یہ نہ فرماتے کہ میں نے یہ صحابہ و تابعین کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا، آج بھی عربین شریفین کے امام جلسہ استراحت نہیں کرتے، یاں اگر کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر بیٹھ جائے اور پھر اٹھے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اعذار کی وجہ سے بہت سے اعمال میں شریعت کی طرف سے رخصت ہے چنانچہ قعدہ میں عذر کی وجہ سے دو زانو

بیٹھنے کے بجائے چوڑھی مار کر بیٹھنا بھی جائز ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے۔ (دیکھئے غازی جلد ۱ ص ۱۱۱)
لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف عذر وغیرہ کی تفریق کے بغیر غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ جلسہ استراحت مستحب بلکہ سنت ہے چنانچہ نواب نور الحسن لکھتے ہیں

”و جلسہ استراحت سنت است“ (عرف المجاہد ص ۳۰)

اور جلسہ استراحت سنت ہے۔

اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں

”یہ جلسہ واجب نہیں سنت ہے“

(رسول اکرم کی نماز ص ۸۳)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

”و یستحب ان یجلس یجلساً خفیفة

بعد السجدة الثانية“

(نزل الابرار ج ۱ ص ۱۱۱)

اور دوسرے سجدے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھنا (جلسہ

استراحت کرنا) مستحب ہے۔

لاحظہ فرمائیے جو عمل نہ تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول ہے نہ آپ نے اس کا حکم دیا ہے اور نہ ہی وہ خلفاء راشدین، صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین عظام کا معمول ہے اور نہ ہی وہ خیر القرون میں رواج پذیر ہے ایسا عمل غیر مقلدین کے نزدیک سنت ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خلفاء راشدین صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین، ائمہ کبار حدیث اسی کتاب کے صفحہ ۲۵۸ پر مذکور ہے۔

مجتہدین کو اس سنت کا علم نہ ہو سکا اور وہ اس سنت سے محروم رہے۔ العیاذ باللہ

قارئین فحیدلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟
خالد گر جا بھی صاحب کا جھوٹ
 نگے ہاتھ خالد گر جا بھی صاحب کا ایک جھوٹ ملاحظہ فرماتے

چلیں وہ لکھتے ہیں۔

بعض لوگ جلسہ استراحت کے قائل نہیں ہیں حالانکہ یہ سنت ثابتہ ہے فقہ حنفی میں اس کا سنت ہونا موجود ہے
 ہادیج اصحاح ۳۸۳، (صلوۃ النبی ص ۱۷۱)

ہادیج میں کوئی ایسی بات موجود نہیں لہذا خالد صاحب کا اسے ہادیج حوالہ سے بیان کرنا جھوٹ ہے۔

ترك الاعتماد على اليدين اذا نهض في الصلوة

نمازیں سجدے سے اٹھتے وقت

دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر نہیں اٹھنا چاہیے

۱۔ عن منافع عن ابن عمر قال نهض رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يعتمد الرجل على يديه اذا نهض في الصلوة۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں (دوسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت) دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر اٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

۲۔ عن وائل بن حجر قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم اذا سجد وضع ركبتيه قبل يديه واذا نهض رفع يديه قبل ركبتيه، (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۱)
 حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ جب آپ سجدے میں جاتے تو زمین پر پہلے گھٹنے رکھتے پھر ہاتھ اور جب سجدے سے کھڑے ہوتے تو پہلے ہاتھ اٹھاتے پھر گھٹنے۔

۳۔ عن عبد الجبار بن وائل عن ابيه ان النبي صلى الله عليه وسلم فذكر حديث الصلوة قال فمما سجد وقعتا ركبتيه الى الارض قبل ان يقعا كفتاه قال همام فاشققت حديثي عاصم بن كليب عن ابيه عن النبي صلى الله عليه وسلم بمثل هذا وفي حديث احمد وأكبر على انه في حديث محمد بن جحادة واذا نهض نهض على ركبتيه واعتمد على فخذه، (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۱)

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کی حدیث کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جب آپ نے سجدہ کیا تو آپ کے گھٹنے ہتھیلیوں سے پہلے زمین پر لگے، ہمام (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ ہمیں شقیقؓ نے اور شقیقؓ کہتے ہیں کہ مجھے عاصم بن کلبؓ نے اپنے والد کے واسطے سے نبی

علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اسی کے مثل حدیث بیان کی ہے اور ان دونوں میں سے کسی ایک کی حدیث میں ہے اور میرا زیادہ علم یہی ہے کہ وہ محمد بن حنفیہ کی حدیث ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اٹھے تو گھٹنوں کے بل پر اٹھے اور اپنی رانوں پر سہارا لیا۔

۳۔ عن ابی جحیفۃ عن علی رضی اللہ عنہ قتال ان من السنۃ فی الصلوٰۃ المکتوبۃ اذا تھض الرجل فی الرکعتین الاولیین ان لا یتمد بیدہ علی الارض الا ان یشیخا کبیرا لا یمتطیع (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۵)

حضرت ابو جحیفہؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا فرض نماز میں سنت یہ ہے کہ آدمی پہلی دو رکعتوں میں زمین پر ہاتھ ٹیک کر نہ اٹھے، الا یہ کہ وہ بہت بوڑھا ہو جسے اس کے بغیر اٹھنے کی ہمت ہی نہ ہو۔

۴۔ عن الحارث عن ابراہیم اندکان یکرہ ذالک الا ان یشیخا کبیرا او مریضا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۵)

حضرت ابراہیم غنیؓ سے مروی ہے کہ وہ نماز میں زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنے کو مکروہ سمجھتے تھے، الا یہ کہ آدمی بہت بوڑھا ہو یا بیمار ہو۔

علامہ ابن قیمؒ حنبلی کی تحقیق

ثوکان صلی اللہ علیہ وسلم ینھض علی صدور قدمیہ و رکبئینہ معتددا علی فخذیہ کما ذکر عندنا سئل و ابوہریرۃ لا یتمد علی الارض بیدہ الخ

(زاد المصابیح فی ھدی خیر العباد ج ۱ ص ۱۰۰)

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے قدموں اور گھٹنوں کے بل کھڑے ہوتے تھے اپنی رانوں پر سہارا دیتے ہوئے (جیسا کہ حضرت وائل بن حجرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے ذکر کیا ہے) اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر نہیں ٹیکتے تھے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز میں پہلی رکعت کے سجدوں سے فارغ ہو کر دوسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت سنت یہ ہے کہ زمین سے پہلے چہرہ اٹھائے پھر دونوں ہاتھ رانوں پر رکھ کر گھٹنے اٹھا کر سیدھا کھڑا ہو جائے اور کھڑے ہوتے ہوئے دونوں ہاتھ زمین پر نہ ٹیکے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول یہی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھ زمین پر نہ ٹیکے بغیر کھڑے ہوتے تھے صرف یہی نہیں بلکہ آپؐ نے نماز میں زمین پر ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہونے سے منع بھی فرمایا ہے، حضرت علی مرتضیٰ کرام اللہ تعالیٰ وجہ اسی کو سنت قرار دیتے ہیں، عام صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام کا عمل بھی یہی ہے حضرت ابراہیم غنیؓ تو زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنے کو مکروہ گردانتے ہیں، ہاں اگر کوئی شخص اتنا بوڑھا ہو گیا ہو جس کے لیے زمین پر ہاتھ سے سہارا لینے

بغیر اٹھنا دشوار ہو یا کوئی بیمار ہو اور بیماری کی وجہ سے صحیح طرح نہ اٹھ سکتا ہو تو اس کے لیے رخصت ہے کہ وہ زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھ جائے۔ لیکن ان احادیث و آثار کے خلاف غیر متقلین کا کہنا ہے کہ نماز میں دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکتے ہوئے ہی اٹھنا چاہیئے ان کے اس مذہب وغیرہ کی کئی قید نہیں چنانچہ :

یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں

” پھر زمین پر دونوں ہاتھ ٹیک کر دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوں۔“
(دستور ملت حق ص ۱۸)

ملاحظہ فرمائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول نماز میں زمین پر ہاتھ ٹیکے بغیر اٹھنے کا ہے، حضرت عائشہؓ اسی کو سنت قرار دیتے ہیں۔ عام صحابہ کرام کا اسی پر عمل ہے، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھنے سے منع بھی فرما رہے ہیں، لیکن غیر متقلین اس کی پڑاہ کئے بغیر اور عذر وغیرہ کی قید لگائے بغیر کہہ رہے ہیں کہ نماز میں زمین پر ہاتھ ٹیک کر کھڑے ہوں۔

قارئین یہ سب غیر متقلین کا حدیث پر عمل اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

ہیئتہ جلستہ التشہدین وعدم التورک
دونوں قعدوں میں ایک طرح بیٹھنا ہی مسنون ہے اور تورک مسنون نہیں

۱۔ عن وائل بن حجر قال قدمت المدينة قلت
لا نظرن الا صلوٰۃ رسول الله صلى الله عليه
وسلم فلما جلس يعني للتشهد اثن ث

رجله اليسرى ووضع يده اليسرى يعني
على فخذه اليسرى ونصب رجله اليمنى، قال
ابو عيسى هذا حديث حسن صحيح والعمل
عليه عند اكثر اهل العلم (تمذیج اسفل)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ طیبہ آیا تو میں نے (جی میں) کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے ضرور دیکھوں گا (میں نے دیکھا کہ) جب تشہد میں بیٹھے تو آپ نے بائیں پاؤں بچھا کر اپنا بائیں ہاتھ بائیں ان پر رکھ لیا اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھا، امام تمذیجؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اہل علم کی اکثریت کا اسی پر عمل ہے

۲۔ عن وائل بن حجر قال صليت خلف
رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما قعد
وتشهد فترث قدمه اليسرى على
الارض وجلس عليها،

(سنن سعید بن منصور ج ۱ ص ۱۸۸)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی جب آپ تشہد پڑھنے کے لیے بیٹھے تو آپ نے اپنا بائیں پاؤں زمین پر بچھا لیا اور اس پر بیٹھ گئے۔

۳۔ عن ربيعة بن رافع ان النبي صلى الله عليه
وسلم قال لا تعزوا في اذا سجدت فمكن بجوئك

فَإِذَا جَلَسْتَ فَأَجْلِسْ عَلَى رِجْلِكَ الْيُسْرَى
وَمِنْهُمَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ ج ۱ ص ۱۰۰ مِصْنَعُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ ج ۱
ابن حبان ج ۱ ص ۱۰۰ نيل الاوطار ج ۲ ص ۲۸۲

حضرت رفاعہ بن رافعؓ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے اعرابی سے کہا کہ جب تو سجدہ کرے تو اچھی طرح
سجدہ کر اور جب (شہد میں) بیٹھے تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھ۔

۴۔ عن عبد الله وهو بن عبد الله بن عمر عن ابيه
قتال من سنة الصلوة ان تنصب القدم اليمنى
واستقباله باصابعها القبلة والجلوس على اليسرى۔
(نسائی ج ۱ ص ۱۰۰)

حضرت عبد اللہؓ اپنے والد عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے
ہیں کہ آپ نے فرمایا نماز کی سنت میں سے ہے کہ (شہد میں)
دایاں پاؤں کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رخ رکھی جائیں اور
بائیں پاؤں پر بیٹھا جائے۔

۵۔ عن عائشة رضي الله عنها قالت كان رسول الله
صلى الله عليه وسلم يستفتح الصلوة
بالتكبير والتهنئة بالحمد لله رب العالمين
وكان اذا ركع لم يثبخص رأسه ولو
يصوبه وكان بين ذلك وكان اذا رفع رأسه
من الركوع لم يسجد حتى يستوى قائما
وكان اذا رفع رأسه من السجدة لم يسجد

حتى يستوى جالسا وكان يقول قد
كلى ركعتين التحية وكان يفرش رجله
اليسرى وينصب رجله اليمنى وكان ينهى
عن عقبة الشيطان وينهى ان يفتترش
الرجل ذراعيه اختراش السبع وكان يخفضهم
الصلوة بالنسليم۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۰۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نماز اللہ اکبر کے ساتھ اور قرأت الحمد للہ رب العالمین کے
ساتھ شروع فرماتے تھے اور جب آپ رکوع کرتے تو اپنا سر
مبارک نہ اوپر اٹھاتے تھے اور نہ بالکل نیچے جھکا دیتے تھے۔
دونوں کے درمیان نہ رکھتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے
تو سجدہ میں نہ جلتے جب تک کہ سیدھے کھڑے نہ ہو جاتے
اور جب آپ سجدہ سے سر اٹھاتے تو (دوسرے) سجدے
میں نہ جاتے جب تک کہ سیدھے نہ بیٹھ جاتے اور آپ ہر
دور رکعتوں میں التحیات پڑھتے تھے اور آپ بائیں پاؤں سچاؤ
اور دایاں کھڑا رکھتے تھے۔ اور شیطان کی طرح بیٹھنے سے
منع فرماتے تھے اور آپ اس سے بھی منع فرماتے تھے کہ آدمی
اپنے دونوں بازوؤں کو درندہ کی طرح بچھا دے اور آپ نماز سلام
سے ختم فرماتے تھے۔

۶۔ عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن
الاقعاء والتورك في الصلوة
(سنن کبریٰ ج ۱ ص ۱۰۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں اقعاء اور تورک سے منع فرمایا ہے۔

۷۔ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الاقعاء والتورک فی الصلوٰۃ

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۵۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں اقعاء اور تورک سے منع فرمایا ہے۔

۸۔ عن سمرة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن التورک والاقعاء الحدیث۔

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۵۷)

حضرت سمرة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تورک اور اقعاء سے منع فرمایا ہے۔

۹۔ عن عبد اللہ بن عبد اللہ انہ اخبرہ انہ

کان یسری عبد اللہ بن عمر یتربع فی الصلوٰۃ

اذا جلس ففعلتہ واسنا یومئذ حدیث

السنن فنہا فی عبد اللہ بن عمر وقال انہا

سنة الصلوٰۃ ان تنصب رجلاً الیمنی وتثنی

الیسری ففعلت انک تفعل ذالک فمال ان

رجلاً لا تجملا فی (بخاری ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت

عبد اللہ بن عمر کو دیکھتے تھے کہ جب آپ (قعدہ میں) بیٹھتے

تو چوڑی مار کر بیٹھتے (فرماتے ہیں کہ) میں ابھی بالکل نو عمر تھا میں

بھی ایسا کرنے لگا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے اس

سے روکا اور فرمایا کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ (بیٹھنے میں) ایسا

پاؤں کھڑا رکھو اور بائیں پاؤں پھیلا دو میں نے کہا کہ آپ تو اس

طرح کرتے ہیں (چوڑی مارتے ہیں) آپ نے فرمایا میرے پاؤں

میرا بار نہیں اٹھاتا تھے۔

مذکورہ احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز میں دونوں قعدوں میں بیٹھنے

کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھیں حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دونوں قعدوں میں بیٹھنے کا عام معمول یہی تھا چنانچہ

حضرت عائشہؓ اور حضرت وائل بن حجرؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دونوں

قعدوں میں بیٹھنے کا یہی طریقہ بتلاتے ہیں اور پہلے دوسرے قعدہ کا کوئی فرق

نہیں کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو کسی فرق

کے بغیر اسی طرح بیٹھنے کا حکم بھی دیا ہے، گویا آپ کے قول و فعل دونوں

سے اسی طرح بیٹھنا سنت ثابت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت عبد اللہ

بن عمر رضی اللہ عنہما اسی طرح بیٹھنے کو سنت قرار دے رہے ہیں اور صرف

یہی نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری طرح بیٹھنے سے منع بھی

فرمایا ہے، ان تمام امور سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ عام حالات میں دونوں

قعدوں میں دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھنا ہی مسنون ہے

اگر کوئی تکلیف یا عذر ہو تو دوسری طرح بیٹھنا بھی جائز ہے، جیسا کہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چوڑی مار کر بیٹھتے تھے جب اُن

سے اس بارے میں کہا گیا تو فرمایا کہ میں عذر کی وجہ سے ایسا کرتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول سے ہٹ کر کسی وقت دوسری حالت پر بیٹھنا بھی عذر پر معمول ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و تصریحات کے خلاف غیر متقدمین پہلے اور دوسرے قعدہ میں عرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں قعدہ اولیٰ میں تو بایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پر ہی بیٹھا جائے البتہ دوسرے قعدہ میں تو رک کیا جلتے عذر ہو یا نہ ہو اور تورک ضرور کیا جائے کیونکہ یہ سنت ہے۔ چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

”جب آخر کی رکعت میں بیٹھیں تو بایاں پاؤں نکال کر بائیں جانب کے کولھے پر بیٹھیں (اسکو تورک کہتے ہیں)“

(دستورالمتقی ص ۱۲)

اسمائل سلمیٰ صاحب لکھتے ہیں۔

”آخری تشہد میں وایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بایاں پاؤں دائیں طرف نکال کر کولھے پر بیٹھ جائے یا دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر بائیں کولھے پر بیٹھے“ (رسول اکرم کی نماز ص ۸۵)

صادق سیالکوٹی صاحب تحریر کرتے ہیں۔

”نوٹ :- بائیں جانب کولھے پر بیٹھنا تورک کہلاتا ہے یہ سنت ہے ہر مسلمان کو آخری قعدہ میں ضرور تورک کرنا چاہیئے“ (صلوۃ الرسول ص ۲۴)

ملاحظہ فرمائیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً اور فعلاً دونوں طرح سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ دونوں قعدوں میں بلا تفریق دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھنا ہی سنت ہے۔ حضرت عبداللہ بن

عمر رضی اللہ عنہما اسی کو سنت قرار دے رہے ہیں، اسی پر بس نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صاف طور پر تورک وغیرہ سے منع بھی فرمایا ہے ہیں لیکن غیر متقدمین جو عمل بالحدیث کے دعویدار ہیں انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و عمل سے ثابت مسنون طریقہ تو پسند نہیں اور جس طریقہ سے اللہ کے نبی نے منع فرمایا ہے وہ ان کے نزدیک سنت ہے اُسے ضرور کرنا چاہیئے لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

قارئین کرام سوچئے کیا اسی کو عمل بالحدیث کہتے ہیں؟ اور فیصلہ کیجئے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

ترك الزيادة على التشهد في القعدة الاولى
پہلے قعدے میں تشہد سے آگے کچھ نہیں پڑھنا چاہیئے

۱۔ عن عبد الله بن مسعود قال كان النبي صلى الله عليه وسلم في الركعتين كانه على الرضف قلت حتى يقوم فقال ذلك يريد (نفاة ج اصل ۳۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام (تین یا چار رکعت والی نماز میں) دو رکعت پڑھ کر ایسا بیٹھنے کو یا جلتے تو سے پر بیٹھے ہیں یعنی بہت جلد اٹھ جاتے تھے۔ ابو عبیدہ حدیث کے راوی کہتے ہیں میں نے کہا (تیسری رکعت کے لیے) کھڑے ہونے کی وجہ سے تو آپ نے فرمایا ہاں یہی مراد ہے۔

۲۔ لنا سعد بن ابراهيم قال سمعت ابا عبیده

بن عبد اللہ بن مسعود یحدث عن ابيه قال
كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا جلس
في الركعتين الاولييين كانه على الرضف
قال شعبة بن حمران سعد شفتيه
بشيئ من اقول حتى يعتم فيقول حتى يقوم
قال ابو عيسى هذا حديث حسن الا ان ابا
عبيدة لو يسمع من ابيه والعمل على
هذا عند اهل العلوي يختارون ان لا يطيل
الرجل القعود في الركعتين الاولييين ولا يزد
على التشهد شيئا في الركعتين الاولييين وقادا
ان زاد على التشهد فعليه سجدة السهو
هكذا روى عن الشعبي وغيره -

(ترمذی ج ۱ صفحہ ۸۵)

حضرت سعد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ میں نے ابو عبیدہ بن عبد اللہ
بن مسعود کو سنا وہ اپنے والد سے نقل کر رہے تھے کہ انہوں
نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دو رکعتوں کے بعد
بیٹھتے تھے تو ایسا لگتا تھا جیسے آپ اچلتے تو سب پر بیٹھے ہوں
امام شعبہ فرماتے ہیں کہ پھر سعد نے اپنے لبوں کو کوئی بات
کر کے ہلایا میں تو یہی کہتا ہوں کہ انہوں نے یہ کہا کہ پھر آپ
کھڑے ہو جاتے تھے، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن
ہے الا یہ کہ ابو عبیدہ نے اپنے والد سے سماع نہیں کیا، اور

اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے یہ اسی کو پسند کرتے ہیں کہ
آدمی نہ کو پہلی دو رکعتوں میں قعدہ کو دراز کرے اور نہ ہی تشہد
پر کسی قسم کا اضافہ کرے ان کا کہنا ہے کہ اگر تشہد پر اضافہ کیا
تو سجدہ سہولاً لازم آجائے گا۔ چنانچہ امام شعبی وغیرہ سے ایسے
ہی مروی ہے۔

۳۔ عن عبد الله بن مسعود قال علمني رسول الله صلى
الله عليه وسلم التشهد في وسط الصلوة وفي
آخرها..... قال فكان يقول اذا جلس في وسط الصلوة
وفي آخرها على وركه اليسرى التحيات لله والصلوة
والطيبات السلام عليك ايها النبي ورحمة
الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين
اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا
عبده ورسوله قال بشوان كان في وسط
الصلوة نهض حين يشرع من تشهده وان كان
في آخرها دعا بعد تشهده بما شاء الله
ان يلحوقه يسلم -

(مسند امام احمد ۱/۱۵۵، صحيح ابن خزيمة ۱/۱۵۵)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد سکھایا نماز کے درمیان اور آخری قعدہ
میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے درمیان
اور آخری قعدہ میں بائیں گونے پر بیٹھتے تو پڑھتے تھے، التحیات

حضرت حسن بصری فرماتے تھے کہ پہلی دو رکعتوں میں تشہد پر زیادتی نہ کرے۔

۷۔ عن الشعبي قتال من زاد في الركعتين الأوليين على التشهد فعليه سجدتا سهره۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۹۷)

امام شعبی فرماتے ہیں کہ جس نے پہلی دو رکعتوں میں تشہد پر زیادتی کی اس پر سجدہ سہول لازم ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر نماز تین یا چار رکعت والی ہو تو پہلے قعدہ میں فقط تشہد پڑھ کر کھڑے ہو بانا چاہیے آگے کچھ نہیں پڑھنا چاہیے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول مبارک یہی تھا آپ تین یا چار رکعت والی نماز میں پہلے قعدہ میں تشہد پڑھتے ہی کھڑے ہو جاتے تھے اور پہلا قعدہ دوسرے قعدہ کی نسبت بہت ہی معمولی سا کرتے تھے حتیٰ کہ صحن کوام کہتے ہیں ایسے لگتا تھا جیسا کہ آپ جلتے توے یا گرم پتھر پر بیٹھے ہوں یا اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ تشہد سے آگے کچھ نہ پڑھا جائے۔

خلیفہ راشد سیدنا صدیق اکبر کا عمل بھی یہی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ کے بقول عام اہل علم کا عمل بھی اسی پر ہے چنانچہ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ پہلے قعدہ میں تشہد سے آگے کچھ نہ پڑھا جائے۔ امام شعبی یہ فتوے دیتے ہیں کہ اگر کسی نے پہلے قعدہ میں تشہد سے آگے کچھ پڑھا تو اس پر سجدہ سہول لازم ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقدمین کا کہنا ہے کہ قعدہ اولیٰ میں تشہد کے بعد آگے درود وغیرہ بھی پڑھ سکتے ہیں چنانچہ

للہ والصلوة والطيبات السلام عليك ايها النبي
ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله
الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان
محمدا عبده ورسوله حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں
کہ پھر اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام درمیان قعدہ میں بہتے تو
تشہد سے فارغ ہو کر کھڑے ہو جاتے اور اگر کسی قعدہ
قعدہ میں ہوتے تو تشہد کے بعد اللہ کو جو منظور ہوتا وہ دعا مانگتے
پھر سلام پھیرتے۔

۴۔ عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
كان لا يزيد في الركعتين على التشهد،
(مسند ابی یعلیٰ ج ۲ ص ۳۳۲)

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
دو رکعتوں میں تشہد پر زیادتی نہیں کرتے تھے۔

۵۔ عن تميم بن سلمة قتال كان ابو بكر اذا
جلس في الركعتين كانه على الرضف يعني
حتى يمتوم۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۵)

حضرت تميم بن سلمہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ
جب دو رکعتوں میں بیٹھتے تو ایسے لگتا جیسے جلتے توے پر
بیٹھے ہوں مطلب یہ ہے کہ آپ (جلدی) کھڑے ہو جاتے۔

۶۔ عن الحسن انه كان يقول لا يزيد في الركعتين
الأوليين على التشهد (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۹۷)

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ .

۳۔ عن البراء انه صلى الله عليه وسلم كان يقول بعد الصلوة رب قبي عذابك يوم تبعث عبادك (مسلم ج ۱ ص ۱۰۰ بحوالہ نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۰۰) حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کے بعد یہ دعا مانگا کرتے تھے ”رَبِّ قَبِي عَذَابِكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ“

۴۔ عن ام سلمة ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول اذا صلى الصبح حين يسئلو الله اني اسئلك علما نافعا ورزقا طيبا وعملا متقبلا۔ (مسند امام احمد ج ۲ ص ۱۰۰، ابن ماجه ص ۱۰۰)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب صبح کی نماز پڑھتے تو سلام پھیر کر یہ دعا مانگتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَّافِعًا وَرِزْقًا طَيِّبًا وَعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا

۵۔ عن معاذ بن جبل رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال له اوصيك يا معاذ لا تدع عن دينك كل صلوة ان تقول اللهم اعني على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك (مسند احمد ج ۵ ص ۱۰۰، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۰، نسائي ج ۱ ص ۱۰۰)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ

الدعاء الاجتماعي بعد المكتوبة

فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی طور پر دعا مانگنا صحیح ہے

۱۔ عن ابی امامة قال قيل يا رسول الله ايت الدعاء اسمع فقال جوف الليل الاخر ودير الصلوات المكتوبات (ترمذی ج ۲ ص ۱۰۰)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ کونسی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے آپ نے فرمایا جو رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد مانگی جائے۔

۲۔ عن علي بن ابي طالب قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا سلم من الصلوة قال اللهم اغفر لي ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم به مني انت المقدم وانت المؤخر لا اله الا انت، (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۰)

حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرتے تو یہ دعا مانگتے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ

حضور میں اس طرح سے ہاتھ اٹھا کر کہ دونوں ہاتھوں کی پھیلیاں
تیرے چہرے کی طرف ہوں دُعا کرے اور کہے یا رب یا رب
جس نے ایسا نہ کیا وہ ایسا ایسا ہے۔

۱۰۔ حدثنا محمد بن يحيى الاصبهاني قال
رأيت عبد الله بن الزبير ورأى رجلا رافعا
يديه يدعو قبل ان يفرغ من صلواته فلما
فرغ منها قال له ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ
من صلواته - وصنف ابن أبي شيبة صحاح
سنن رافع اليعيني في الدعاء بعد الصلوات المكتوبة لمحمد بن عبد الرحمن
الزبيدي ص ۲۲

محمد بن یحییٰ اسلمی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ
کو دیکھا اس حال میں کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی نماز
سے فارغ ہونے سے پہلے ہی دونوں ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگ
رہا ہے جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو آپ نے اس سے
فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے لیے ہاتھ نہیں اٹھاتے
تھے جب تک کہ نماز سے فارغ نہ ہو جیتے تھے۔

۱۱۔ عن انس بن مالك رضى الله عنه عن النبي
صلى الله عليه وسلم انه قال ما من عبد
يسقط كفيه في دينه صلى الله عليه وسلم
الله والهي والد ابراهيم واسحق ويعقوب

والله جبريل وميكائيل واسرافيل عليهم
السلام اسألك ان تستجيب دعوتي فاني
مضطرب وتعصمني فاني في مذبذبة
وتنالي برحمتك فاني مذنب وتنفي عني
الفقر فاني محتاج الا كان حتما على
الله عز وجل ان لا يرد يديه خائبتين -
(عمل اليوم والليلة لابن اسحق ص ۲۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ہر نماز کے بعد جو بندہ بھی
اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر یہ دُعا مانگتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَللّٰهُمَّ
وَالله ابراهيم واسحق ويعقوب والى جبرئيل
وميكائيل واسرافيل عليهم السلام
اسألك ان تستجيب دعوتي فاني
مضطرب وتعصمني في ديني فاني محتاج
وتنالي برحمتك فاني مذنب وتنفي عني
عني الفقر فاني محتاج الا كان حتما على
الله عز وجل ان لا يرد يديه خائبتين۔
ذمہ ہو جاتا ہے کہ وہ ان ہاتھوں کو ناکام نہ لوٹائیں۔

۱۲۔ عن الاسود العامري عن ابيه قال صليت مع
رسول الله صلى الله عليه وسلم والفجر فلما
سلم انصرف ورفع يديه ودعا ال حديث
سنن رافع اليعيني في الدعاء بعد الصلوات المكتوبة مع جعفر رافع اليعيني ص ۲۲

حضرت اسود عامری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا تو مگر کہ دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی۔

۱۳۔ عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع يده بعد ما سلوا وهو مستقبل القبلة فمال اللهو خالص الوليد بن الوليد وعياش بن ربيعة وسلمة بن هشام وضعفتي المسلمين الذين لا يستطيعون حيلة ولا يهتدون سبيلا من ابدى الكفار (تفسير القرآن العظيم ص ۵۲۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر کر اپنے ہاتھ اٹھائے اور قبلہ رخ ہو کر یہ دعا مانگی، اے اللہ ولید بن ولید، عیاش بن ربیعہ، سلمہ بن ہشام اور وہ کمزور مسلمان جو نہ کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ کہیں کاراستہ جانتے ہیں انہیں کفار کے ہاتھ سے خلاصی نصیب فرما۔

۱۴۔ عبد الغزیز بن ابی رواد قتال حدیثی علقمہ بن مرثد واسماعیل بن امیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا فرغ من صلوٰتہ رفع يديه وضمهما وقال رب اغفر لي ما قدمت وما اخرت وما اسورت وما اعلنت وما اسفوت وما انت اعلم بي مني

انت المقدم وانت المؤخر لا اله الا انت لك الملك ولك الحمد الحمد۔ (کتب الزهد والرقائق للامام عبد اللہ بن مبارک مشکوٰۃ)

عبد الغزیز بن ابی رواد فرماتے ہیں کہ مجھ سے علقمہ بن مرثد اور اسماعیل بن امیہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوئے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر ملاتے اور یہ دعا مانگتے اللہم اغفر لي ما قدمت وما اخرت وما اسورت وما اعلنت وما اسفوت وما انت اعلم بي مني انت المقدم والمؤخر لا اله الا انت لك الملك ولك الحمد

ذکر ابن الکثیر فی قصۃ علاء بن الحضرمیؓ
”ونودي بصلوة الصبح حين طلع الفجر فصل بالناس فلما قضى الصلوة جثا على ركبتيه وجثا الناس ونصب فالدعاء ورفع يديه وفعل الناس مثله الخ (البداية والنهاية ج ۶ ص ۳۲۸)

حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت علاء بن الحضرمیؓ کے قصہ میں ذکر کیا ہے۔ کہ جب صبح صادق ہو گئی تو فجر کی نماز کے لیے اذان دی گئی۔ آپؐ نے لوگوں (صحابہ و تابعین) کو نماز پڑھائی جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ اور لوگ دوڑاٹو بیٹھ گئے، آپؐ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگے، لوگوں نے بھی آپؐ کی طرح کیا۔

مذکورہ بالا احادیث و آثار سے درج ذیل امور ثابت ہو رہے ہیں۔

- (۱) فرض نمازوں کے بعد کی جانے والی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔
- (۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرض نماز کے بعد خود بھی دعا مانگتے

تھے اور صحابہ کرام کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔

(۳) دُعا کے آداب میں سے ہے کہ دونوں ہاتھ اٹھا کر دُعا کی جائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگتے تھے۔

(۴) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت اسود عامریؓ والد اور علقمہ بن مرثدؓ کی مروی حدیث ثابت ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرض نماز کے بعد بھی ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگتے تھے۔

(۵) حضرت فضل بن عباسؓ اور حضرت انس بن مالکؓ رضی اللہ عنہم کی احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ صحابہ کرام کو بھی فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر یہی دُعا مانگنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

(۶) حضرت علامہ ابن حجرؒ کے واقعہ میں صراحت ہے کہ انہوں نے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا کروائی اور صحابہ و تابعین نے آپ کے ساتھ مل کر ہاتھ اٹھا کر دُعا کی۔

ان امور سے یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا ثابت ہے اور صحابہ کرام کو آپ نے ترغیب بھی دی ہے تو لازماً جب آپ ہاتھ اٹھا کر دُعا کرتے ہونگے تو صحابہ کرام بھی آپ کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر یہی دُعا مانگتے ہوں گے کیونکہ صحابہ کرام سے بعید ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تو ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگتے ہوں اور وہ یونہی بیٹھے رہیں۔

ابنی احادیث و آثار نیز امت کے توارث کے پیش نظر فقہائے کرام نے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دُعا کو مستحب قرار دیا ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف موجودہ دور کے غیر مقلدین فرض

نماز کے بعد اجتماعی طور پر دُعا مانگنے کو صحیح نہیں سمجھتے کوئی اسے بدعت و حرام قرار دے کر ختم کر دیتا ہے کوئی رسم اور تقیہ کہتا ہے۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث ابوالبرکات احمد صاحب لکھتے ہیں۔

”قصہ مختصر، مروجہ دعا ایک رسم ہے یا ایک تقیہ ہے جس کا ثبوت سنت رسولؐ یا اسوۂ رسولؐ میں، خلفائے راشدین کی سیرت میں، ائمہ اربعہ کے فتویٰ میں یا محدثین کی کتابوں کے ابواب میں موجود نہیں ہے وقتاً فوقتاً اور کبھی کبھی والی بات بھی غلط ہے کیونکہ نبیؐ سے ایک مرتبہ بھی اجتماعی دُعا ثابت نہیں ہے تو پھر کبھی کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔“

(فتاویٰ برکات حصہ ۹)

مزید لکھتے ہیں۔

”استاذ الاساتذہ شیخنا المکرم محدث گوند لویؒ نے اپنی زیرنگافی تین مساجد طرابلسی والی مسجد، مسلم مسجد نوشہ روڈ اور جامعہ اسلامیہ حافظ آباد روڈ میں اس بدعت کو ختم کرایا، اگر بالفرض کسی نے اس طرح دعا کی تو پوچھنا یہ کہاں ہے؟ مجھے گونڈوں آئے ہوئے اترتیں سال ہو رہے ہیں اسی وقت سے لے کر ان کی وفات تک کسی نماز کے بعد اجتماعی دعا کرتے انکو نہیں دیکھا۔“

(فتاویٰ برکات حصہ ۹)

ایک غیر مقلد محمد ابو عبد السلام نے فرض نماز کے بعد اجتماعی دُعا کے خلاف ایک رسالہ لکھا ہے جس کے ٹائٹل پیج پر جلی حروف سے لکھا ہے

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا مانگنا بدعت و حرام ہے۔

باقم الحروف نے دیوبندیوں کی ایک مسجد میں حصر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی۔ امام صاحب نے جو نبی سلام پھیرا ایک عمر رسیدہ غیر مقلد شخص کھڑے ہوئے اور یہ شور ڈالنے لگے کہ نماز کے بعد دعا کا حدیث میں کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ منع ہے۔

ملاحظہ فرمائیے۔ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام سے قولاً و عملاً ثابت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام نے نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہے انفرادی بھی اجتماعاً بھی۔ مزید یہ کہ اس پر اسلاف کا تعامل و توارث بھی موجود ہے جو بجائے خود ایک مستقل دلیل ہے لیکن موجودہ دور کے غیر مقلد اس عمل کو رسم، تقیہ، بدعت اور حرام قرار دے رہے ہیں۔

فیصلہ قارئین کے سر پہ وہ بتلائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام اور اسلاف کے تعامل سے ثابت کسی عمل کو بدعت و حرام قرار دینا کیا اسی کو عمل بالحدیث کہتے ہیں۔ آیا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

الفرق بین صلوٰۃ الرجل والمرأة

عورت مرد کی نماز ایک جیسی نہیں بلکہ دونوں میں فرق ہے

۱۔ عن وائل بن حجر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا وائل بن حجر اذا صليت فاجعل يديك حذاء اذنيك والمرأة تجعل يديها حذاء راسها، (معجم بڑی کبیرہ ۲۲ ص ۱۸)

حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے وائل بن حجر جب تم نماز پڑھو تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتی کے برابر اٹھائے۔

۲۔ عن عبد ربہ بن سلیمان بن عمار قال رأيت أم الدرداء ترفع يديها في الصلوة حذو منكبيها، (جزء رفع اليدين للإمام البخاری ص ۶)

حضرت عبد ربہ بن سلیمان بن عمار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتی ہیں۔

۳۔ عن ابن جبرئیل قال قلت لعطاء تمشين المرأة بسيدتها بالستكبين قال لا ترفع يديك

يديها كالرجل واسرار فخفض يديه جدا
وجمعهما اليه جدا وقال ان للمرأة هيئة
ليست للرجل الحديث (مصنف ابن ابی شيبه ج ۱ ص ۱۳۹)

حضرت ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطارؒ سے کہا
کہ کیا عورت تجھ پر یہ کہتے وقت مرد کی طرح اشارہ (رفع
یدین) کرے گی۔ آپ نے فرمایا عورت تجھ کہتے وقت مرد
کی طرح ہاتھ نہ اٹھائے آپ نے اشارہ کیا اور اپنے دونوں
ہاتھ بہت ہی پست رکھے اور ان کو اپنے سے ملایا اور فرمایا
عورت کی (نمازیں) ایک خاص ہیئت ہے جو مرد کی نہیں۔

۴۔ عن يزيد بن ابي حبيب انه صلى الله عليه وسلم
صَرَ على امرأتين تصليان فقال اذا سجدتما
فضمما بعض اللحم الى الارض فان المرأة
في ذلك ليست كالرجل۔

(مسائل ابی حاتم ص ۲ سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۲۲۲)

حضرت یزید بن ابی حبیبؒ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ
نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملا لیا
کرو کیونکہ عورت (کا حکم سجدہ کی حالت میں) مرد کی طرح نہیں

۵۔ عن ابن عمر رضي الله عنه مر فوعا اذا جلست
المرأة في الصلوة وضعت فخذهما على فخذهما
الاخرى فاذا سجدت الصقت بطنها في فخذيها

كاستوما يكون لها وان الله تعالى ينظر اليها
ويقول يا ملائكتي اشهدكم اني قد عفرت لها،
(کنز العمال ج ۷ ص ۵۲۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی
ایک ران دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے
پیٹ کو رانوں سے چپکائے اس طرح کہ اس کے لیے زیادہ سے
زیادہ پردہ ہو جائے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت)
فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتوں میں تمہیں گواہ بنانا ہوں
اس بات پر کہ میں نے اسے بخش دیا ہے۔

۶۔ عن ابي اسحاق عن الحارث عن علي رضي الله
عنه وارضاه قال اذا سجدت المرأة فلتحفظ
ولتضم فخذيها۔

(مصنف ابن ابی شيبه ج ۱ ص ۱۴۹، سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۲۲۲)

حضرت حارثؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ
نے فرمایا کہ جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر کرے اور
اپنی دونوں رانوں کو ملائے رکھے۔

۷۔ عن ابن عباس انه سئل عن صلوة المرأة

فقال تجتمع وتحفظ، (مصنف ابن ابی شيبه ج ۱ ص ۱۴۹)
حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے عورت کی نماز کے بارے میں سوال
ہوا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اکٹھی ہو کر اور خوب سمٹ کر نماز پڑھے۔

۸۔ عن ابراهيم قتال اذا سجدت المرأة فلتزوت
بطنها بفخذيهما ولا ترفع عجزتها ولا
تجاف كما يجافي الرجل (مصنف ابن ابى شيبه ج ۱ ص ۲۲۲)
(بہقی ج ۲ ص ۲۲۲)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو
اپنا پیٹ اپنی رانوں سے چکالے اور اپنی سرین کو اوپر نہ اٹھائے
اور اعضاء کو اس طرح دور نہ رکھے جیسے مرد دور رکھتا ہے۔

۹۔ عن مجاهد انه كان يكره ان يضع الرجل
بطنه على فخذيه اذا سجد كما تضع المرأة،
(مصنف ابن ابى شيبه ج ۱ ص ۲۲۲)

حضرت مجاہدؒ اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ مرد جب سجدہ
کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں پر رکھے جیسا کہ عورت رکھتی ہے

۱۰۔ عن ابن عمر انه سئل كيف كان النساء
يصلين على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم
قتال كن يتربعن بشواامن ان يحتفزن
(يعني يستوين جالسات على اوداكهن)

(جامع المسانيد ج ۱ ص ۲۲۲)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں کسے نماز پڑھتی تھیں
آپ نے فرمایا چار رانوں بیٹھ کر پھر انہیں حکم دیا گیا کہ وہ خوب
سمٹ کر بیٹھا کریں۔

۱۱۔ عن ابى هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم
قتال التببيع للرجال والتصفيق للنساء،
(بخاری ج ۱ ص ۲۲۲، مسلم ج ۱ ص ۲۲۲، ترمذی ج ۱ ص ۲۲۲)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
فرمایا تببیع مردوں کے لیے ہے اور تصفیق (ایک ہاتھ کی پشت
پر دوسرے ہاتھ کی پشت سے مارنا) عورتوں کے لیے۔

۱۲۔ عن عائشة قتال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم لا تقبل صلوة الحائض الا بخمار
(ترمذی ج ۱ ص ۲۲۲، ابوداؤد ج ۱ ص ۲۲۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا بالغہ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول
نہیں ہوتی۔

قتال الامام عبد الحی المکھنویؒ "واما في حق
النساء فاتفقوا على ان السنة لهن
وضع اليدين على الصدر"

حضرت مولانا عبد الحی مکھنویؒ فرماتے ہیں رہا (ہاتھ باندھنے کا
معاملہ) عورتوں کے حق میں تو تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ
ان کے لیے سنت پہننے پر ہاتھ باندھنا ہے۔

قتال الامام ابو الحسن علی بن ابی بکر الفرغانی الحنفیؒ
"والمرأة ترفع يديها حذاء منكبيها هو الصحيح
لانها استر لها و قتال ايضا والمرأة تنخفض

فـ سجودها وتلزم بطنها بفخذيهـ
 لان ذالک استرلها (ہذا یخرج اصلہ وصلہ)
 امام ابو الحسن علی بن ابی جبر فرماتے ہیں۔ اور عورت اپنے دونوں
 ہاتھ اپنے مؤخرہوں تک اٹھا کر بھی صحیح ہے کیونکہ یہ طریقہ اس
 کے لیے زیادہ پردہ کا ہے نیز آگے چل کر فرماتے ہیں اور عورت
 اپنے سجدہ میں پست رہے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے ملائے
 کیونکہ یہ اس کے لیے زیادہ پردہ کا باعث ہے۔

قال الامام ابو زيد القيرواني المالكي:

”وهي في حياة الصلوة مثله غير انها
 تنضم ولا تفرج فخذيهـ ولا عضديهـ
 فتكون منضمة مزوية في جلوسها وسجودها“
 (الرسالة ص ۱۰۲ نصب للمودع)

امام ابو زید قیروانی مالکی فرماتے ہیں کہ عورت نماز کی ہیئت میں مرد
 کی طرح ہے الا یہ کہ عورت اپنے آپ کو ملا کر رکھے گی اپنی
 رانیں اور بازو کھول کر نہیں رکھے گی پس عورت اپنے جلسہ
 اور سجدے دونوں میں خوب ملی ہوئی اور سمٹی ہوئی ہوگی۔

(قال الشافعي) ”وقد ادب الله تعالى النساء
 بالاستتار وادبهن بذلك رسول الله صلى الله
 عليه وسلم واحب للمرأة في السجود ان
 تضم بعضها الى بعض وتلصق بطنها بفخذيهـ
 وتسجد كما ستر ما يكون لها وهكذا احب

لها في الركوع والجلوس وجميع الصلوة
 ان تكون فيها كما ستر ما يكون لها“

(كتاب الام ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو
 یہ ادب سکھایا ہے کہ وہ پردہ کریں اور یہی ادب اللہ کے
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عورتوں کو سکھایا ہے لہذا عورتوں
 کے لیے سجدہ میں پسندیدہ یہ ہے کہ وہ اپنے اعضا کو ملا
 کر رکھیں اور پیٹ کو رانوں سے چپکا لیں اور اس طرح سجدہ کریں
 کہ ان کے لیے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے اسی طرح ان
 کے لیے پسندیدہ ہے رکوع میں بھی اور جلسہ میں بھی بیکہ تمام نماز
 ہی میں کہ وہ اس طرح نماز پڑھیں کہ جس سے ان کے لیے
 زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے۔

(قال الامام الخرق الحنبلي)

”والرجل والمرأة في ذلك سواء الا ان
 المرأة تجمع نفسها في الركوع والسجود وتجلس
 متربعة او تسدل رجلها فتجعلها في جانب
 يمينها (قال الشارح ابن قدامة الحنبلي) الا ان
 ان يثبت في حق المرأة من احكام الصلوة ما ثبت
 للرجال لان الخطاب ليشملها غير انها خالفت
 في ترك التجافي لانها عورة فاستحب لها جمع
 نفسه في ليكون استرلها فانه لا يرمي ان

یبدو منها شئی حال المتجا فی و ذالک قال
الا فترایش قال احمد والسدل اعجب الی
واختاره الخلال (۱) (المعنی لابن قدامہ ص ۱۷۷)

امام خرقانی حنبلی فرماتے ہیں کہ مرد و عورت اس میں برابر ہیں سوائے
اس کے کہ عورت رکوع و سجود میں اپنے آپ کو اکٹھا کرے
(سیکڑے) پھر پاؤں چار زانو بیٹھے یا سدل کرے کہ دونوں پاؤں
کو دائیں جانب نکال دے، ابن قدامہ حنبلی اس کی شرح میں
فرماتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ عورت کے حق میں نماز کے وہی
احکام ثابت ہوں جو مرد کے لیے ثابت ہیں کیونکہ خطاب دونوں
کو شامل ہے بایں چہ عورت مرد کی مخالفت کرے گی ترک
تجافی میں (یعنی عورت مرد کی طرح رانوں کو پیٹ سے دور نہیں
رکھے گی بلکہ ملائے گی) کیونکہ عورت ستر کی چیز ہے لہذا اس
کے لیے اپنے آپ کو سمیٹ کر رکھنا مستحب ہے تاکہ یہ اس
کے لیے زیادہ سے زیادہ ستر کا باعث بنے وجہ یہ ہے کہ عورت
کے لیے رانوں کو پیٹ سے جدا رکھنے میں اس بات کا اندیشہ ہے
کہ اس کا کوئی عضو کھل جائے امام احمد فرماتے
ہیں مجھے عورت کے لیے سدل (بیٹھنے میں دونوں پاؤں کو دائیں
جانب نکالنا) زیادہ پسند ہے اور اسی کو خلال نے اختیار کیا ہے

مندرجہ بالا احادیث و آثار، اجماع امت اور فقہاء کرام کے اقوال سے
ثابت ہو رہا ہے کہ مرد و عورت کی نماز ایک جیسی نہیں دونوں میں فرق ہے
(۱) مرد و عورت کے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں گے

اور عورتیں کندھوں تک جلیا کہ حدیث نمبر ۱، نمبر ۲، نمبر ۳ سے واضح ہے۔
مرکز اسلام مدینہ طیبہ میں امام زہریؒ، مکہ مکرمہ میں حضرت عطاءؒ اور کوفہ
میں حضرت حمادؒ بھی فتویٰ دیتے تھے (کہ عورت اپنے کندھوں تک ہاتھ
اٹھائے) تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲)
(۲) مرد و عورت ہاتھ ناف کے نیچے باندھیں گے اور عورتیں سینہ پر۔

مردوں کا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا احادیث سے اور عورتوں کا سینہ پر
ہاتھ باندھنا اجماع امت سے ثابت ہے جیسا کہ مولانا عبدالحی لکھنوی
کے بیان سے واضح ہے

(۳) مرد سجدے میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے جدا رکھیں
گئے اور عورتیں ملا کر عجب جیسا کہ احادیث نمبر ۵، ۶ سے واضح ہے۔
(۴) مرد سجدے میں اپنے دونوں پاؤں نیچوں کے بل کھڑے اور
دونوں بازو زمین سے جدا رکھیں گے اور عورتیں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال
کر اور بازو زمین سے لگا کر سجدہ کریں گی۔

(۵) مرد دونوں سجدوں کے درمیان نیز دونوں قعود میں ایساں پاؤں
کھڑا کر کے اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھیں گے اور عورتیں ان سب
میں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر کھڑکی بیٹھیں گی۔

(۶) اگر عورتیں مردوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہوں اور امام
کو غلطی پر متنبہ کرنا پڑے تو مرد سبحان اللہ کہیں گے اور عورتیں ہاتھ کی پشت
پر مار کر متنبہ کریں گی جیسا کہ حدیث ص ۱۷ سے واضح ہے۔

(۷) مرد کی نماز ننگے سر بھی ہو جائے گی لیکن عورت کی نماز ننگے سر گنہ
گار ہے اسی کو فقہاء کی اصطلاح میں تجافی کہتے ہیں۔

۶- عن ابراهيم انه كره ان يؤم العلام حتى يحتلم،
(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۹۸)
حضرت ابراہیم شعیؒ اس بات کو سکر وہ جانتے تھے کہ لڑکا امامت
کرائے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔

۷- عن عطاء قتال لا يؤم العلام الذي لم يحتلم
(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۹۸)
حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ لڑکا جو بالغ نہ ہو وہ امامت نہ کرائے۔
۸- عن الشعبي قال لا يؤم العلام حتى يحتلم،
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۸)

حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ لڑکا امامت نہ کرائے جب تک
کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔

۹- عن مجاهد قتال لا يؤم علام حتى يحتلم،
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۸)
حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ لڑکا امامت نہ کرائے جب تک کہ
وہ بالغ نہ ہو جائے۔

۱۰- عن ابن جريج قال اخبرني ابراهيم ان
عبد العزيز بن عمر بن عبد العزيز اخبره ان
محمد بن ابي سويد اتاه للناس وهو غلام
باطنائت في شهر رمضان يومهم فكتب بذلك
الى عمر يبشره فغضب عمر وكتب اليه
ما كان كقولك ان تقدم للناس غلاما لم تجب
عليه الحدود، (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۹۸)

ابن جریرؒ کہتے ہیں کہ مجھے ابراہیم نے بتلایا کہ انہیں عبدالعزیز بن
عمر بن عبدالعزیزؒ نے بتلایا ہے کہ انہوں نے طائف میں ماہ رمضان
میں محمد بن ابی سويد کو جو ابھی نابالغ لڑکے تھے لوگوں کی امامت کے
لیے کھڑا کیا پھر یہ قصہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خوشخبری سنانے کے
لیے لکھ بھیجا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ناراض ہوئے اور انہیں لکھا
کہ تمہیں یہ زریب نہیں دیتا کہ تم لوگوں کی امامت کے لیے ایسے لڑکے
کو کھڑے کرو جس پر ابھی حدود واجب نہیں ہوئیں۔

ولا يصح استحام البالغ بالصبي في الفرض نص عليه
احمد وهو قول ابن مسعود وابن عباس وبيه قال
عطاء ومجاهد والشعبي ومالك والشودي
والاوزاعي وابو حنيفة، (المعنى لابن قدامة ج ۲ ص ۳۹۸)

اور صحیح نہیں ہے نابالغ کی اقتدار کرنا بالغ کو فرض میں امام احمدؒ نے
اس کی تصریح کی ہے اور یہی قول ہے حضرت عبداللہ بن مسعود اور
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا اور اسی کا قول کیا ہے حضرت
عطاء، مجاہد، شعبی، امام مالک، سفیان ثوری، اوزاعی اور امام حنفیہ
رحمہم اللہ نے۔

مذکورہ احوال و روایت کا آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نابالغ کا بالغوں کے لیے امام بننا
جائز نہیں اور نابالغ کے پیچھے بالغ کی نماز صحیح نہیں، غلیظہ راشدہ حضرت عمر فاروقؓ
رضی اللہ عنہ اور عمر ثانیؓ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ دونوں نابالغ کو امامت کرائے
کے منع فرما رہے ہیں۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ
بن عباس رضی اللہ عنہم بھی نابالغ کو بالغ ہونے سے پہلے امامت کرائے سے

ردہ کر رہے ہیں اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ نابالغ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اور نہ ان حضرات کو منع کرنے کی کیا ضرورت ہے ؟ جلیل القدر تابعین اور تبع تابعین کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ نابالغ امامت نہ کرائے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو ایک موقع پر بطور خوشخبری بتایا گیا کہ فلاں جگہ رمضان میں نابالغ نے امامت کرائی ہے تو بھائے خوش ہونے کے ماراض ہوئے اور فرمایا تمہیں زریب نہیں دیتا کہ بالغوں کی امامت کے لیے کسی نابالغ کو آگے کروا کر امامت اسلام میں سے مدینہ طیبہ کے امام حضرت امام مالکؒ نابالغ کی امامت کے قائل نہیں۔ مگر مکرہ کے امام حضرت عطار بن ابی رباحؒ کا فتویٰ ہے کہ نابالغ امامت نہ کرائے۔ کوفہ کے امام حضرت امام شعبیؒ کا فتویٰ ہے کہ نابالغ امامت نہ کرائے، شام کے امام حضرت امام اوناسیؒ کا فتویٰ ہے کہ نابالغ امامت نہ کرائے، ائمہ مجتہدین حضرت امام ابو حنیفہؒ حضرت امام مالکؒ حضرت امام احمدؒ رحمہم اللہ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ نابالغ امامت نہ کرائے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

لیکن ان تمام آثار صحابہ و تابعین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نابالغ کی امامت جائز ہے اور وہ بالغوں کی موجودگی میں امام بن سکتا ہے اور بلوغت کے اعتبار کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

چند نسخہ نواب نور الحسن صاحب لکھتے ہیں

”و صحیح سب امامت طفل نابالغ و نیست دلیل براعتبار بلوغ“

(عرفات النجادی ص ۱۷)

نابالغ بچہ کی امامت صحیح ہے اور بلوغت کے اعتبار کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

پنس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

”جوان اور بڑی عمر والے لوگوں کے ہونے نابالغ لڑکا امام بنے تو جائز ہے بشرطیکہ سب سے اچھا قرآن پڑھتا ہو۔“

(دستورالافتی ص ۱۲)

ملاحظہ فرمائیے، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین، عظام اور ائمہ مجتہدین فرماتے ہیں کہ نابالغ لڑکا نابالغ ہونے تک امام نہ بنے، اس کی امامت صحیح نہیں اور غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نابالغ کی امامت صحیح ہے غیر مقلدین کی حدیث دانی بھی ملاحظہ فرمائیں کہ نہیں اس بات پر کہ امام کے لیے بالغ ہونا ضروری ہے کوئی دلیل نہیں ملی، کیا حضرت عمر فاروقؓ کا قول دلیل ہے کہ اقتدار کا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا ہے کیا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول دلیل نہیں جن کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ابن ام عبد جوتہ میں دس لے لو کیا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول دلیل نہیں جو زیمان القرآن میں ؟ کیا جلیل القدر تابعین و تبع تابعین کے اقوال دلیل نہیں جو خیر القرون کے اصحاب علم و فضل ہیں ؟

بلاشبہ ان سب کے اقوال و حجج ہیں لیکن ان لوگوں کے لیے جو اقوال صحابہ و تابعین کو حجج مانتے ہیں۔ غیر مقلدین چونکہ اقوال صحابہ کو حجج ہی نہیں مانتے اس لیے ان کے نزدیک صحابہ و تابعین کے اقوال دلیل نہیں۔

قارئین فحیدلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

کون الامام خیاراً امام بہترین شخص ہونا چاہیے

۱۔ عن مرثد بن ابی مرثد الغنوی وکان مسلماً
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان سرکم ان تقبل صلواتکم فلیؤمکم خیارکم
فانہم و قدکم فیما بینکم و بین ربکم
(معجم طبرانی کبیر ۲۰ ص ۲۶۹)
حضری مرثد بن ابی مرثد غنوی جو بدری صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں یہ اچھا لگتا ہے کہ تمہاری نماز
قبول ہو تو چاہیے کہ تمہاری امامت و لوگ کریں جو تم میں سب سے
بہتر ہوں کیونکہ امام تمہارے نمائندے ہوتے ہیں تمہارے اور
تمہارے خدا کے درمیان ۔

۲۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اجعلوا ائمتکم خیارکم فانہم و قدکم فیما
بینکم و بین ربکم (سنن کبریٰ بیہقی ج ۳ ص ۹)
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے امام اپنے میں سے بہترین لوگوں کو
بناد کیونکہ امام تمہارے نمائندے ہوتے ہیں تمہارے اور تمہارے
خدا کے درمیان ۔

۳۔ عن جابر بن عبد اللہ فی حدیث طویل قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا لا نؤید من امرنا

رجل ولا یوم اعرابی مہاجر ولا یوم فاجر مؤمن
ان ان یقرہ بسلطان یخاف سیف و سوطہ
(ابن ماجہ ص ۸)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے
ذیل میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار
نماز مسلمان کے کوئی عورت کسی مرد کی اور نہ گنوار مہاجر کی اور نہ
فاجر (بدکار بدعتی) ہوگی کی لیکن جب ڈر ہو بادشاہ کے کوڑے
یا قوار کا ۔

(قال) کان مالک یقول اذا علمت ان الامام
من اهل الاہواء فلا تصل خلفہ ولا تصل
خلف احد من اهل الاہواء (قلت)
فسألت عن الحرریۃ قال ما اختلف یومئذ
عندی ان الحروریۃ و غیرہم سواء ۔

(المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۸)
ابن القاسم فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ
جب تمہیں یہ علم ہو جائے کہ امام اہل اہواء میں سے ہے تو
اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو، اور اہل اہواء میں سے کسی کے پیچھے
بھی نماز نہ پڑھو۔ ابن القاسم کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے خوارج
کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں اختلاف ہوا اس
دن میرے نزدیک اس مسئلہ میں کہ خوارج وغیرہ سب برابر ہیں،
(ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے)۔

والمقتلہ۔

(نزل المبارک ۱ ص ۵۶)

وقد روی عن احمد انه لا یصلی خلف مبتدع
بحال قتال فی روایة ابی الحارث لا یصلی
خلف مرجئی ولا رافضی ولا فاسق الا ان
یخافهم فیصلی ثم یعید۔

(المفنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۵۵۷)

امام احمد رحمہ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ کسی بھی بدعتی کے
پیچھے کسی حال میں بھی نماز نہیں پڑھتے تھے، ابو الحارث کی روایت
میں ہے کہ آپ نے فرمایا کسی بھی مرجئی، رافضی اور فاسق کے
پیچھے نماز نہ پڑھی جائے ہاں اگر ان سے خوف ہو تو پڑھ کر ٹوٹائی جائے

مذکورہ احادیث مبارکہ اور اقوال ائمہ مجتہدین سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز
پڑھانے کے لیے امام بہتر سے بہتر شخص کو بنانا چاہیے جس کے عقائد بھی صحیح
ہوں اور اعمال بھی درست ہوں۔

امام مالکؒ اہل اہواء (بدعتی وغیرہ فحشانی خواہشات کے پیروکار) اور
خارجیوں وغیرہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے، امام احمد بن حنبلؒ
نہ تو خود کسی بدعتی کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور نہ ہی بدعتی، مرجئی، رافضی
اور فاسق (معلن) کے پیچھے نماز جائز سمجھتے تھے بلکہ آپ کا فتویٰ یہ ہے
کہ اگر کوئی ان کے پیچھے کسی مجبوری کے تحت پڑھے تو نماز ٹوٹ جائے۔

لیکن مذکورہ احادیث اور اقوال ائمہ مجتہدین کے خلاف غیر مقلدین کے
نزدیک رافضی، خارجی، معتزلی، مرزائی سب کے پیچھے نماز جائز ہے۔
چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

”فتاویٰ امامتہ الرافضی والخارجی والمعتزلی

رافضی، خارجی، معتزلی اور مقلدہ کی امامت جائز ہے۔
ایک دوسرے مقام پر موصوف رقمطراز ہیں۔

”مترجم کہنا ہے کہ اہل حدیث نے خوارج اور روافض وغیرہ
اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی اور اس لیے ان کے پیچھے نماز میں اقتدار
صحیح رکھی۔“

(لغات الحدیث کتاب دال ص ۵۷)

”بعض لوگوں کو وہیم ہوتا ہے کہ چونکہ مرزائی وغیرہ فرقوں کے
اعتقادات اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ ان کو کفر لازم آتا ہے بلکہ
علمائے ان پر کفر کا فتویٰ بھی دیا ہے اس لیے ان کی تو اپنی نماز
جائز نہیں پھر ان کے پیچھے ہماری نماز کیوں کر ہوگی دراصل یہی
ایک سوال ہے جس نے مسلمانوں کو اس حد تک پہنچا یا ہے کہ
وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر خدا کے حضور میں کھڑے نہیں
ہو سکتے، اسی طرح بعض لوگ میرے اس فتوے سے کہ مرزائیوں
کے پیچھے نماز جائز ہے ناقل، یہ سمجھتے ہیں کہ مرزائیوں کے پیچھے
بب نماز ہوگی تو ان کے فتوے کفر میں بھی تخفیف آجائے گی،
اس لیے میں ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ جواز اقتدار سے نہ میں
ان کے اعتقادات کا صحیح ہوں نہ ان کے فتوے میں تخفیف ہوتی
ہے میں ارکان صلوٰۃ میں امام اور مقتدی کا ربط مانتا ہوں مگر قبولیت
اور عدم قبولیت میں ان دونوں کا کوئی تعلق نہیں سمجھتا اس لیے جو
شخص نماز کو فرض جان کر ارکان نماز ادا کرتا ہے اس کے پیچھے اقتدار

کرنا میں جائز جانتا ہوں گوا اعتقاد ہی فتور کی وجہ سے امام کی نماز قبول نہ ہوتا ہم مقتدی کی قبول ہو جائے گی۔

(اخبار المحدثین مورخہ ۹ صفر ۱۳۶۶ھ بحوالہ فتاویٰ علماء مصر ج ۱ ص ۱۹۹)

موصوف ایک دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔

”میرا مذہب اور عمل ہے کہ ہر کلمہ گو کے پیچھے اقتدار (نماز میں) جائز ہے چاہے وہ شیعہ ہو یا مرزائی۔“

(اخبار المحدثین ۱۲۔ اپریل ۱۹۱۵ء بحوالہ فتویٰ امام ربانی ص ۱۵)

ملاحظہ فرمائیے :- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ اگر چاہتے ہو کہ تمہاری نماز قبول ہو تو اپنے میں سے سب سے بہتر شخص کو امام بناؤ نیز فرما رہے ہیں کہ امام چونکہ تمہارے اور خدا کے درمیان تمہارا نمائندہ ہوتا ہے اس لیے سب سے بہتر شخص کو امام بناؤ اور آپ فاجر شخص کو جو صرف عملی خرابی کا مرتکب ہے اسے امامت کرانے سے منع فرما رہے ہیں۔

حضرت امام غزالی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ اہل اسوار و اہل بدعت، خوارج، فاسق وغیرہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے سختی سے منع فرماتے ہیں لیکن ان تمام تصریحات کے خلاف غیر مقلدین کے فقہاء اور شیخ الاسلام فرما رہے ہیں کہ رافضی، خارجی، معتزلی، شیعہ، مرزائی سب کے پیچھے نماز جائز ہے، غور فرمائیے رافضی، خارجی، مرزائی صرف فاسق و فاجر ہی نہیں بلکہ کافر ہیں ان کے پیچھے نماز بھی پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا پیر غیر مقلدین کے یہاں ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔

قادرین انصاف سے فیصلہ فرمائیے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

اذا ام قوما وهو جنب او محدث یعیذ و یعیذون

جب کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھانے اور پتہ چلے کہ امام

یاب و وضو ہے تو امام اور مقتدی سب نماز پڑھائیں

حدثی ابو غالب ان سماع ابا امامت یقول قال رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم الامام ضامن والمؤذن

مؤتمن (مسند احمد ۵ ص ۱۸۱، مجمع طبرانی کبیر ۷ ص ۱۸۱)

حضرت ابو امامہ باطنی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے۔

۲۔ عن علی بن ابی طالب قال صلی بنا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم یوما فانصرف بشم جاد

ورأسه یقطر ماء فصلى بنا بشم قال انی صلیت

بکم آنفنا وانا جنب فمن اصابه مثل الذی

اصابنی او وجد رزاً فـ بطنه فلیصنع مثل

ما صنعت (مسند احمد ۱ ص ۱۸۱)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی (دوران نماز) آپ چلے

گئے پھر آپ واپس آئے تو آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا

رہا تھا، آپ نے ہمیں پھر نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا میں نے نہیں

حالت جنابت میں نماز پڑھا دی تھی جس شخص کو وہی صورت پیش

آئے جو مجھے پیش آئی یا وہ اپنے پیٹ میں کوئی گلاب پڑ جائے تو وہ

ایسے ہی کرے جیسے میں نے کیا۔

۳- عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جاء الی الصلوۃ فلما کبر انصرف و اذ ما الیہم
ای کما انتم شم خرج شم جاء و رأسہ یقطر
فصلی بہم فلما انصرف قال افی کنت جنبا
فنییت ان اغتسل۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۳۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے جب آپ تکبیر کہہ چکے تو آپ نے رخ پھیر کر لوگوں سے کہا کہ اپنی جگہ کھڑے رہو پھر آپ نکل کر تشریف لے گئے جب واپس آئے تو آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا آپ نے اگر نماز پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا میں جنبی تھا غسل کرنا بھول گیا تھا۔

۴- عن ابی ہریرۃ قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الصلوۃ و کبر شم اشار الیہم فمکثوا شم انطلق فاغتسل و کان رأسہ یقطر ماء فصلی بہم فلما انصرف قال افی خرجت الیکم جنبا و افی نسیت حتی قمت فی الصلوۃ ،

(ابن ماجہ ص ۵۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے آپ نے تکبیر کی پھر آپ نے صحابہ کرام کی طرف اشارہ کیا وہ اپنی جگہ ٹھہر گئے آپ تشریف لے گئے اور غسل کیا۔ آپ کے سر مبارک سے پانی

ٹپک رہا تھا (واپس آکر) آپ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا میں تمہارے پاس جنابت کی حالت میں چلا آیا اور نہانا بھول گیا حتیٰ کہ نماز میں کھڑا ہو گیا۔

۵- عن ابی جعفر ان علیا صلی بالناس و هو جنب او علی عنین وضوء فاعاد و امرہم ان یعیدوا۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۲۷۲)

حضرت ابو جعفر سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حالت جنابت میں یا بغیر وضو کے نماز پڑھا دی، آپ نے وہ نماز خود بھی ٹوٹائی اور لوگوں کو بھی ٹوٹانے کا حکم دیا۔

۶- عن عمرو بن دینار ان علی بن ابی طالب قال فی الرجل یصلی بالقوم جنبا قال یعید و یعیدون ، (کتاب الاثر للامام ابی حنیفہ بروایت الامام محمد ص ۱۱)

حضرت عمر بن دینار سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کے بارے میں جس نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھا دی ہو یہ فرمایا کہ وہ خود بھی نماز ٹوٹائے اور لوگ بھی نماز ٹوٹائیں۔

۷- عن حماد بن الحارث ان عمر بنی القراءۃ فی صلوۃ المغرب فاعاد بہم الصلوۃ ، (شرح معانی الآثار للامام الطحاوی ج ۱ ص ۲۸۲)

حضرت حماد بن حارث سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مغرب کی نماز پڑھاتے ہوئے قراءت کرنی بھول گئے تو آپ نے

لوگوں کو دوبارہ نماز پڑھائی۔

۸۔ عن ابراہیم قال اذا فسدت صلوۃ الامام فسدت صلوۃ من خلفه (کتاب الآثار ص ۱۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ جب امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

۹۔ عن الثوری قال سمعت حماداً یقول اذا فسدت صلوۃ الامام فسدت صلوۃ القوم،

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ صفحہ ۲۳۵)

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حمادؒ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدیوں کی بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔

۱۰۔ عن عطاء بن ابی رباح فی رجل یصلی باصحابہ علی غنیر وضوء قتال یعیدو یعیدون،

(کتاب الآثار ص ۱۱)

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ نے ایسے شخص کے بارے میں جو مقتدیوں کو بغیر وضوء کے نماز پڑھا دے یہ ارشاد فرمایا کہ امام اور مقتدی سب نماز ٹوٹ جائیں۔

۱۱۔ عن یونس عن ابن سیرین قال سألت فقال اعد الصلوۃ واخبر اصحابک انک صلیت بهم وانت علی غنیر طہارۃ

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت یونسؒ حضرت علامہ ابن سیرینؒ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان سے (بغیر طہارۃ کے نماز پڑھا دینے

کے متعلق) سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا تم بھی نماز ٹوٹاؤ اور اپنے ساتھیوں کو بتا دو کہ تم نے انہیں بغیر طہارۃ کے نماز پڑھا دی تھی

۱۲۔ عن الشعبي قال یعیدو یعیدون

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ صفحہ ۲۳۵)

حضرت امام شعبیؒ (ایسے شخص کے بارے میں جو بغیر طہارۃ کے نماز پڑھائے) فرماتے ہیں کہ وہ خود بھی نماز ٹوٹا دے اور مقتدی بھی نماز ٹوٹائیں۔

مذکورہ احادیث وآثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ امام کی نماز کے فاسد ہو جانے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے لہذا اگر کوئی بھولے سے بغیر وضوء کے یا بغیر غسل کے جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دے یا کسی اور وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو جائے تو اسے چاہیے کہ خود بھی اپنی نماز ٹوٹا دے اور جن لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے انہیں بھی نماز ٹوٹانے کا حکم دے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کو ضامن قرار دیا ہے جس کا مطلب یہی ہے کہ اگر اس کی نماز صحیح ہوگی تو مقتدیوں کی بھی صحیح ہوگی اور اگر اس کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدیوں کی بھی فاسد ہوگی۔ دوسرے آپ کے ساتھ ایسا اتفاق ہوا کہ آپ بھولے سے جنابت کی حالت میں نماز پڑھانے لگے دوران نماز آپ کو یاد آیا تو آپ نماز ٹوٹ کر نہانے تشریف لے گئے اور واپس آکر صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔ ایسا ہی ایک واقعہ خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی پیش آیا، آپ نے خود بھی نماز ٹوٹائی اور مقتدیوں کو بھی نماز ٹوٹانے کا حکم دیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مغرب کی نماز میں قراۃ کرنی مقبول کئے بعد میں آپ کو علم ہوا تو آپ نے دوبارہ نماز پڑھائی۔ ان واقعات سے معلوم ہوا کہ امام کی نماز فاسد ہو جانے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جاتی

ہے۔ اگر صرف امام کی نماز فاسد ہوتی اور مقتدیوں کی نہ ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین فقط اپنی نماز لوٹا لیتے اور مقتدیوں کو دوبارہ نماز نہ پڑھاتے ان سے کہہ دیتے کہ تمہاری نماز ہو گئی ہے، لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو بطور قاعدہ کے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو ایسی ہی صورت پیش آئے تو وہ ایسے ہی کرے جیسے میں نے کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز لوٹنے کا حکم دیا۔

جلیل القدرنا بعین حضرت ابراہیم نخعی، حضرت امام حمادؒ دونوں فرماتے ہیں کہ امام کی نماز فاسد ہو جانے سے مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے، حضرت امام شعبی، حضرت عطاء بن ابی رباح، امام ابن سیرین کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ ایسی صورت میں امام اور مقتدی سب نماز لوٹائیں۔

لیکن ان تمام اعاذیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اگر امام حالت بدابت یا بغیر وضو کے نماز پڑھا دے یا کسی اور وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو جائے تو فقط امام اپنی نماز لوٹائے۔ مقتدیوں کو لوٹانے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی امام کے ذمہ ہے کہ وہ مقتدیوں کو یہ بتائے کہ میں نے اس حالت میں نماز پڑھا دی ہے۔

چنانچہ نواب وحید الزماں لکھتے ہیں

”واذا ظهر حدث امام او مفسد آخر ف
رائع المقتدی اماما صلوٰۃ ولا یعیذ
ان مقتدی ولا یلزم علی الامام اخبار القوم اذا امهم
و هو محدث او جنب او فاقدر شرط“

(نزل الابراج اصل)

اور جب ظاہر ہو جائے امام کا بے وضو رہنا یا امام کی طرف سے نماز فاسد کرنے والی کسی اور چیز کا ہونا مقتدی کی رائے میں تو صرف امام اپنی نماز لوٹائے مقتدی نہ لوٹائے اور امام کے ذمہ نہیں ہے کہ اگر وہ مقتدیوں کو بغیر وضو کے یا جنابت کی حالت میں یا کسی اور شرط کے نہ پاسے جائے کی صورت میں نماز پڑھا دے تو وہ مقتدیوں کو بتلائے کہ میں نے اس حالت میں نماز پڑھا دی ہے۔

واحد فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے صحابہ کرام کو ایسے موقع پر دوبارہ نماز پڑھانی تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ اگر کسی کو ایسی صورت پیش آئے تو وہ ایسے ہی کرے جیسے میں نے کیا نیز آپ نے امام کو ضامن بھی قرار دیا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایسی صورت میں امام اور مقتدی سب کو نماز لوٹانے کا حکم دیا۔ جلیل القدرنا بعین بھی یہی فتویٰ دیتے رہے لیکن غیر مقلدین کے فقیہ فرما رہے ہیں کہ صرف امام لوٹے مقتدی کو لوٹانے کی ضرورت نہیں اور امام کو مقتدیوں کو یہ بتلانے کی بھی ضرورت نہیں کہ میں نے بے وضو یا جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دی ہے۔

فاریں خضیلہ فرماتیں کہ یہ حدیث کی موافقت یہاں منیٰ لفت ؟
خود :۔ جو مقلدین غیر مقلدین کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں ان کے لیے محکمہ یہ ہے کہ اگر غیر مقلد امام نے بے وضو یا حالت جنابت میں نماز پڑھا دی اور بتانا ضروری نہ سمجھے ہوئے مقتدیوں کو بتلایا بھی نہیں تو مقلدین کی نماز کا کیا ہوتا ہے ؟

السنة في تسوية الصفوف لزايق المنكب المنكب لا القدم بالقدم
صفوف کی درستگی میں کندھے سے کندھا ملا کر منکب سے منکب کے قدم سے قدم ملا کر

۱۔ عن ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال
اقبموا الصفوف وحاذوا بين المناكب وسدوا
الخلل ولينوا بأبدي آخر ألكم ولا تذرُوا فرجات
للسيطان ومن وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا
قطع الله (ابن ماجه ۱ ص ۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صفوں کو قائم کرو، کندھوں کو برابر کرو
خالی جگہوں کو بند کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ
شیطان کے لیے صف میں خالی جگہ نہ چھوڑو، جس نے صف
کو ملایا اللہ اسے ملائیں گے اور جس نے صف کو کاٹا اللہ اسے
کاٹ دیں گے۔

۲۔ عن البراء بن عازب قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم
عليه وسلم يتخلل الصف من ناحية الى ناحية
يمسح صدورنا ومناكبنا ويقول لا تختلفوا
فتختلف قلوبكم وكان يقول ان الله عز وجل
وملائكته يصلون على الصفوف الأول

(ابن ماجه ۱ ص ۹)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم صف کے اندر آتے تھے ادھر ادھر سے اور ہمارے
سینوں اور کندھوں کو برابر کرتے تھے اور فرماتے تھے آگے
پچھے مت ہو ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے اور فرماتے
تھے اللہ جل جلالہ اپنی رحمت بھیجتے ہیں اور فرشتے دعا کرتے
کرتے ہیں پہلی صف والوں کے لیے۔

۳۔ عن انس بن مالك قال اقيمت الصلاة فاقبل
علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فوجهه فقال
اقبموا صفوفكم وقرأتوا فاني اراكم من وراء
ظهركم (بخاری ۱ ص ۹)

وفی روایت عنہ وکان احدنا یلذت
منکبہ بمنکب صاحبہ وقدامہ بقدامہ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز کی تکبیر
ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہو کر
فرمایا دیکھو صفوں کو برابر رکھو اور مل کر کھڑے ہو بلاشبہ میں تمہیں اپنی
پشت کی طرف سے دیکھتا ہوں، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دوسری
روایت میں یہ بھی مروی ہے کہ ہم میں سے ہر شخص یہ کرتا کہ صف
میں اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے ادھاپنا قدم اس کے
قدم سے ملا دیتا۔

۴۔ عن انس بن مالك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال رخصوا صفوفكم وقاربوا بينهما وحاذوا
بالاعناق فالذي نفسي بيده اني لأرى الشيطان

يدخل من خلال الصف كانتها الحذف،

(آپو دا فوج اصفیٰ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تصور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اپنی حقوں کو ملاؤ اور انہیں نزدیک رکھو اور گردنوں کو ہلایں رکھو۔ تتمہ ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ صوفی کی صفات کی بنیادوں سے گھس رہا ہے گویا کہ وہ بھیڑی بچہ ڈرنا سا بچہ ہے۔

٥- عن أبي القاسم الجدي قال سمعت النعمان

وایچه داه ورج ایشی

حضرت ابوالقاسم جدلی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نعمان بن
بشیر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف سے جو سب سے زیادہ تین بار یہ فرمایا کہ اپنی
صفوں کو سیدھا کرو اللہ کی قسم تم لوگ ضرور اپنی صفوں کو سیدھا
کرو واللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں پھوٹ ڈال دیں گے حضرت

نہمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (اس کے بعد) میں نے دیکھا کہ ایک شخص دوسرے شخص کے کندھے سے کندھا، گھٹنے سے گھٹنا اور ٹخنے سے ٹخنہ ملا کر کھڑا ہوتا تھا۔

عن النعمان بن بشير قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم وليتوكى صفوقنا فخرج يوماً فرأى رجلاً خارجاً صدره عن القوم فقال كُشُونٌ صفوقكوا وليخالفن الله بين وجوهكم، وفي الباب عن جابر بن سمرة والبراء وجابر بن عبد الله والنس وأبي هريرة وحاشية قال أبو عيسى حديث نعمان بن بشير حديث حسن صحيح وقد روى عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال من تمام الصلوة إقامة الصف وروى عن عمر أنه كان يوكل رجلاً بإقامة الصف ولا يكسر حتى يخبر أن الصفوف قد استوت وروى عن علي وعثمان أنهما كانا يتعاهدان ذلك ويقولان استقوا وكان علي يقول تقدم يا فلان تأخر يا فلان، (ترمذي ١٠١٤٤)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو سیدھا فرماتے تھے۔ ایک دن آپ ﷺ نے تو نمازیوں میں سے ایک صاحب کا سینہ آگے نکلا ہوا دیکھا آپ نے فرمایا اپنی صفوں کو سیدھا کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے مونہوں میں مخالفت ڈال دیگا۔ اس باب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
 عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں۔ ابوعلیسی (امام ترمذی) فرماتے
 ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔
 نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کمال نماز
 سے ہے صفت کا سیدھا کرنا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے
 مروی ہے کہ انہوں نے صفت کی درستگی کے لیے ایک شخص کو
 مقرر فرما رکھا تھا اور جب تک کہ آپ کو وہ یہ خبر نہ دے دیتا کہ
 صفیں درست ہو گئی ہیں آپ تکمیر نہیں کہتے تھے، حضرت علی اور
 حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ وہ بھی
 اس کا بہت خیال رکھتے تھے اور فرماتے تھے سیدھے ہو جاؤ۔
 حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ او فلاں آگے ہو۔ او فلاں
 تو پیچھے بیٹ۔

۷۔ عن مالک ابن ابی عامر الانصاری ان عثمان بن عفان
 كان يقول في خطبته اذا قامت الصلوة فاعدوا
 الصفوف واحاذوا بالمناكب، الحديث
 (موطا امام محمد ص ۱۱۷)

حضرت مالک ابن ابی عامر انصاری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت
 عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اپنے خطبہ میں جب کہ نماز کھڑی ہوتی
 کہ صفوں کو درست کر لو اور کندھوں کو برابر کر لو۔

۸۔ عن عبد اللہ ابنہ رأی رجلاً یصلی قد صفت بین
 قدمیہ فقال اخطأ السنۃ ولو راوۃ بینہما

كان اعجب الی۔ (تاریخ اسلام)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے
 ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ اس نے دونوں قدموں کو ملا
 رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا اس نے سنت کے خلاف کیا مجھے تو یہ پسند
 تھا کہ یہ مُرَاوَحَہ کر لیتا۔

۹۔ كان ابن عمر لا یفرج بین قدمیہ ولا یمس
 احداہما بالآخری ولكن بین ذالک لا یقارب
 ولا یباعد، (المفہوم ۲ ص ۱۱۷)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دونوں پاؤں کے درمیان کشادگی
 کرتے تھے نہ ایک قدم دوسرے قدم سے ملا تھے، اس کے درمیان
 درمیان رکھتے تھے نہ بہت قریب کرتے تھے نہ بہت دور۔
 مذکورہ احادیث و آثار سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) جب نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جائے تو بہت احتیاط کے ساتھ
 صفوں کو درست کرنا چاہیئے اس طرح سے کہ سب لوگ ایک دوسرے
 کے ساتھ مل کر کھڑے ہوں، درمیان میں کوئی جگہ خالی نہ رہے، سب برابر
 کھڑے ہوں کوئی آگے پیچھے نہ ہو، جس کی آسان صورت یہ ہے کہ کندھے
 کندھا ملا لیا جائے یعنی ہر شخص اپنا بازو دوسرے شخص کے بازو سے ملا لے۔
 چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اقامت صفت کی یہی صورت ارشاد
 فرمائی ہے کہ کندھے برابر رکھے جائیں جیسا کہ حدیث علی سے واضح ہے،
 برابر بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 نمازوں کی صفیں درست فرماتے تھے تو نمازیوں کے پیچھے اور کندھے

برابر کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲ سے ظاہر ہے (اس کے برخلاف آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی حدیث میں قدم سے قدم ملا کر نہ قولاً ثابت
ہے نہ فعلاً)

۲۔ خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم بھی صفت بندی کا اہتمام فرماتے تھے حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو طعنیں سیدھی کرانے کے لیے مقرر کر رکھا تھا۔
جب تک یہ شخص صفوں کی درستگی کی خبر نہیں دے دیتا تھا اس وقت تک
آپ تکبیر نہ کہتے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب جماعت کھڑی ہوتی تھی
تو صفوں کے درست کرنے اور کندھوں کے برابر کرنے کا حکم دیتے تھے، (قدم
سے قدم ملا کر نہ حکم نہیں دیتے تھے) جیسا کہ حدیث نمبر ۲ سے واضح ہے۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ صفوں کی درستگی کے وقت ہوا آگے نکلا ہوا ہوا اس
سے فرماتے پیچھے ہٹو اور جو پیچھے گیا ہوا ہوتا اس سے فرماتے آگے بڑھو۔
جیسا کہ امام ترمذی کے بیان سے ظاہر ہے لیکن آپ سے بھی یہ ثابت نہیں
کہ آپ قدم سے قدم ملا کر نہ حکم دیتے ہوں۔

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث (مبطل) میں جو یہ مذکور ہے کہ ہم
میں سے ہر ایک اپنا قدم اپنے ساتھ ہی کے قدم سے ملا دیتا تھا اس سے آپ
کا مقصد صفت بندی اور دو میلان سے خلا کو برکھڑ کرنے میں، انتہائی اہتمام بتلانا
ہے نہ کہ حقیقتاً قدم سے قدم ملا کر مطلب یہ ہے کہ ہم صفت بندی میں اور مل جل کر کھڑے ہوتے
میں اس قدر اہتمام کرتے تھے کہ گویا ہر ایک کا قدم دوسرے کے قدم
سے ملا ہوتا تھا۔ اس کی تائید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان سے
ہوتی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ گردنوں کو برابر رکھو، نیز حضرت
نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ

فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص دوسرے شخص کے کندھے سے کندھا
ٹکھنے سے ٹکھنے اور ٹکھنے سے ٹکھنے ملا کر کھڑا ہوتا تھا۔ کیونکہ ہر شخص جانتا
ہے کہ اس طرح سے صفیں درست کرنا کہ گردن سے گردن، کندھے سے
کندھا، ٹکھنے سے ٹکھنے، ٹکھنے سے ٹکھنے ملا ہوا ہونا ممکن اور محال ہے اس لیے
یہی کہا جائے گا کہ اس سے مراد صفت بندی اور جگہ کو برکھڑ کرنے میں مبالغہ کیلئے
مقصود ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

” المراد بذلك المبالغة في تعديل الصفات وسد
خللها۔“ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۷)

امام بخاری کا مقصد اس باب کے قائم کرنے سے صفت کی درستگی
اور غفل کو بند کرنے میں مبالغہ بتلانا ہے،

۴۔ حضرت انس اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کے اس انداز بیان
سے کہ ہم میں سے ہر شخص ایسا کرتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ صفت بندی کا
یہ انداز دور رسالت میں تھا بعد میں نہیں رہا اس کی تائید اس سے ہوتی ہے
کہ محدث اسماعیلی نے اپنی مستخرج میں حضرت عمرؓ کے طریق سے یہی روایت
نکر کر ہے اس روایت میں حضرت عمرؓ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے
الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔

” ولو فعلت ذلك باحد۔ هو اليوم لنقص كامن
بمثل مشهور۔“ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۵۷)

یعنی اگر میں آج کسی کے ساتھ اس طریق کروں تو وہ بعد کے ہوئے
نقص کی غلطی کا باعث بنے گا۔

اس سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ صفت بندی کا یہ انداز دور صحابہ ہی میں ختم

ہو گیا تھا وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ صفت بندی میں حقیقی معنی میں قدم سے قدم ملانا سنت نہیں ہے کیونکہ اگر یہ سنت ہوتا تو صحابہ کرام اور تابعین عظام اسے سرگز نہ چھوڑتے اور نہ اس عمل سے اس قدر متنفر ہوتے۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو نماز میں دونوں قدم ساتھ جوڑ کر کھڑے ہونے دیکھا تو فرمایا اس نے سنت کے خلاف کیا اگر یہ شخص مَرَاوَحَت کر لیتا تو مجھے یہ زیادہ پسند تھا۔ مَرَاوَحَت یہ ہوتا ہے کہ نمازی طول قیام کی وجہ سے کبھی ایک پاؤں پر کھڑا ہو جائے اور کبھی دوسرے پاؤں پر۔ اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ مَرَاوَحَت کی یہ صورت دونوں پاؤں کے درمیان تھوڑی سی کشادگی سے حاصل ہوتی ہے پھر چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس نمازی پر انکار صرف اس بات پر ہی نہیں کیا کہ اس نے دونوں پاؤں ملا کیوں رکھے ہیں بلکہ آپ کا انکار اس پر بھی ہے کہ اس نے مَرَاوَحَت کیوں نہیں کر لیا جو دونوں پاؤں کے درمیان کچھ کشادگی سے ہوتا ہے۔ آپ کے اس انکار سے معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک سنت یہ ہے کہ نمازی نہ تو اپنے پاؤں بالکل ملا کر رکھے اور نہ ہی بہت کھلے رکھے بلکہ دونوں قدموں میں درمیانہ درجہ کی کشادگی رکھے۔

یہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل تھا۔ آپ نماز میں دونوں پاؤں نہ بہت کھلے رکھتے تھے نہ بالکل ملا کر بلکہ فطری ہیئت کے مطابق کھڑے ہوتے تھے جیسا کہ المغنی کی روایت سے ظاہر ہے، دونوں پاؤں صحتاً کرام کے قول و عمل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو شخص سنت کے مطابق پاؤں رکھے گا وہ نماز یا جماعت میں اپنے قدم دوسرے کے

قدم سے نہیں ملا سکتا کیونکہ اس صورت میں دونوں پاؤں کے درمیان بہت زیادہ کشادگی ہو جاتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اقامت صلوٰۃ کے وقت صفوں کو درست کرنا سنت ہے جس کی صحیح صورت سنت کے مطابق یہ ہے کہ سب آپس میں مل جل کر اور کندھے سے کندھے ملا کر کھڑے ہوں، درمیان میں کوئی جگہ خالی نہ رہے اور نہ ہی کوئی صف میں آگے یا پیچھے نکلا ہوا ہو، قدم سے قدم ملنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس طرح گو قدم سے قدم تو مل جاتے ہیں لیکن اپنی ٹانگیں چوڑی ہو جانے کی وجہ سے خود اپنی ٹانگوں کے درمیان انتہائی بھدائی شکل میں فرقہ اور خلل پیدا ہو جاتا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے خلاف ہے کیونکہ آپ نے فرج اور خلل کو بڑھ کر تعلیم دیا، دوسرے اس میں بلا توجہ کلکت کرنا پڑتا ہے چنانچہ شاہد ہے ظاہر ہے کہ یہ شیور کے بھی خلاف ہے، چنانچہ اس سے رکوع و سجود میں بھی دشواری ہوتی ہے، پانچویں صفت بندی کا اہتمام تو صرف نماز شروع ہونے وقت کیا جاتا ہے اور اس طرح ٹانگیں چوڑی کر کے قدم سے قدم ملانا یہ ہر رکعت کے شروع میں کرنا پڑتا ہے جو سنت کے خلاف ہے۔ لیکن مذکورہ احادیث و آثار و امان تمام تصریحات کے خلاف غیر متقلین کے نزدیک نماز یا جماعت میں پاؤں سے پاؤں ملانا ضروری اور سنت ہے۔ چنانچہ حافظ عبدالمستین صاحب میمن رقمطراز ہیں:

”غیر مقلد یعنی اہل حدیث حضرات باجماعت نماز میں ایک دوسرے کے پاؤں سے پاؤں ملانا ضروری سمجھتے ہیں اور یہ سنت ہے۔“ (حدیث نماز مشک)

۱۔ فقہاء احناف جو فرماتے ہیں کہ دو پاؤں قیام دونوں پاؤں کے درمیان اٹھک چاہئے لیکن ان کے برابر قیام چاہیے۔ ثانیاً وہ انہی دونوں بزرگوں کے قول و عمل کی تشریح ہے۔ اور ختمہ نے حرام کی سہولت کے لیے دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ کی تحدید کر دی ہے ورنہ یہ تعبد لغوی و واجب نہیں ہے۔ علامہ ابن عابدین شافعی تحریر فرماتے ہیں: ”وینفی ان یشکون ینھما مقداراً یبع (صاحب الیہ) وینھما اقرب الی الشیوخ حکذا روی عن ابی ہشیر الدجوسی انہ کان یفعلہ۔“ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۴۳) مناسب یہ ہے کہ دونوں پاؤں کے درمیان قدر کی چار انگلیوں کے برابر فاصلہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ شیور کے قیام قریب ہے انہ صفت، انہ ضروری و متفرق ۱ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ ایسے ہی کیا کرتے تھے

”زیادہ دیکھ اور افسوس ان اہل حدیث حضرات پر ہوتا ہے جو کہ بہت آہستہ اپنی صفوں کو برباد کرتے جا رہے ہیں اور ٹھیک سے پاؤں نہیں ملائے، ہونا یہ چاہیے کہ التحیات کے بیٹھنے میں آدھی جتنی جگہ لیتا ہے اتنی ہی جگہ میں قیام کی حالت میں دونوں پاؤں رکھے اس طرح سے صحت خود بخود پوری ہو کر ایک دیوار کی طرح بے غل ہو جائے گی، عورتوں کو بھی ایسی ہی صفت بنانی چاہیے کہ ایک عورت کا پاؤں اور کاٹھنہا دوسری عورت کے پاؤں اور کاٹھنہ سے مل جائے۔“ (حدیث نماز ص ۱۵)

ملاحظہ فرمائیے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صفوں کی درستگی کنڈھے سے کنڈھے ملانے کا حکم دیتے ہیں، اور آپ خود صفت درست فرماتے ہیں تو کنڈھوں ہی کو برابر کرتے ہیں نہ آپ نے قدم سے قدم ملانے کا حکم دیا اور نہ صفت کی درستگی کے وقت آپ نے نمازیوں کے قدم سے قدم ملانے، خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی صفوں کی درستگی کے وقت کنڈھے برابر کرنے کا حکم دیتے ہیں نہ کہ قدم سے قدم ملانے کا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ صفوں کی درستگی کے وقت نمازیوں کو آگے پیچھے ہونے کو تو کہتے ہیں لیکن قدم سے قدم ملانے کا حکم نہیں دیتے، ان سب باتوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صفوں کی درستگی میں کنڈھوں کو برابر کرنا سنت ہے نہ کہ ٹانگیں چوڑی کر کے شکست قدم سے قدم ملانا، لیکن غیر مقلدین کا کہنا یہی ہے کہ نہیں صاحب قدم سے قدم ملانا ہی سنت ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ صحابہ قدم سے قدم ملائے تھے حالانکہ محدثین نے اسے صفت بندی میں مبالغہ پر محمول کیا ہے نہ کہ حقیقی معنی میں قدم سے قدم ملانے پر۔ اگر تھوڑی دیر

کے لیے غیر مقلدین کی بات مان لی جائے اور اس سے حقیقی معنی میں قدم سے قدم ملانا ہی مراد لیا جائے تو پھر غیر مقلدین کو چاہیے کہ وہ گھٹنے سے گھٹنے اور ٹخنے سے ٹخنہ بھی ملائیں کیونکہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ جہاں قدم سے قدم ملانا ذکر کرتے ہیں وہیں گھٹنے سے گھٹنے اور ٹخنے سے ٹخنہ ملانے کا بھی ذکر کرتے ہیں نیز غیر مقلدین کو چاہیے کہ گردن سے گردن بھی ملایا کریں کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کا بھی تذکرہ ہے لیکن غیر مقلدین نہ گھٹنے سے گھٹنے ملائے ہیں نہ ٹخنے سے ٹخنہ ملائے ہیں اور نہ گردن سے گردن، ضرور قدم سے قدم ملانے پر زور دیتے ہیں بلکہ ایک متر وک اور غیر مسنون عمل ہے اور جس کے کرنے سے مسنون عمل رو جاتا ہے کیونکہ جب قدم سے قدم ملائے جائیں گے تو کنڈھے سے کنڈھا نہیں مل سکے گا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ وہ عورتوں کو بھی ایک دوسرے کے ساتھ قدم سے قدم ملانے کا حکم دیتے ہیں۔ جس وقت عورتیں مردوں کی طرح قدم سے قدم ملائیں گی تو کیا عجیب شکل ہوگی؟ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

ہم فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں وہ فیصلہ فرمائیں کہ ایک مسنون عمل کو چھوڑ کر غیر مسنون چیز پر عمل کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

کراہتہ تکرار الجماعة فی مسجد المحلة
 محلہ کی مسجد میں دوسری جماعت کروانا مکروہ ہے
 ۱۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 فقد ناسًا فی بعض الصلوات فقال لقد سمعت
 ان امر رجلا یصلی بالناس ثم اخلت الی
 رجال یتخلفون عنہا فأمس بہم فیحرمتوا
 علیہم یحکم الخطب بیوتہم ولو علو
 احدہم انه یجد عظمیٰ سمینا لشہدہا
 یعنی صلوۃ العشاء (بخاری ج ۱ ص ۸۹ مسلم ج ۱ ص ۱۰۰ واللفظ مسلم)
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو کسی نماز میں شریک نہ پایا تو آپ نے
 فرمایا میرا ارادہ ہے کہ کسی سے کہہ دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا
 دے اور خود میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں نہیں آئے
 اور ان کے متعلق حکم دوں کہ بکثریوں کا ایک ڈھیر لگا کر انکے گھروں
 کو جلا دیں، ان میں کوئی شخص جان لے کہ اسے مولیٰ تازی بڑی ہے
 گی تو وہ ضرور آئے مراد عشاء کی نماز ہے۔

۲۔ عن ابی بکرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اقبل من نواحی المدینۃ یرید الصلوۃ فوجد
 الناس قد صلوا فمال الی منزلہ فجمع
 اہلہ فصلی بھم (بخاری ج ۱ ص ۲۰۳ ج ۲ ص ۲۲۰ قال البیہقی
 رجال ثقات) بمع الزوائد ج ۲ ص ۴۵ وقال البانی فی تمام المنہ ورجحہ ص ۱۵۵
 حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم نواحی مدینہ سے تشریف لائے۔ آپ کا ارادہ

نماز پڑھنے کا تھا لیکن آپ نے دیکھا کہ لوگ تو نماز پڑھ چکے ہیں
 لہذا آپ اپنے گھر چلے گئے اور گھر والوں کو اکٹھا کر کے انہیں
 نماز پڑھائی۔

۳۔ عن سلیمان یعنی مولیٰ میمونۃ قال اتیت
 ابن عمر علی البکاء وہم یصلون فقلت
 لا تصلی معہ قال قد صلیت الی سمعت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول
 تصلوا صلوۃ فی یوم مرتین،

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۰ نسائی ج ۱ ص ۱۰۰)

حضرت میمونہؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت سلیمانؓ فرماتے ہیں کہ
 میں مدینہ طیبہ میں موضع بکاء میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے
 پاس آیا میں نے دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے حضرت
 عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ آپ ان کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھ رہے
 آپ نے فرمایا میں نماز پڑھ چکا ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم ایک نماز ایک دن میں دو
 مرتبہ نہ پڑھو۔

۴۔ عن ابراہیم النخعی قال قال عمر لا یصلی
 بعد صلوۃ مثلہا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۰ واللفظ صحیح)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک
 نماز کے بعد اسن جیسی دوسری نماز نہ پڑھی جائے۔

۵۔ عن خرشة بن الحر أن عمر بن الخطاب كان يكره أن يصلي بعد صلاة الجمعة مثلها ،
(شرح معاني الآثار للامام الطحاوي ج ۱ ص ۲۳۳)

حضرت خرشہ بن حر سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
جمہ کی نماز کے بعد پھر اسی طبعی نماز پڑھنے کو مکروہ جانتے تھے

۶۔ عن ابراهيم ان علمته والاسود اقبوا مع ابن مسعود الى مسجد فاستقبلوه والناس قد صلوا فرفع بهما الى البيت فنجعل احدهما عن يمينه والاخر عن شماله ثم صلى بهما
(معجم طبرانی کبیر ج ۱ ص ۱۲۰ مصنف مہاجرین ج ۲ ص ۲۱۱)

حضرت ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ علقمہؓ اور اسودؓ حضرت
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مسجد میں آئے ،
لوگوں نے ان کا استقبال کیا اس حال میں کہ لوگ نماز پڑھ چکے
تھے ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دونوں کو لے کر ایک گھر چلے
گئے ، ایک کو دائیں اور ایک کو بائیں کھڑا کر کے نماز پڑھائی ۔

۷۔ عن الحسن بن صالح كان احدهما محمداً صلى الله عليه وسلم اذا دخلوا المسجد وقد صلى فيه صلوا فرادى ،
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۱۱)

۸۔ عن الحسن انه كان يقول يصلون فرادى ،
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۱۱)

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ (ایسی صورت میں) اکیلے اکیلے نماز
پڑھیں ۔

۹۔ عن الحسن قال يصلون فرادى ،
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۱۱)

حضرت ابو طلحہؓ فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں اکیلے اکیلے نماز
پڑھیں ۔

۱۰۔ عن افلح قال دخلنا مع القاسم المسجد وقد صلى فيه قال فصلى القاسم وحده
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۱۱)

حضرت افلحؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت قاسمؓ کے ساتھ (نماز پڑھنے
کے لیے) مسجد گئے تو وہاں نماز ہو چکی تھی ، حضرت قاسمؓ نے پھر
تہا نماز پڑھی ۔

۱۱۔ عن عبد الرحمن بن المجبر قال دخلت مع سالم بن عبد الله مسجد الجحفة وقد فرغوا من الصلوة فقالوا لا تجمع الصلوة فقاتل سالم لا تجمع صلوة واحدة في مسجد مرتين (قال) واخبرني ابن وهب عن رجال من اهل الطبر عن ابن شهاب و يحيى بن سعيد و ربيعة ابن ابی عبد الرحمن والليث شاه ، (المدة الكبرى ج ۱ ص ۱۱)

حضرت عبدالرحمن بن مجبرؓ فرماتے ہیں کہ میں سالم بن عبداللہؓ

کے ساتھ (نماز پڑھنے کے لیے) مسجد حنفیہ میں گیا، لوگ نماز سے فارغ ہو چکے تھے، لوگ کہنے لگے آپ جماعت کیوں نہیں کروا لیتے۔ حضرت سالمؓ نے فرمایا ایک مسجد میں ایک نماز کی دو دفعہ جماعت نہیں کرائی جاسکتی۔ ابن القاسم کہتے ہیں کہ مجھے ابن سبّاح نے بہت سے اہل علم کی طرف سے خبر دی ہے حضرت ابن شہاب زہریؒ، حضرت یحییٰ بن سعیدؒ، حضرت بہق بن ابی عبد الرحمنؒ اور حضرت لیثؒ متعلق اسی عمل کی۔

١٢- قتال الإمام الشافعيؒ

” اننا قد حفظنا ان قد فانت رجالاً معه الصلوة
فصلوا بعلمه متفردين وقد كانوا تاديرين
على ان يجمعوا وان قد فانت الصلوة في
الحبها عتد قوما فجاء والمسجد فصل كل
واحد منهم متفرداً وقد كانوا تاديرين على
ان يجمعوا في المسجد فصل كل واحد منهم
متفرداً وانما كرهوا ذلك يجمعوا في مسجد
مريتين” — وقال ايضاً ” انما كرهت ذلك
لهولائه ليس مما فعل السلف قبلنا
بل قد عاينه بعضهم“ الخ

دکتاب الام ج ۱ ص ۱۵۳ (۱۵۱)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :-

ہمیں یاد ہے کہ بہت سے صحابہ کرام کی نماز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ فوت ہو گئی تھی تو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کو اس بات کے معلوم ہونے کے بعد وجود اکیلے اکیلے نماز پڑھی تھی حالانکہ وہ جماعت (ثانیہ) کروانے پر قادر بھی تھے، ایسے ہی کچھ لوگوں کی جماعت سے نماز رہ گئی تو وہ مسجد آئے اور ہر ایک نے الگ الگ نماز پڑھی حالانکہ وہ بھی قادر تھے کہ مسجد میں جماعت (ثانیہ) کروالیں لیکن پھر بھی ہر ایک نے الگ الگ نماز پڑھی اور انہوں نے جماعت کروانے کو اس وجہ سے مکروہ جانا کہ وہ مسجد میں دومرتبہ جماعت کروانے کے فر تکب نہ ہوں، نیز امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں اہل محلہ کے لئے نکوار جماعت کو اس لیے ناپسند کرتا ہوں کہ میرا یہ کام ہے جو ہمارے اسلاف (صحابہ، تابعین و تبع تابعین) نے نہیں کیا بلکہ بعض نے تو اسے معیوب سمجھا ہے۔

میں نے یہ سچا ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ محلہ کی مسجد میں پہلی جماعت ہو جانے کے بعد دوسری جماعت کروانا (یا بی طور کہ امام اور مقتدی دونوں فرض نماز ادا کریں) یہ مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ اگر بلا کر ہمت دوسری جماعت جائز ہوتی تو اول تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جماعت سے نماز پڑھنے کے بارے میں اتنی سختی سے کام نہ لیتے جو بخاری و مسلم کی حدیث سے معلوم ہو رہی ہے کہ آپ نے کچھ لوگوں کے جماعت میں شریک نہ ہونے پر فرمایا، جی چاہتا ہے کہ کسی سے کہوں وہ لوگوں کو نماز پڑھا دے اور خود ان لوگوں کے گھروں میں جا کر ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ کیونکہ اگر یہ لوگ پہلی جماعت میں شریک نہ ہو سکتے تو دوسری میں شریک ہو جاتے مگر آپ کا پہلی جماعت کے معاملہ میں اتنی شدت فرمانا ثابت کر رہا ہے کہ

دوسری ضرور مکر وہ ہے دوسرے آپ خود بھی ضرورت کے موقع پر محلہ کی مسجد میں جماعت کروا لیتے لیکن کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے محلہ کی مسجد میں کبھی بھی دوسری جماعت کرائی ہو بلکہ حضرت ابوبکرؓ کی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ ایک دفعہ آپ کسی جگہ سے واپس تشریف لائے تو مسجد میں جماعت ہو چکی تھی آپ چاہتے تو مسجد میں دوسری جماعت کر لیتے لیکن اس کے باوجود آپ گھر تشریف لے گئے اور گھر والوں کو اکٹھا کر کے گھر میں جماعت کرائی۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے آنا ذکر وہ غلام سلیمانؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں ایک مقام پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گیا دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ ان کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھ رہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نماز پڑھ چکا ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم ایک نماز ایک دن میں دو مرتبہ نہ پڑھو، فقہاء کرام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان کو مسجد میں جماعت ثانیہ کی بھی پر محمول کیا ہے، یعنی آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہ لیا ہے کہ مسجد میں دوسری جماعت نہ کرائی جائے، وہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس فرمان سے کہ میں نماز پڑھ چکا ہوں۔ یہ متبادر ہوتا ہے کہ آپ نے تنہا نماز پڑھی تھی اور جو شخص تنہا فرض پڑھ لے تو اس کے لیے جائز بلکہ مستحب ہے کہ وہ جماعت کو پائے تو جماعت کی فضیلت حاصل کرے کے لیے جماعت میں شریک ہو جائے اس لحاظ سے چاہیے تو یہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما شریک جماعت ہو جاتے لیکن آپ جماعت میں شریک نہیں ہوئے اس کا جوابی ہو سکتی ہے کہ یہ جماعت ثانیہ جو رہی تھی جسے صحیح نہ سمجھتے ہوئے آپ

شریک نہ ہوئے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تم ایک نماز ایک دن میں دو مرتبہ نہ پڑھو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نماز کے بعد اسی جیسی دوسری نماز نہ پڑھی جائے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بھی یہی ہے کہ جب ایک مرتبہ جماعت ہو جائے تو دوسری جماعت نہ کروائی جائے چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ جمعہ کی نماز کے بعد اسی جیسی نماز کو مکہ نہ جانتے تھے اس سے ظاہر ہے کہ جماعت ثانیہ ہی مراد ہے کہ چونکہ جس نے جمعہ جماعت کے ساتھ پڑھ لیا وہ دوبارہ جمعہ اکیلا تو پڑھنے سے رہا کہ اکیلے جمعہ ہوتا ہی نہیں لہذا جمعہ کی جماعت ثانیہ ہی مراد ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ اپنے شاگردوں کے ساتھ مسجد میں آئے تو نماز ہو چکی تھی آپ انہیں گھر لے گئے اور گھر جا کر جماعت کروائی حضرت عبدالرحمن بن مجبرؓ حضرت سالمؓ کے ساتھ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں مسجد میں آئے۔ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے تھے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ جماعت کروالیں۔ عبدالرحمن بن مجبرؓ کہتے ہیں کہ حضرت سالمؓ نے فرمایا مسجد (محلہ) میں ایک ہی نماز کی دو جماعتیں نہیں کروائی جاسکتیں۔ حضرت اٹح کہتے ہیں کہ ہم حضرت قاسمؓ کے ساتھ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں مسجد میں آئے تو نماز ہو چکی تھی۔ حضرت قاسمؓ نے دوسری جماعت کروانے کے بجائے تنہا نماز پڑھی۔ حضرت حسن بصریؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب مسجد میں جاتے اور جماعت ہو چکی ہوتی تو دوسری جماعت کروانے کے بجائے اکیلے اکیلے ہی نماز پڑھتے تھے۔ خود حضرت حسن بصریؓ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ ایسی صورت میں اکیلے اکیلے ہی نماز پڑھی

جائے۔ حضرت ابو قتادہ، حضرت ابن شہاب زہری، حضرت یحییٰ بن سعید، حضرت امام ربیعہ الراسی اور حضرت لیت بن سعد رحمہم اللہ سب اسی کے قائل ہیں کہ مسجد محلہ میں دوسری جماعت نہ کروائی جائے۔ ائمہ مجتہدین حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہمیں تو یہی یاد ہے کہ بہت سے صحابہ کرام کی نماز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جماعت سے روک گئی تھی تو انہوں نے اکیلے اکیلے ہی نماز پڑھی تھی، جماعت ثانیہ نہیں کروائی تھی حالانکہ وہ اس پر قادر تھے اور میں خود جماعت ثانیہ کو ناپسند کرتا ہوں کیونکہ ہمارے اسلاف (صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین) نے ایسا نہیں کیا بلکہ بعض نے تو اسے معیوب سمجھا ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین بغیر کسی تفریق کے اس بات کے قائل ہیں کہ مسجد میں — صرف جماعت ثانیہ ہی نہیں بلکہ ثالثہ رابعہ یعنی دوسری تیسری چوتھی سب جائز ہیں۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں :-

”جماعت ثانیہ بلکہ ثالثہ رابعہ بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ص ۱۳۷)

ملاحظہ فرمائیے : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی سخت تاکید فرمائی ہے اور خود آپ نے باوجود قادر ہونے کے مسجد میں دوسری جماعت نہیں کروائی اور بقول حضرت حسن بصری اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ کے عام صحابہ کرام دوسری جماعت نہیں کروانے تھے جیسا کہ اس پر ان کے واقعات شاہد ہیں، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین

جماعت ثانیہ کے قائل نہیں لیکن غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ دوسری جماعت کی، تیسری، چوتھی جماعت بھی کروائی جاسکتی ہے۔

تاریخ فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

فائدہ :- حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب نے جماعت ثانیہ کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا ایک ارشاد نقل کیا ہے افادہ عام کے لیے یہاں اسے ذکر کیا جاتا ہے۔

”حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ نے اس بارہ میں ایک امر فیصلہ کن ارشاد فرمایا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ عدم جواز جماعت ثانیہ میں ایک دلیل مجھ کو ظاہر ہوئی۔ اور ایک حضرت مولانا احمد علی محدث بہار پور قدس سرہ کو جو کہ اسٹاذ ہیں حضرت مولانا نانوتویؒ کے۔ وہ دلیل جو حضرت مولانا نانوتویؒ کو معلوم ہوئی وہ قصہ صلوٰۃ خوف کا ہے کہ باوجود ایسی کشاکشی کے کہ جنگ کا موقع ہے ایک ہی جماعت کی گئی اور نمازیوں کے دو طائفہ کیے گئے اور اس قدر حرکات اور دوایب دایاب نماز کے اندر جائز کیا گیا۔ مگر جماعت ثانیہ کی اجازت نہ ہوئی حالانکہ یہ آسان تھا کہ ایک امام ایک طائفہ کو پوری نماز پڑھا دیتا اور دوسرا امام اس کے بعد دوسرے طائفہ کو پوری نماز جماعت پڑھا دیتا اور دوسرا امام اس کے بعد دوسرے طائفہ کو پوری نماز جماعت پڑھا دیتا اس کو فرمایا کہ یہ دلیل ظاہر تر ہے اور چونکہ یہ نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص نہیں تھی بلکہ اب بھی اسی طرح پڑھنے کا حکم ہے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ اس لیے تھا کہ سب کو الکی اقتدار کی فضیلت حاصل ہو اور وہ دلیل جو حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ نے

فرمائی ہے وہ دقیق ہے۔ مولانا احمد علی صاحب نے فرمایا کہ یہ مسئلہ ہے کہ جس مسجد میں ایک دفعہ جمعہ کی نماز ہو چکی ہو تو اس مسجد میں پھر جمعہ کی جماعت درست نہیں ہے۔

چنانچہ شامی وغیرہ میں تصریح ہے کہ جمعہ کے بعد جامع مسجد کے کواڑ بند کر دیئے جائیں کہ ایسا نہ ہو کہ پھر چند آدمی آکر جماعت ثانیہ کر لیں تو اس کی وجہ میں جو غور کیا کہ کیا وجہ اس عدم جواز کی ہے حالانکہ شرائط جمعہ سب علیٰ حالہا موجود ہیں۔ مصر بھی ہے، آؤن عام بھی ہے، نمازی بھی موجود ہیں۔ ایک مصر میں تعدد جمعہ بھی درست ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ دوبارہ جماعت جمعہ ایک مسجد میں صحیح نہ ہو تو اس کے سوا کچھ وجہ نہیں کہ جمعہ کے لیے جماعت بھی شرط ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جماعت ثانیہ جماعت مشروعہ نہیں ہے اور جب کہ وہ جماعت معتبرہ نہ ہوئی تو ایک شرط جمعہ کی فوت ہو گئی۔ پس معلوم ہوا کہ جماعت ثانیہ ایک مسجد میں درست نہیں ہے۔ (خاوی دارالعلوم دیوبند ج ۳ ص ۲۰۰-۲۰۱)

فساد الصلوٰۃ بالقراۃ من المصحف

نماز میں قرآن مجید دیکھ کر قراءت کر نیسے نماز فاسد ہو جاتی ہے
۱۔ عن رفاعۃ بن رافع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فقص هذا الحديث قال فيه فتوتما كما امرك الله شوتشهد فأتوا بشوكير فان كان معك قرآن فاقرا به والافنا حمد الله عز وجل وكبره وهللله
(الحديث، (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۵، ترمذی ج ۱ ص ۱۷۵)

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ حدیث (اعرابی کی نماز والی) بیان کی۔ اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ جیسے تجھے اللہ نے حکم دیا ہے ویسے وضو کر پھر اذان کہہ پھر اقامت کہہ پھر تکبیر (تحریر) کہہ پھر اگر تجھے کچھ قرآن یاد ہو تو وہ پڑھ ورنہ پھر اللہ عز وجل کی حمد کر اور اس کی تکبیر و تہلیل کر یعنی الحمد للہ، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہہ۔

۲۔ عن عبد اللہ بن الجوفی قال جاء رجل الى النبي صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی لا استطیع ان آخذ من القرآن شیئا فلعن ما یجوز شی منہ فقال قتل سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول

ولا قوة الا باللہ الحدیث،

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آکر کہنے لگے کہ میں قرآن پاک سے کچھ حاصل کرنے کی (یعنی زبان یاد کرنے کی) استطاعت نہیں رکھتا لہذا آپ مجھے کچھ سکھائیں جو میرے لیے کافی ہو۔ آپ نے فرمایا تم یہ کہہ لو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

۳۔ عن ابن عباس قال نہانا امیر المؤمنین عمران خؤم الناس فی المصحف ونہانا ان یؤمنوا الذالمحتلو، (کنز العمال ج ۸ ص ۲۷۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہمیں اس سے منع فرمایا ہے کہ ہم قرآن میں دیکھ کر لوگوں کی امامت کریں اور اس سے منع فرمایا ہے کہ ہماری امامت بالغ کے علاوہ کوئی اور کر لے۔

۴۔ عن جابر عن عامر قال لا یؤم فی المصحف، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۹)

حضرت عامر فرماتے ہیں کہ قرآن میں دیکھ کر امامت نہ کروائی جائے مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ قرآن پاک میں دیکھ کر قرات کرتے ہوئے نماز پڑھنا پڑھانا جائز نہیں۔ اس طرح کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، کیونکہ اگر قرآن میں دیکھ کر قرات کرتے ہوئے نماز پڑھنا پڑھانا جائز ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس شخص کو جس نے یہ کہا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قرآن یاد کرنے کی استطاعت نہیں

ہے کوئی ایسی چیز بہت لا دیں جسے پڑھ کر نماز ہو جائے۔ ضرور فرمادیتے کہ جتنی اگر یاد کرنے کی استطاعت نہیں ہے تو قرآن میں دیکھ کر نماز پڑھ لیا کرو۔ لیکن آپ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ سائل سے کہا کہ سبحان اللہ، الحمد للہ الخ کہہ لیا کرو۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو نماز سکھائی اور اس سے فرمایا کہ قرآن یاد ہو تو وہ پڑھو ورنہ الحمد للہ، اللہ اکبر، اور لا الہ الا اللہ کہہ لیا کرو۔ اگر قرآن پاک میں دیکھ کر قرات کرتے ہوئے نماز پڑھنا پڑھانا صحیح ہوتا تو آپ اس شخص سے کہہ دیتے کہ اگر قرآن زبانی یاد نہ ہو تو دیکھ کر پڑھ لیا کرو لیکن آپ کا یہ نہ فرمانا اور دیگر اذکار کے پڑھنے کا حکم دینا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ دوران نماز قرآن میں دیکھ کر قرات صحیح نہیں، یہی وجہ ہے کہ خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن پاک میں دیکھ کر نماز پڑھانے سے منع فرماتے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قرآن میں دیکھ کر نماز پڑھانے سے منع فرمانا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ دوران نماز قرآن میں دیکھ کر قرات کرنا منفسد صلوٰۃ ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ یہی متفقہ فساد ہوتی ہے۔

دوسرے قرآن میں دیکھ کر قرات کرنا تعلیم و تعلم کے زمرہ میں آتا ہے جو منافی صلوٰۃ ہے، تیسرے دوران نماز قرآن پاک کو ہاتھ میں لینا پھر اس میں دیکھنا پھر اوراق کو بدلنا یہ عمل کثیر ہے اور عمل کثیر منفسد صلوٰۃ ہے۔

لیکن ان احادیث و آثار کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ قرآن میں دیکھ کر قرات کرتے ہوئے نماز پڑھنا پڑھانا صحیح ہے، بلکہ نماز کے دوران اگر قرآن پاک ہاتھوں میں اٹھائے رکھے اور دوسرے بھی بدلتا رہے تب بھی نماز صحیح ہے، چنانچہ نوامیہ وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں۔

”ولا بأس ان يقرأ من المصحف ولو حمله
باليد او اليدتين او قلب او راحته سواء كان
في الثرائض او البنواخل وكذا لا بأس ان
يفتح على امامه من المصحف“

(نزل الامام رضا اصلك)

(نماز کے دوران) قرآن پاک میں دیکھ کر قرأت کرنے میں کوئی حرج
نہیں ہے اگرچہ قرآن پاک کو ایک یا دونوں ہاتھوں سے اٹھا رکھا
ہو اور ورقے بدلتا رہے، قرائض اور نوافل اس میں یکساں ہیں
ایسے ہی قرآن پاک میں سے دیکھ کر اپنے امام کو تہمہ دینے میں بھی کوئی
حرج نہیں ہے۔

مزید لکھتے ہیں :

”وكذا لا يكره ان يقرأ الامام فيها من المصحف
ويقلب الاوراق باصبعه“ الخ (نزل الامام رضا اصلك)
اور ایسے ہی مکروہ نہیں ہے کہ امام نماز میں قرآن پاک میں دیکھ
کر قرأت کرنے اور اپنی انگلی سے اوراق بدلتا رہے۔

ملاحظہ فرمائیے : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ضرورت کے باوجود
جس کا حکم نہیں دیتے۔ خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جن سے
منع فرماتے ہیں تابعین و تبع تابعین جس کو صحیح نہیں سمجھتے وہ غیر مقلدین کے
یہاں بلا کر اہست صحیح ہے، نماز چاہے جاتی ہے تو جاتی رہے۔

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

فساد الصلوٰۃ بکلام الناس مطلقاً

نماز میں کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے جان بوجھ کر کلام کرے یا بوجھ سے
۱۔ عن مغویۃ بن الحکم السکلی قال بینا اننا

اصلى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم اذ
عَظَسَ رجل من القوم فقلت يرحمك الله، فرأى
القوم يا بصارهم فقلت وَاَسْكَى اَمِيَّاهُ مَا شَأْنُكُمْ
تَنْظُرُونَ اِلَيَّْ فَجَعَلُوا يَضْحَكُونَ يَا بَصِيرَهُمْ عَلَى
اِفْخَاذِهِمْ فَلَمَّا رَأَيْتَهُمْ يَضْحَكُونَ لَكُنِي
سَكْتًا فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَبَانِي هُوَ وَامِي مَا رَأَيْتُ مَعْلَمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَ
اِحْسَنَ تَعْلِيمًا مِنْهُ فَوَاللَّهِ مَا كُهِرْتُ وَلَا ضُرِبْتُ
وَلَا شَتَمْتُ شَمَّ قَالَ اِنْ هَذِهِ الصَّلَاةُ لَا يَصْلَحُ
فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ اِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ
وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ ، الحديث
(مسلم ۱۵ ص ۳۷)

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ مقتدیوں
میں سے ایک صاحب نے چھٹیک ماری۔ میں نے جواباً یوحنا
اللہ کہا تو لوگ مجھے گھونسنے لگے میں نے کہا تمہیں تمہاری مائیں
گم پائیں تمہیں کیا ہو گیا جو مجھے اس طرح گھور رہے ہو، لوگ اپنے
ہاتھ اپنی رانوں پر مارنے لگے، تب میں نے محسوس کیا کہ یہ مجھے

ہوتی ہے۔

۱۔ عن عبد الله بن مسعود قال كنا نسلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم في الصلوة قبل ان نأتى ارض الحبشة فيرد علينا فلما رجعنا سلمت عليه وهو يصلي فلم يرد على فاخذني ما قرب وما بعد فجلست حتى قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلوة فقلت له يا رسول الله قد سلمت عليك وانت تصلي فلم ترد على السلام فقال ان الله قد يحدث من امر ما يشاء والله مما حدث ان لا تكلموا في الصلوة، (مسند حميد بن اسحاق، ابوداؤد، ۱۳۳۳، نسائی ج ۱ ص ۱۳۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سرزمین حبشہ آنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے دوران سلام کرتے تھے تو آپ جواب دیتے تھے، جب ہم حبشہ سے واپس آئے تو میں نے آپ کو سلام کیا اس حال میں کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا مجھے قریب و بعید کی فکر دل نے آگھیرا، میں بیٹھ گیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری فرمائی، میں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کو جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے سلام کیا تھا۔ آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا، آپ نے

خاموش کرنا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کوئی استاذ ایسا نہیں دیکھا جو تعلیم دینے میں آپ سے اچھا ہو، بخدا آپ نے مجھے ڈانٹا نہ مارا نہ برا بھلا کہا، بس اتنا فرمایا کہ یہ نماز ایسی ہے جس میں لوگوں کی بات چیت کی بالکل گنجائش نہیں ہے اس میں تو بیع، تکبیر اور قرأت ہوتی ہے۔

۲۔ عن عبد الله قال كنا نسلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو في الصلوة فيرد علينا فلما رجعنا من عند النجاشي سلمنا عليه فلم يرد علينا فقلنا يا رسول الله كنا نسلم عليك في الصلوة فترد علينا فقال ان في الصلوة شغلا

(بخاری ج ۱ ص ۱۳۷، مسلم ج ۱ ص ۱۳۷، واللفظ مسلم)

حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تھے اس حال میں کہ آپ نماز میں ہوتے تھے، آپ ہمیں جواب دیتے تھے، جب ہم نجاشی (شاہ حبشہ) کے یہاں سے واپس لوٹے تو ہم نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے جواب نہیں دیا (نماز کے بعد) ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کو دوران نماز سلام کرتے تھے تو آپ جواب دیتے تھے، آپ نے فرمایا کہ نماز میں مصروفیت

فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ اپنے معاملہ میں جو چاہتے ہیں نئے احکام نازل فرما دیتے ہیں اور ان نئے احکام میں سے یہ حکم بھی ہے کہ تم نماز میں باتیں نہ کرو۔

۴۔ عن زید بن ارقم قال کنا نکتلم فی الصلوۃ یکلم الرجل صاحبه و هو الخ جنبہ فی الصلوۃ حتی نزلت وقوموا للہ فینتہوا فامرنا بالسکوت ونہیانا عن الکلام،

(بخاری ج ۱ ص ۱۸۷ و الفہم ج ۱ ص ۱۸۷)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نماز میں باتیں کر لیا کرتے تھے۔ ایک شخص دوسرے شخص سے جو اس کے ہونے پر ہوتا نماز میں باتیں کر لیا کرتا تھا حتیٰ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ”کھڑے ہو اللہ تعالیٰ کے حضور میں عاجزی کے ساتھ“ تو ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور بات سے منع کر دیا گیا۔

قال ابو عیسیٰ حدیث زید بن ارقم حدیث حسن صحیح والعمل علیہ عند اکثر اهل العلم قالوا اذا تکلم الرجل عامداً فی الصلوۃ او ناسیاً اعاد الصلوۃ وهو قول الثوری وابن المبارک الخ (ترمذی ج ۱ ص ۹۲)

حضرت امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور اسی پر اکثر اہل علم کا عمل ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی نماز میں غلّا یا بھول کر کلام کرے تو نماز دوبارہ پڑھنے

یہی حضرت سفیان ثوری اور حضرت عبداللہ بن مبارک کا قول ہے۔

۵۔ عن سہیل بن سعد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من غاب عن شیء فی صلوۃ فلیقل سبحان اللہ انما التصفیق للثناء والتسبیح للرجال، (شرح معانی الآثار للامام الطحاوی ج ۱ ص ۱۸۷)

حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جسے اپنی نماز میں کوئی چیز پیش آئے اسے چاہیے کہ وہ سبحان اللہ کہے، بیشک تصفیق (ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرے ہاتھ کی پشت سے مارنا) عورتوں کے لیے ہے اور تسبیح مردوں کے لیے۔

۶۔ عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکلام ینقص الصلوۃ ولا ینقص الوضوء، (دارقطنی ج ۱ ص ۱۸۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نماز میں) کلام کرنا نماز کو توڑ دیتا ہے وضو کو نہیں توڑتا۔

۷۔ عن عطایہ بن الربیع رباح ان عمار بن الخطاب صلی یا صلی اللہ علیہ وسلم فقیل لہ انک صلیت رکعتین قال انک صلیت رکعتین قالوا نعم فاعاد بہم الصلوۃ، (کتاب الحجۃ للامام محمد ج ۱ ص ۱۸۷)

حضرت عطایہ بن ابی رباح سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق

رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی دو کعتیں پھر سلام پھیر دیا۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ نے تو دو رکعتیں پڑھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا واقعی ایسا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں آپ نے ان کو دوبارہ نماز پڑھائی۔

۸۔ عن ابن جریج قال قلت لعطاء اوایت لو سمعت فی المسکوبۃ فتکلمت قال بلفظۃ قلت نسیم قال فتد انقطعت صلوٰتک فقد لہا جدیدۃ

(صحیفہ عبدالرزاق ۲ ص ۲۲۹)

حضرت ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاءؒ سے عرض کیا کہ اگر میں فرض نماز میں بھولے سے کلام کروں تو بتلے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کلام الفاظ کے ساتھ کیا ہے تو میں نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا تمہاری نماز ٹوٹ گئی پھر دوبارہ نئے سرے سے پڑھو۔

۹۔ عن ابراہیم اند سئل عن رجل صلیٰ قتلکلم وقد بقیت علیہ رکعۃ قال یتقبل صلوٰتہ

(صحیفہ عبدالرزاق ۲ ص ۲۳۰)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال ہوا جس نے نماز میں کلام کر لیا تھا اور اس کی ابھی ایک رکعت باقی تھی۔ ذکر وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا نئے سرے سے نماز پڑھے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ ابتداء اسلام میں لوگ نماز کے

دوران بات چیت کر لیا کرتے تھے۔ جب آیت کریمہ وَ قُومُوا لِلّٰهِ قَنِتًیْنِ نازل ہوئی تو بات چیت کو نماز کے منافی قرار دیتے ہوئے نماز کے دوران منع کر دیا گیا۔ جیسا کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث سے واضح ہے، اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز میں بات چیت نہ کرنا نماز کے گویا فرض میں سے ہے جو نص قطعی سے ثابت ہے، جب نماز میں بات چیت نہ کرنا فرض ہوا تو جو بات چیت کرے گا عذاباً سہواً وہ تبارک فرض ہوگا اور ترک فرض سے نماز کا فاسد ہونا ظاہر و باہر ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ نماز میں بات چیت کی بالکل گنجائش نہیں ہے نماز تو تسبیح و تحمید اور قرأت قرآن کا نام ہے، جیسا کہ حضرت معاویہ بن حکم سلمیؓ کی حدیث سے واضح ہے، نیز آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حسب موقع نئے احکامات بھیجتے رہتے ہیں ان احکامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تم نماز میں بات چیت نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں کلام کرنا مطلقاً منع ہے جان بوجھ کر ہو یا بھولے سے، کیونکہ آپ نے اس میں کوئی ایسی تفصیل نہیں کی کہ قصداً بات نہ کرو بھولے سے یا اصلاح صلوٰۃ کے لیے ہو کر کوئی حرج نہیں۔

ایک موقع پر آپ نے بلا کسی تفصیل کے یہ ارشاد فرمایا کہ (نماز میں) کلام کرنا نماز کو توڑ دیتا ہے۔ جیسا کہ حضرت جابرؓ کی حدیث میں موجود ہے شاید اسی لیے آپ نے نمازیوں کو یہ حکم دیا کہ اگر امام کو یا سامنے سے گزرنے والے کو متنبہ کرنا پڑے تو مرد سبحان اللہ کہہ کر اور عورتیں جہنمی کی پشت پر دوسری جہنمی کی پشت سے آواز پیدا کر کے متنبہ کریں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ نماز میں دوسرے کو متنبہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

بات چیت بالکل نہیں کی جاسکتی۔ ان امور سے یہ بات بالکل عیاں ہو گئی کہ نماز کے دوران بات چیت کرنا قصداً ہو یا بھولنے سے نماز کے منافی ہے جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ غلطی سے ظہر یا عصر کی دو رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیا۔ آپ کو بتلایا گیا کہ آپ نے صرف دو رکعتیں پڑھائی ہیں۔ آپ نے مقتدیوں سے استفسار کیا کہ کیا واقعی ایسا ہی ہوا ہے تو لوگوں نے کہا کہ جی ہاں ایسا ہی ہوا ہے، اس موقع پر آپ نے نئے سرے سے دوبارہ نماز پڑھائی۔ اگر اصلاح صلوٰۃ کے لیے نماز کے دوران کلام کرنے کی گنجائش ہوتی اور نماز نہ ٹوٹے تو آپ اگلی دو رکعتیں پڑھا کر سجدہ سہو کہ کے فارغ ہو جاتے تھے پھر سے دوبارہ چار رکعتیں نہ پڑھاتے، جلیل القدر تابعین و تبع تابعین حضرت عطار بن ابی رباحؒ، حضرت ابراہیم نخعیؒ، حضرت سفیان ثوریؒ، حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ نماز کے دوران بات چیت کرنے سے عہد اہل بیتؑ نماز ٹوٹ جاتی ہے اور دوبارہ نئے سرے سے پڑھنی پڑتی ہے لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز کے دوران بھولے سے یا نماز کی بھول کے متعلق بات چیت کرنے سے کچھ نہیں ہوتا نماز صحیح رہتی ہے۔

چنانچہ نواب قورائین صاحب لکھتے ہیں۔

”وکلام سا ہی مغیرہ صلوٰۃ نیست“ (عرف المجاہد ص ۱۱۱)

”بھول کر بات چیت کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی“

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

”امام اور معتدی اگر نماز کی بھول کی بابت کچھ گفتگو کر لیں تو بھی

نماز میں کچھ نقصان واقع نہیں ہوتا۔ (دستور امتی ص ۱۱۱)

غیر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلمیٰ صاحب لکھتے ہیں۔

”اگر نماز میں بھول ہو جائے اور نماز میں اس کی اطلاع نہ ہو سکے نماز ختم ہونے کے بعد معلوم ہو کہ کوئی غلطی ہوئی اس کے متعلق تحقیق کے طور پر جو گفتگو ہو نماز میں اس کے کوئی صریح واقع نہیں ہوتا نماز کی تکمیل کے بعد سجدہ سہو کر لیا جائے جس طرح ذوالیدین کی حدیث سے ظاہر ہے۔“ (رسول اکرم کی نماز ص ۱۱۱)

ملاحظہ فرمائیے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ نماز میں چھٹی کی کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ کا حکم ہے کہ تم نماز میں بات چیت نہ کرو، نماز میں بات چیت سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، صحابہ کرام فرما رہے ہیں کہ ہمیں آیت کریمہ ”وَقَوْمُوا لِلّٰهِ قَلْبًا“ نازل ہونے کے بعد بات چیت سے منع کر دیا گیا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نماز کی اصلاح کے متعلق بات چیت ہوتی ہے تو آپ نماز لوٹاتے ہیں۔ جلیل القدر تابعین و تبع تابعین فتوے دے رہے ہیں کہ اگر نماز کے دوران بات چیت کر لی جائے چاہے قصداً چاہے بھول کر تو نماز لوٹانی پڑے گی۔ لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ لوٹانے کی کوئی ضرورت نہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ بھولے سے سلام پھیرنے کے بعد چاہے جتنے بھی نماز کے منافی کام کر لیں، بے شک و کان کا حساب و کتاب کر لیں معاملات بھی طے کر لیں یا د آئے یا د والے پر فٹافٹ باقی رکعتیں پوری کر کے سجدہ سہو کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ نماز ہو گئی۔

قارئین کرام اس طرح سے نماز پڑھنا اور اسے صحیح سمجھنا قرآن و حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

ابواب الوتر

وجوب الوتر ————— وتر واجب ہیں

۱۔ عن عبد الله بن بريدة عن ابيه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا ،

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۱ ، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۱۲۱)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ فرما رہے تھے وتر حق (واجب) ہیں۔ جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق (واجب) ہیں جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں، وتر حق (واجب) ہیں جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔

۲۔ عن عبد الله بن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اجعلوا آخر صلواتكم بالليل وترا ،

(بخاری ج ۱ ص ۱۲۱ ، مسلم ج ۱ ص ۱۲۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اپنی رات کی آخری نماز وتر بناؤ

۳۔ عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم

قال بادروا الصبح بالوتر (مسلم ج ۱ ص ۲۵۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا صبح ہونے سے پہلے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔

۴۔ عن ابی سعید ان النبي صلى الله عليه وسلم اوتروا قبل ان تصبحوا ، (مسلم ج ۱ ص ۲۵۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وتر صبح ہونے سے پہلے پڑھ لیا کرو

۵۔ عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من خاف ان لا يقتوم من آخر الليل فليوتر آوّلہ ومن طمع ان يقتوم آخره فليوتر آخر الليل فان صلوة آخر الليل مشروعة وذاك افضل ، (مسلم ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے یہ اندیشہ ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں نہیں اٹھ سکے گا تو اسے چاہیے کہ وہ شروع رات ہی میں وتر پڑھ لے ، اور جسے یہ امید ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں اٹھ جائے گا تو اسے چاہیے کہ رات کے آخری حصہ ہی میں وتر پڑھے ، کیونکہ رات کے آخری حصہ کی نماز فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے اور یہ افضل ہے۔

۶۔ عن ابی سعید قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

وسلم من نام عن وتره او نسيه فليصله اذا اصبح
او ذكره (مستدرک حاکم ۱ ص ۱۰۰، دارقطنی ج ۲ ص ۱۰۰)
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وتر پڑھے بغیر سو جائے یا پڑھنا
بھول جائے اسے چاہیے کہ وہ صبح اٹھ کر یا جب یاد آئے
وتر پڑھے۔

۸۔ عن الاشعث بن قیس قال تضيفت عمرو بن
الخطاب رضي الله عنه فقام في بعض الليل
فتناول امرأته فحسبها شونا نادا في الاشعث
قلت لبيك قال احفظ عني ثلثا حفظتهن
عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لا
تسئل الرجل منكم بغير امرأته ولا تسأله
عن يمتد من اخوانه ولا يعتد به
ولا تنسمن ان على وتر (مستدرک حاکم ۴ ص ۱۰۰)

حضرت اشعث بن قیسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ
عنہ کے گھر ایک دفعہ جہان بنا، آپ رات کے کسی حصہ میں اٹھے
بیوی کو بلا کر سرزنش کی، پھر مجھے آواز دی کہ اسے اشعث ہیں
نے عرض کیا حاضر ہوں فرمایا میری جانب سے تین باتیں یاد رکھو
یہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (سن کر) یاد کی تھیں
(۱) کسی سے یہ نہ پوچھو کہ وہ اپنی بیوی کو کیوں مار رہا ہے (۲) اور
کسی سے یہ نہ پوچھو کہ اسے اپنے دوستوں میں سے کس پر اعتما ہے

اور کس پر نہیں (۳) وتر پڑھے بغیر نہ سو۔

۸۔ عن خارجة بن حذافة قال ابوالوليد العدوي
قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم
فقال ان الله قد امدكوا بالصلوة هي خير لكم
من حمر النعم وهي الوتر فجعلها لكم فيما
بين العشاء الى طلوع الفجر

(ابوداؤد ۱ ص ۱۰۰، ترمذی ۱ ص ۱۰۰، مستدرک حاکم ۱ ص ۱۰۰)
حضرت خارجہ بن حذافہ عدوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا بے شک
اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی ہے یا تمہارے لیے ایک نماز زائد کی
ہے جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر ہے وہ نماز وتر
ہے اسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے عشاء سے لے کر صبح صادق
تک مقرر کیا ہے۔

۹۔ عن ابی تميم الجيثافي ان عمرو بن العاص
خطب الناس يوم جمعة فقال ان ابيا بصرة
حدثني ان النبي صلى الله عليه وسلم قال ان
الله زادكم صلوة وهي الوتر فصلوها فيما بين
صلوة العشاء الى صلوة الفجر قال ابو تميم
فاخذ بيدي ابوذر فسار في المسجد الى
ابي بصرة فقتال له انت سمعت رسول الله صلى
الله عليه وسلم يقول ما قال عمرو قال ابو بصرة سمعت من
رسول الله صلى الله عليه وسلم - (مستدرک حاکم ۳ ص ۱۰۰)

حضرت ابو تمیم حبشیؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ایک فہم لوگوں کو خطبہ جمعہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ابو بصیرؓ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک نماز ناک کی ہے جو وتر ہے لہذا تم عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر فجر کی نماز تک کے درمیان درمیان اسے پڑھا کرو، ابو تمیم کہتے ہیں کہ حضرت ابو ذرؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مسجد میں جا کر ابو بصیرؓ سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ فرماتے سنا ہے جو عمروؓ نے بیان کیا ہے، حضرت ابو بصیرؓ نے فرمایا جی ہاں یہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے

۱۰۔ عن ابی ایوب انہ انصارى قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوتر حق واجب علی کل مسلم، (مسند احمد ص ۱۰۱ ابن حبان ص ۱۰۱ بحوالہ کذا) منہ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد ص ۱۰۱، دار طبع ص ۱۰۱ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر حق ہے واجب ہے ہر مسلمان پر۔

۱۱۔ عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الوتر واجب علی کل مسلم،

(کشف الاستار عن زوائد البزار ص ۱۰۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا وتر واجب ہے ہر مسلمان پر

۱۲۔ عن عاصم بن ضمرہ قال قال علی ان الوتر لیس بحکم کصلوتکم المکتوبۃ ولكن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوتن کثم قال یا اهل القرآن اوتروا فان اللہ وقریب حب الوتر

(مسند ابن حاکم ص ۱۰۱)

حضرت عاصم بن ضمرہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وتر فرض نماز کی طرح تو ضروری نہیں ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے پھر فرمایا کہ اسے قرآن والو وتر پڑھو بے شک اللہ تعالیٰ وتر (طاق) ہیں اور وتر (طاق عدد) کو پسند فرماتے ہیں۔

۱۳۔ عن مالک انہ بلغہ ان رجلاً سأل عبد اللہ بن عمر عن الوتر أواجب؟ هو فم قال عبد اللہ بن عمر قد اوتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووتر المسلمون قال فجعل الرجل یردد علیہ وعبد اللہ بن عمر یقول قد اوتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووتر المسلمون، (موطا امام مالک ص ۱۰۱)

حضرت امام مالک سے مروی ہے کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے وتر کے بارے میں سوال کیا کہ کیا وتر واجب ہے تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے اور مسلمان بھی پڑھتے رہے، امام مالک فرماتے ہیں کہ وہ

شخص آپ سے بار بار یہی پوچھتا رہا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہی فرماتے رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے اور مسلمان بھی پڑھتے رہے۔

۱۴۔ عن ابی ایوب قال الوتر حق او واجب،
(مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۹۷)

حضرت ابوالیوب فرماتے ہیں کہ وتر حق ہیں یا واجب ہیں۔

۱۵۔ عن مجاہد قال هو واجب ولم یکتب،

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۹۷)

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ وتر واجب ہیں فرض نہیں کئے گئے

۱۶۔ عن طاؤس عن الوتر واجب لیاء الیوم اذا نسى،

(مصنف عبدالرزاق ۳ ص ۳۷)

حضرت طاؤس سے مروی ہے کہ وتر واجب ہیں اگر بھولے سے رہ جائیں تو قضا پڑھے جائیں گے۔

۱۷۔ عن حماد قال أو تر وإن طلعت الشمس

(مصنف عبدالرزاق ۳ ص ۳۷)

حضرت حماد فرماتے ہیں کہ وتر پڑھو اگرچہ سورج طلوع ہو جائے (یعنی اگر قضا پڑھنی پڑے تو پڑھو۔)

۱۸۔ عن وبرة قال سألت ابن عمر عن رجل أصبح

ولم یوتر قال رأیت لو نمت عن الفجر حتی

تطلع الشمس الیس كنت تصلى کانه یعتول

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۹۷)

یوتر،

حضرت وبرة فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص وتر پڑھے بغیر صبح کر دے تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا تلاؤ اگر تم صبح کی نماز پڑھے بغیر سوتے رہو حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے تو کیا تم صبح کی نماز نہیں پڑھو گے گویا آپ یہ فرما رہے تھے کہ وہ شخص وتر پڑھے۔

۱۹۔ عن الشعبي وعطاء والحسن و طاؤس و مجاهد

قالوا لا تدع الوتر وإن طلعت الشمس،

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۹۷)

حضرت امام شعبی حضرت عطاء، حضرت حسن بصری، حضرت طاؤس،

حضرت مجاہد رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ وتر کو نہ چھوڑو اگرچہ سورج

طلوع ہو جائے۔

۲۰۔ عن الشعبي قال لا تدع الوتر ولو تنصفت

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۹۷)

النهار،

حضرت امام شعبی فرماتے ہیں کہ وتر کو نہ چھوڑو اگرچہ نصف النہار

ہو کیوں نہ ہو جائے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ وتر کی نماز واجب ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود فرما رہے ہیں کہ وتر واجب ہیں جیسا کہ حضرت ابوالیوب انصاری اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی احادیث سے واضح ہے، دوسرے متعدد احادیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ نے صحابہ کرام کو وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے اور یہ قانون ہے کہ اگر حرج کے لیے رہتا ہے جب تک کہ دوسرے معنی مراد لینے کا کوئی قرینہ نہ ہو، تیسرے

آپ نے وتر نہ پڑھنے پر وعید فرمائی ہے کہ "جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔" یہ بھی وجہ کی علامت ہے، چوتھے آپ نے وتر نہ جانے کی صورت میں قضا کرنے کا حکم دیا ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وتر واجب نہیں کیونکہ قضا فرض و واجب ہی کی کی جاتی ہے، پانچویں آپ نے وتر کی نماز پر سوانطبت و مداومت بلا ترک فرمائی ہے، اس سے بھی وتر کا وجہ ثابت ہوتا ہے، نیز صحابہ کرام اور تابعین عظام کے فرامین سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وتر واجب ہیں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقدمین کا کہنا ہے کہ وتر واجب نہیں ہیں۔

چنانچہ نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

۴۔ و وتر حق است بر ہر مسلم لیکن واجب نیست معہذا قضا
اکل ثابت است (عرف الہجادی مسجل)

اور وتر حق ہیں ہر مسلمان پر لیکن واجب نہیں ہیں البتہ ان کی قضا ثابت ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ وتر واجب ہیں، صحابہ کرام کے فرامین سے ثابت ہو رہا ہے کہ وتر واجب ہیں، تابعین کرام کہہ رہے ہیں کہ وتر واجب ہیں لیکن غیر متقدمین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب وتر واجب نہیں۔

قاریین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

الایثار ثلاث موصولة وعدم الفصل بینہن بالسلام
ووجوب القعدة علی الركعتین منها
وترکی تین رکعتیں اکٹھی ایک سلام سے پڑھنی چاہئیں
اور وتر کی پہلی دو رکعت کے بعد قعدہ واجب ہے
۱۔ عن ابی سلمة بن عبد الرحمن انہ اخبرہ انہ
سأل عائشة رضی اللہ عنہا کیف كانت صلوة
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان
فقالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی
عشرة رکعة یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنہن
وطولہن ثم یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنہن
وطولہن ثم یصلی ثلثا، الحدیث،

(بخاری ۵۱۸۸، مسلم ۱۰۵۵، نسائی ۵۱۸۸)

حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف سے مروی ہے انہوں نے
سعید بن ابی سید قرظی کو خبر دی کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا سے دریافت فرمایا کہ رمضان المبارک میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان گیارہ رکعتوں سے
زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعتیں پڑھتے کچھ نہ پوچھو کہ وہ
کتنی حسین و طویل ہوتی تھیں، پھر چار رکعتیں پڑھتے کچھ نہ پوچھو
کتنی حسین اور طویل ہوتی تھیں پھر تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

۲۔ عن عبد الله بن عباس امته رَفَعَهُ صَدْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَقِظَ فَتَحَنَّنَ لَكَ وَقَوَّضاً وَهُوَ يَقُولُ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ آيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ فَفَتَرَأَى هَؤُلَاءِ الْآيَاتِ حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ طَالَ فِيهِمَا الْقِيَامُ وَالرُّكُوعُ وَالسُّجُودُ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ سِتْ رَكَعَاتٍ كُلَّ ذَلِكَ يَسْتَأْذِنُ وَيَتَوَضَّأُ وَيَفْتَرَأُ هَؤُلَاءِ الْآيَاتِ ثُمَّ أَوْقَرَ ثَلَاثَ الْحَيْثُ (مسلم ۱ ص ۲۶)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (اپنی خالہ سمیوہ کے گھر میں) سوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار ہوئے مسواک کی وضو کیا اور یہ آیات تلاوت فرمائیں۔ ان فی خلق السموات والارض واختلاف الليل والنهار آیات لا ولی الا لباب سورۃ کے ختم تک پھر آپ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ دونوں رکعتوں میں قیام، رکوع اور سجدہ کو خوب لمبا کیا پھر آپ فارغ ہو کر سو گئے یہاں تک کہ فراتے بھرنے لگے، آپ نے یہ عمل تین بار کیا، سو کر اٹھتے مسواک اور وضو کر کے دو رکعت ادا فرماتے اور میر دفعہ سورۃ آل عمران کی آخری آیات تلاوت فرماتے اس طرح چھ رکعات آپ نے ادا فرمائیں پھر تین

رکعات وتر پڑھے۔

۳۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل ثمان رکعت و یوتر بثلاث و یصلی رکعتین قبل صلوۃ الفجر (مسلم ۱ ص ۲۶)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو پہلے آٹھ رکعات پڑھتے پھر تین رکعات وتر پڑھتے۔ پھر دو رکعت (سنت) فجر کی نماز سے پہلے پڑھتے۔
۴۔ عن عامر الشعبي قال سألت ابن عباس و ابن عمر کیف کان صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فقال ثلاث عشرة رکعة ثمان و یوتر بثلاث و رکعتین بعد الفجر،

(طحاوی ۱ ص ۲۶)
حضرت امام عامر شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کو نماز کیسی ہوتی تھی، ان دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعت پڑھتے تھے پہلے آٹھ رکعات (نہج) پھر تین رکعات وتر پھر دو رکعت (سنت) صبح صادق کے بعد۔

۵۔ اخبرنا ابو حنیفہ عن حدیثنا ابو جعفر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی ما بین

صلوة العشاء الى صلوة الصبح ثلث عشرة
ركعة شمان ركعات تطوعاً وثلث ركعات الوتر
وركعتي الفجر، (موطا امام محمد ص ۳۵۷)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت امام ابو حنیفہؒ نے
خبر دی اور وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابو جعفرؒ نے حدیث
بیان کی، فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے
بعد سے لے کر صبح کی نماز تک کے درمیان تیرہ رکعات پڑھا
کرتے تھے آٹھ رکعات نفل (تہجد) تین رکعات وترا اور دو
رکعت فجر کی سنت۔

۶۔ عن عمرة عن عائشة ان رسول الله صلى الله
عليه وسلم كان يوتر بثلاث يقرأ في الركعة الاولى
بسم ربك الاعلى وفي الثانية قل
يا ايها الكفرون وفي الثالثة قل هو الله
احد وقل اعوذ برب الملق وقل اعوذ برب
الناس (دار طبع ۲ ص ۳۵، طحاوی ج ۱ ص ۱۹، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۱۹)
حضرت عمرہؓ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے، پہلی
رکعت میں سبح اسم ربك الاعلى دوسری میں قل يا ايها
الكفرون اور تیسری میں قل هو الله احد وقل
اعوذ برب الملق اور قل اعوذ برب الناس
پڑھتے تھے۔

۷۔ عن علي قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم
يوتر بثلاث يقرأ فيهن بتسع سور من المفصل
يقرأ في كل ركعة بثلاث سور آخرهن قل
هو الله احد، (ترمذی ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت علی کریم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وتر میں رکعات پڑھا کرتے تھے۔ تینوں رکعتوں میں تفصیل
منفصل کی نو سورتیں پڑھتے تھے، ہر رکعت میں تین سورتیں
پڑھتے سب سے آخری سورت قل هو الله احد ہوتی تھی۔

۸۔ عن ابن عباس قال كان رسول الله صلى الله عليه
وسلم يقرأ في الوتر بسبع اسم ربك
الا على وقل يا ايها الكفرون وقل هو الله
احد في ركعتي ركعتي، (ترمذی ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سبع اسم ربك الا على
قل يا ايها الكفرون اور قل هو الله احد پڑھا کرتے
تھے ہر سورت ایک رکعت میں۔

۹۔ عن عبد الرحمن بن ابي ربيعة انه صلى مع النبي
صلى الله عليه وسلم الوتر فقرأ في الاولى
بسم ربك الاعلى وفي الثانية قل
يا ايها الكفرون وفي الثالثة قل هو الله احد
فلما فرغ قال سبحان الملك القدوس

ثلثاً یا بعد صوتہ بالثالثۃ ،

(نہایت ۱۰ اصل ۱۰، مسند احمد ۱۰، نسائی ۱۰ اصل ۱۰)

حضرت عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ وتر کی نماز پڑھی تو آپ نے پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الا علىٰ دوسری میں قتل یا ایہا الکفرون اور تیسری میں قتل هو اللہ احد پڑھی، جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے تین بار یہ کلمات کہے سبحان الملك القدوس اور تیسری مرتبہ آواز بلند کی۔

۱۰۔ عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بسبح اسم ربك الا علىٰ و قتل یا ایہا الکفرون و قتل هو اللہ احد ،

(نہایت ۱۰ اصل ۱۰، ابوداؤد ۱۰ اصل ۱۰، ابن ماجہ ۱۰، مسند احمد ۱۰ اصل ۱۰)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبح اسم ربك الا علىٰ قتل یا ایہا الکفرون اور قتل هو اللہ احد کے ساتھ وتر کی نماز ادا فرماتے تھے۔

۱۱۔ عن عبد العزیز بن جریج قال سألت عائشۃ ام المؤمنین بای شیئی کان یوتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتألت کان یقرأ فی الاولیٰ بسبح اسم ربك الا علىٰ وفی الثانیۃ بقتل یا ایہا الکفرون

وفی الثالثۃ بقتل هو اللہ احد والمؤمنین (مسند احمد ۱۰، ترمذی ۱۰، ابوداؤد ۱۰ اصل ۱۰، ابن ماجہ ۱۰)

حضرت عبدالعزیز بن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی میں کون سی سورتیں پڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الا علىٰ دوسری میں قتل یا ایہا الکفرون اور تیسری میں قتل هو اللہ احد قتل اعوذ برب الفلق اور قتل اعوذ برب الناس پڑھتے تھے۔

۱۲۔ عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الترتیب سبح اسم ربك الا علىٰ وفی الرکعت الثانیۃ بقتل یا ایہا الکفرون وفی الثالثۃ بقتل هو اللہ احد ولا یسلو الا فی آخرہن ویقول یعنی بعد التسلیو سبحان الملك القدوس ثلاثاً۔ (نہایت ۱۰ اصل ۱۰)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر (کی پہلی رکعت) میں سبح اسم ربك الا علىٰ دوسری رکعت میں قتل یا ایہا الکفرون تیسری رکعت میں قتل هو اللہ احد پڑھتے تھے اور سلام فقط آخری رکعت ہی میں پھیرتے تھے اور سلام پھیرنے کے بعد تین دفعہ سبحان الملك القدوس کہتے تھے۔

۱۳۔ عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی العشاء دخل المنزل شو صلی رکعتین ثم صلی بعدہما رکعتین اطول

منهما ثم اوتر بثلاث لا يفصل بينهما الحديث
(مسند احمد ج ۶ ص ۱۵۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو گھر تشریف لاتے پھر دو رکعت پڑھتے پھر ان سے لمبی دو رکعتیں اور پڑھتے پھر تین رکعات وتر پڑھتے اور ان تینوں رکعتوں میں فصل نہیں فرماتے تھے (یعنی دو رکعت کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے)

۱۴۔ عن سعد بن هشام ان عائشة حدثتہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یسلم فی رکعتی الوتر۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۹۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۵۶)
حضرت سعد بن ہشام سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

۱۵۔ عن عائشة قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یسلم فی الركعتین الاولیین من الوتر۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۳، دار طبع ج ۲ ص ۱۳۳)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

۱۶۔ عن عائشة قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوتر بثلاث لا یسلم الا فی آخرهن وهذا وتر امیر المؤمنین عمر بن الخطاب

رضی اللہ عنہ وعنده اخذه اهل المدينة،
(مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر پڑھتے تھے اور سلام فقط آخری رکعت میں پھیرتے تھے اور یہی امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بھی وتر ہیں، انہیں سے یہ اہل مدینہ نے لیے ہیں۔
۱۷۔ عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم صلوة اللیل مثنیٰ مثنیٰ فاذا اردت ان تنصوف فوا رکع رکعتی فوتر لك ما صلیت قال القاسم وراينا انا ساهنا ادرکنا یوترون بثلاث، الحديث، (بخاری ج ۱ ص ۱۳۵)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہوتی ہے پھر جب تمہارا فارغ ہو کر جانے کا ارادہ ہو تو ایک رکعت اور پڑھ لو یہ تمہاری پڑھی ہوئی نماز کو وتر بنا دے گی، حضرت قاسم فرماتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو دیکھا جب سے ہم نے ہوشیاری نبھا لاکر وہ وتر تین رکعات ہی پڑھتے ہیں۔

۱۸۔ عن الفضل بن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوة مثنیٰ مثنیٰ تشهد فی کل رکعتین، الحديث، (ترمذی ج ۱ ص ۱۳۳)

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز دو دو رکعت ہوتی ہے ہر دو رکعتوں میں تشہد ہے۔

۱۹۔ عن ام سلمة ان النبي صلى الله عليه وسلم قال في كل ركعتين تشهد وتسلم على المرسلين وعلى من تبعهم من عباد الله الصالحين،

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۱۱)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہر دو رکعت میں تشہد ہے اور رسولوں پر اور ان کی پیروی کرنے والے اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہے۔

۲۰۔ عن عائشة قالت (في حديث طويل) وكان يقول في كل ركعتين التحية، (مسلم ج ۱ ص ۱۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (ایک لمبی حدیث کے ذیل میں) فرماتی ہیں کہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ہر دو رکعت میں التحیات ہے۔

۲۱۔ عن عبد الله (بن مسعود) مرفوعاً الى النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا قعدت فكل ركعتين فقولوا التحيات لله، (الحديث)

(نہ فی ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تم ہر دو رکعت میں قعدہ کرو تو التحیات اللہ (آخر تک) پڑھو۔

۲۲۔ عن عبد الله قال ارسلت امي ليلة لتبیت عند النبي صلى الله عليه وسلم فتتظر كيف يوتر فصلى ما شاء الله ان يصلي حتى اذا كان آخر الليل واراد الوتر قرأ بسم اسم ربك الا على في الركعتين الاولى قرأ في الثانية مثل يا ايها الكفرون ثم قعد ثم قام ولم يفصل بينهما بالسلام ثم قرأ بمثل هو الله احد حتى اذا فرغ كبير ثم قنت فدعا بما شاء الله ان يدعو ثم كبر وركع الخ،

(الاستيعاب في معرفة الاصحاب لابن عبد البر ج ۳ ص ۱۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ کو ایک دفعہ رات گزارنے کے لیے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہاں بھیجا تا کہ وہ یہ دیکھیں کہ آپ وتر کیسے پڑھتے ہیں (آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ) آپ نے نماز پڑھی جتنی کہ اللہ تعالیٰ نے چاہی حتیٰ کہ جب رات کا اخیر ہو گیا اور آپ نے وتر پڑھنے کا ارادہ کیا تو پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الا على اور دوسری میں مثل يا ايها الكفرون پڑھیں پھر قعدہ کیا پھر قعدہ کے بعد کھڑے ہوئے اور ان کے درمیان سلام کے ساتھ فصل نہیں کیا پھر آپ نے مثل هو الله احد پڑھی جب آپ قرأت سے فارغ ہوئے تو مجھ پر کئی اور دُعا قنوت پڑھی اور قنوت میں جو اللہ نے چاہا دعا مانگی پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع کیا۔

۲۳۔ عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم قال صلوة المغرب وتر النهار فاوتروا صلوة الليل،
(مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مغرب کی نماز دن کے وتر ہیں تم رات کی نماز کو وتر بناؤ۔

۲۴۔ عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وتر الليل ثلث كوتر النهار
(دارقطنی ج ۲ ص ۲۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کے وتر تین ہیں دن کے وتر یعنی نماز مغرب کی طرح۔

۲۵۔ عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الوتر ثلث كثلث المغرب،
(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر کی تین رکعتیں ہیں، مغرب کی تین رکعتوں کی طرح

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تین تراویح سلام سے پڑھتے تھے

۱۔ عن المسور بن مخرمة قال دفنا ابا بكر ليلة فمات عمر اذ لم اوتر فمات وصقنا وراءه

فصل بنا ثلاث ركعات لم يسلم الا في آخرهن

(طحاوی ج ۱ ص ۲۰۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۳، مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۸)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو رات کے وقت دفن کیا، (فراغت پر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے لگے کہ میں نے وتر نہیں پڑھے، آپ کھڑے ہوئے تو ہم نے بھی آپ کے پیچھے صف باندھ لی، آپ نے ہمیں تین رکعات نماز وتر پڑھائی اور سلام فقط ان کے آخر ہی میں پھیرا۔

۲۔ عن عمر بن الخطاب انه قال ما احب الي تركت الوتر بثلاث وان في حرم النعم،
(موطا امام محمد ص ۲۷)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے پسند نہیں کہ میں تین رکعات وتر چھوڑ دوں چاہے مجھے اسکے بدلے سُرُخ اونٹ کیوں نہ لیں۔

۳۔ عن عمر بن الخطاب انه اوتر بثلاث ركعات لم يفصل بينهما بسلام،
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۴)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے تین رکعات وتر پڑھے اور تینوں رکعتوں میں سلام کے ذریعے فصل نہیں کیا۔ (یعنی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرا۔)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے

۱۔ عن زاذان ان علیا کان یوتر بثلاث من آخر الليل قاعدًا ، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۵)

حضرت زاذان سے مروی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے رات کے آخری حصہ میں بیٹھ کر۔

۲۔ عن زاذان عن علی انه کان یوتر بانما انزلناہ فی لیلۃ القدر واذا زلزلت وھل ھو اللہ احد ، (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۳۷)

حضرت زاذان سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ورتوں میں انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ اذا زلزلت الارض اور هل هو اللہ احد پڑھا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر کے قائل تھے

۱۔ عن عبد اللہ بن مسعود قتال الوتر ثلاث کوتر النهار صلوۃ المغرب ، (طحاوی ج ۱ ص ۲۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وتر کی تین رکعات ہیں، دن کے وتر مغرب کی نماز کی طرح۔

۲۔ عن علقمۃ قتال اخیسنا عبد اللہ بن مسعود اھو ما یكون الوتر ثلاث رکعات ، (موطا امام محمد ص ۱۳۶)

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں خبر دی ہے کہ وتر کی کم سے کم تین رکعات ہیں۔

۳۔ عن عبد اللہ بن مسعود قتال الوتر ثلاث کصلوۃ

المغرب

(موطا امام محمد ص ۱۳۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وتر کی تین رکعات ہیں مغرب کی نماز کی طرح۔

۳۔ عن عبد الرحمن بن یزید قتال قال ابن مسعود وستر اللیل کوتر النہار صلوۃ المغرب ثلاثا ،

(معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۱۴۲)

حضرت عبدالرحمن بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رات کے وتر دن کے وتر نماز مغرب کی طرح تین ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے

عن عقبۃ بن مسلم قال سألت ابن عمر عن الوتر فتال ا تعرف وتر النهار قلت نعم صلوۃ

المغرب قال صدقت واحسنت ، (طحاوی ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت عقبہ بن سلم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ورتوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کیا تم دن کے وتر جانتے ہو میں نے کہا جی ہاں نماز مغرب آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا اور خوب کہا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی تین رکعات وتر پڑھتے تھے

۱۔ عن عطاء قتال ابن عباس رضی اللہ عنہما

الوتر کصلوۃ المغرب ، (موطا امام محمد ص ۱۳۶)

حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس

رضی اللہ عنہما نے فرمایا وتر نماز مغرب کی طرح ہیں۔

۲۔ عن ابی یحییٰ قال سَمِعَ الْمَسْوُومَ بْنَ مُحَنَرَمَةَ وَابْنَ عَبَّاسٍ حَتَّى طَلَعَتِ الْحُمْرَاءُ شَمَّ نَامِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ إِلَّا بِاصْوَاتِ أَهْلِ الزُّوْرَةِ فَمَاتَ لَا صَحَابَهُ أَتْرَوْا اِدْرَاكَ أَصْلَى ثَلَاثًا بِرَيْدِ الْوُتْرِ وَرَكْعَتِي الْفَجْرِ وَصَلَاةُ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَمَاتَ الْوَالِدُ وَفَضَّلِي وَهَذَا فِي آخِرِ وَقْتِ الْفَجْرِ، (طحاوی ج ۱ ص ۱۹۹)

حضرت ابویحییٰ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) حضرت مسور بن مخزوم اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رات کو باتیں کرنے لگے، یہاں تک کہ سُرُخ ستارہ (جو صبح صادق سے پہلے نکلا کرتا ہے) نکل آیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سو گئے اور پھر اہل زوراء کی آوازوں کی وجہ سے بیدار ہوئے آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کیا خیال ہے کیا مجھے اتنا وقت مل جائے گا کہ میں سورج نکلنے سے پہلے پہلے تین رکعات وتر دو رکعت سنت اور فجر کی نماز پڑھ سکوں، انہوں نے کہا کہ جی ہاں چنانچہ آپ نے (یہ تمام) نماز پڑھی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ سوال فجر کے اخیر وقت میں تھا۔

۲۔ عن ابی منصور قال سألت عبد اللہ بن عباس عن الوتر فمات ثلاث، (طحاوی ج ۱ ص ۱۹۹)

حضرت ابو منصور فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس

رضی اللہ عنہما سے وتروں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا تین (رکعات) ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ تین رکعات وتر ایک سلام سے پڑھتے تھے

۱۔ عن ثابت قال قال انس یا ابا محمد خذ عني فاني اخذت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم واخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الله ولن تأخذ عن احد او ثوب مني قال شم صلى الله العشاء شم صلى ست ركعات يسلم بين الركعتين ثم اوثر بثلاث يسلم في آخرهن (كنز العمال ج ۸ ص ۸۸) حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابو محمد مجھ سے اخذ کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے اخذ کیا ہے اور تم ہرگز مجھ سے زیادہ ثقہ آدمی سے اخذ نہیں کر سکتے۔

حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے مجھے عشاء کی نماز پڑھائی پھر چھ رکعات نفل ادا کئے ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے رہے پھر آپ نے تین رکعات وتر پڑھے اور ان کے آخر میں سلام پھیرا۔ ۲۔ عن ثابت قال صلى في انس الوتر وانا عن يمينه وام ولده خلفا ثلاث ركعات لم يسلم الا في آخرهن ظننت انه يريد ان يسلمني، (طحاوی ج ۱ ص ۲۰۰)

حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھے وتر

کی تین رکعتیں پڑھائیں اس حال میں کہ میں اُن کی دائیں جانب تھا اور ان کی اُمّ ولد ہمارے پیچھے، آپ نے سلام فقط آخر میں پھیرا میرا غالب گمان یہ ہے کہ آپ مجھے وتر کا طریقہ سکھلا رہے تھے۔

۲۔ عن انس قال الوتر ثلاث رکعات وكان يوتر بثلاث رکعات، (طحاوی ج ۱ ص ۲۲۰)
حضرت انس فرماتے ہیں کہ وتر تین رکعات ہیں اور آپ وتر تین رکعات ہی پڑھتے تھے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے

۱۔ عن الحسن قال كان ابي بن كعب يوتر بثلاث لا يسلم الا في الثالثة مثل المغرب، (مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۶)
حضرت حسن فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے اور سلام فقط تیسری رکعت میں پھیرتے تھے مغرب کی نماز کی طرح۔

۲۔ عن السائب بن يزيد ان ابي بن كعب كان يوتر بثلاث، (مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۶)
حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔

حضرت ابوامامہ باطنی رضی اللہ عنہ بھی وتر تین رکعات پڑھتے تھے

عن ابي غالب ان ابا امامة كان يوتر بثلاث

(طحاوی ج ۱ ص ۲۲۰) (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۹)

حضرت ابو غالب سے روایت ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ بھی وتر تین رکعات پڑھتے تھے

عن سعيد بن جبير انه كان يوتر بثلاث و يقنت قبل الوتر قبل الركوع، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۹)
حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے اور دُعا رکعت وتر میں رکوع سے پہلے پڑھتے تھے حضرت علقمہ رحمہ اللہ بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے۔

عن علقمة قال الوتر ثلاث،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۹)

حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وتر تین رکعات ہیں۔

حضرت مکحول رحمہ اللہ بھی وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے

عن مكحول انه كان يوتر بثلاث لا يسلم في ركعتين، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۹)
حضرت مکحول رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ وتر تین رکعات پڑھا کرتے تھے اور دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

حضرت ابوالعالیہ الکریاحی بھی تین رکعات وتر کے قائل تھے

عن ابي خالدة قال سألت ابا العالى، عن الوتر فقال علمنا اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم او علمونا ان الوتر مثل صلوة المغرب غير اننا نقرأ في الثالثة فهذا وتر السيل وهذا

وتر النهار، (طحاوی ج ۱ ص ۲۲۰)

حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔

حضرت ابوامامہ باطنی رضی اللہ عنہ بھی وتر تین رکعات پڑھتے تھے

عن ابي غالب ان ابا امامة كان يوتر بثلاث

بن یسار فی مشیختہ سواہم اہل ففتہ وصلاح
و فضل و ربما اختلفوا فی الشیئی فاخذ
بقول اکثرہم و افضلہم رأیا فکان ما
و عیت عنہم علی ہذہ الصفتہ ان الوتر
ثلث لا یسلم الا فی آخرہن (طحاوی ص ۱۷۷)

ہم سے حدیث بیان کی عبد الرحمن بن ابی الزناد نے اپنے والد
سے روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے روایت کی سات
(فقہا زنا بعین) یعنی سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، قاسم بن
محمد، ابوبکر بن عبد الرحمن، خارجہ بن زید، عبید اللہ بن عبد اللہ
سلیمان بن یسار رحمہم اللہ سے ان کے علاوہ دوسرے فقہ اہل
صلاح اور صاحب فضل بزرگوں کی موجودگی میں روایت کی یہ بزرگ
اگر کسی مسئلہ میں اختلاف کرتے تو اس شخص کے قول پر عمل کرتے
جو زیادہ ذی رائے اور افضل ہوتا، میں نے جو باتیں ان سے
یاد کی ہیں اس طریقہ پر ان میں سے ایک یہ ہے کہ وتر تین رکعات
ہیں جن میں سلام فقط آخر ہی میں پھیرا جائے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد رحمہما اللہ کا فرمان
عن القاسم قال رأینا انا ساسا منہ
ادرکنا یوترون بثلث وان کلا لواسع وارجوان
لا یسکون بشیئی منہ بأس، (بخاری ص ۱۳۷)
حضرت قاسم بن محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بزرگوں کو
دیکھا جب سے ہم نے پوش سنہالا کہ وہ وتر تین رکعات

حضرت ابو خالدہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو العالیہ
رحمہ اللہ سے وتر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے تعلیم دی یا فرمایا
کہ انہوں نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں،
سوائے اس کے کہ ہم وتر کی تیسری رکعت میں بھی قنوت کرتے
ہیں یہ رات کے وتر ہیں اور وہ (مغرب) دن کے وتر ہیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا وتر کے متعلق فیض اللہ

ثنا بن وہب قال اخبرنا ابن ابی الزناد
عن ابيه قال اثبت عمر بن عبد العزيز الوتر
بالمدينة بقول الفقهاء ثلثا لا یسلم الا
فی آخرہن، (طحاوی ص ۱۷۷)

ہمیں حدیث بیان کی ابن وہب نے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے
خبر دی ابن ابی الزناد نے اپنے والد کے واسطے سے وہ فرماتے
ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے مدینہ طیبہ میں فقہاء
کے قول کے مطابق وتر تین رکعات مقرر کر دیئے تھے جن میں
سلام صرف آخر میں پھیرا جاتا تھا۔

مدینہ طیبہ کے سات فقہاء بھی ایک سلام کہتے تین رکعات وتر کے قائل تھے

ثنا عبد الرحمن بن ابی الزناد عن ابيه عن
الفقهاء السبعة سعید بن المسیب و عروہ
بن الزبیر و القاسم بن محمد و ابی بکر بن
عبد الرحمن و خارجہ بن زید و عبید اللہ و سلیمان

پڑھتے ہیں بلاشبہ ہر ایک کی گنجائش سب سے اور مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

اہل اسلام کا اجماع کہ وتر ایک سلام سے تین رکعات ہیں

عن الحسن قتال اجمع المسلمون ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فیه آخرھن

(معنی ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۹۷)

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں جن میں صرف آخری رکعت ہی میں سلام پھیرا جائے گا۔

مذکورہ احادیث و آثار سے درج ذیل امور ثابت ہوتے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعات ایک سلام کے ساتھ پڑھتے تھے اور عموماً پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ دوسری میں قل یا ایہا الکفرون اور تیسری میں قل هو اللہ احد پڑھنے کا معمول تھا۔

(۲) خلفاء راشدین حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی وتر تین رکعات ایک سلام ہی سے پڑھتے تھے۔

(۳) عام صحابہ کرام مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوداؤد مہاجر صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ کا معمول بھی وتر تین رکعات ایک سلام کے ساتھ ہی پڑھنے کا تھا۔

(۴) سات فقہائے مجتہدین منورہ اور ان کے علاوہ عام تابعین و ربیع تابعین بھی وتر کے تین رکعات ہونے ہی کے قائل تھے۔

(۵) وتر کے تین رکعات ہونے پر اہل اسلام کا اجماع ہے۔

(۶) نماز وتر مغرب کی نماز کی طرح ہے یعنی جیسے مغرب کی تین رکعات ہیں ویسے ہی وتر کی بھی تین رکعات ہیں اور جیسے مغرب کی نماز ایک سلام کے ساتھ پڑھی جاتی ہے ایسے ہی وتر کی نماز بھی ایک سلام سے پڑھی جائے گی اور جیسے مغرب کی نماز میں دوسری رکعت کے بعد قعدہ ہے ایسے ہی وتر کی دوسری رکعت میں بھی قعدہ ہے۔

(۷) وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ واجب ہے کیونکہ اولاً تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ کرنا ثابت ہے جیسا کہ ام عبداللہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے (جو محل پر گزری) ظاہر ہے دوسرے آپ نے ایک عام قاعدہ اور ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ ”ہر نماز کی دوسری رکعت میں التحیات اور تشہد ہے“ جیسا کہ حدیث

نمبر ۱۸-۱۹-۲۰-۲۱ سے واضح ہے، اس قاعدہ کے عموم کے تحت وتر میں بھی تشہد اور التحیات ضروری ہوگا کیونکہ آپ نے اس قاعدہ سے

وتر کی دو رکعتوں کو مستثنیٰ نہیں کیا، تیسرے آپ نے جو نماز وتر کو نماز مغرب سے تشبیہ دی ہے اس کا تعاضا بھی یہی ہے کہ جس طرح مغرب کی نماز میں دوسری رکعت میں قعدہ واجب ہے اسی طرح وتر کی دوسری رکعت میں بھی قعدہ واجب ہونا چاہیے، چوتھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو یہ فرمانا (جیسا کہ بخاری کی حدیث (نمبر ۱) سے ظاہر ہے) کہ ”رات کی نماز دو رکعت ہے اور جب تو انصاف یعنی

نماز ختم کرنے کا ارادہ کرے تو ایک رکعت اور پڑھے اس طرح یہ رکعت پہلی دو رکعتوں کو وتر بنا دے گی۔“

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ ہے
کیونکہ نماز تشہد پڑھ کر ہی ختم کی جاتی ہے نہ کہ تشہد پڑھے بغیر اور ظاہر ہے کہ
تشہد قعدہ ہی میں پڑھا جاتا ہے۔

(۸) نماز مغرب اور نماز وتر میں ایک فرق تو یہ ہے کہ مغرب کی تیسری
رکعت میں سورۃ نہیں پڑھی جاتی اور وتر کی تیسری رکعت میں پڑھی جاتی ہے
دوسرا فرق یہ ہے کہ مغرب کی نماز میں قنوت نہیں ہے وتر کی نماز میں قنوت
ہے، تیسرا فرق یہ ہے کہ مغرب کی نماز سے پہلے نوافل نہیں ہیں لیکن
وتر سے پہلے نوافل وغیرہ پڑھنا سنون ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ آپ
ﷺ چاہیں وتر پڑھیں، دوسری رکعت پر قعدہ نہ کریں، وتر دو سلاموں سے
پڑھنا افضل ہے اور دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ وتر پڑھنا (جیسا کہ
احناف پڑھتے ہیں) منع ہے، تین رکعات وتر پڑھنے کی حدیث ضعیف
ہے بلکہ ثابت ہی نہیں۔ تین رکعات وتر پڑھنا منع آیا ہے، لہذا احتیاط
اسی میں ہے کہ وتر تین رکعات نہ پڑھے جائیں۔

چنانچہ مولوی یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں۔

”الغرض نماز وتر خواہ ایک رکعت پڑھیں خواہ تین خواہ پانچ خواہ
سات بیچ میں کوئی قعدہ نہ کریں بلکہ آخر رکعت میں بیٹھیں اور صرف
ایک تشہد سے وتر پڑھ کر سلام پھیریں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے وتر میں بیچ کا تشہد ثابت نہیں ہے بلکہ بیچ کا تشہد
کرنے میں نماز مغرب سے مشابہت ہو جاتی ہے اس لیے
جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعات وتر پڑھنے
سے منع فرمایا ہے۔“

(دستور امتی ص ۱۲۷)

نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں۔

”وادی الکمال ثلاث رکعات بسلامین وهو
افضل ولو زاد علی احدى عشرة رکعة يجوز
وکذا لک لوصلی ثلاث رکعات بسلام واحد
عنہ انہ لا یجلس بعد البثانیتہ بل یسردھا
سردا اما الوتر ثلاث رکعات مع تشہدین
وسلام واحد کما هو مذهب الاحناف منہی
عند لشد یتشبه بالنفل بالفرض امی صلوة
المغرب“ (نزل الابرار ص ۱۳۷)

وتر میں کمال کا ادنیٰ درجہ تین رکعتیں ہیں دو سلاموں سے ہی افضل
ہے اور اگر گیارہ رکعات سے زیادہ پڑھیں تو بھی جائز ہے ایسے
ہی اگر تین رکعتیں ایک سلام سے پڑھیں تو بھی ٹھیک ہے،
سوائے اس کے کہ دوسری رکعت میں نہ بیٹھے بلکہ اسے لگاتار
پڑھے، یہی تین رکعات وتر دو تشہدوں اور ایک سلام کے ساتھ
جیسا کہ احناف کا مذہب ہے تو اس سے منع کیا گیا ہے تاکہ نفل
فرض یعنی مغرب کے مشابہ نہ ہوں۔

نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

”حدیث ایتار بسہ رکعت ضعیف بلکہ غیر ثابت بہت بلکہ ازاں
نہی آئندہ پس احتیاط در ترک ایتار بسہ رکعت باشد۔“

(عرف البحاری ص ۷۷)

اور تین رکعات وتر پڑھنے کی حدیث ضعیف بلکہ ثابت ہی نہیں بلکہ اس

سے ممانعت آئی ہے پس احتیاط اس میں ہے کہ وتر تین رکعات نہ پڑھے جائیں۔

ملاحظہ فرمائیے : یہ ہے غیر متقلدین کا مبلغ علم، صحاح ستہ اور حدیث کی دیگر مستند ترین کتابوں میں دس احادیث مبارکہ سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خلفاء راشدین، عام صحابہ کرام، تابعین تبع تابعین سب وتر کی نماز تین رکعات ایک سلام کے ساتھ پڑھتے تھے حضرت حسن بصریؒ تو اس پر اہل اسلام کا اجماع نقل فرما رہے ہیں، اور احادیث مبارکہ ہی سے وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ بھی ثابت ہو رہا ہے، اور ام عبد اللہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے تو وتر کی دوسری رکعت ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قعدہ فرمانا صراحت کے ساتھ ثابت ہو رہا ہے لیکن غیر متقلدین کی تحقیق یہ ہے کہ تین رکعات وتر دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ پڑھنا منع آیا ہے۔ تین رکعات وتر پڑھنا ضعیف ہے بلکہ ثابت ہی نہیں ہے اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ وتر تین رکعات نہ پڑھے جائیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ صحاح ستہ کی جن احادیث میں تین رکعات وتر کا ذکر ہے وہ احادیث ہی نہیں ہیں، اور العیاذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین اور مہاجرین و انصار بزرگان دین سب کے سب غیر ثابت اور غیر محتاط اور ممنوع چیز پر عمل کرتے رہے۔ ہر بریں عقل و دانش بیادگر سیت یہ ہے غیر متقلدین کی تحقیق اور حدیث دانی کہ احادیث صحیحہ سے ثابت شدہ عمل کو منہی عنہ گردان رہے ہیں۔

قارئین آپ نے غیر متقلدین کا مبلغ علم ملاحظہ فرمایا اور انکا منہا سے

عمل دیکھا اب آپ انصاف سے بتلائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین وغیرہ تو وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھیں اور غیر متقلدین تین رکعات وتر کو منہی عنہ قرار دیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

وجوب القنوت فی جمیع السنۃ کلہا و سنۃ رفع الیدین والتکبیر لہ و محلہ قبل الركوع

وتر تین نماز قنوت کے سال اجبت اور عار قنوت کے لیے تکبیر کرنا اور نوں تک کا نوں تک اٹھانا مسنون ہے اور دعا و قنوت رکوع سے پہلے پڑھنی چاہیے

۱۔ عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ انہ سئل عن القنوت فقال حدثنا البدر بن عازب قال سنۃ ما ضیعت، (اخرجه السراج بحوالہ آثار السنن ص ۱۰۰)

حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے قنوت وتر کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا کہ ہمیں حضرت بدر بن عازب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی ہے فرمایا کہ یہ جاری و ساری سنت ہے (یعنی ایسا طریقہ ہے جو دین میں رواج پذیر ہے)

۲۔ عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنوت حتی مات و اہو بک قنوت حتی مات و عمر حتى مات، (مجمع الزوائد ۲ ص ۱۳۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک (دعا و قنوت پڑھتے رہے حضرت ابو بکر

رضی اللہ عنہ وفات تک قنوت پڑھتے رہے، حضرت عمر رضی اللہ
عنہ وفات تک قنوت پڑھتے رہے۔

۳۔ عن ابراہیم ان ابن مسعود کان یقنت السنۃ
کلھا فی الوتر قبل الركوع،

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ رحمہ اللہ، بروایت الامام محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ وتر میں سارے سال قنوت پڑھتے تھے رکوع میں
جانے سے پہلے۔

۴۔ عن ابراہیم قال عبد اللہ لا یقنت السنۃ کلھا
فی الفجر ویقنت فی الوتر کل لیلۃ،

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۱۷)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ تمام سال فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے بلکہ ہر رات
وتر میں قنوت پڑھتے تھے۔

۵۔ عن ابراہیم ان القنوت فی الوتر واجب فی
رمضان وغیرہ قبل الركوع واذا اردت ان
تقنت فکبر واذا اردت ان ترک فکبر ایضا،

(کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ رحمہ اللہ، بروایت الامام محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ (دعا) قنوت وتر میں
واجب ہے رمضان میں بھی اور رمضان کے علاوہ دنوں میں بھی
رکوع میں جانے سے پہلے، جب تیرا ارادہ قنوت پڑھنے کا ہو تو

تجیر کر اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ ہو تو بھی تجیر کر۔

۶۔ عن جعفر بن حدثنی ابو عثمان قال کنا نحن
وعمر یوم الناس شم یقنت بنا عند الركوع
یرفع یدیه حتی یدو کفناہ ویخرج ضعیفا،
(جزء رفع الیدین للامام البخاری رحمہ اللہ ص ۱۸)

حضرت جعفر بن میمون رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں
کہ ہم سے ابو عثمان نے حدیث نقل کی، فرمایا کہ ہم اور حضرت عمر
رضی اللہ عنہ لوگوں کی امامت کرتے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ
ہمیں قنوت پڑھاتے تھے، آپ (قنوت کے لیے) رفع یدین
کرتے، اپنی ہتھیلیوں کو کھولتے اور بازو نکالتے۔

۷۔ عن ابی عثمان قال کان عمر یرفع یدیه
فی القنوت، (جزء رفع الیدین ص ۱۸)

حضرت ابو عثمانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قنوت
کے لیے رفع یدین کرتے تھے۔

۸۔ عن عبد اللہ اسد کان یفتراً فی آخر رکعتہ من
الوتر قل هو اللہ احد ثم یرفع یدیه فیقنت
قبل الركعتہ، (جزء رفع الیدین ص ۱۸، مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ
وتر کی آخری رکعت میں قل هو اللہ احد پڑھتے پھر
دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے اور رکوع میں جانے سے پہلے
دعا قنوت پڑھتے۔

۹- عن ابراهيم النخعي قال ترفع الايدي في سبع مواطن في افتتاح الصلوة وفي التكبير للقنوت في الوقوف العبدین وعند استلام الحجر وعلى انصاف المروة وبجمع وعرفات وعند المصاميين عند الحيمرتين ،

(طحاوی ج ۱ ص ۵۵۵)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ سات مقامات پر ہاتھ اٹھا جائیں نماز کے شروع میں ، وتر میں قنوت کی تکبیر کیلئے ، دونوں عیدوں کی نماز میں ، حجر اسود کے استلام کے وقت ، صفا اور مروہ پر ، مزدلفہ عرفات اور دونوں جمروں کے پاس رمی کے بعد مقام کے وقت ۔

۱۰- عن عبد الله قال ارسلت اُمّ ليللة لتبثت عند النبي صلى الله عليه وسلم فتظن كيف يوتر صلى ما شاء الله ان يصلي حتى اذا كان آخر الليل و اراد ان يوتر اقرأ بسم ربك الا على في الركعة الاولى وقرأ في الثانية قل يا ايها الكفرون ثم قعد ثم قام ولم يفصل بينهما بالسلام ثم قرأ بمثل هو الله احد حتى اذا فرغ كبر ثم قنت فدعا بما شاء الله ان يدعو ثم كبر وركع .

(الاستيعاب ج ۲ ص ۵۸۲)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے

اپنی والدہ کو ایک دفعہ رات گزارنے کے لیے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہاں بھیجا تاکہ وہ دیکھیں کہ آپ وتر کیسے پڑھتے ہیں (آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ) آپ نے نماز پڑھی جتنی اللہ کو منظور ہوئی تھی کہ جب رات کا اخیر ہو گیا اور آپ نے وتر پڑھنے کا ارادہ کیا تو پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الا على دوسری میں قتل یا ایہا الکفرون پڑھیں پھر قعدہ کیا پھر آپ کھڑے ہوئے اور دو رکعت اور تیسری رکعت میں سلام سے فصل نہیں کیا پھر قتل ہو اللہ احد پڑھی یہاں تک کہ جب آپ قنوت سے فارغ ہوئے تو تکبیر کی اور دعا قنوت پڑھی اور اللہ کو جو منظور ہوا دعائیں کیں پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا ۔

۱۱- عن طارق بن شهاب قال صليت خلف عمر صلوۃ الصبح فلما فرغ من الفترۃ في الركعت الثانية کبر ثم قنت ثم کبر فركع .

(طحاوی ج ۱ ص ۵۸۲)

حضرت طارق بن شہابؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی ، جب آپ دوسری رکعت پر قنوت سے فارغ ہوئے تو آپ نے تکبیر کی پھر دعا قنوت پڑھی پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا ۔

۱۲- عن عبد الله كان يكبر حين يفرغ من الفترۃ ثم اذا فرغ من القنوت كبر وركع .

(معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۳۳)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (وتر کی نماز میں) جب

قرارت سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے پھر حبیب و عار قنوت پڑھ کر
فارغ ہوتے تو تکبیر کہہ کر رکوع میں جاتے۔

۱۳۔ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقَنُوتِ
فَقَالَ قَدْ كَانَ الْقَنُوتُ قُلْتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ
قَالَ قَبْلَهُ قَالَ فَإِنْ فَلَنَا مَا أَخْبَرَنِي عَنْكَ أَنْكَ قُلْتَ
بَعْدَ الرُّكُوعِ فَقَالَ كَذِبٌ إِنَّمَا قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا أَرَاهُ كَانَتْ
بَعَثَ قَوْمًا يَمْتَلِئُ لَهُمُ الْفُتْرَاءُ زَهَاءَ سَبْعِينَ
رَجُلًا إِلَى قَوْمٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ دُونَ أَوْلِيكَ وَكَانَ بَيْنَهُمْ
وَبَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ
فَقَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا
يَلْعَوُ عَلَيْهِمْ ، (بخاری ج ۱ ص ۱۳۳ مسلم ج ۱ ص ۱۳۳)

حضرت عاصم احوال فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ
عنه سے قنوت (وتر) کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا قنوت تو
تھی، میں نے عرض کیا رکوع سے پہلے یا بعد میں، آپ نے فرمایا
پہلے، حضرت عاصم کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے مجھے آپ کی جانب سے
یہ خبر دی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ رکوع کے بعد ہے، آپ
نے فرمایا اس نے غلط کہا ہے، یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے رکوع کے بعد ایک ہینے قنوت پڑھی ہے۔ میرا خیال یہ ہے
کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ستر کے قریب افراد کی ایک
جماعت کو جنہیں قراء کہا جاتا تھا۔ مشرکین کی طرف بھیجا تھا یہ

مشرکین ان کے علاوہ تھے (جن کے لیے آپ نے بدو دعا کی تھی)
ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ تھا،
پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہینے (رکوع کے
بعد) قنوت پڑھی آپ ان کے لیے بدو دعا فرماتے تھے۔

۱۴۔ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ وَ سَأَلَ رَجُلٌ أَنَسًا عَنِ
الْقَنُوتِ بَعْدَ الرُّكُوعِ أَوْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِنَ الْفُتْرَاءِ قَالَ لَا
بَلْ عِنْدَ فَرَاغٍ مِنَ الْفُتْرَاءِ ، (بخاری ج ۱ ص ۱۳۳)
حضرت عبد العزیز فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضرت
انس رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا کہ رکوع کے
بعد پڑھی جائے یا قرارت سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا قرارت
سے فارغ ہو کر۔

۱۵۔ عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأُولَى
بِسْمِ اللَّهِ رَبِّكَ الْوَاحِدُ وَالْثَانِيَةَ بِقُلْ
يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَالْثَالِثَةَ بِقُلْ
اللَّهُ أَحَدٌ وَيَقْنَتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ (نسائی ج ۱ ص ۱۹۱)
حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعات پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں
سبح اسم ربك الا على دوسری میں قتل یا ایہا
الکفرون، تیسری میں قتل هو اللہ احد پڑھتے تھے اور
دعا کے قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے۔

۱۶- عن أبي بن كعب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يؤتى فيقنت قبل الركوع ،

(ابن ماجہ ص ۵۸)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے تھے تو دعاء قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے۔

۱۷- عن ابن عباس قال أوتر النبي صلى الله عليه وسلم ففقت فيها قبل الركوع ، (حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۹۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وتر پڑھتے تھے تو دعاء قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتی تھی۔

۱۸- عن ابن عمر أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يؤتى بثلاث ركعات ويحصل القنوت قبل الركوع ، (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وتر میں رکعات پڑھتے تھے اور دعاء قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے۔

۱۹- عن عبد الله بن مسعود عن أم عبد الله قالت رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم قننت في الوتر قبل الركوع ، (جامع المسانيد ج ۱ ص ۳۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی والدہ سے روایت

سرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے وتر میں دعاء قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھی۔

۲۰- عن عبد الرحمن بن الاسود عن أبيه قال كان عبد الله لا يقنت في شيئي من الصلوة الا في الوتر قبل الركعة ، (معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۳۸)

حضرت عبدالرحمن بن اسود سے روایت ہے کہ ان کے والد اسود نے فرمایا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر کے علاوہ کسی نماز میں دعاء قنوت نہیں پڑھتے تھے اور وتر میں بھی رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

۲۱- عن علقمة أن ابن مسعود وأصحاب النبي صلى الله عليه وسلم كانوا يقنتون في الوتر قبل الركوع ، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۱)

حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر صحابہ کرام وتر میں دعاء قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھتے تھے۔

۲۲- عن ابن عمر قال رأيتم قيامكم عند فراغ الامام عن السورة هذا القنوت والله انه لبدعة ما فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم وغير شمر ثم تركه اذ ايتكم رفعكم ايد بكم في الصلوة انه لبدعة ما زاد رسول الله صلى الله عليه

وسلم علی هذا قط فرغ يدیه حیال متکبیر،
(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۳۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ جو
تم (فجر کی نماز میں) امام کے سورت سے فارغ ہونے کے بعد
کھڑے ہو کر دُعا رِقنوت پڑھتے ہو خدا کی قسم یہ بدعت ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میٹھے کے علاوہ ایسا نہیں
کیا (صرف ایک ماں کیا) پھر اسے چھوڑ دیا، دیکھو یہ جو تم نماز
میں ہاتھ اٹھا کر دُعا رِقنوت پڑھتے ہو واللہ یہ بدعت ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے زیادہ کبھی نہیں کیا، پھر
آپ نے رفع یدین مؤخر ہونے تک کر کے دکھایا۔

قال ابو عبد اللہ (احمد بن حنبل) اذا قننت
قبل الركوع كبر شتم اخذ في القنوت وقتد
روى عن عمر رضي الله عنه انه كان اذا
فرغ من القنوة كبر شتم قننت شتم كبر حين
يركع وروى ذلك عن علي وابن مسعود
والبراء وهو قول الثوري ولا نعلم فيه خلافاً،
والمنع (ابن قدامة المحنبل ج ۲ ص ۱۷۵)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ رکوع سے پہلے جب
دُعا رِقنوت پڑھے تو تکبیر کہہ لے پھر دُعا رِقنوت شروع کرے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ جب قنوت سے
فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے پھر قنوت پڑھتے پھر رکوع کرتے وقت

تکبیر کہتے، یہی حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت
برابر بن عازب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہی حضرت سفیان
ثوریؒ کا بھی قول ہے اور ہم اس بارے میں کسی کا خلاف نہیں جانتے۔
مذکورہ احادیث و آثار سے درج ذیل امور ثابت ہو رہے ہیں۔

(۱) وتر کی نماز میں دُعا رِقنوت واجب ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے اس پر موانعت فرمائی ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث (علی
سے خصوصاً اور دیگر صحابہ کرام کی احادیث سے عموماً ظاہر ہے) کسی بھی صحابی
نے آپ سے قنوت کا ترک نقل نہیں کیا اور آپ کا کسی عمل پر اس کو بھی بھی ترک
کئے بغیر موانعت فرمائی اس کے واجب ہونے کی دلیل ہے، اسی۔ یہ
صحابہ کرام بھی اس پر موانعت فرماتے رہے اور اسی وجہ سے جلیل القدر
تابعی حضرت ابراہیم نخعیؒ قنوت کے واجب ہونے کا فتویٰ دیتے تھے۔

(۲) وتر میں دُعا رِقنوت پورے سال پڑھنی واجب ہے، کیونکہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر موانعت فرمائی ہے اور ترک ثابت
نہیں، دوسرے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سارے سال
قنوت پڑھنے کی صراحت موجود ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۳-۴ سے واضح ہے
میسرے حضرت ابراہیم نخعیؒ کا فتویٰ ہے کہ قنوت وتر میں رمضان اور غیر
رمضان واجب ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۵ سے واضح ہے۔

(۳) دُعا رِقنوت کے لیے تکبیر کہنا مستنون ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے تکبیر کہی ہے جیسا کہ حدیث ام عبد (منہ) سے واضح ہے۔ عام صحابہ کرام
کا بھی اسی پر عمل تھا چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت عبداللہ
بن مسعود اور حضرت برابر بن عازب رضی اللہ عنہم قنوت کے لیے تکبیر کہتے

تھے، اور حضرت ابراہیم نخعیؒ کا فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلہؒ بھی یہی تعلیم دیتے تھے۔

(۴) دعاء قنوت پڑھنے کے لیے تکبیر کہتے وقت رفع یدین کرنا سنت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رفع یدین کرنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث (۱۷۷) سے واضح ہے، حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما قنوت کے لیے رفع یدین کیا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۶-۷-۸ سے واضح ہے۔

(۵) وتر میں دعاء قنوت رکوع میں جانے سے پہلے پڑھنی چاہیئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں دعاء قنوت رکوع میں جانے سے پہلے ہی پڑھا کرتے تھے، آپ کے اس عمل کو حضرت ابی بن کعبؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ام عبداللہ رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کرام نے نقل کیا ہے جیسا کہ جز ثبوت نمبر ۱۲ تا ۱۹ سے واضح ہے، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہما رکوع میں جانے سے پہلے ہی دعاء قنوت پڑھا کرتے تھے جلیل القدر تابعی حضرت عاتقہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور عامر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم رکوع میں جانے سے پہلے ہی دعاء قنوت پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲۱ سے ظاہر ہے۔

(۶) عام دعاؤں کی طرح وتر میں دعاء قنوت پڑھتے ہوئے سبب سے ایک ہاتھ اٹھائے رکھنا جیسا کہ غیر متقلین اٹھائے رکھتے ہیں بدعت ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث (نمبر ۲۲) سے واضح ہے۔ لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقلین نہ تو دعاء قنوت

کے وجوب کے قائل ہیں، نہ دعاء قنوت پڑھتے وقت تکبیر کہنے کو صحیح سمجھتے ہیں، نہ تکبیر کہتے وقت رفع یدین کرنے کو صحیح قرار دیتے ہیں البتہ عام دعاؤں کی طرح دعاء قنوت دونوں ہاتھ اٹھا کر پڑھتے ہیں، نیز ان کا کہنا ہے کہ دعاء قنوت رکوع کے بعد مستحب ہے۔

چنانچہ غیر متقلین کے مجتہد العصر عبد اللہ روپڑی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

”قنوت سے پہلے تکبیر کہنے کی بابت حدیث میں کچھ تصریح نہیں آئی اور سلف کا اس میں اختلاف ہے بہتر ہے کہ ایسا کام نہ کرے جس کی بابت دلیل کی رو سے پوری تشکی نہ ہو، ہاں ہاتھ اٹھانا، سار میں بیشک ثابت ہے اور دعاء قنوت بھی ایک دعا ہے تو اس وجہ سے اس میں بھی ہاتھ اٹھا سکتا ہے خصوصاً جب کہ بہت سے سلف کا عمل بھی اس پر ہے (قیام اللیل) البتہ جس طریق سے خفیہ ہاتھ اٹھاتے ہیں کہ تکبیر تحریر کی طرح رفع یدین کر کے ہاتھ باندھ لیتے ہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا اور اسی طرح رکوع سے پہلے دعاء قنوت کا ثابت کرنا اور اسی پر حصر کرنا یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ پہلے دیکھے دونوں طرح ثابت ہے پس دونوں پر عمل چاہیئے۔“

(فتاویٰ الہدیٰ ج ۱ ص ۶۳)

فتاویٰ علماء حدیث میں ایک سوال کے جواب میں اس طرح تحریر ہے ”جواب صحیح حدیث سے صراحتاً ہاتھ اٹھا کر یا باندھ کر قنوت پڑھنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ دعا ہونے کی حیثیت سے ہاتھ اٹھا

کہ پڑھنا اولیٰ ہے رکوع کے بعد قنوت پڑھنا مستحب ہے،
بخاری شریف میں رکوع کے بعد ہے اگر پہلے پڑھ لے تب
بھی جائز ہے کیونکہ بعض روایات میں قبل رکوع بھی آیا ہے
ما تھا اٹھا کر بائیں کاف کی ثبوت نہیں۔ (فتاویٰ علماء رحمہ اللہ)
عبدالرحمن مبارک پوری صاحب لکھتے ہیں۔

”يجوز القنوت قبل الركوع وبعد
والمختار عندی كونه بعد الركوع“۔

(تحفة الاحوذی ج ۱ ص ۱۳۳)

وتر میں قنوت رکوع سے پہلے اور بعد دونوں طرح جائز ہے
میرے نزدیک مختار و پسندیدہ یہ ہے کہ رکوع کے بعد پڑھی جائے
ملاحظہ فرمائیے : احادیث مبارکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ
و تابعین کا دعاء قنوت سے پہلے تکبیر کہنا ثابت ہے جیسا کہ احادیث گزریں
اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس بارے میں کسی کا خلافت
معلوم نہیں لیکن روپڑی صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ ہمیں اسکی صراحت
نہیں ملی اور سلف کا اس میں اختلاف بھی ہے اس لیے بہتر یہی ہے
کہ تکبیر نہ کہی جائے۔ روپڑی صاحب سے کوئی پوچھے کہ حضرت کیا
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی
اللہ عنہما کے عمل میں اس کی صراحت نہیں ہے، کیا یہ لوگ تکبیر کہہ کر معاذ
اللہ کوئی اچھا کام نہیں کرتے تھے؟ یہ ہیں عمل بالحدیث کے دعویدار
جنہیں قنوت کے لیے تکبیر کی صراحت نظر نہیں آتی، ہاں عام دعاؤں کی

طرح دعا قنوت بھی وتر میں ما تھا اٹھا کر پڑھنا جسے حضرت عبداللہ بن
عمر رضی اللہ عنہما بدعت فرما رہے ہیں وہ ان کے نزدیک حدیث کے
مقابلہ میں قیاس پر عمل کرتے ہوئے اولیٰ اور بہتر ہے۔ ولا حول
ولا قوۃ الا باللہ۔

صحیح احادیث (بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ وغیرہ) سے ثابت
ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں دعاء قنوت رکوع میں
جانے سے پہلے پڑھتے تھے، اسی پر جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عمر فاروق
حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت انس اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
کامل ہے۔

لیکن غیر مقلدین کے یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل کے
بالکل خلاف رکوع سے اٹھ کر دعاء قنوت پڑھنا مستحب اور مختار و
پسندیدہ عمل ہے۔ غور فرمائیے کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ
کرام سے صحیح احادیث سے ثابت شدہ عمل کے خلاف کوئی عمل مستحب
ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں لیکن غیر مقلدین کو اس سے کیا غرض انہیں صرف
اپنی سوجھ بوجھ کے مطابق عمل کرنے سے مطلب ہے صحیح ہو یا غلط، قارئین
کرام اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ غیر مقلدین کا یہ طرز عمل اختیار کرنا یہ حدیث
کی موافقت ہے یا مخالفت؟

غیر مقلدین کا ایک جھوٹ

فتاویٰ علماء حدیث میں جو یہ
درج ہے کہ ”بخاری شریف

میں رکوع کے بعد ہے“ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ بخاری شریف میں وتر
میں دعاء قنوت بعد رکوع پڑھنے کی کوئی حدیث نہیں درج پیش کی جائے

دیدہ باید، ہم چھپے کسی بار ذکر کہ چھپے ہیں کہ غیر متقدمین کو اپنا موقف ثابت کرنے کے لیے دروغ گوئی سے کام لینا پڑے تو وہ اس سے بھی گریز نہیں کرتے، ان کی دروغ گوئیوں میں سے ایک یہ بھی ہے جو اوپر ذکر کی گئی۔

صادق سیالکوٹی صاحب دھوکہ اور خیانت
حکیم صادق سیالکوٹی صاحب نے

اپنے اس موقف کو ثابت کرنے کے لیے کہ وتر میں دعاء قنوت رکوع کے بعد پڑھنی چاہیے، انتہائی دھوکہ دہی اور خیانت سے کام لیا ہے، چنانچہ انہوں نے ایک تو اپنی کتاب صلوٰۃ الرسول ص ۳۵۹-۳۶۰ کے حاشیہ میں لکھی اور ابوداؤد شریف کے حوالے سے دو حدیثیں ذکر کی ہیں جن سے بزرگم خویش یہ ثابت کر رہے ہیں کہ ان میں چونکہ رکوع کے بعد قنوت کا ذکر ہے لہذا وتر میں دعاء قنوت رکوع کے بعد پڑھنی چاہیے، ہم نے ان احادیث کو دیکھا ہے ان کا تعلق وتر کے قنوت سے نہیں ہے بلکہ قنوت نازلہ سے ہے جو فجر کی نماز میں جہراً پڑھی جاتی ہے، حکیم صاحب نے قنوت نازلہ والی احادیث کو قنوت وتر سے متعلق کر کے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے دھوکے سے کام لیا ہے اور یہ بحر فون الکلم عن مواضع کا پورا پورا ثبوت دیا ہے۔ دوسرے انہوں نے مسلم شریف کی شرح نووی کے ایک باب کا تذکرہ کر کے اس سے بھی یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ وتر میں دعاء قنوت رکوع کے بعد پڑھنی چاہیے چنانچہ لکھتے ہیں۔

”امام نووی شارح مسلم، باب استحباب القنوت میں فرماتے ہیں
”ومحل القنوت بعد رفع الرأس في الركوع في
الركعة الأخيرة“ اور قنوت کا محل آخری رکعت میں رکوع

سے سر اٹھانے کے بعد ہے۔ (صحیح مسلم) منہ“

(صلوٰۃ الرسول ص ۳۶۱ حاشیہ)

اس حوالہ میں حکیم صاحب نے یہ خیانت کی ہے کہ اس کے شروع کا وہ سارا حصہ چھوڑ دیا ہے جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ اس کا تعلق قنوت نازلہ سے ہے نہ کہ قنوت وتر سے، شرح مسلم سے ہم وہ پورا باب نقل کرتے ہیں تاکہ قارئین کے سامنے حکیم صاحب کی خیانت کھل کر آ سکے، علامہ نووی لکھتے ہیں۔

”باب استحباب القنوت في جميع الصلوات
اذا نزلت بالمسلمين نازلته والمعياذ بالله واستحبابه
في الصبح واما وبيان ان محله بعد رفع
الرأس من الركوع في الركعة الأخيرة واستحباب
البحر منہ“ (مسلم ج ۱ ص ۲۲۷)

نواب وحید الزماں صاحب نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔
”باب، جب مسلمانوں پر کوئی بلا نازل ہو تو نازلوں میں بلند آواز سے
قنوت پڑھنا اور اللہ کے ساتھ تھپناہ مانگنا مستحب ہے اور اس کا
محل و مقام آخری رکعت کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد ہے
اور صبح کی نماز میں قنوت پر دوام مستحب ہے۔“

(مسلم شریف مترجم ج ۲ ص ۲۱۱)

اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اس باب کا تعلق قنوت نازلہ سے
ہے نہ کہ قنوت وتر سے لیکن چونکہ اس سے صادق سیالکوٹی صاحب کے
موقف پر زور پڑتی ہے اس لیے انہوں نے اس کو پورا ذکر نہیں کیا۔

جواز سنت الفجر عند شروق الامام في الفريضة
فجر کی سنتیں فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے پر بھی پڑھنی جائز ہیں

۱۔ عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
ركعتا الفجر خير من الدنيا وما فيها ،

(مسلم ۱ ص ۱۵۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فجر کی دو رکعتیں دنیا اور دنیا میں ہر کچھ سے سب سے بہتر ہیں۔

۲۔ عن عائشة قالت لو يكن النبي صلى الله عليه وسلم على شيء من النوافل اشد لها هذا من على ركعتي الفجر (بخاری ۱ ص ۱۵۸، مسلم ۱ ص ۱۵۸)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی نفل کی اتنی زیادہ پابندی اور حفاظت نہیں کرتے تھے جتنی فجر کی دو رکعتوں کی۔

۳۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تدعوهما وان طردتكم الخيل (البرداء ۱ ص ۱۴۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فجر کی دو رکعتوں کو نہ چھوڑو اگرچہ گھوڑے تمہیں روند ڈالیں۔

۴۔ عن ابی اسحق قال حدثني عبد الله بن ابی موسى عن ابيه حين دعا هم سعيد بن العاص دعا ابی موسى وحذيفته وعبد الله بن مسعود قبل ان يصلي الغداة ثم خرجوا من عنده وقد اقيمت الصلوة فجلس عبد الله بن مسعود من المسجد فصلى الركعتين ثم دخل في الصلوة ، (عمری ۱ ص ۲۵)
حضرت ابواسحق فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوموسیٰ (اشعری) کے صاحبزادے عبداللہ نے اپنے والد کے واسطے سے یہ حدیث بیان کی جب کہ ان کو حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے بلایا کہ حضرت سعید بن العاص نے حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت حذیفہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کو فجر کی نماز سے پہلے بلایا، پھر جب یہ حضرات ان کے پاس سے نکلے تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مسجد کے ایک ستون کے پاس بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھیں پھر نماز میں شریک ہو گئے۔

۵۔ عن عبد الله بن ابی موسى قال جاء ابن مسعود والامام يصلي الصبح فصلى ركعتين الى سارية

ولم يكن صلى ركعتي الفجر،

(معجم طبرانی الكبير ج ۹ صفحہ ۲۴۴)

حضرت عبداللہ بن ابی موسیٰ (اشعری رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو امام فجر کی نماز پڑھا رہا تھا آپ نے ایک ستون کی اوٹ میں فجر کی دو رکعت سنتیں ادا کیں جو آپ پہلے ادا نہیں کر سکے تھے۔

۶۔ عن عبد اللہ بن ابی موسیٰ عن عبد اللہ ابنہ دخل المسجد والامام في الصلوة فصلی رکعتی الفجر، (طحاوی ج ۱ صفحہ ۲۵۵)

حضرت عبداللہ بن ابی موسیٰ (اشعری) سے روایت ہے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (فجر کے وقت) مسجد میں تشریف لائے تو امام نماز میں تھا تو (پہلے) آپ نے فجر کی دو سنتیں پڑھیں۔

۷۔ عن حارث بن مضروب ان ابن مسعود واباموسیٰ خرجا من عند سعید بن العاص فاقيمت الصلوة فركع بن مسعود ركعتين ثم دخل مع القوم في الصلوة واما ابو موسىٰ فدخل في الصف، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ صفحہ ۲۵۵)

حضرت حارث بن مضروب سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما، حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس سے نکلے تو فجر کی جماعت کھڑی

ہو گئی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو فجر کی دو سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہوئے اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سیدھے صف میں داخل ہو گئے۔

۸۔ عن مالك بن مغول قال سمعت نافعًا يستول أَيْقَظْتُ ابْنَ عَمْرِو بْنِ صَلَوةِ الْفَجْرِ وَقَدْ أَقِيَمَتِ الصَّلَوةُ فَتَمَّ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ (طحاوی ج ۱ صفحہ ۲۵۵)

حضرت مالک بن مغول فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نافع کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو فجر کی نماز کے لیے جگایا جب کہ جماعت کھڑی ہو چکی تھی آپ اٹھے اور (پہلے) دو رکعتیں پڑھیں۔

۹۔ عن محمد بن كعب قال خرج عبد الله بن عمرو من بيته فاقيمت صلوة الصبح فركع ركعتين قبل ان يدخل المسجد وهو في الطريق ثم دخل المسجد فصلی الصبح مع الناس، (طحاوی ج ۱ صفحہ ۲۵۵)

حضرت محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گھر سے تشریف لے گئے تو فجر کی جماعت کھڑی ہو چکی تھی آپ نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے راستہ ہی میں دو رکعت (فجر کی سنتیں) ادا کیں پھر مسجد میں داخل ہوئے اور فجر کی نماز لوگوں کے ساتھ ادا کی۔

۱۰۔ عن زيد بن اسلم عن ابن عمر انه جاء والامام

یصلی الصبح و لم یکن صلی الرکعتین قبل الصبح
فصلک ہما فی حجرة حفصة ثم اند
صلی مع الامام (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۷)

حضرت زید بن اسلمؓ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت
کرتے ہیں کہ آپ (فجر کی نماز کے لیے) تشریف لائے تو امام
نماز پڑھا رہا تھا اور آپ نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں چنانچہ
آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں سنتیں ادا
کیں پھر امام کے ساتھ نماز پڑھی۔

۱۱۔ عن ابی مجلز قال دخلت المسجد فی صلوۃ
الغداة مع ابن عمر و ابن عباس و الامام یصلی
فما ابنا عمر فدخل فی الصف و اما
ابن عباس فصلی رکعتین ثم دخل مع الامام
فلما سلم الامام قعد ابن عمر مکانہ حق
طلعت الشمس فقام فرکع رکعتین،

(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۷)

حضرت ابو مجلز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ فجر کی نماز کے
لیے مسجد میں آیا تو امام نماز پڑھا رہا تھا، حضرت عبداللہ بن عمر
رضی اللہ عنہما تو صف میں داخل ہو گئے لیکن حضرت عبداللہ
بن عباس رضی اللہ عنہما دو رکعت (سنت) پڑھ کر امام کے
ساتھ شریک ہوئے پھر جب امام نے سلام پھیرا تو حضرت

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی جگہ بیٹھے رہے حتیٰ کہ جب
سورۃ نکل آیا تو اٹھ کر دو رکعتیں پڑھیں۔

۱۲۔ عن ابی عثمان انصاری قال جاء عبد
اللہ بن عباس و الامام فی صلوۃ الغداة و لم
یکن صلی الرکعتین فصلی عبد اللہ بن عباس
الرکعتین خلف الامام ثم دخل معهم،
(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت ابو عثمان انصاریؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن
عباس رضی اللہ عنہما (فجر کی نماز کے لیے مسجد) تشریف
لائے تو امام نماز میں تھا اور آپ نے دو رکعتیں (سنت کی)
نہیں پڑھی تھیں چنانچہ آپ نے دو رکعت سنت امام کے
پیچھے پڑھیں پھر لوگوں کے ساتھ شریک (جماعت) ہو گئے

۱۳۔ عن ابی الدرداء انہ کان یدخل المسجد و الناس
صفوف فی صلوۃ الفجر فیصلی الرکعتین فی
ناحیة المسجد ثم یدخل مع القوم فی الصلوۃ
(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ
مسجد میں تشریف لاتے تو لوگ فجر کی نماز کی صف باندھے
کھڑے ہوتے، آپ مسجد کے ایک گوشہ میں دو رکعت
(سنت) ادا کرتے پھر لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک
ہو جاتے۔

۱۲۔ عن ابی عثمان النہدی قال کنا ثاقی عمر بن الخطاب قبل ان نصلی الرکعتین قبل الصبح وهو فی الصلوة فنصل فی آخر المسجد ثم ندخل مع القوم فی صلواتهم ، (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)
 حضرت ابو عثمان نہدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں صبح کی دو سنتیں پڑھنے سے پہلے حاضر ہوتے تو آپ نماز پڑھا رہے ہوتے ، ہم مسجد کے آخر میں دو سنتیں پڑھ کر لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شریک ہو جاتے۔

۱۵۔ عن حصین قال سمعت الشعبي یقول کان مسروق یجیئ الی القوم وهم فی الصلوة ولم یکن رکع رکعتی الفجر فیصلی الرکعتین فی المسجد ثم یدخل مع القوم فی صلواتهم ، (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)
 حضرت حصینؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شعبیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت مسروق رحمہ اللہ لوگوں کے پاس تشریف لاتے اس حال میں کہ لوگ نماز میں ہوتے اور آپ نے فجر کی دو رکعت سنت نہ پڑھی ہوتی تو آپ مسجد میں دو رکعت سنت پڑھ کر لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شریک ہو جاتے۔

۱۶۔ عن الحسن انہ کان یقول اذا دخلت المسجد

ولم تصل رکعتی الفجر فصلیہما وان کان الامام یصلی ثم ادخل مع الامام (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب تم مسجد میں داخل ہو اور تم نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو پہلے وہ سنتیں پڑھ لو اگرچہ امام نماز ہی پڑھا رہا ہو پھر امام کے ساتھ شریک ہو جاؤ۔

۱۷۔ انایونس قال کان الحسن یقول یصلیہما فی ناحیة المسجد ثم یدخل مع القوم فی صلواتهم (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۸)

حضرت حشیمؒ کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت یونسؒ نے خبر دی وہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ فجر کی دو سنتیں مسجد کے ایک گوشہ میں پڑھ کر پھر لوگوں کے ساتھ ان کی نماز میں شریک ہو جائے۔

۱۸۔ عن سعید بن جبیر انہ جاء الی المسجد والامام فی صلوۃ الفجر فیصلی الرکعتین قبل ان یدلج المسجد عند باب المسجد ،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۸)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ مسجد میں تشریف لاتے تو امام فجر کی نماز پڑھا رہا تھا آپ نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے مسجد کے دروازے کے پاس دو رکعت سنت ادا کیں۔

۱۹۔ عن مجاهد قال اذا دخلت المسجد والناس في صلاة الصبح ولم ترك ركعتي الفجر فاركعهما وان ظننت ان الركعة الاولى تقوتك

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۵۵)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم مسجد میں داخل ہو اور لوگ صبح کی نماز پڑھ رہے ہوں اور تم نے فجر کی سنتیں پڑھی ہوں تو (پہلے) وہ پڑھ لو اگرچہ تمہارا خیال ہو کہ تم سے پہلی رکعت قوت ہو جائے گی۔

۲۰۔ عن علی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الركعتین عند الافتاتمة ، (ابن ماجہ ص ۱۷۷)
حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام دو رکعت اقامت کے وقت پڑھا کرتے تھے۔

۲۱۔ عن علی رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی رکعتی الفجر عند الاقامة (مسند احمد ۱ ص ۱۷۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دو رکعت (سنت) اقامت کے وقت پڑھا کرتے تھے

۲۲۔ مالک عن هشام بن عروہ عن ابيه ان عبد الله بن مسعود قال ما ابالي لو اقيمت صلاة الصبح وانما وتر، (مسند امام مالک ص ۱۷۷)

حضرت امام مالک حضرت عروہ کے صاحبزادے سے روایت

اور وہ اپنے والد عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے کہ صبح کی نماز کی اقامت کہی جا چکی ہو اور میں وتر پڑھ رہا ہوں۔

۲۳۔ مالک عن يحيى بن سعيد انه قال كان عبادة بن الصامت يوم قوما فخرج يوما الى الصبح فقام المؤذن صلاة الصبح فاسكت عبادة حتى اوتر ثم صلى بهم الصبح ، (مسند امام مالک ص ۱۷۷)

حضرت امام مالک حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا حضرت عبادة بن صامت رضی اللہ عنہ ایک قوم کی امامت کرتے تھے۔ آپ ایک دن صبح کی نماز پڑھانے کے لیے نکلے تو مؤذن نے صبح کی نماز کی اقامت کہہ دی آپ نے اسے چپ کر دیا یہاں تک کہ وتر پڑھے پھر انہیں صبح کی نماز پڑھائی۔

۲۴۔ مالک عن عبد الرحمن بن الحارث سمعت عبد الله بن عامر بن ربيعة يقول ان لا وتر وانما اسمع الافتاتمة او بعد الفجر يثلث عن عبد الرحمن اي ذاك قال ، (مسند امام مالک ص ۱۷۷)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ حضرت عبد الرحمن بن قاسم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت عبد اللہ بن عامر بن

ربیعہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں وتر پڑھوں گا،
اگرچہ میں اقامت نہیں رہا ہوں یا فجر کے بعد، حضرت عبدالرحمن
بن قاسم کی جانب سے شک ہوا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمار
بن ربیعہ نے کیا کہا ہے۔

۲۵۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا
اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ ان رکعتی اصبح
وہنس اور یحییٰ بن یوسف قال شیخ الشیخانی بعد البحث عن اسنادہ فہذا
ہو اسناد ایضاً حسن احوال السنۃ ۵/۵۵۹

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جب اقامت ہو جائے تو سوائے فرض نماز کے اور کوئی نماز جائز
نہیں یا سوا فجر کی دو رکعت سنت کے (کہ وہ جائز ہیں)

مذکورہ احادیث کا آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کسی نے فجر کی
سنتیں نہ پڑھی ہوں اور فجر کی جماعت کھڑی ہو جائے تو اسے چاہیے کہ
اگر اسے دوسری رکعت سننے کا یقین ہو تو وہ مسجد سے باہر کسی جگہ
مسجد کے دروازے کے پاس یا مسجد کے کسی گوشے یا ستون کی آڑ میں جاتا
کے صفوں سے ہٹ کر ان سنتوں کو ادا کرے اور پھر جماعت کے ساتھ
شریک ہو جائے کیونکہ اول تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انکی تاکید بت فرمائی ہے
صحابہ کرام کو مل کر پڑھنا۔ جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت
عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابو دہر، حضرت عبداللہ
بنہم، اور جلیل القدر تابعین حضرت ابو عثمان ندوی، حضرت مسروق، حضرت
سعید بن جبیر رحمہم اللہ کا عمل تھا کہ یہ حضرات فجر کی نماز کے لیے جب مسجد
میں تشریف لاتے اور فجر کی جماعت ہو رہی ہوتی تو اگر انہوں نے سنتی
نہ پڑھی ہوتیں تو پہلے دو رکعت سنت ادا کر لیتے تھے پھر جماعت میں
شریک ہو جاتے تھے، حضرت حسن بصریؒ اور حضرت مجاہدؒ دونوں کی
فتویٰ دیتے تھے کہ اگر کسی نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اور جماعت
کھڑی ہو گئی تو اسے چاہیے کہ پہلے سنتیں ادا کرے پھر جماعت میں
شریک ہو۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۱۶۱۱ اور ۱۹۱۱ سے ظاہر ہے نیز حدیث
نمبر ۲۰۶۱ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اقامت

کے وقت فجر کی سنتیں ادا فرما لیتے تھے، حدیث نمبر ۲۲-۲۳-۲۴ سے
معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عباد بن صامت، حضرت
عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہم عین اقامت کے وتر بھی پڑھ لیا کرتے تھے،
لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ فجر کی
جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد سنتیں ادا کرنا (بلا کسی تفصیل کے) ناجائز ہے
رسول خدا کی نافرمانی ہے اور نافرمانی کی سزا جہنم ہے۔

چنانچہ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

”اور کیا ان لوگوں کا جماعت کی موجودگی میں سنتیں پڑھنا رسول خدا
کی نافرمانی نہیں ہے جب کہ حضور انورؐ نے لا صلوۃ فرما کر ہر نماز کی
فقی فرمادی ہے۔“ (صلوۃ الرسول ص ۱۱)

جماعت غبار اہل حدیث کے مفتی عبدالستار ایک سوال کے جواب میں
لکھتے ہیں، سوال و جواب دونوں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال :- زید کہتا ہے جب صبح کی نماز ہو رہی ہو تو کوئی نماز نہیں، بکھر
کہتا ہے کہ جو شخص مسجد میں صبح کے وقت آئے اور نماز ہو رہی ہو تو اس
کو چاہیے پہلے صبح کی سنتیں پڑھ لے پھر نماز میں ملے کس کا قول صحیح ہے،
جواب :- زید کا قول صحیح ہے بکھر کا غلط ہے بلکہ غلط ہے، حدیث
شریف میں ہے اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ
یعنی جس وقت فرض نماز کی تکبیر ہو جائے اس وقت کوئی نماز نہیں ہوتی
مگر جب حدیث ہذا پر وہ شخص جو صبح کے فرض ہوتے ہوئے سنتیں پڑھے
خدا و رسول کا نافرمان ہے جیسا کہ آج کل احناف کی حیلہ مساجد میں مخصوصاً
فجر کے وقت یہی طریقہ رائج ہے یہ سراسر نبی علیہ السلام کی نافرمانی ہے
اور نافرمانی کی سزا جہنم ہے ومن یعص الله ورسوله ويتعد

حدوده يدخله نارا خالدا فيهما وله عذاب
مهيمن“ (فتاویٰ ستاریہ ج ۳ ص ۲۸)

نواب وحید الزماں صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

”ولا يجوز له الشروع في اي صلوة اذا اقيمت
الصلوة المكتوبة ولا فرق بين ركعتي الفجر
وعنبرها في هذا الحكم ولا بين ان يؤديها
في المسجد ام خارجا عنه بابه“

(نزل الابواب ج ۱ ص ۱۳۲)

اور کسی بھی نماز کو شروع کرنا جائز نہیں ہے جب کہ فرض نماز کی
اقامت ہو جائے اور اس حکم میں فجر وغیرہ نمازوں کی سنتوں
میں کوئی تفریق نہیں ہے اور نہ ہی یہ فرق ہو سکتا ہے کہ نماز
وہ سنتیں مسجد میں ادا کرے یا مسجد سے باہر دروازے کے پاس۔

ملاحظہ فرمائیے: جلیل القدر صحابہ کرام اور تابعین عظام کا عمل
تو صحیح احادیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ وہ فجر کی نماز کے لیے مسجد
میں تشریف لاتے اور فجر کی جماعت ہو رہی ہوتی تو اگر انہوں نے سنتیں
نہ پڑھی ہوتیں تو پہلے سنتیں پڑھتے تھے پھر جماعت میں شریک ہوتے
تھے، حضرت حسن بصریؒ، حضرت مجاہدؒ دونوں بزرگ یہی فتویٰ دیتے
تھے، لیکن غیر مقلدین بلا سوچے سمجھے فتوے دے رہے ہیں کہ یہ ناجائز

ہے رسول خدا کی نافرمانی ہے۔ کیا صحابہ کرام اور تابعین عظام سے سنا منہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین وارشادات نہ تھے؟ کیا ان سنیوں
کو احادیث کی سمجھ نہ تھی؟ کیا یہ صحابہ و تابعین رسول خدا کے نافرمان تھے؟

کیا یہ سب ناجائز کام کرتے تھے نفل کفر کفر نہ باشد کیا یہ سب جہنمی ہیں؟
قارئین کرام ذرا سوچئے یہ فتوے کس پر لگ رہے ہیں کون ان
فتوؤں کی زد میں آکر رہا ہے؟ کیا اسی کو عمل بالمحدیث کہتے ہیں کہ صحابہ و
تابعین ایک عمل کو جائز سمجھ کر کریں اور اُسے بے دھڑک ناجائز کہہ دیا جائے
قارئین محترم اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت
ہے یا مخالفت؟

الاضطجاع بعد ركعتي الفجر فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹنا مسنون نہیں ہے

۱۔ عن عائشة (ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
كان يصلي بالليل إحدى عشرة ركعة يوتر منها
بواحدة فإذا فرغ منها اضطجع على شفته الايمن
حتى يأتيه المؤذن فيصل ركعتين خفيفتين،
(مسلم ج ۱ ص ۲۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعات پڑھتے تھے جن میں سے
ایک رکعت کے ساتھ وتر بنا لیتے تھے جب آپ فارغ ہو جاتے
تو دائیں پہلو پر لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کے پاس مؤذن آتا تو آپ
دو رکعتیں بہت ہلکی سی پڑھتے۔

۲۔ عن عائشة قالت كان المنجي صلى الله عليه وسلم
إذا صلى ركعتي الضحى اضطجع على شفته الايمن (بخاری ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فجر کی دو رکعت سنت پڑھ لیتے تو دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔

۳۔ عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی سنة الفجر فان کنت مستیقظۃ حدثنی والا اضطجع حتی یؤذن بالصلوۃ۔

(بخاری ج ۱ ص ۵۵۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فجر کی سنتیں پڑھ چکے اگر تو میں جاگ رہی ہوتی تو آپ مجھ سے باتیں کرنے لگتے ورنہ لیٹ جاتے حتیٰ کہ آپ کو نماز کی اطلاع کی جاتی۔

۴۔ عن ابن جریج قال اخبرنی من اصدق ان عائشۃ قتلت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا طلع الفجر یصلی رکعتین خفیفَتین ثم یضطجع علی شفتہ الایمن حتی یتیمہ المؤذن فیؤذنه بالصلوۃ لم یضطجع لسنۃ ولکن کان یدأب لیلہ فیتریح قال فکان ابن عمر یحبہم اذا راہم یضطجعون علی ایما نہم ،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۷)

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی اس شخص نے جس کی میں تصدیق کرتا ہوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح صادق کے بعد بکی سی دو رکعتیں

پڑھ کر دائیں پہلو پر لیٹ جاتے تھے حتیٰ کہ مؤذن اگر آپ کو نماز کی اطلاع کرتا آپ اس لیے نہیں لیٹتے تھے کہ یہ سنت ہے بلکہ اس وجہ سے لیٹتے تھے کہ رات کو آپ تھک جاتے تھے۔ اب کچھ اکرام کر لیں۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب لوگوں کو اپنے دائیں پہلو پر لیٹا ہوا دیکھتے تھے تو انہیں پتھر مارتے تھے۔

۵۔ عن سعید بن المسیب قال رأى ابن عمر رجلاً یضطجع بین الرکعتین فقتل احصیوہ ،
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۲۸)

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو فجر کی دو رکعتیں پڑھ کر لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا اسے پتھر مارو۔

۶۔ عن ابی الصدیق الناجی قال رأى ابن عمر قوماً اضطجعوا بعد رکعتی الفجر فارسل الیہم فناہم فقتلوا ترید بذالک السنۃ فقتل ابن عمر ارجع الیہم فاخبرہم انها بدعتہ
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۲۹)

ابو الصدیق ناجی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کچھ لوگوں کو فجر کی سنتوں کے بعد لیٹے ہوئے دیکھا تو ان کی طرف پیغام بھیجا کہ ایسا نہ کریں ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو سنت پر عمل کرنا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا ان کے پاس دوبارہ جاؤ اور

انہیں بتلاؤ کہ یہ بدعت ہے۔

۷۔ عن عبد اللہ بن عمر انہ رأی کہ رجل رکع رکعتی الفجر ثم اضطجع فقتل ابن عمر ما شانہ فقتل نافع فقتل یفصل بین صلوٰۃ قتال ابن عمر و ای فصل افضل من السلام، (موطا امام محمد ص ۱۲۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹ گیا ہے تو آپ نے فرمایا اسے کیا ہو گیا؟ حضرت نافعؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ یہ سنتوں اور فرضوں کے درمیان فصل کر رہا ہے آپ نے فرمایا ”سلام“ سے بڑھ کر فصل والی چیز کو کسی ہوگی؟

۸۔ عن ابراہیم قال قتال عبد اللہ ما بال الرجل اذا صلی الركعتین يتمعك كما يتمعك الدابة والجمال اذا سلم قعد فصلي،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۲۸)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آدمی کو کیا ہو گیا کہ (فجر کی) دو رکعت (سنت) پڑھ کر گھوڑے کے گدھے کی طرح لوٹتا ہے جب سلام پھیر چکے تو بیٹھ جاتے پھر نماز پڑھ لے۔

۹۔ عن مجاہد قتال صحبت ابن عمر فی السفر والحضر فما رأیتہ اضطجع بعد رکعتی الفجر (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۲)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر و حضر میں رہا ہوں میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹے ہوں۔

۱۰۔ عن سعید بن جبیر قال لا يضطجع بعد الركعتین قبل الفجر واضطجع بعد الوتر،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۲۸)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فجر کی سنتیں پڑھ کر فجر کی نماز سے پہلے نہ لیٹو یاں وتر کے بعد لیٹ جاؤ۔

مذکورہ احادیث و آثار سے درج ذیل امور ثابت ہو رہے ہیں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تو تہجد کی نماز پڑھ کر اور کبھی فجر کی سنتیں پڑھ کر آرام کی غرض سے لیٹ جاتے تھے اور کبھی نہیں بھی لیٹتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتیں پڑھنے کے بعد اگر تو میں جاگ رہی ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے رہتے ورنہ لیٹ جاتے۔

(۲) آپ کا یہ لیٹنا بطور عبادت کے نہیں تھا بطور غاوت کے تھا یعنی آپ چونکہ تہجد کی نماز پڑھتے پڑھتے تھک جاتے تھے اس لیے فوراً آرام فرمانے کے لیے لیٹ جاتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۴ سے واضح ہے

(۳) صحابہ کرام اور تابعین عظام مسجد میں فجر کی سنتیں پڑھ کر سنت سمجھ کر لیٹنے کو پسند نہیں کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس طرح کسی کو لیٹا دیکھتے تو اسے پتھر مار کر اٹھاتے تھے۔ کچھ لوگوں کو آپ نے اسی طرح لیٹے دیکھا تو منع کیا، انہوں نے کہا ہم تو ادائیگی سنت کی غرض سے

لیٹے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ سمجھ کر لیٹنا بدعت ہے (نہ کہ سنت) حضرت
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس طرح سے لیٹنے کو گھوڑے گدھے کے
لوٹنے کی طرح قرار دیتے تھے۔

انہی احادیث و آثار کے پیش نظر فقہار کرام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص
بطور عادت کے فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹ جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں، لیکن
اس طرح لیٹنے کو سنت نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ اگر یہ عمل مسنون ہوتا تو شیخ
عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی تردید نہ فرماتیں اور صحابہ و تابعین اسے بڑا نہ سمجھتے
لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ فجر کی
سنتیں پڑھ کر وائیں کروٹ پر لیٹنا مسنون ہے اور غیر مقلدین کے امام و
مقتدی ابن حزم غلابری کہتے ہیں کہ فجر کی سنتیں پڑھ کر لیٹنا فرض ہے اور فجر
کی نماز کے صحیح ہونے کی شرط ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی سنتیں
پڑھ کر نہ لیٹا تو اس کی فجر کی نماز صحیح نہیں ہوگی، چنانچہ

نواب وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں۔

”وَيُسَنُّ الْأَضْطِجَاعُ عَلَى جَنْبِ الْيَمَنِ بَعْدَ
رُكُوعِ الْفَجْرِ وَتَالِ ابْنُ حَزْمٍ مِنْ أَصْحَابِنَا أَنَّ
الْأَضْطِجَاعَ بَعْدَ سُنَّتِ الْفَجْرِ فَرْضٌ مِنْ شُرَاطِ
صِحَّةِ الصَّلَاةِ وَتَفْسِيرُهُ بِهَذَا الْقَوْلِ“

(نزل الابار ۱ ص ۱۲۵)

اور مسنون ہے وائیں پہلو پر لیٹنا فجر کی سنتیں پڑھ کر، ہمارے
اصحاب میں سے ابن حزم فرماتے ہیں کہ فجر کی سنتوں کے بعد
لیٹنا فرض ہے اور فجر کی نماز کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ہے

اور وہ اپنے اس قول میں متفرد ہیں۔

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

”فجر کی سنتیں پڑھ کر فرضوں سے پہلے وائیں کروٹ پر لیٹنا
سنت ہے۔“ (صلوة الرسول ص ۲۲)

نواب نور الحسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

”ول بعد انہی ہر دو اضطجاع برشق الیمین سنت و بدان امر
وارد گشتہ“ (عرف المجاہد ص ۲۲)

اور ان دونوں رکعتوں (فجر کی سنتوں) کے بعد وائیں کروٹ پر لیٹنا
سنت ہے اور اس کا حکم وارد ہوا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: حضرت عائشہؓ آنحضرتؐ کی امیہ سلم کے جس عمل کے متعلق
خود صراحت فرما رہی ہیں کہ وہ عمل آپ بطور عادت کے کرتے تھے بطور
عبادت کے نہیں اور کبھی یہ نہیں بھی کرتے تھے، اور جس تابعین
اچھا نہیں سمجھتے تھے بلکہ اسے سنت سمجھ کر کرنے کو بدعت قرار دیتے تھے
اور گھوڑے گدھے کے عمل سے تشبیہ دیتے تھے وہ عمل غیر مقلدین کے
نزدیک سنت اور ان کے پیشوا کے نزدیک فرض ہے بلکہ فجر کی نماز کے
صحیح ہونے کی شرط ہے جس کے بغیر فجر کی نماز بھی صحیح نہیں ہو سکتی۔

غور فرمائیے اگر یہ عمل سنت ہوتا تو حضرت عائشہؓ اس کی تردید کیوں
کرتیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس کے کرنے پر پتھر کیوں مارتے اور
اسے بدعت کیوں قرار دیتے؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اسے گھوڑے
گدھے کے عمل سے تشبیہ کیوں دیتے۔ صحابہ کرام کا طرز عمل بتلا رہا ہے کہ
یہ عمل مسنون نہیں ہے، لیکن غیر مقلدین اس سب سے قطع نظر اسے

صرف مسنون ہی نہیں فرض قرار دے رہے ہیں۔

قارئین محترم آپ فیصلہ کیجئے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

کراہۃ قضاء رکعتی الفجر قبل طلوع الشمس
فجر کی سنتیں فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے

۱۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نہی عن الصلوۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس
وعن الصلوۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس :

(بخاری ج ۱ ص ۲۸۷، مسلم ج ۱ ص ۲۸۷، واللفظ لمسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک اور فجر کے بعد سورج نکلنے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

۲۔ عن ابن عباس قال سمعت عنیر واحد من

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منہم
عمر بن الخطاب وكان احبہم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نہی عن الصلوۃ بعد الفجر حتی تطلع الشمس و بعد العصر حتی تغرب الشمس ،

(بخاری ج ۱ ص ۲۸۷، مسلم ج ۱ ص ۲۸۷، واللفظ لمسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثبوت سے صحابہ کرام سے سنا کہ جن

میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

۳۔ عن عطاء بن یزید اللیثی انہ سمع ابا سعید الخدری یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا صلوۃ بعد صلوۃ العصر حتی تغرب الشمس ولا صلوۃ بعد صلوۃ الفجر حتی تطلع الشمس (بخاری ج ۱ ص ۲۸۷، مسلم ج ۱ ص ۲۸۷، واللفظ لمسلم)
حضرت عطاء بن یزید اللیثی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک اور فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک کوئی نماز جائز نہیں ہے۔

۴۔ عن عمرو بن عبسۃ السلمی (فی حدیث طویل)
قلت یا نبی اللہ اخبیرنی عما علمت اللہ
وأجہلہ اخبیرنی عن الصلوۃ قال صل صلوۃ
الصبح ثم آقِصْ عن الصلوۃ حتی تطلع الشمس
حتى ترتفع فانہا تطلع حین تطلع بین قرنی
شیطنین و حینئذ یجد لها الکھنار ثم صل
فان الصلوۃ مشہودۃ محضوۃ حتی یتقل الظل

بالروح شم أقصر عن الصلوة فان حينئذ
تُنجَر جهنم فاذا اقبل الفيء فصل فان
الصلوة مشهودة محضورة حتى تصل العصى
شم أقصر عن الصلوة حتى تغرب الشمس
فانها تغرب بين قرني شيطان وحينئذ يجلها
الكفان، (مسلم ۱، سنن احمد ۲ ص ۱۱)

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا
اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس چیز کے بارے میں
بتلائیے جو اللہ نے آپ کو سکھلائی اور میں اس سے ناواقف ہوں
مجھے نماز کے بارے میں بتلائیے۔ آپ نے فرمایا صبح کی نماز پڑھ
پھر نماز سے رک جائی کہ سورج نکل کر بلند ہو جائے کیونکہ سورج
جب نکلتا ہے تو شیطان کے دو سینگوں کے درمیان نکلتا ہے
اور اس وقت اسے کفار سجدہ کرتے ہیں۔ پھر نماز پڑھ کیونکہ فرشتے
نماز میں گواہی کے لیے حاضر ہوتے ہیں یہاں تک کہ سایہ نیزے کا نیزہ پر قائم
ہو جائے (یعنی ٹھیک پہنچ جائے) تو پھر نماز سے رک جائیو کہ اس وقت چہرہ
بھڑکائی جاتی ہے پھر جب سایہ ڈھل جائے تو نماز پڑھ کیونکہ
فرشتے نماز میں گواہی کے لیے حاضر ہوتے ہیں یہاں تک کہ تو عصر
کی نماز پڑھ لے پھر نماز سے رک جائیہاں تک کہ سورج غروب ہو
جائے کیونکہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا
ہے اور اس وقت کفار اسے سجدہ کرتے ہیں۔

۵۔ عن ابی ہریرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ

وسلم اذا قامت رکعتا الفجر صلاهما
اذا طلعت الشمس، (مشکوٰۃ ص ۱۰۲) اور القصر من الخمر (اص ۶۵)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی فجر کی سنتیں رہ جاتیں تو آپ انہیں سورج طلوع ہونے کے
بعد پڑھتے۔

۶۔ عن زرارة بن ادنی ان المعینۃ بن شعبۃ قال
تخلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذكر
هذه القصۃ قال فاتینا الناس وعبد الرحمن
بن عوف یصلی بھم الصبح فلما رأى النبی
صلی اللہ علیہ وسلم اراد ان يتأخر فأتا ومأ
المیہ ان یحظی فصلیت انا والنبی صلی
اللہ علیہ وسلم وخلفہ رکعتہ فلما سلم قام
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلی الركعتہ التي
سبق بها ولو یزد علیها شیئاً،
(ابوداؤد اص ۱۱)

حضرت زرارہ بن ادنی سے روایت ہے کہ حضرت معینہ بن
شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے
رہ گئے اس سفر کا پورا قصہ ذکر کیا اور فرمایا کہ ہم داں ہاں
کے پاس (جو شریک سفر تھے) پہنچے تو حضرت عبد الرحمن بن
عوف رضی اللہ عنہ انہیں فجر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں
نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا۔ آپ

نے انہیں اشارہ کیا کہ نماز پڑھاتے رہیں۔ پس میں نے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے پیچھے ایک رکعت پڑھی، پھر جب انہوں نے سلام پھیرا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہو گئے اور جو رکعت رہ گئی تھی وہ پڑھی اور اس سے زیادہ کوئی نماز نہیں پڑھی۔

۷۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یصل رکعتی الفجر فدیصلہما بعد ما تطلع الشمس (ترمذی ۵۱۸۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ سورج نکلنے کے بعد پڑھے۔

۸۔ عن ابن مسیر بن عبد اللہ بن عمر انہما بعد اصابا (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۵۵) حضرت ابن مسیر بن عبد اللہ سے روایت ہے وہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فجر کی سنتیں چاشت کے بعد پڑھیں۔

۹۔ مالک انہ بلغنا ان عبد اللہ بن عمر فامسک رکعتی الفجر فقصنا ہما بعد ان طلعت الشمس (مسند امام مالک ۱/۱۸۱) حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں انہیں یہ حدیث اپنی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی فجر کی سنتیں وہ جاتیں تو سورج نکلنے کے بعد پڑھتے تھے۔

۱۰۔ عن ابی مجلز قال دخلت المسجد فی صلوٰۃ الغداة مع ابن عمر و ابن عباس والامام یصلی فاما ابن عمر فدخل فی الصف واما ابن عباس فصلى رکعتین ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام قعد ابن عمر مکانہ حتی طلعت الشمس

فقام فركع رکعتین ، (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۴)

حضرت ابو مجلز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آیا تو امام نماز پڑھا رہا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تو صف میں داخل ہو گئے اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پہلے سنتیں پڑھیں پھر امام کے ساتھ شریک ہوئے پھر جب امام نے سلام پھیرا تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی جگہ بیٹھے رہے حتیٰ کہ جب سورج طلوع ہو گیا تو آپ اٹھے اور دو رکعت (سنت) ادا کیں۔

۱۱۔ عن یحییٰ بن سعید قال سمعت القاسم یقول اذا لم اصلہما حتی اصلى الفجر صلیتہما بعد طلوع الشمس ، (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۵۵)

حضرت یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قاسم بن محمد رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر میں نے فجر کی سنتیں فجر کی نماز پڑھنے سے پہلے نہ پڑھی ہوں تو پھر وہ سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھتا ہوں۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک کوئی نماز جائز نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲-۳ سے واضح ہے فجر کی سنتوں کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ اگر یہ سنتیں فجر کے قرضوں سے پہلے پڑھنے

سے رہ جائیں تو پھر سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھی جائیں جیسا کہ حدیث نمبر ۱۷۲ سے ظاہر ہے، خود آپ کا اپنا معمول بھی یہی تھا کہ اگر آپ کی سنتیں رہ جائیں تو سورج طلوع ہونے کے بعد ہی ادا فرماتے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۷۳ سے ظاہر ہے۔ ایک دفعہ دورانِ سفر ایسا اتفاق ہوا کہ صحابہ کرام آگے چلے گئے۔ فجر کی نماز کا وقت ہوا تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز پڑھانی شروع کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پہنچے تو ایک رکعت ہو چکی تھی آپ نے دوسری رکعت ان کی امامت میں ادا کی۔ جب حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا تو آپ نے اٹھ کر صرف رہ جانے والی رکعت ادا کی سنتیں نہیں پڑھیں یہی معمول صحابہ کرام اور تابعین عظام کا تھا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو انتہائی متبع سنت صحابی ہیں ان کا معمول تھا کہ ان کی فجر کی سنتیں رہ جائیں تو سورج نکلنے کے بعد ہی ادا کرتے نہ کہ فرضوں کے بعد، جیسا کہ حدیث نمبر ۱۷۴-۱۷۵ سے واضح ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت قاسم بن محمد رحمہ اللہ اپنا معمول ذکر فرماتے ہیں کہ اگر میری فجر کی سنتیں رہ جاتی ہیں تو میں انہیں سورج نکلنے کے بعد ہی ادا کرتا ہوں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ اگر فجر کی سنتیں فرضوں سے پہلے پڑھنے سے رہ جائیں تو فرضوں کے فوراً بعد ادا کر لی جائیں۔ چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

”اگر یہ سنتیں جماعت میں شریک ہونے کی وجہ سے رہ گئی ہوں تو فرضوں کے بعد پڑھ لیں“ (دستورالمتقی ص ۱۷۱)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

”اگر آپ ایسے وقت مسجد میں پہنچیں کہ جماعت کھڑی ہو گئی ہو اور سنتیں آپ نے نہ پڑھی ہوں تو پھر جماعت کے پاس سنتیں مست پڑھتی شروع کر دیں کیونکہ جماعت کے ہوتے ہوئے پاس کوئی نماز نہیں ہوتی آپ جماعت میں شامل ہو جائیں اور فرض پڑھ کر سنتیں پڑھ لیں“ (مسئوۃ الرسول ص ۲۵)

ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما رہے ہیں کہ فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہ پڑھی جائے اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اگر کسی کی سنتیں رہ جائیں تو وہ انہیں سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھے، خود آپ کا معمول بھی یہی ہے صحابہ کرام اور تابعین عظام اسی پر عمل پیرا ہیں لیکن غیر متقلدین خصوصاً علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل اور صحابہ و تابعین کے عمل کے سامنے ہوتے ہوئے بھی یہ کہتے ہیں کہ فجر کے فرضوں کے بعد سنتیں پڑھنے سے روکنے کی کوئی ضرورت نہیں فرضوں کے بعد سنتیں پڑھ لینی چاہئیں۔

قارئین کرام اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود کسی عمل کو اختیار کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

التفعل قبل المغرب

مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا مستنون نہیں ہے

۱۔ عن طاووس قال سئل بن عمر عن الركعتين قبل المغرب قال رأيت احدا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم يصليهما ورخص في الركعتين بعد العصر (ابوداؤد ص ۱۵۷)

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرات مہاجرین مغرب سے پہلے دو رکعت نفل نہیں پڑھتے تھے حضرات انصار پڑھتے تھے۔

۵۔ عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابيہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بین کل اذا مین صلوۃ الا المغرب، (کشف الاستار عن زوائد مشد الزاری ۱ ص ۳۳)

حضرت عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے سوائے مغرب کے۔

۶۔ عن جابر قال سألنا نساء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هل رأین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الرکعتین قبل المغرب فمتلن لا غیر ان ام سلمۃ قالت صلاہا عندی مرۃ فسالته ما هذه الصلوۃ فقال نسیت الرکعتین قبل العصر فصليتہما الآن، (رواہ الطبرانی فی کتابہ سنن الشامیین بحوالہ نصب الرایۃ ج ۲ ص ۱۷۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے پوچھا کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب سے پہلے دو رکعت نفل پڑھتے دیکھا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں، سوائے اس کے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایک مرتبہ آپ نے دو رکعتیں کیے

حضرت طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی کو بھی یہ دو رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور یہ نہ دیکھا کہ کسی نے بھی بھڑکے نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کی اجازت دی ہو۔
۲۔ عن حماد قال سألت ابراہیم عن الصلوۃ قبل المغرب فنہانف عنها وقال ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واباکرو عمر لفر یصلوها، (کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ برہایت الامام محمد ص ۳۲)

حضرت حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مغرب سے پہلے نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے مجھے اس سے منع کیا اور فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما یہ نہیں پڑھتے تھے۔
۳۔ عن ابراہیم قال لم یصل ابوبکر ولا عمر ولا عثمان الرکعتین قبل المغرب، (مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۳۳۱)

حضرت ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں نہیں پڑھیں۔

۴۔ عن ابن المسیب قال کان المهاجرون لا یرکعون الرکعتین قبل المغرب وکانت الانصار یرکعون بہما، (مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۳۳۱)

پاس پڑھیں تو میں نے آپ سے سوال کیا کہ یہ کون سی نماز ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھنی بھول گیا تھا وہ میں نے اب پڑھی ہیں۔

۷۔ عن عبد الله بن بريدة قال حدثني عبد الله المزني عن النبي صلى الله عليه وسلم قال صلوا قبل صلاة المغرب قال في الثالثة لمن شاء كراهية ان يتخذها الناس سنة ،

(بخاری ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت عبداللہ بن بريدہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ حدیث نقل کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مغرب سے پہلے نماز پڑھو، تیسری بار آپ نے فرمایا جو چاہے اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ لوگ اسے سنت بنالیں۔

۸۔ عن مرثد بن عبد الله المزني قال اتيت عقبة بن عامر الجهني فقلت الا اعجبك من ابى تميم يركع ركعتين قبل صلاة المغرب فقال عقبة انا كنا نفعله على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم قلت فما يمنعك الآن قال الشغل ،

(بخاری ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت مرثد بن عبداللہ زنی فرماتے ہیں کہ میں حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، میں نے عرض کیا میں آپکو ابو تمیم

کی تعجب انگیز بات سناؤں ؟ وہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہیں۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دو رکعت میں ہم بھی پڑھا کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا تو اب کیا رکاوٹ پیش آگئی آپ نے فرمایا مصروفیت

۹۔ عن السائب بن يزيد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تزال امتي على الفطرة ما صلوا المغرب قبل طلوع النجم ، (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت سائب بن يزيد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت ہمیشہ فطرت پر ہے گی جب تک کہ مغرب کی نماز ستارہ نکلنے سے پہلے پڑھتی ہے گی

۱۰۔ عن ابی ایوب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوا المغرب لفطر الصائم وباد روا طلوع النجم رواه احمد ولفظه عند الطبراني صلوا صلاة المغرب مع سقوط الشمس ،

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مغرب کی نماز روزہ دار کے افطار کے وقت پڑھ لو اور ستارے کے نکلنے پر سبقت کرو (یعنی ستارہ نکلنے سے پہلے پڑھ لو)

یہ روایت امام احمد نے ذکر کی ہے اس روایت کے الفاظ طبرانی ہیں اس طرح ہیں کہ تم مغرب کی نماز سوچ ڈیبتے ہی پڑھ لو۔

اور ان کو سنت نہ سمجھنے والا ظالم اور بدعتی ہے۔

قارئین کرام غور فرمائیے یہ غیر متقلدین کا فتویٰ کس پر لگ رہا ہے؟ کیا خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان نوافل کو سنت سمجھنے سے نہیں روکا؟ عجیب بات ہے یہ حضرات فتویٰ لگاتے ہوئے اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اس کی زد میں کون کون آ سکتا ہے؟ شان اجتہاد میں جو شہدہ میں آیا اگل دیا۔ قارئین فیصلہ آپ کے سر پر ہے آپ فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

ابواب التراویح

تراویح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت کیا ہے؟

۱۔ عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرغب فی قیام رمضان من عین ان یا مرہم فیہ بعزیمۃ فیقول من تمام رمضان ایہانا واحتماباً غفرلہ ما تقدم من ذنبہ فستوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والا مر علی ذالک ثم کان الا مر علی ذالک فی خلافتہ ابی بکر وصدرنا من خلافتہ عمر علی ذالک

(مسلم ۱۵۹۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کی بہت ترغیب دیتے تھے، لیکن اس سلسلہ میں کوئی تاکید بھی حکم نہیں دیتے تھے، آپ فرماتے تھے جس نے رمضان (کی راتوں میں) میں ایمان کی حالت میں اور ثواب

کی نیت سے قیام کیا تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور معاملہ اسی طرح رہا پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دنوں میں بھی اسی طرح رہا۔

۲۔ عن عبد الرحمن بن عوف قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تبارک و تعالیٰ فرض صیام رمضان علیکم وسخت لکم قیامہ فمن صامہ وقامہ ایماناً واحتساباً خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ (ترمذی ۱۵۱۳۹)

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کئے ہیں اور میں نے تمہارے لیے اس میں قیام کو سنت قرار دیا ہے سو جس شخص نے رمضان میں روزے رکھے اور قیام کیا ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے کہ جس دن اس کو اس کی ماں نے جنم دیا تھا۔

۳۔ عن عروۃ ان عائشۃ اخبرتہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج لیلۃ من جوف اللیل فصلی فی المسجد وصلی رجال یصلونہ فاصبح الناس فتحدثوا فاجتمع اکثر منہم فصلی فصلوا معہ فاصبح الناس فتحدثوا فاکثر اهل

المسجد من الليلة الثالثة فخرج رسول الله
صلى الله عليه وسلم فصلوا فصلوا بصلواته فلما
كانت الليلة الرابعة عجز المسجد عن اهله
حتى خرج لصلوة الصبح فلما قضى الفجر اقبل
على الناس فتشهد ثم قال اما بعد فانه لم يخف
على مكانكم لكني خشيت ان تفرض عليكم
فتعجزوا عنها فتوقف رسول الله صلى الله
عليه وسلم والامر على ذلك ،

(بخاری ج ۱ ص ۱۶۹، مسلم ج ۱ ص ۱۵۹)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہیں
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ایک مرتبہ درمیان رات میں گھر سے تشریف لے گئے
آپ نے مسجد میں نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے بھی وہی
نماز پڑھی جب صبح ہوئی تو لوگوں نے (پچھلی رات کی نماز کا) آپس
میں تذکرہ کیا چنانچہ دوسری رات پہلے سے زیادہ تعداد ہو گئی،
پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ
وہی نماز لوگوں نے بھی پڑھی، صبح ہوئی تو پھر چرچا ہوا اور تیسری
رات لوگوں کی تعداد اور بھی زیادہ بڑھ گئی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے نماز پڑھی اور آپ کے ساتھ لوگوں نے بھی وہی نماز پڑھی، جب
چوتھی رات آئی تو مسجد نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے تنگ ہو گئی
اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے لیے ہی تشریف
لے گئے جب نماز ادا کر لی تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا تمہارا یہاں آنا مجھ پر مخفی نہیں
تھا لیکن میں ڈرا کہ کہیں نماز تم پر فرض نہ ہو جائے اور تم اس کے
ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے
تشریف لے گئے اور معاملہ اسی طرح رہا۔

۴۔ عن ابی ذر صہنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم رمضان فلم یقیم بنا شیئا من الشهر
حتى بقی سبعم فقام بنا حتى ذهب ثلث الليل
فلما كانت السادسة لو یقیم بنا فلما كانت
الخامسة قام بنا حتى ذهب شطر الليل فقلت
یا رسول اللہ لو نفلتنا قیام هذه الليلة قال فقال
ان الرجل اذا صلى مع الامام حتى يتصرف حسب
له قیام ليلة قال فلما كانت الرابعة لو یقیم
فلما كانت الثالثة جمع اهله ونساءه
والناس فقام بنا حتى خشینا ان یضوتنا الفلاح
قال قلت ما الفلاح قال السحور ثم لو یقیم
بنا بقیتہ الشهر، (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۵)

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے، آپ نے پورے
مہینے ہمیں رات میں نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ سات دن باقی
رہ گئے تو (تیسویں رات میں) آپ نے ہمیں نماز پڑھائی یہاں تک
کہ تہائی رات گزر گئی۔ جب چھ دن رہ گئے تو نماز نہیں پڑھائی (یعنی)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں ایک رات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر تشریف لائے اور صحابہ کرام کو چوبیس رکعتیں (۴۰ عشاء کی اور ۲۰ تراویح کی) پڑھائیں اور تین رکعات وتر پڑھے۔

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے وہ خلافت میں تراویح ۲۰ رکعات پڑھی جاتی تھیں

۸۔ عن عبد الرحمن بن عبد القاری انہ قال خرجت مع عمر بن الخطاب ليلة في رة صنان الى المسجد فانا فانا الناس اوزاع متفرقون يصلي الرجل لنفسه و يصلي الرجل فيصلي بصدوة المرحط فقتال عمر اني اري نوجعت هؤلاء على قارئ واحد لكان امثل شتم عزم فجمعهم على ابى بن كعب شتم خرجت معه ليلة اخرى والناس يصلون بصلوة قارئهم قال عمر نعم البدعة هذه والتي تتامون عنها افضل من التي تقومون يريد آخر الليل وكان الناس يقومون اوله ، (بخاری ج ۱ ص ۲۱۹)

حضرت عبد الرحمن بن عبد القاری فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان المبارک میں ایک رات مسجد کی طرف نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ مختلف ٹولیوں میں بیٹے ہوئے تھے، کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کوئی شخص نماز

پڑھ رہا تھا تو ایک گروہ اس کی اقتداء کر رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ اگر میں ان لوگوں کو ایک قاری کی اقتداء میں جمع کر دوں تو بہت اچھا ہو، پھر آپ نے اس کا عزم کر لیا اور لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں جمع کر دیا، پھر میں ایک دوسری رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ نئی چیز بہت اچھی ہے اور وہ نماز جس سے تم سو جاتے ہو وہ افضل ہے اس نماز سے جو تم پڑھ رہے ہو آپ کی مراد اس سے رات کے آخری حصے میں قیام کرنا تھا اور لوگ شروع رات میں قیام کرتے تھے۔

۹۔ عن ابی بن کعب ان عمر بن الخطاب امره ان يصلي بالليل في رمضان فقتال ان الناس يصومون النهار ولا يحسنون ان يمتروا فلو قرأت عليهم بالليل فقتال يا امير المؤمنين هذا شئ لم يكن فقتال فتد علمت ولكنك حسن فضلي بهم عشرين ركعة، رواه ابن مزيه (كنز العمال ج ۸ ص ۸۵)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نہیں حکم دیا کہ وہ رمضان میں راستہ کو لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ دن میں روزہ تو

رکھتے ہیں لیکن اچھی طرح قرارت نہیں کر سکتے اگر قمرات کو ان پر قرآن پڑھا کر دیا تو اچھا ہو، حضرت ابی بن کعبؓ نے عرض کیا کہ امیر المؤمنینؓ پہلے ایسے نہیں ہوا۔ آپؐ نے فرمایا مجھے بھی معلوم ہے تاہم یہ ایک اچھی چیز ہے چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات پڑھائیں۔

۱۰۔ عن الحسن ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جمع الناس علی ابی بن کعب فكان یصلی لیسو عشرين رکعتاً، الحدیث (ابوداؤد، ص ۱۵۷، سیر اعلام النبلاء، ج ۱، ص ۱۵۷) جامع المسانید والسنن، کتاب الفرائض، ج ۱، ص ۱۵۷ حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر اکٹھا کر دیا، آپ انہیں بیس رکعتیں پڑھاتے تھے۔

۱۱۔ عن یحییٰ بن سعید ان عمر بن الخطاب امر رجلاً یصلی بهم عشرين رکعتاً، (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۹۳) حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے۔

۱۲۔ عن عبد الصمد بن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی شهر رمضان بالمدينة عشرين رکعتاً و یوتر بثلاث، (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۹۳) حضرت عبدالعزیز بن رفیعؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں مدینہ طیبہ میں لوگوں کو بیس رکعات

پڑھاتے تھے اور دتر تین رکعات۔

۱۳۔ عن یزید بن رومان انه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث وعشرين رکعتاً

(موطا امام مالک ۱ ص ۹۵، سنن کبریٰ بیہقی ۲ ص ۲۹۶)

حضرت یزید بن رومان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رمضان میں تیس رکعات پڑھا کرتے تھے (۲۰ تراویح ۲ دتر)

۱۴۔ قال محمد بن کعب القرظی کان الناس یصلون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان عشرين رکعتاً یطیلون فیها القراءة و یوترون بثلاث، (مختصر قیام الیل ص ۱۵۷)

حضرت محمد بن کعب قرظیؓ فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رمضان المبارک میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے جن میں خوب لمبی قرارت کرتے تھے اور دتر تین رکعات پڑھتے تھے۔

۱۵۔ عن ابن ابی ذئب عن یزید بن حصیف عن السائب بن یزید قال کافوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی شهر رمضان بعشرين رکعتاً قال و کافوا یترؤن بالمثین و کافوا یتوکؤن علی عصیہم فی عهد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ من شدة القیام، (سنن کبریٰ بیہقی ۲ ص ۲۹۶)

حضرت ابن ابی ذئب بواسطہ حضرت یزید بن خصیفہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ
روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ لوگ (صحابہ کرام) حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں رمضان المبارک میں بیس
رکعتیں پڑھتے تھے، حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ وہ
لوگ تراویح میں مئیں سو تیس پڑھتے تھے اور حضرت عثمان غنی
رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں لوگ شدت قیام کی وجہ سے اپنی
لاٹھیوں کا سہارا لیا کرتے تھے۔

۱۶۔ محمد بن جعفر قال حدثني يزيد بن خصيفه
عن السائب بن يزيد قال كنا نقوم في زمان عمر
بن الخطاب بعشرين ركعة والوتر،

(مسند ابن عمر والآثار ۴ ص ۱۱۷)

محمد بن جعفر کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حضرت یزید بن
خصیفہ رحمہ اللہ نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے کہ
وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں
بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

قال الامام احمد بن حنبل وقد جاء عن عمران

كان يصلي في الجماعة (المعنى ابن قدامة ج ۲ ص ۱۱۸)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی
اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ تراویح عجمت
کے ساتھ پڑھتے تھے۔

روى اسد بن عمرو عن ابى يوسف قال سألت

ابا حنيفة عن التراويح وما فعله عمر رضي الله

عنه فقال التراويح سنة مؤكدة ولم يتخص
عمر من تلقاء نفسه ولم يكن فيه مبتدعا
ولم يأمر بها الا عن اصل لديه وعهد من
رسول الله صلى الله عليه وسلم،

(مراۃ المفاتیح مع حاشیہ ص ۳)

حضرت اسد بن عمروؓ حضرت قاضی ابویوسفؒ سے روایت کرتے
ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے
تراویح اور اس سلسلہ میں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا ہے اس
کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا تراویح سنت مؤکدہ ہیں اور
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۰ رکعات خود اپنی طرف سے مقرر
و متعین نہیں کیں اور نہ وہ کسی بدعت کے ایجاد کرنے والے
تھے آپ نے جو ۲۰ کا حکم دیا ہے اس کی آپ کے پاس ضرور کوئی
اصل تھی اور ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت

میں بھی تراویح ۲۰ رکعات ہی پڑھی جاتی تھیں

۱۷۔ عن ابي عبد الرحمن السلمي عن علي رضي الله

عنه قال دعى الفراء في رمضان فامر منهم

رجلا يصلي بالناس عشرين ركعة قال وكان

علي رضي الله عنه يوتر بهم،

(مسند بکری ج ۲ ص ۱۱۷)

حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی

رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں قراءہ حضرات کو بلایا اور ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو ۲۰ رکعات تراویح پڑھائے حضرت ابو عبد الرحمنؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں وتر پڑھاتے تھے۔

۱۸۔ عن ابی الحسناء ان علیا امر رجلا ان یصل بالناس خمس ترویحات عشرین رکعتا ،
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱۷)
حضرت ابو الحسنارؓ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحات یعنی بیس رکعات تراویح پڑھایا کرے۔

قتال احمد (بن حنبل) کان جابر و علی و عبد اللہ یصلونہا فی جماعت ، (المعنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۱۱۷)
حضرت امام احمد حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر حضرت علی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہم تراویح جماعت کے ساتھ ادا کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے

۱۹۔ عن زید بن وہب قال کان عبد اللہ بن مسعود یصلی بیئاً فی شہر رمضان فینصرف و علیہ لیل قال الا عیش کان یصلی عشرین رکعتا و یوتر بثلاث ،
(مختصر قیام اللیل للروزی ص ۱۱۷)

حضرت زید بن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ ہم کو رمضان میں نماز پڑھاتے تھے۔ جب فارغ ہو کر واپس ہوتے تو ابھی رات رہتی تھی، امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ (حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے اور تین رکعت وتر۔
تراویح کے بیس رکعات ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع

قال المحدث الفقیہ محمد بن قدامہ الحنبلی المتوفی ۵۹۵ھ
روی مالک عن ابن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر فی رمضان بثلاث و عشرین رکعتا و عن علی انہ امر رجلا یصل بهم فی رمضان عشرین رکعتا و هذا کالاجماع (المعنی لابن قدامہ ج ۲ ص ۱۱۷)

حضرت محمد بن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۵ھ) فرماتے ہیں امام مالک رحمہ اللہ نے زید بن رومانؓ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رمضان المبارک میں لوگ تیس رکعات پڑھا کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس رکعات پڑھائے اور یہ اجماع کی مانند ہے۔

قال العلامة القسطلانی الشافعی المتوفی ۹۲۳ھ
” وقد عدوا ما وقع فی زمن عمر رضی اللہ عنہ کالاجماع “ (ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۱۱۷)
حضرت علامہ قسطلانی شافعی رحمہ اللہ (متوفی ۹۲۳ھ) فرماتے

ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جو ہوا اس کو فقہاً
نے اجماع کی طرح شمار کیا ہے۔

قال العلامة علی بن سلطان القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۲ھ

”اجمع الصحابة علی ان التراويح عشرون
رکعتاً“ (مرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۱۹۸)

حضرت ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۲ھ) فرماتے ہیں کہ صحابہ
کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ تراویح بیس رکعتیں ہیں۔

”فصار اجماعاً علماً روی البیہقی باسناد صحیح
انہم كانوا یقیہون علی عہد عمر عشرین
رکعتاً و علی عہد عثمان و علی رضی اللہ عنہم“

(شیخ المفاتیح ج ۲ ص ۱۹۸)
پس تراویح کے ۲۰ رکعات ہونے پر اجماع ہو گیا کیونکہ امام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ

روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور
خلافت میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے ایسے ہی حضرت عثمان
و علی رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں بھی۔

قال العلامة سید محمد مرتضی الزبیدی المتوفی ۱۲۰۵ھ

”وبالاجماع الذی وقع فی زمن عمر اخذ
ابو حنیفۃ والنووی والشافعی والحمد

والجمہور واختاره ابن عبد البر“

(اتحاف السادة المتقین ج ۳ ص ۸۷)

حضرت علامہ سید محمد مرتضی زبیدی (متوفی ۱۲۰۵ھ) فرماتے

ہیں کہ اس اجماع کی بنا پر جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ

خلافت میں ہوا حضرت امام ابو حنیفہؒ امام نوویؒ امام شافعیؒ امام
احمدؒ اور جمہور علماء نے یہ مسلک اپنایا ہے (کہ تراویح

بیس رکعات ہیں) اسی کو علامہ ابن عبد البرؒ نے اختیار کیا ہے

حضرت سدید بن غفلہؒ متوفی ۸۲ھ تراویح ۲۰ رکعات پڑھاتے تھے

۲۰۔ انیانا ابو الخصیب قتال کان یؤمننا سدید بن

غفلۃ فی رمضان فیصلی خمس ترویحات

عشرین رکعتاً، (سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

حضرت ابو الخصیبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سدید بن غفلہؒ رحمہ اللہ

ذہبت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے صحبت

یافتہ، رمضان المبارک میں ہماری امامت کرتے تھے، پس وہ پانچ

ترویجے بیس رکعات (تراویح) پڑھتے تھے۔

حضرت ابو البختریؒ متوفی ۸۳ھ تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے

۲۱۔ عن ابی البختریؒ انہ کان یصلی خمس ترویجات

فی رمضان و یوق ثلث، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۹۲)

حضرت ابو البختریؒ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ رمضان المبارک

میں پانچ ترویجے (بیس رکعات) اوترین و تری پڑھتے تھے۔

حضرت علی بن ربیعہؒ تراویح ۲۰ رکعات پڑھاتے تھے

۲۲۔ عن سعید بن ابی عبیدان علی بن ربیعۃ کان یصلی

بہم فی رمضان خمس ترویجات و یوق ثلث،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۹۲)

حضرت سعید بن ابی عبیدانؒ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ربیعہؒ

رحمہ اللہ (حضرت علی اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کے شاگرد) رمضان المبارک میں لوگوں کو پانچ ترویجے (۲۰ رکعات) اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

حضرت شتیر بن شکلؓ — تراویح ۲۰ رکعات پڑھتے تھے

۲۳۔ عن شتیر بن شکل انه كان يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر، (مصنف ابن أبي شيبة ج ۲ ص ۲۹۲) حضرت شتیر بن شکلؓ رحمہ اللہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد) سے مروی ہے کہ وہ رمضان میں بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھاتے تھے۔

حضرت حارث اعورؓ — بھی تراویح ۲۰ رکعات پڑھاتے تھے

۲۴۔ عن أبي اسحق عن الحارث انه كان يوم الناس في رمضان بالليل بعشرين ركعة، ويوتر بثلاث، ويقنت قبل الركوع، (مصنف ابن أبي شيبة ج ۲ ص ۲۹۲) حضرت ابو اسحقؓ سے مروی ہے کہ حضرت حارث اعور رحمہ اللہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد) رمضان المبارک میں رات کو لوگوں کو ۲۰ رکعات تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے اور وہ قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ متوفی ۹۱ حضرت سعید بن ابی الحسنؓ متوفی ۱۰۱ اور حضرت عمران عبیدیؓ متوفی ۲۰ رکعات تراویح پڑھاتے تھے

۲۵۔ عن يونس ادركت مسجد الجامع قبل فتنه ابن الاشعث يصلي بهم عبد الرحمن بن ابی بکر

وسعيد بن ابی الحسن وعمران العبدي كانوا يصلون خمس تراويح فاذا دخل العشر زادوا واحدة و يقنتون في النصف الآخر و يختتمون القرآن مرتين، (مختصر قیام اللیل للمروزی ص ۵۸)

حضرت یونسؓ سے روایت ہے وہ قرأتے ہیں کہ میں نے ابن الاشعث کے فتنہ (۵۸۳) سے پہلے جامع مسجد بصرہ میں دیکھا کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ حضرت سعید بن ابی الحسن اور حضرت عمران عبیدی رحمہم اللہ لوگوں کو پانچ ترویجے (۲۰ رکعات) پڑھاتے تھے اور جب آخری عشرہ آتا تو ایک ترویجے کا اضافہ کر دیتے تھے اور وہ رمضان کے دوسرے نصف میں قنوت پڑھتے تھے اور دو مرتبہ قرآن ختم کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم نخعیؓ متوفی ۹۶ھ کا فرمان

۲۶۔ عن ابراهيم بن النضر ان الناس كانوا يصلون خمس تراويحات في رمضان،

(کتاب آثار اللہ امام ابی حنیفہؒ روایت ابی یوسف ص ۱۶) حضرت ابراہیم نخعیؓ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ لوگ (صحابہ و تابعین) رمضان المبارک میں پانچ ترویجے (۲۰ رکعات) پڑھتے تھے۔

حضرت عطاء بن ابی رباحؓ متوفی ۱۱۴ھ کا فرمان

۲۷۔ عن عطاء قال ادركت الناس وهم يصلون ثلث عشرة وعشرين ركعة بالوتر، (مصنف ابن أبي شيبة ج ۲ ص ۲۹۲)

حضرت عطار بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا ہے کہ لوگ (صحابہ و تابعین) وتر ملا کر کل تیس رکعات پڑھتے تھے حضرت ابن ابی ملیکہ متوفی ۱۱۷ھ تراویح ۲۰ رکعات پڑھایا کرتے تھے

۲۸۔ عن نافع مولى ابن عمر قال كان ابن ابی ملیکہ یصلی بنا فی رمضان عشرين رکعتاً

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹)

حضرت نافع مولى ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ رمضان المبارک میں ہمیں ۲۰ رکعات پڑھایا کرتے تھے۔

حضرت سفیان ثوری متوفی ۱۶۱ھ اور حضرت عبد اللہ بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ ۲۰ رکعات تراویح کے قائل تھے

قال الامام الترمذی و اکثر اهل العلم علی ما روی عن علی وعمر وعنیو هما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرين رکعتاً وهو قول سفیان الثوری وابن المبارک الخ (ترمذی ج ۱ ص ۱۶۶)

حضرت امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم ۲۰ رکعات کے قائل ہیں جیسا کہ حضرت علی حضرت عمر اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے، یہی حضرت سفیان ثوری اور حضرت عبد اللہ بن مبارک کا قول ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ کا مسلک

قال الامام فخر الدین حسن بن منصور اور جندی "مقدار التراویح عند اصحابنا و الشافعی ما روی الحسن عن ابی حنیفہ قال القیام فی شهر رمضان سنتہ لا یثبت فی ترکها یصلی لا ھل کل مسجد فی مسجد ھم کل لیلة سوک الوتر عشرين رکعتاً خمس ترویات بعشر تسلیمات یسلم فی کل رکعتین (فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۶۶)

حضرت امام فخر الدین حسن بن منصور اور جندی (المعروف قاضی خان متوفی ۵۹۲ھ) فرماتے ہیں کہ تراویح کی مقدار ہمارے اصحاب اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک وہی ہے جو امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کی ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں قیام کرنا (تراویح پڑھنا) سنت (مؤكدہ) ہے اس کا ترک مناسب نہیں، ہر مسجد والوں کے لیے ان کی مسجد میں ہر رات وتر کے علاوہ بیس رکعتیں پڑھانی جائیں، پانچ ترویجے و کس سلاموں کے ساتھ ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔

حضرت امام مالک کا مسلک

قال ابن رشد المالکی، "واختلفوا فی المختار من عدد الركعات التي یقوم بہا الناس فی رمضان فاختار مالک فی احد قولیه و ابو حنیفہ

والشافعی و احمد و داود و القیام بعشرین
رکعت سوى الترتیب و ذکر ابن القاسم عن مالک
انه کان یستحسن ستا و ثلاثین رکعت و الترتیب
ثلث ، (بایة المجتہد اصلہ)

حضرت قاضی ابن رشد مالکیؒ (متوفی ۵۹۵ھ) فرماتے ہیں کہ
فقہائے کرام نے ان رکعات کی تعداد کے اختیار کرنے میں جو
کہ لوگ رمضان المبارک میں پڑھتے ہیں اختلاف کیا ہے، پس
حضرت امام مالکؒ نے اپنے ایک قول کے مطابق اور حضرت
امام ابو حنیفہؒ حضرت امام شافعیؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ
اور داؤد ظاہریؒ نے وتر کے علاوہ ۲۰ رکعات پڑھنے کو اختیار
کیا ہے، اور ابن القاسمؒ نے امام مالکؒ سے روایت کیا ہے
کہ حضرت امام مالکؒ ۳۶ رکعات تراویح اور تین رکعت وتر
پڑھنے کو مستحسن سمجھتے تھے۔

حضرت امام شافعیؒ کا مسلک

قال الامام الشافعیؒ "واختلف اهل
رمضان فرأى بعضهم ان یصلی احدی واربعمین
رکعة مع الترتیب و هو قول اهل المدينة والعمل
على هذا عندهم بالمدينة و اکثر اهل العلم
على ما روی عن علی وعمر و خیر هما من
اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین
رکعت و هو قول الثوری وابن المبارک والشافعی

وقال الشافعی و هكذا أدركت ببلدنا بمكة یصلون
عشرین رکعت ، (ترمذی ج ۱ ص ۶۶)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل علم نے قیام رمضان (تراویح)
کے بارے میں اختلاف کیا ہے ان میں سے بعض وتر سمیت اکیس
رکعتوں کے قائل ہیں یہی اہل مدینہ کا قول ہے اور اسی پر اہل مدینہ
کا عمل ہے اور اکثر اہل علم ۲۰ رکعات (تراویح) کے قائل ہیں جیسا کہ
حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے یہی حضرت سفیان ثوریؒ حضرت
عبد اللہ بن مبارکؒ اور حضرت امام شافعیؒ کا قول ہے، حضرت
امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے ہی پایا ہے اپنے شہر
مکہ مکرمہ میں کہ وہاں (سب) بیس رکعتیں ہی پڑھتے ہیں۔

وقال الامام المزنی فی فتلہ عن الامام الشافعی
"فاما قیام شہر رمضان احب النبی عشیرون
لاثر روی عن عمر و کذا لک یقولون
بمكة و یوترون بثلاث ، (مختصر المزنی ص ۱۷)

حضرت امام مزنیؒ، حضرت امام شافعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ
اہل مدینہ نے فرمایا رمضان المبارک کے قیام میں مجھے بیس رکعتیں
محبوب ہیں کیونکہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں اور
لوگ مکہ مکرمہ میں (تراویح) ۲۰ رکعات ہی پڑھتے ہیں اور
وتر تین رکعت۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک

قال الامام ابن قدامة الحنبلي "والمختار عند ابي عبد الله فيها عشرون ركعة و بهذا قال الثوري والوحيفي والشافعي وقال مالك ست و ثلاثون وزعم انه الامر القديم وتعلق بفعل اهل المدينة ولنا ان عملنا جميع الناس على ابي بن كعب كان يصلي بهم عشرين ركعة" (المفتي لابن قدامة ج ۲ ص ۷۷)

امام ابن قدامة حنبلي رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابو عبد اللہ (امام احمد بن حنبلؒ) کے نزدیک تراویح میں بیس رکعتیں مختار و پسندیدہ ہیں امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ بھی اسی کے قائل ہیں اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ چھتیس رکعتیں ہیں اور ان کا خیال ہے کہ یہی امر قدیم بھی ہے انہوں نے اہل مدینہ کے فعل سے تعلق کیا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں اکٹھا کیا تو وہ لوگوں کو بیس رکعتیں ہی پڑھاتے تھے۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ متوفی ۵۶۱ھ کا فرمان

"و صلوٰۃ التراویح سنة النبي صلى الله عليه وسلم وهي عشرون ركعة يجلس عقب كل ركعتين ويسلم فهي خمس ترويحاً كل اربعة منها ترويحاً" (غنية الطالبين مترجم ص ۳۹، ص ۴۰)

نماز تراویح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے..... اور یہ بیس رکعتیں ہیں ہر دو رکعت کے بعد بیٹھے اور سلام پھیرے اس طرح پانچ ترویجے ہوں گے ہر چار رکعت تراویح کے بعد ایک ترویجہ امام ابو حامد الغزالی الشافعیؒ متوفی ۵۰۵ھ کا فرمان

"التراویح وهي عشرون ركعة وكيفيتها مشهودة وهي سنة مؤكدة"

(احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۷۷)
تراویح بیس رکعتیں ہیں جن کا طریقہ مشہور و معروف ہے اور یہ سنت مؤکدہ ہیں۔

امام تقی الدین ابن تیمیہ الحنفیؒ متوفی ۷۲۸ھ کا فرمان

"قد ثبت ان الجلس بن كعب كان يصوم بالناس عشرين ركعة في رمضان و يوتر بثلاث فرائد كثير من العلماء ان ذلك هو السنة لا منه قام بين المهاجرين و الانصار ولم ينكره منكر" (فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۳ ص ۷۷)

یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں (صحابہ و تابعین) کو رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور تین و تر پڑھاتے تھے لہذا بہت سارے علماء نے اسی کو سنت قرار دیا ہے کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیس رکعتیں حضرات انصار و مهاجرین رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں پڑھائی تھیں اور کسی نے انکار نہیں کیا۔

علامہ زین العابدین بن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ کا فرمان

”قوله عشرون ركعة بيان تكمينتها وهو قول الجمهور ولما في المؤطا عن يزيد بن رومان قال كان الناس يقومون في زمن عمر بن الخطاب بثلاث وعشرين ركعة وعليه عمل الناس شوقاً وغرباً“
(المجموع للرائع ج ۲ ص ۱۱۱)

صاحب كنز الدقائق کا قول کہ ”تراویح بیس رکعتیں ہیں“ تراویح کی مقدار کا بیان ہے اور یہی جمہور کا قول ہے کیونکہ مولانا امام مالکؒ میں حضرت یزید بن رومان سے روایت ہے کہ لوگ (صحابہ و تابعین) حضرت عمرؓ بن خطابؓ کے زمانہ میں بیس رکعتیں (مع وتر کے) پڑھتے تھے اور اسی پر مشرق و مغرب کے لوگوں کا عمل ہے۔

علامہ علاء الدین الحسکی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ کا فرمان

(التراویح سنہ ۱۰۸۸) مؤکدة لما اظہرتہ الخلفاء الراشدين (للرجال والنساء) اجماعاً (وهي عشرون ركعة) حکمتہ مساواة الملک مکمل
(الدر المختار مع حاشیہ رد المحتار ج ۲ ص ۱۱۱)

تراویح سنہ مؤکدہ ہے مردوں اور عورتوں سب کے لیے اجماعاً کیونکہ اس پر خلفاء راشدین نے موافقت فرمائی ہے اور تراویح بیس رکعتیں ہیں اور بیس کی حکمت یہ ہے کہ مکمل یعنی تراویح مکمل یعنی فرائض مع الوتر کے برابر ہو جائیں کیونکہ فرائض کی کل رکعتیں

وتر ملا کر بیس بنتی ہیں

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ کا فرمان

”قوله وهي عشرون ركعة وهو قول الجمهور وعليه عمل الناس شوقاً وغرباً“
(الدر المختار مع حاشیہ رد المحتار ج ۲ ص ۱۱۱)

صاحب در مختار کا قول کہ ”تراویح بیس رکعتیں ہیں“ یہی جمہور علماء کا قول ہے اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے مشرق و مغرب میں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ کا فرمان

”والذي استقر عليه الامر واشتهر من الصحابة والتابعين ومن بعدهم هو العشرون وما دوى انها ثلث وعشرون فبحساب الوقت معها“
(ما ثبت بالسنة من تراجم ص ۱۱۱)

اور جس تعداد پر کثرت تراویح کا معاملہ مستقل ہوا اور صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے بزرگوں سے وہ تعداد مشہور ہوئی وہ بیس رکعتیں ہیں اور یہ جو مردی ہے کہ تراویح بیس رکعتیں ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ تراویح کے ساتھ وتر ملا کر بیس رکعتیں ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی متوفی ۱۱۷۹ھ کا فرمان

”وعده عشرون ركعة وذلك انهم رأوا النبي صلى الله عليه وسلم يشرع للمحسنين

احدی عشرۃ رکعتہ فی جمیع السنۃ
فحکموا انہ لا ینبغی ان یکون حظ المسلم
فی رمضان عند قعدہ الا قتحام فی لحدۃ التشبہ
بالمکوت اقل من ضعفہا

(حجۃ اللہ البالغۃ ج ۲ ص ۱۸)

تراویح کی رکعتوں کی تعداد بیس ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں
نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے سارے سال میں
محنین کے لیے گیارہ رکعتیں مقرر فرمائی ہیں کیونکہ سارے سال عموماً
تہجد آٹھ رکعات اور وتر تین رکعات ادا کئے جاتے ہیں تو انہوں
نے فیصلہ کیا کہ رمضان کے مہینے میں جب ایک مسلمان تشبہ
بالمکوت کے سمندر میں غوطہ زن ہونے کا ارادہ کرے تو اس
کے لیے مناسب نہیں ہے کہ اس کا اس سے دو گنی رکعات
سے کم حصہ ہو۔

علامہ عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ کا فرمان

”ان مجموع عشرین رکعتہ فی التراویح سنتہ
مؤکدۃ لا تنہ ما واطب علیہ الخلفاء و ان
لم یواظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و علی
آلہ و سلمو وقد سبق ان سنت الخلفاء ایضاً لازم
الاتباع و تارکھا آثم و ان کان اشمہ دونہ
اثم تارک السنۃ النبویۃ منہن اکتفی علی
شمان رکعات یکون مسبباً لترك سنت الخلفاء

وان شئت ترتیبہ علی سبیل القیاس فمستل
عشرون رکعتہ فی التراویح ما واطب علیہ
الخلفاء الراشدون و کل ما واطب علیہ الخلفاء
سنتہ مؤکدۃ بشم تضمنہ مع ان کل سنتہ مؤکدۃ
یا شم تارکھا فی تیج عشرون رکعتہ یا شم تارکھا و متجات هذا القیاس
قد اثبتناھا فی الاصول السابغۃ

اتخذ الخیار فی احیاء سنتہ سید الاہل بیتہ بوالرئول اکرم کا طریقہ نماز ص ۲۵۲
تراویح میں بیس رکعات سنت مؤکدہ ہیں اس لیے کہ اس پر
خلفاء راشدین نے مداومت کی ہے اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے مداومت نہیں کی اور پہلے بتایا جا چکا ہے کہ خلفاء راشدین کی
سنت بھی واجب الاتباع ہے اور اس کا چھوڑنے والا گنہگار
ہے اگرچہ اس کا گناہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ترک کرنے
والے سے کم ہے لہذا جو شخص آٹھ رکعت پر اکتفا کرے وہ
براکام کرنے والا ہے کیونکہ اس نے خلفاء راشدین کی سنت ترک
کر دی اگر تم قیاس کے طریقے پر اس کی ترتیب سمجھنا چاہو تو یوں
کہو ”بیس رکعت تراویح پر خلفاء راشدین نے مواظبت کی اور
جس پر خلفاء راشدین نے مواظبت کی ہو وہ سنت مؤکدہ ہے
لہذا بیس رکعت تراویح بھی سنت مؤکدہ ہے پھر اس کے
ساتھ یہ بھی ملاؤ کہ سنت مؤکدہ کا تارک گنہگار ہوتا ہے لہذا
بیس رکعات کا تارک بھی گنہگار ہوگا“ اس قیاس کے مفادات
ہم اصول سابقہ میں ثابت کر چکے ہیں۔

مذکورہ احادیث و آثار اور اقوال ائمہ مجتہدین سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو قیام رمضان کی بہت ترغیب دی ہے، تراویح آپ خود بھی پڑھتے تھے اور آپ نے تراویح (تین دن - ۲۳ - ۲۵ - ۲۷ رمضان) صحابہ کو پڑھائی بھی ہیں، تراویح کو آپ نے امت کے لیے سنون قرار دیا ہے، جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲-۳ اور ۴ سے واضح ہے اس بنا پر جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا سنتِ موکدہ (علی الکفاۃ) ہے اور یہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعات تراویح پڑھنا ثابت ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عمار بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی احادیث (۶ اور ۷) سے ظاہر ہے اور چونکہ انہیں امت کی تلقین بالقبول حاصل ہے اس لیے یہ صحیح لغیرہ کے درجے کی احادیث ہیں۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں بھی صحابہ کرام باجماعت تراویح پڑھتے رہے ہیں جیسا کہ حدیث نمبر ۵ سے ظاہر ہے۔

(۴) خلفاء راشدین حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم نے بیس رکعات تراویح پر موافقت فرمائی اور ان کے دورِ خلافتِ راشدہ میں تراویح بیس رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی رہیں، اس لیے تراویح بیس رکعات ہی سنتِ موکدہ ہیں۔

(۵) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں تراویح کے بیس رکعات ہونے پر اجماع ہو گیا تھا کیونکہ جب آپ نے حضرت ابی

بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتدار میں سب صحابہ کرام کو جمع کیا تھا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بیس رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا تو اس وقت کسی نے بھی آپ کے اس فعل کی کسی درجے میں بھی مخالفت نہیں کی تھی، حالانکہ اس وقت انصار و مہاجرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات بالخصوص سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سب موجود تھے، لیکن کسی نے بھی آپ کے اس فعل پر انکار نہیں کیا۔

(۶) جلیل القدر تابعین و تبع تابعین بھی اکثر تراویح بیس رکعات ہی پڑھتے پڑھاتے رہے۔

(۷) ائمہ اربعہ حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام مالک رحمہم اللہ بیس رکعات تراویح کے قائل تھے۔

(۸) خیر القرون کے دور میں عہدِ فاروقی سے لے کر اب سے کچھ پہلے تک تمام مسلمانانِ عالم کم از کم بیس رکعتوں کے قائل تھے، اور مشرق و مغرب میں ہر عہد تراویح بیس رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی رہیں۔ مراکز اسلام میں سے مدینہ طیبہ میں خلفاء راشدین حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم کے دورِ خلافت میں تراویح بیس رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی رہیں، دورِ خلافتِ راشدہ کے بعد بھی کم از کم بیس پر عمل رہا۔ اس سے زیادہ تو پڑھی گئیں لیکن اس سے کم نہیں، آج بھی مدینہ منورہ میں تراویح بیس رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں، مکہ مکرمہ میں حضرت عطار بن ابی رباحؒ کے زمانہ تک تراویح بیس رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی تھیں جیسا کہ حدیث نمبر ۲۷ سے واضح ہے۔ حضرت عطارؒ کی وفات

۱۱۴ھ میں ہوئی، حضرت ابن ابی ملیکہؓ جن کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی وہ یہاں تراویح میں رکعات ہی پڑھاتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲۸ سے واضح ہے اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ جن کی وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں لوگوں کو بیس رکعات ہی پڑھتے ہوئے پایا ہے اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ چونکہ خود بیس کے قائل تھے اس لیے ان کے بعد مکہ مکرمہ اور اس کے علاوہ ہر جگہ جہاں جہاں ان کے متبعین تھے سب بیس پر عمل کرتے تھے آج بھی مکہ مکرمہ میں بیس رکعات تراویح پر ہی عمل جاری و ساری ہے۔

کوفہ اور بصرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے بیس رکعات تراویح پڑھی پڑھانی جاتی تھیں۔ خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تراویح میں رکعات پڑھتے تھے۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۱۷-۱۸-۱۹ سے ظاہر ہے۔ کوفہ میں حضرت حارث اعورؓ متوفی ۶۵ھ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ہیں وہ بیس رکعاتیں پڑھایا کرتے تھے نیز حضرت علی بن ربیعہؓ متوفی ۶۰ھ جو حضرت علی اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کے شاگرد تھے وہ بھی بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھایا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲۲ اور ۲۳ سے واضح ہے، امام کوفہ حضرت سفیان ثوریؓ جن کی وفات ۱۶۱ھ ہجری میں ہوئی وہ بھی بیس رکعات کے قائل تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہؓ جن کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی وہ خود بیس رکعات کے قائل تھے ان کے بعد ان کے تمام متبعین کا عمل بیس پر رہا۔

بصرہ میں حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرہ سعید بن ابی الحسن اور عمران

عبدی رحمہم اللہ ۸۳ھ سے پہلے بصرہ کی جامع مسجد میں بیس رکعات پڑھایا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲۵ سے واضح ہے۔

بعثتِ ادا میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جن کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی وہ بھی بیس رکعات کے قائل تھے جیسا کہ ابن رشد مالکیؒ کے بیان سے ظاہر ہے۔

خراسان میں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ جن کی وفات ۱۸۱ھ میں ہوئی ہے وہ بھی بیس رکعات ہی کے قائل تھے۔

تیسری صدی کے وسط سے پہلے ہی ائمہ اربعہ حضرت امام ابو حنیفہؓ حضرت امام مالکؓ، حضرت امام شافعیؓ، حضرت امام احمد بن حنبلؓ اپنی اپنی فقہ کی اپنے شاگردوں کو تعلیم دے کر دنیا سے رخصت ہو گئے تھے اور ان کے فقہی مسالک کی اشاعت اور ان پر عمل شروع ہو چکا تھا، جو آج تک جاری ہے تقریباً ہر صدی کے فقیہ نے کم از کم بیس رکعات ہی کا ذکر کیا ہے۔ مشہور فقہار کرام و بزرگان دین کے اقوال آپ نے اوپر ملاحظہ فرمائے جن میں چھٹی صدی ہجری کے فقیہ و بزرگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حنبلیؒ اور حضرت امام غزالی شافعیؒ دونوں نے تراویح میں رکعات ہی بتلائی ہیں۔ آٹھویں صدی ہجری میں علامہ ابن تیمیہؒ بیس رکعات ہی کا ذکر کرتے ہیں۔ دسویں صدی ہجری میں علامہ ابن نجیمؒ مصر کے اندر یہ تذکرہ کر رہے ہیں کہ مشرق و مغرب پورے عالم میں ہر جگہ تراویح میں رکعات ہی پڑھی پڑھانی جاتی ہیں، گیارہویں صدی میں حضرت علامہ علاء الدین حصکفیؒ شام میں اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ ہندوستان میں بیس رکعات ہی بتلاتے ہیں۔ بارہویں صدی ہجری میں حضرت شاہ ولی اللہؒ

رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں بیس رکعات ہی کا تذکرہ کرتے ہیں اور ان کے تمام خاندان کا اسی پر عمل ہے۔

تیسری صدی ہجری کے وسط میں علامہ ابن عابدین شامی "ملک شام میں تذکرہ کرتے ہیں کہ اب تک مشرق و مغرب میں ہر جگہ تراویح بیس رکعات ہی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں اور حضرت مولانا عبدالحیٰ کھنڈوی ہندوستان میں بیس رکعات ہی کا تذکرہ کرتے ہیں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار، اجماع امت اور اقوال ائمہ مجتہدین امت کے تقریباً تیرہ سو سالہ عمل کے خلاف غیر متقدمین کا کہنا ہے کہ تراویح آٹھ رکعات ہی سنت ہیں، بیس رکعات سنت نہیں ہیں، بیس یا بیس سے زیادہ رکعات مستحبین کرنے میں بدعت کا خوف ہے، بلکہ بیس رکعات پڑھنا ہے ہی بدعت۔ چنانچہ

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

"یہ بات مہر نیمروز کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ رسول اللہ کی سنت پاک تو آٹھ رکعت تراویح ہی ہے اور اس سے زیادہ پڑھنا سنت نہیں ہے بلکہ نافلہ عبادت ہے۔"

(صلوۃ الرسول ص ۲۵۵)

یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

"البتہ بیس یا تیس رکعت کی تعداد معین اور خاص کرنا درست نہیں کیونکہ اس عمل کے بدعت ہو جانے کا خوف ہے۔"

(دستور الملتقی ص ۱۱۱)

غیر متقدمین کے ڈاکٹر محمد بشیر لکھتے ہیں۔

"ہمارے جن علماء نے آٹھ سے زیادہ کو بدعت کہا ہے وہ ان لوگوں کی تراویح کو کہا گیا ہے جو آٹھ سے زیادہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر پڑھتے ہیں اگر نقل سمجھ کر پڑھیں تو پھر ہمارا کوئی عالم ان پر بدعت کا فتویٰ نہیں لگاتا" (الجانان ص ۱۱)

عبدالجلیل سامرودی صاحب اپنے ہم مشرب علماء پر بستے ہوئے قطر از ہیں۔ مع بڑا تعجب تو مجھے یہ ہر علماء مدرسہ رحمانیہ کے مدرسین پر ہے کہ وہ باوجود ان باتوں سے واقف ہوتے ہوئے رسالہ محدث میں زیادہ آٹھ پر درست لکھتے ہیں اور نوافل تحریر کر باعث اجر ہی تسلیم کرتے ہیں الی اللہ المشتکل! ۲۰ کو سنت عمری بدعت عمری کہنا اصلاً غلط ناقابل مسموع ہے۔ پچھلے معلوم ہو چکا ہے کہ ۲۰ رکعت نہ ہی فعل عمر سے وارد اور نہ ہی امر فاروق سے ثابت پھر زبردستی حضرت عمر کے متھے تھوپنا کیا انصاف سے مراحل دور نہیں اور نہ ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

(فتاویٰ ستادینہ ج ۳ ص ۱۹-۲۰)

ملاحظہ فرمائیے : یہ ہے غیر متقدمین کا عمل بالحدیث کہ ان کے نزدیک بیس رکعات تراویح پڑھنا سنت تو کہا نہیں سنت سمجھ کر پڑھنا بدعت ہے، حالانکہ بیس رکعات تراویح خیر القرون میں خلفاء راشدین کے حکم سے پڑھی پڑھائی جاتی رہیں، خلفاء راشدین نے بیس پر مواظبت فرمائی۔ عہد رافضی میں بیس رکعات پر اجماع ہوا جیسا کہ نیچے گزرا، تمام صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل، بیس رکعات تراویح ہی پڑھتے

پڑھاتے رہے اور ان ائمہ مجتہدین کے کرداروں متبعین اور مقلدین جن میں جلال علم اور تقویٰ و طہارت اور اتباع سنت میں ممتاز مقام رکھنے والے اکابر علماء و اولیاء شامل ہیں۔ سب تراویح بیس رکعات ہی پڑھتے پڑھاتے رہے تقریباً ساڑھے تیرہ سو برس سے امت مسلمہ تراویح بیس رکعات ہی پڑھ رہی ہے، دسویں صدی ہجری کے فقیہ ابن نجیم مصریؒ کا کہنا ہے کہ مشرق و مغرب میں بیس رکعات تراویح ہی پڑھی پڑھائی جا رہی ہیں پھر تیسویں صدی ہجری کے فقیہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں کہ اب تک مشرق و مغرب میں ہر جگہ بیس رکعات ہی پر امت کا عمل ہے۔

تقریباً ہر صدی کے فقہاء میں رکعات تراویح کو سنت قرار دے رہے ہیں لیکن انتہائی حیرت ہے کہ اس عمل کو غیر مقلدین سنت تو کہا بدعت کہنے سے بھی نہیں بچ سکتے۔ ذرا سوچئے جو عمل خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جس پر خلفاء راشدین نے موافقت کی ہو جس پر دوبر صحابہ میں اجماع ہوا ہو جس پر ساری امت کا عمل ہو جسے ہر صدی کے فقہاء سنت قرار دیں۔ اگر وہ بدعت تو پھر سنت کو ناسم عمل ہوگا؟ پھر اگر اس عمل کو بدعت قرار دیا جائے تو لازم آئے گا کہ خلفاء راشدین صحابہ کرام تابعین تبع تابعین ائمہ مجتہدین اور ان کے کرداروں نہیں اربوں متبعین علماء، فقہاء، اولیاء اور ساری امت کو بدعتی قرار دے دیا جائے۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ

ایں کار از تو می آید مرداں چنیں کنند
تواریکین فیصلہ آپ کے سر ہے آپ فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

غیر مقلدین کی غنیۃ الطالبین میں تحریر

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ چونکہ حنبلی مسلک کے

بزرگ ہیں، اس لیے آپ بھی تراویح کے بیس رکعات ہونے کے قائل ہیں چنانچہ آپ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”غنیۃ الطالبین“ میں بھی لکھا ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔ عرصہ سے یہ کتاب مترجم اور غیر مترجم دونوں طرح چھپ رہی ہے۔ دونوں میں یہ مسئلہ موجود ہے، اس وقت ہمارے سامنے غنیۃ الطالبین عربی اور عربی اردو مترجم دو مقامات کی چھپی ہوئی موجود ہیں۔ ایک مکتبہ مصطفیٰ البانی الحلبی مصر کی اور دوسری مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور کی دونوں میں یہ عبارت موجود ہے ملاحظہ فرمائیے:

”وہی عشرون رکعت، یجلس عقب کل رکعتین
وینکح فی خمس ترویحات کل اربعۃ منها
ترویحتن وینوی فی کل رکعتین اصلی رکعتی
التراویح المسنونۃ اذا کان فرداً او اذا کان
اماماً واما وما ویستحب ان یقرأ الخ

غنیۃ الطالبین ص ۲۹ طبع مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور و غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۱۱ طبع مکتبہ مصطفیٰ البانی الحلبی مصر

ترجمہ: اور تراویح کی بیس رکعتیں ہیں اور ہر دوسری رکعت میں بیٹھے اور سلام پھیرے پس وہ پانچ ترویحات میں ہر عار کا نام ترویج ہے اور ہر دو رکعت کے بعد نیت کرے کہ میں دو رکعت سنت تراویح کی نیت کرتا ہوں اگر تنہا پڑھے خواہ امام کے ساتھ پڑھے اور مستحب ہے کہ الخ

غنیۃ الطالبین مترجم طبع مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور

سو جاتے ہیں، آپ نے فرمایا اسے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔

غیر متقلدین حضرات تراویح آٹھ رکعت سنت ثابت کرنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا حدیث بڑے شد و مد اور زور و شور سے پیش کرتے ہیں اور بیس رکعت تراویح کی تمام احادیث و آثار کو اس کے مخالف بتلا کر رد کر دیتے ہیں، ذیل میں ہم دو چیزوں کا جائزہ لیں گے اول یہ کہ اس حدیث مبارک کا تراویح سے تعلق بھی ہے یا نہیں؟ دوم یہ کہ غیر متقلدین خود بھی اس حدیث پر عامل ہیں یا نہیں؟

پہلی چیز

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا تعلق تراویح سے قطعاً نہیں ہے جس کی بہت سی وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ

ائمہ مجتہدین ائمہ اربعہ میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے تراویح مراد نہیں ہیں درنہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی نہ کوئی امام تو آٹھ رکعات تراویح کا قائل ہونا حالانکہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام بھی آٹھ رکعات تراویح کا قائل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ نے ترمذی شریف میں تراویح کی تعداد کے متعلق مختلف اقوال ذکر کئے لیکن آٹھ رکعات کے متعلق کوئی قول قلم کرنا تو درکنار اشارہ تک نہیں کیا۔

دوسری وجہ

اکثر محدثین کرام مثلاً امام مسلم، امام ترمذی، امام ابو داؤد، امام نسائی، امام مالک، امام عبد الرزاق، امام ابو عوانہ، امام ابن خزيمة، امام دارمی، امام

ابو نصر مروزی رحمہم اللہ وغیرہم نے اس حدیث کو اپنی اپنی احادیث کی کتابوں میں قیام اللیل (تجدد) کے تحت ذکر کیا ہے باوجودیکہ ان محدثین نے اپنی کتابوں میں قیام رمضان (تراویح) کا باب بھی قائم کیا ہے۔ یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ان محدثین کے نزدیک اس حدیث سے مراد تجدد کی نماز ہے تراویح کی نہیں،

بعض محدثین مثلاً امام بخاری، امام محمد وغیرہ نے اس حدیث کو قیام رمضان میں بھی ذکر کیا ہے، لیکن اس پر کوئی دلیل نہیں کہ انہوں نے اس سے مراد تراویح ہی ہیں (اور جو اس کا دعویدار ہے اس کے ذمہ ہے کہ وہ اس کی دلیل لائے کیونکہ ان محدثین میں سے کوئی بھی آٹھ رکعات تراویح کا قائل نہیں۔ بلکہ ان کے اسلوب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تجدد جیسا کہ غیر رمضان میں پڑھے جاتے ہیں ویسے ہی رمضان میں بھی تیسری وجہ

تراویح اس نماز کو کہتے ہیں جو رمضان کی باتوں میں جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

”سمیت الصلوة في الجماعة في ليالي رمضان التراويح“
(فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۱)

رمضان کی راتوں میں نماز باجماعت کا نام تراویح ہے

اور جس نماز کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں ہے وہ وہ نماز ہے جو رمضان اور غیر رمضان بار دہینے پڑھی جاتی ہے ظاہر ہے کہ یہ تجدد ہی کی نماز ہو سکتی ہے نہ کہ تراویح کی کیونکہ تراویح تو صرف رمضان ہی میں پڑھی جاتی ہیں۔

(۲) پھر تراویح ایک سلام سے دو دو رکعت کر کے پڑھی جاتی ہیں جبکہ اس

حدیث میں ایک سلام سے چار چار رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے۔ (۳) اس حدیث میں گیارہ رکعات تنہا پڑھنے کا ذکر ہے نہ کہ جماعت کے ساتھ جبکہ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین دن پڑھی تھیں وہ جماعت کے ساتھ پڑھی تھیں۔ ان باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق تراویح سے نہیں تہجد سے ہے۔

چوتھی وجہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوسلمہؒ کا سوال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کی کیفیت سے متعلق تھا نہ کہ تراویح سے۔ یعنی حضرت ابوسلمہؒ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ سوال کیا تھا کہ یہ بتائیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں جو رات کو نماز پڑھتے تھے اس کی کیا کیفیت تھی؟ کیا انداز تھا؟ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی رات کی نماز میں معمول کی رکعات ذکر کر کے نماز کی کیفیت بیان فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی عمدگی اور اچھائی کا کیا ذکر وہ تو پوچھو، سی مت، اگر حضرت ابوسلمہؒ کا سوال نماز کی رکعات کی تعداد کے متعلق ہوتا تو اول تو وہ لفظ کثرت سے سوال کرتے کیونکہ عدد مقولہ کثرت سے ہے نہ کہ کیفیت سے دوسرے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہیں اس کے سوال کے مطابق تعداد رکعات بتلا کر بس کہہ دیتیں آگے یہ نہ فرماتیں کہ ان کے حسن اور درازی کا تو سوال ہی نہ کر۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا ہی کہ ان کے حسن و درازی کا تو سوال ہی نہ کر یہ بتلا رہا ہے کہ ابوسلمہؒ کا سوال کیفیت ہی کے بارے میں تھا تعداد کے بارے میں نہیں یہی وجہ ہے کہ امام محمد بن نصر مزنیؒ نے اپنی کتاب ”قیام اللیل“ میں ایک باب اس عنوان

سے قائم کیا ہے۔

”باب عدد الركعات السق یقوم بها الامام للناس فی رمضان“

یعنی یہ باب ان رکعات کی تعداد کے بیان میں ہے جو امام لوگوں کو رمضان المبارک میں پڑھائے گا۔

اس باب میں امام محمد بن نصر مزنیؒ تراویح کی رکعات کی تعداد بتانے کے لیے بہت سی روایتیں لائے ہیں، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا لانا تو درکنار اس کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے علم و تحقیق میں بھی اس حدیث کا تراویح سے کوئی تعلق نہیں پانچویں وجہ

بہت سے آثار صحیحہ سے ثابت ہے (جیسا کہ چھپے گزرا) کہ خلفاء راشدین کے دور میں تراویح میں رکعات پڑھی پڑھائی جاتی رہیں اس زمانہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حیات تھیں اگر آپ کی مذکورہ حدیث میں تراویح کا ذکر ہوتا تو ناممکن تھا کہ وہ خاموشی سے مسجد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں بیس تراویح پڑھتے پڑھاتے دیکھتی رہتیں اور یہ نہ کہتیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو آٹھ رکعات تراویح پڑھتے تھے تم لوگ بیس رکعات کیوں پڑھتے ہو لیکن کسی بھی صحیح یا ضعیف حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے علاوہ کسی بھی صحابی کا بیس رکعات پڑھنے والوں کو روکنا یا ان پر اعتراض کرنا ثابت نہیں۔ یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا تراویح سے کوئی تعلق نہیں۔

دوسری چیز

غیر مقلدین حضرات جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث سے آٹھ رکعات تراویح ثابت کرتے ہیں، بنظر انصاف دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اس حدیث پر عمل نہیں کرتے، عمل کرنا تو کجا مگر اس حدیث کی مخالفت کرتے ہیں کیونکہ

(۱) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز چار چار رکعات کر کے پڑھتے تھے لیکن غیر مقلدین دو دو رکعت کر کے پڑھتے ہیں۔

(۲) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز اکیلے پڑھتے تھے کیونکہ اس حدیث میں آپ کے نماز پڑھنے کا تذکرہ ہے پڑھانے کا نہیں، لیکن غیر مقلدین سارے مہینے یہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

(۳) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز گھر میں پڑھتے تھے (کیونکہ اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا، یہ سوال وجواب ظاہر ہے گھر ہی کی بات ہے کیونکہ حضر میں آپ کا سونا گھر ہی میں ہوتا تھا، لیکن غیر مقلدین سارے رمضان یہ نماز مسجد میں پڑھتے ہیں۔

(۴) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز پڑھ کر سو جاتے تھے، سو کر اٹھ کے ورا دا فرماتے تھے لیکن غیر مقلدین

حضرات تراویح کے فوراً بعد سونے سے پہلے ہی ورا دا کر لیتے ہیں۔

(۵) اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وتر اکیلے ادا فرماتے تھے لیکن غیر مقلدین حضرات جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

(۶) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سارے سال وتر تین رکعات ایک سلام سے پڑھتے تھے، لیکن غیر مقلدین اکثر ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں اور جب کبھی تین پڑھتے بھی ہیں تو دو سلاموں سے پڑھتے ہیں۔

تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں اور دونوں میں بہت فرق ہے

موجودہ دور کے غیر مقلدین کے سامنے جب یہ ثابت کر دیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں تہجد کا ذکر ہے تراویح کا نہیں، تو وہ جھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ تہجد اور تراویح میں کوئی فرق نہیں انکو الگ الگ سمجھنا غلط ہے جو نوافل رمضان سے پہلے تہجد کہلائے جاتے ہیں، انہیں کو رمضان میں تراویح کہا جاتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک رات میں تراویح اور تہجد پڑھنا ثابت نہیں۔

چنانچہ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب قمطران ہیں ”بعض لوگ تراویح اور تہجد کو الگ الگ دو نمازیں سمجھتے ہیں یہ غلط ہے اس کی کوئی دلیل حدیث میں نہیں ملتی“

(رسول اکرم کی نماز ص ۹)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:-

”رسول اللہ نے لوگوں کو تراویح کی نماز مع وتر پڑھائی اور اس کے بعد آپ نے تہجد ہرگز نہیں پڑھی اور نہ ہی وتر پڑھے معلوم ہوا

کہ آپ کا قیام لیل (تہجد) رمضان میں قیام رمضان (تراویح) سے بدل گیا یعنی حضور جو تہجد اور تراویح رمضان نیند سے اٹھ کر پڑھتے تھے رمضان میں وہی تہجد اور تراویح کے نام سے نیند سے قبل بعد مشاء پڑھ لیتے تھے۔ (صلوۃ الرسول ص ۱۸)

اولاً تو غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کہ تہجد اور تراویح دونوں میں کوئی فرق نہیں جو نماز رمضان سے پہلے تہجد کہلاتی ہے وہی رمضان میں تراویح کہلاتی ہے۔ بلا دلیل ہے ان حضرات کے پاس اس پر کوئی عقلی اور نقلی دلیل موجود نہیں ورنہ وہ کوئی ایک ایسی حدیث پیش کریں جس میں ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ تہجد اور تراویح الگ الگ نمازیں ہیں ہیں جو نماز گیارہ ماہ تہجد کہلاتی ہے وہی رمضان میں تراویح بن جاتی ہے اگر غیر مقلدین ایسی حدیث پیش کر دیں تو ہمیں ماننے میں ذرا بھی توقف نہیں لگا ثانیاً عقل کے بھی خلاف ہے کہ ایک نماز جو گیارہ ماہ تہجد کہلاتی جاتی رہے وہ ایک مہینے کے لیے تراویح بن جائے۔

ثالثاً اگر تہجد و تراویح واقعاً ایک ہی ہیں اور بقول اسماعیل سلمیٰ صاحب کے ان کو الگ الگ سمجھنا غلط ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ کتب احادیث میں محدثین نے ان دونوں کے الگ الگ باب کیوں قائم کئے ہیں؟ نیز تمام فقہائے کرام نے جو بقول امام ترمذی رحمہ اللہ معانی حدیث کو سب سے زیادہ سمجھنے والے ہیں انہوں نے اپنی اپنی کتب میں تہجد و تراویح کے باب الگ الگ کیوں قائم کئے ہیں؟ محدثین اور فقہار کا ان دونوں کے الگ الگ باب قائم کرنا ہی بتلا رہا ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے۔
 رابعاً اگر تہجد و تراویح دونوں ایک ہی ہیں تو پھر غیر مقلدین کو چاہیے

کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے مطابق ان نوافل کو اسی ہیئت کے ساتھ بارہ مہینے پڑھیں کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے یہی پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نوافل بارہ مہینے پڑھا کرتے تھے لیکن غیر مقلدین یہ نوافل صرف رمضان میں پڑھتے ہیں باقی گیارہ مہینوں میں نہیں۔

خامساً غیر مقلدین کے اس دعوے سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کے بعد تہجد سرگز نہیں پڑھی (جیسا کہ یہ دعویٰ صادق یا کوئی صاحب نے کیا ہے) ایسے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلدین کو علم غیب بھی حاصل ہے جس کی بناء پر وہ آثارِ اعدائے کرتے ہیں ورنہ اس کے متعلق غیر مقلدین کے پاس کوئی صریح حدیث تو موجود نہیں ہے،

نیز غیر مقلدین کے اس دعوے سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ بدگمانی پیدا ہوتی ہے کہ آپ لوگوں کو تو زیادہ سے زیادہ نماز کی ترغیب دیں اور خود صرف تراویح پڑھ کر بس کر دیں العیاذ باللہ۔

سادساً غیر مقلدین کا یہ دعویٰ ان احادیث مبارکہ کے خلاف ہے جن میں رمضان المبارک کی راتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت سے عبادت کرنا آیا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صرف تراویح ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے علاوہ بھی نماز پڑھی ہے چنانچہ احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ عن عائشہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم انها قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل شہر رمضان شتت مشرہ ثم لم

یا مَ فَرَا شَمْرَ حَتَّى يَسْلُخَ

(شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۲۸۱)

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہلیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری مستعدی ظاہر فرماتے اور اپنے بستر پر تشریف نہ لاتے یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔

۱۔ عن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل رمضان تغیر لونه وکثرت صلواته وابتهل فی الدعاء! منہ

(شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۲۸۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بدل جاتا، آپ کی نماز زیادہ ہو جاتی، خوب گڑگڑا کر دُعا فرماتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے۔

۲۔ عن عائشہ قالت کان المشی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل المشرشد میزورہ واحیی لیلہ وایقظ اہلہ، (بخاری ج ۱ ص ۲۸۱، مسلم ج ۱ ص ۲۸۱، منہ مجید ج ۱ ص ۲۸۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آجاتا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پوری مستعدی ظاہر فرماتے، رات کو زندہ کرتے (یعنی رات عبادت میں گزارتے) اور ازواجِ مطہرات کو بھی جگاتے۔

۳۔ عن الاسود بن یزید یقول قالت عائشہ کان رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتہد فی المشر الا و اخر ما لا یجتہد فی غیرہ، (مسلم ج ۱ ص ۲۸۱)

حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں (عبادت، کے اندر) جو کوشش فرماتے تھے اتنی اس کے علاوہ رمضان کے دیگر عشروں میں نہیں فرماتے تھے۔

ان احادیث مبارکہ کے ساتھ ساتھ وہ احادیث بھی ملاحظہ فرماتے چلیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا ثابت ہوتا ہے پھر ہم دیگر بزرگانِ دین کے متعلق بتلائیں گے کہ وہ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں۔ دونوں ایک نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا

عن النضر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان فجت فتحت الی جنبہ وجاء رجل فقام ایضاً حتی کنا رھطاً فلما حسن النبی صلی اللہ علیہ وسلم آناً خلفاً جعل یتجو فی الصلوۃ ثم دخل رحلہ فصلی صلوۃ لا یصلیہا عندنا قال قلنا لہ حین اصبحتنا اقصینت لنا اللیلۃ قال فقال نعم فواللہ الذی صنعت حملی علی الذی صنعت، (مسلم ج ۱ ص ۲۸۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم رمضان المبارک میں (ایک رات) نماز پڑھ رہے تھے، میں آیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا ایک دوسرے صاحب آئے وہ بھی ساتھ کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ ہم ایک گروہ بن گئے جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محسوس فرمایا کہ ہم لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہیں تو آپ نے نماز کو مختصر کر کے ختم کیا اور اپنے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے وہاں آپ نے وہ نماز پڑھی جو آپ ہمارے پاس نہیں پڑھتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب صبح ہوئی تو ہم نے آپ کے سامنے عرض کیا کہ حضور! کیا آپ نے رات ہماری کیفیت اور حالت کو سمجھ لیا تھا، آپ نے فرمایا کہ ہاں اسی چیز نے مجھے اس پر آمادہ کیا تھا جو میں نے کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رمضان المبارک کی اس رات میں جو نماز صحابہ کرام کے ساتھ پڑھی تھی وہ اور تھی اور وہ نماز جو گھر جا کر پڑھی تھی وہ اور تھی صحابہ کرام کے ساتھ جو نماز پڑھی تھی وہ تراویح تھی جو اس سے فارغ ہو کر حجرہ مبارکہ میں جا کر تنہا پڑھی تھی وہ تہجد تھی کیونکہ آپ کا معمول تھا کہ آپ تہجد اپنے حجرہ مبارکہ ہی میں پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

”کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من

اللیل فی حجرته“ الحدیث (بخاری ج ۱ ص ۱۷۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اپنے حجرہ مبارکہ ہی میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا

عن قتیب بن طلق قال دارنا طلق بن علی فی یوم من رمضان وامسئ عندنا وا فطر شمس تمام بنا تلك اللیلۃ واوتر بنا شمس اتحدروا الی مسجدہ فصلی باصحابہ حتی اذا بقی الوتر قدم رجلا فقال اوتر باصحابک فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا وتر ان فی لیلۃ (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت قتیب بن طلق فرماتے ہیں کہ (ہمارے والد) طلق بن علی رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں ایک روز ہمارے گھر تشریف لائے اور شام کو ہمارے ہاں ہی روزہ افطار کیا، آپ نے اس رات ہمیں نماز پڑھائی اور وتر بھی پڑھائے پھر آپ اپنی مسجد میں چلے گئے اور اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی حتیٰ کہ جب وتر باقی رہ گئے تو ایک صاحب کو آگے کر دیا اور فرمایا کہ اپنے ساتھیوں کو وتر پڑھاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک رات میں دو دفعہ وتر پڑھنے جاؤ نہیں

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے پہلی نماز جو وتر سمیت پڑھی تھی وہ تراویح تھی اور دوسری نماز جو آپ نے اپنی مسجد میں جا کر پڑھی تھی وہ تہجد تھی۔

حضرت امام مالکؒ حضرت ابو محمدؒ حضرت شیخ ابوالحسن زیاتؒ
متوفی ۸۰۵ھ تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے

قال الامام محمد بن محمد بن عبدی الفاسی المالکی رحمہ اللہ
وقد قال مالک رحمہ اللہ نعم انی کان
یصلی مع الناس فی المسجد وکان الامام یصلی
یوتر بثلاث لا یفصل بینہما بسبب انہما
فاذا اوتروا اخرجت وترکتم فلا تسان بمالک
رحمہ اللہ اسوة فی ترک الوتر معہم حتی
یوتر فی بیتہ بعد تنفلہ آخر اللیل
وقد کان سیدی ابو محمد رحمہ اللہ یصلی
فی المسجد مع الناس صلاة التیام ویوتر معہم
فاذا رجع الی بیتہ یصلی ما قدرلہ وکان یعید
الوتر وکان رحمہ اللہ یقول ان شیخہ سیدی
الشیخ ابوالحسن زیات رحمہ اللہ کان یصلی
فالدک

حضرت محمد بن محمد بن عبدی المعروف بابن الحاج متوفی ۷۷۷ھ فرماتے
ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا جب تک آپ لوگوں کے
ساتھ مسجد میں نماز پڑھتے اور امام تین وتر درمیان میں سلام
پھیرے بغیر چلتا کہ جب لوگ وتر پڑھنے لگتے ہیں تو میں
نکل آتا ہوں اور انہیں چھوڑ دیتا ہوں۔ پس انسان کے لیے
حضرت امام

لوگوں کے ساتھ تراویح کے بعد وتر نہ پڑھے بلکہ اپنے گھر
میں نفل (تہجد) پڑھنے کے بعد وتر پڑھے میرے آقا ابو محمد
رحمہ اللہ مسجد میں لوگوں کے ساتھ ہی تراویح کے بعد وتر پڑھتے اور
گھر آکر جتنی توفیق ہوتی نوافل (تہجد) پڑھتے اور دوبارہ وتر نہ
پڑھتے اور وہ فرماتے تھے کہ میرے شیخ ابوالحسن زیات رحمہ اللہ
بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تراویح پڑھ کر گھر چلے
جاتے تھے اور تہجد پڑھ کر پھر وراٹا فرماتے تھے۔ حضرت علی اور حضرت طلحہ
بن علی رضی اللہ عنہما کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات تراویح کے
بعد وتر اجماعت ادا فرما کر بنسبت تہجد پھر بعد میں نوافل پڑھتے تھے، اسی
پراخلاف کا حامل ہے۔ بہر طور اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت
امام مالکؒ حضرت ابو محمدؒ اور حضرت شیخ ابوالحسن زیاتؒ رحمہم اللہ تراویح
کے بعد تہجد پڑھتے تھے۔

حضرت امام بخاریؒ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھتے تھے

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

”کان محمد بن اسماعیل البخاری اذا کان
اول لیلة من شہر رمضان یجتمعون الیہ اصحابہ
فیصلی بھم ویقرأ فی کل رکعة عشرون
آیة وکذا لک الی ان یتختم القرآن وکان یقرأ
فی السحر ما بین النصف الی الثلث من
القرآن فیختم عند السحر فی کل ثلاث لیل

رمضان کی چاند رات حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے یہاں ان کے شاگرد و اصحاب اکٹھے ہو جاتے آپ انہیں نماز تراویح پڑھاتے ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے ایسے ہی ختم قرآن تک سلسلہ چلتا رہتا اور سحر کے وقت (تہجد میں) نصف سے تہائی قرآن تک پڑھتے اور سحر کے وقت ہر تین رات میں ایک قرآن ختم کرتے۔

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں۔

”امام حاکم ابو عبد اللہ نے بسند روایت کیا ہے مقسم بن سعید سے کہ محمد بن اسماعیل بخاری جب رمضان کی پہلی رات ہوتی تو لوگ ان کے پاس جمع ہوتے وہ نماز پڑھاتے اور ہر رکعت میں بیس آیتیں پڑھتے یہاں تک کہ قرآن کو ختم کرتے پھر سحر کو نصف سے لے کر تہائی قرآن تک پڑھتے اور تین راتوں میں ختم کرتے اور دن کو ایک ختم کرتے اور افطار کے وقت ختم ہوتا تھا“ الخ (تیسرے بابی ج ۱ ص ۱۶)

”تقریباً یہی بات عبدالسلام مبارکپوری صاحب نے سیرت البخاری ص ۱ پر لکھی ہے۔“

غیر مقلدین کے شیخ الكل میاں نذیر حسین صاحب دہلوی بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے

میاں صاحب کے سوانح نگار فضل حسین ہماری لکھتے ہیں
 ” (میاں صاحب) لیالی رمضان المبارک میں دو ختم قرآن مجید کا بحالیت قیام ہر سال سنتے ایک تو نماز عشاء کے بعد تراویح

میں جس کے امام تھے عاقلاً احمد عالم، فقیر، محدث، جو آپ کے شاگرد و رشید تھے تین سو سے زائد سنتے تریل و تجوید کے ساتھ دوسرا ختم سنتے نماز تہجد میں جس کے امام ہوتے حافظ عبدالسلام سلمہ (آپ کے بڑے پوتے)“

(الحياة بعد المماتہ ص ۱۱۱)

غیر مقلدین بتائیں کہ اگر تراویح اور تہجد دونوں ایک ہی ہیں اور ان کے بقول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تراویح کے بعد تہجد نہیں پڑھی تو نہ کرہ بلا ان احادیث کا کیا جواب ہو گا جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تراویح پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اور نماز بھی پڑھی ہے بالخصوص حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ نے تراویح کے بعد تہجد بھی پڑھی ہے نیز یہ بھی بتائیں کہ اگر تراویح اور تہجد دونوں ایک چیز ہیں تو حضرت طلح بن علی رضی اللہ عنہ حضرت امام مالک، حضرت امام بخاری، ان کے علاوہ دیگر بزرگان دین اور غیر مقلدین کے شیخ الكل میاں نذیر حسین صاحب، تراویح کے بعد تہجد کیوں پڑھتے تھے کیا یہ سب غلط کام کرتے تھے؟ العیاذ باللہ۔

تراویح اور تہجد کے درمیان فرق

(۱) تہجد کی مشروعیت قرآن کریم سے ہوئی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ : ۴۱ : ۱۷
 اور رات کے ایک حصہ میں تہجد پڑھا کیجئے یہ خاص آپ کے لیے ایک نادر چیز ہے۔

تراویح کی مشروعیت حدیث سے ہوئی ہے، حدیث میں آتا ہے کہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کا تذکرہ کیا اور فرمایا
 ”شہرہ کتب اللہ علیکم صیامہ و سَخَنَتْ لَکُمْ
 قیامہ“ (ابن ماجہ ح ۱۷۷۱)

رمضان المبارک ایسا مہینہ ہے جس کے روزے کو اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض کیا ہے اور اس کے قیام (تراویح) کو میں نے تمہارے لیے مسنون کیا ہے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اخیرات میں پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت مسروقؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔

”متى كان يقوم قالت كان يقوم اذا سمع الصارخ“
(سفرى ج ١ ص ١٥٢)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کس وقت اٹھا کرتے تھے
ایسے نے فرمایا جب کہ مَرغ کی اذان سنیتے تھے،

اس کے برعکس نماز تراویح آپ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، دیگر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور علماء اُمت نے ہمیشہ شروع رات میں پڑھی۔ چنانچہ علامہ ابوالطیب سندیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

”فقام بنا حتى ذهب ثلث الليل ظاهراً في الله
صلى الله عليه وسلم صلى معهم السواقل جماعة
اول الليل فقبيل دليل للحج وهو على الس

التراويح يصل اول الفيل مع الجماعة
 وشرح تذييل الطيب سنة ٢٠٠٢ هـ، بحال التوضيح عن ركعات التراويح

جملہ مقام بنانے اس بات میں غلامیہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
نہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نوافل (تراویح) شروع رات میں پڑھے تھے
سنا میں، جب سور کے لیے دلیل ہے کہ تراویح شروع رات میں عبادت
کے ساتھ پڑھنی چاہیے۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح کو اہتمام کے ساتھ جماعت کثیرہ کے ساتھ ادا فرمایا لیکن بعد آپ ہمیشہ اکیلے پڑھا کرتے تھے ہاں اگر کوئی از خود اہل بیت جاتا تو اس کی شرکت میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔

۴۴) تراویح وہ نماز ہے جو ہفت روزہ کے بعد سونے سے پہلے پڑھی جاتی ہے اور تہجد وہ نماز ہے جو سو کر اٹھ کر پڑھی جاتی ہے۔

(۵) تراویح میں کم از کم ایک مرتبہ پورا قرآن سنا کر اٹھنا روایتِ عین کی سنت ہے۔ لیکن ترمذی، قرآنِ عظیم قرآن کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے۔

(۷) تھوڑی دیر کے ساتھ کم از کم سات رکعات اور زیادہ سے زیادہ پندرہ رکعات میں بخون ہیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی قیسؓ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

[illegible]

یہاں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کتنی رکعتوں کے ساتھ وتر پڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا چار اور تین کے ساتھ، چھ اور تین کے ساتھ، آٹھ اور تین کے ساتھ، دس اور تین کے ساتھ آپ کی وتر کی رکعتیں نہ سات سے کم ہوتی تھیں نہ تیر سے زیادہ۔

اس روایت میں تہجد اور وتر دونوں پر وتر کا اطلاق کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے وتر کے علاوہ تہجد کی کبھی چار رکعتیں پڑھیں، کبھی چھ، کبھی آٹھ اور کبھی دس۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تہجد کی رکعات کم زیادہ ہوتی رہتی ہیں حتیٰ طور پر تین نہیں۔ اس کے برعکس تراویح کی کم از کم بیس رکعات سنون ہیں (۷) تراویح سال بھر میں صرف ایک ہی پڑھتی رہتی ہیں۔ لیکن تہجد بارہ ہی پڑھتی رہتی ہے۔

(۸) تراویح کے بعد وتر کا جماعت کے ساتھ پڑھنا خلفاء راشدین کی سنت ہے لیکن اگر وتر تہجد کے بعد پڑھیں تو ان کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا صحیح نہیں۔

(۹) نماز تراویح دیگر نمازوں کی طرح اسلام کے ظاہری شعار میں داخل ہے ہے لیکن نماز تہجد اسلام کے ظاہری شعار میں داخل نہیں۔

(۱۰) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن ابی کعب رضی اللہ عنہ کی اقتدار میں تراویح پڑھنے والوں سے فرمایا۔

”والتی تنامون عنها افضل من التي

(بخاری ج ۱ ص ۲۱۹)

تقومون“

جس نماز کو سوتے رہ کر گزار دیتے ہو (تہجد) وہ اس نماز سے

بہتر ہے جو پڑھ کر سوتے ہو (یعنی تراویح)

اس سے بھی تہجد اور تراویح کا فرق واضح ہے۔

(۱۱) تہجد میں طلعی (لوگوں کو تہجد کی نماز باجماعت کے لیے بلانا، جائز نہیں اور تراویح میں طلعی ہوتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق دہلویؒ ۱۲۳۹ھ بھی تہجد تراویح کے درمیان فرق کا لیں حضرت شاہ عبدالحق دہلویؒ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

”وآخر مروی شدہ ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ مراد ازاں نماز تہجد سست کہ در رمضان وغیرہ برابر بود آں راصلوۃ اللیل می گفتند اماں تراویح غیر آنست کہ عرف شہاں بقیام رمضان سعی بود چنانچہ دلالت میکند بر آن حدیث اجتہاد“
(حاشیہ بالا بد منہ ص ۱۱۱)

یہ جو مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان، غیر رمضان گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اس سے مراد تہجد کی نماز ہے جو رمضان اور غیر رمضان برابر تھی اس کو صلوۃ اللیل کہتے تھے لیکن تراویح کی نماز اس کے علاوہ ہے ان حضرات کی عرف میں اس کا نام بقیام رمضان تھا چنانچہ اس پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جس میں آپ کا رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت کے اندر زیادہ کوشش کرنا آیا ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق صاحب رحمہ اللہ نے اس بات کو اپنے فتاویٰ میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے ملاحظہ فرمائیے فتاویٰ عسیری

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری صاحب کے
نزدیک بھی تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں ایک نہیں

سجہ حنیایاں والی کے خطیب مولوی عبداللہ چکڑالوی ز جو بعد میں منکر
حدیث ہو گئے تھے، تراویح کی نماز کو مکروہ سمجھتے تھے اس پر انہوں نے
ایک رسالہ بھی لکھا تھا "البيان الفصيح في ثبوت كراهية
الترديد" ان کا کہنا تھا کہ تراویح اور تہجد دونوں ایک نماز ہیں ابھی
الگ نہیں، مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب نے ان کی تردید کی اور
بتایا کہ تراویح اور تہجد دونوں کو ایک سمجھنا غلط ہے اور بلا دلیل ہے۔ چنانچہ
موصوف رقمطراز ہیں۔

"ایسے صحافت اور صحیح جواب کو پا کر بھی ان مولوی صاحب (عبداللہ
چکڑالوی - ناقل) نے قبول نہیں کیا بلکہ اس کے جواب میں بہت
کچھ کوشش کی ہے جس ساری کوشش کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے
وقت کی نماز اور پچھلے وقت کی نماز ایک ہی ہے دو نہیں، یہی
تراویح جو اول وقت پڑھی جاتی ہے تہجد کی نماز ہے اور کوئی نہیں
تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعویٰ پر بھی دلیل کوئی نہیں بلکہ
اس کے خلاف دلیل موجود ہے۔ کیونکہ تہجد کے مستفی بندہ سے
اٹھ کر نماز کا پڑھنا قاموس میں ہے تہجد جہد استیقظ، نہ ہی
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وعن ابیہا کی حدیث سے جو ذیل
میں درج ہے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اول شب کی نماز اور
آخر شب کی نماز ایک ہی ہے بلکہ اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا
ہے تو یہ کہ

ماکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید
فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدى عشر رکعة،
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعتیں ہی رمضان اور غیر رمضان
میں پڑھتے تھے۔

یہ بات کہ جن تین دنوں میں آپ نے اول شب تراویح پڑھی تھیں وہی
دنوں میں آخر شب بھی نماز پڑھی ہوگی، یہ تو گیارہ رکعت سے زیادہ ہوگی
اور اگر نہیں پڑھی ہوگی تو فرمان خداوندی فتح جہد کی تعمیل نہ ہوتی کہ اس
کا جواب یہ ہے کہ دونوں صورتیں ممکن ہیں یعنی یہ بھی ہو سکتا ہے، کہ
حضور نے ان دنوں میں نماز تہجد پڑھی ہو مگر سوچو کہ تمام عمر کے کاٹ سے
تین دن کی مقدار ایسی قلیل ہے کہ جس کی کوئی نسبت ہی نہیں ملتی اس لیے
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عام طور پر نفی کر دی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے کبھی زیادہ نہیں پڑھیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان تین دنوں
میں حضور نے اسے اول شب کی نماز کو قائم مقام پھلی رات کی نماز کے
کر کے نہ پڑھی ہو لیکن کسی نماز کا دوسری نماز کے قائم مقام ثواب میں
ہو جانے سے ان دنوں کا ایک ہونا لازم نہیں آتا۔ دیکھو مجموعہ ظہر کے
قائم مقام ہے مگر دونوں ایک نہیں جمود کے واسطے کسی ایک شرائط
ہیں جو ظہر کے لیے نہیں۔ (الحدیث کا مذہب ص ۹۷)

ثناء اللہ امرتسری صاحب سے ایک سوال ہوا کہ

جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے وقت نماز تراویح پڑھ
ے وہ پھر آخر رات میں تہجد پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟
جواب: پڑھ سکتا ہے تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے
اول شب میں تہجد نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ ثنائیہ ص ۱۲۷)

قارہین محترم عقلی و نقلی دلائل سے ثابت ہو گیا کہ تہجد اور تراویح دو علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں، خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام، دیگر بزرگان دین، حضرت امام بخاری وغیرہ تراویح کے ساتھ تہجد بھی پڑھتے تھے اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ صرف مقلدین ہی ان دونوں نمازوں کو الگ الگ نہیں سمجھتے بلکہ غیر مقلدین کے شیخ النکل اور شیخ الاسلام بھی الگ الگ سمجھتے ہیں، میان مذہبیین صاحب توبہ قاعدہ تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے۔ ثناء اللہ امرتسری صاحب کے بیان سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ ان دونوں کو ایک سمجھنے والے پہلے شخص عبد اللہ حیکم اللوی ہیں جو پہلے غیر مقلد اور چنیاں والی مسجد لاہور کے خطیب تھے بعد میں متکبر حدیث ہو گئے تھے، موجودہ دور کے غیر مقلدین غالباً انہیں کی تقلید میں تہجد و تراویح کو ایک سمجھنے لگے ہیں، ہم اس موضوع کو ہمیں پر ختم کرتے ہیں اور فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں وہ خود فیصلہ فرمائیں کہ اس قدر احادیث سے روگردانی کرنا اور لوگوں سے رمضان میں تراویح کے اندر کمی کروانا اور تہجد کی نماز کو چھڑوا دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

وجوب قضاء الفوائت

جو نمازیں قضا ہو گئی ہوں بلا غلہ یا کسی عذر کی وجہ سے انکا ادا کرنا ضروری ہے

۱۔ عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من نسی صلوٰۃ فليصلها اذا ذكرها لا كفارة لها الا ذلك قال قتادة واتم الصلوٰۃ

لذكری،

(بخاری ص ۸۴ مسلم ص ۸۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سوتا رہ جائے تو اسے چاہیے کہ جب یاد آجائے تو پڑھ لے اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے سوائے اس کے، اس حدیث میں حضرت قتادہ نے یہ الفاظ بھی ذکر کئے ہیں واتم الصلوٰۃ لذكری کہ نماز قائم کر میری یاد کے لیے۔

۲۔ عن انس بن مالک قال قال نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نسی صلوٰۃ او نام عنها فكفارته ان يصلها اذا ذكرها، (مسلم ص ۲۴۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سوتا رہ جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے تو پڑھ لے۔

۳۔ عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رقت احدکم عن الصلوٰۃ او غفل عنها فليصلها اذا ذكرها فان اللہ عز وجل يقول اتم الصلوٰۃ لذكری، (مسلم ص ۸۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سوتا رہ جائے یا غفلت کی وجہ سے نماز رہ جائے تو اسے چاہیے کہ جب یاد آئے پڑھ لے کیونکہ اللہ عز وجل فرماتے ہیں کہ نماز قائم کر میری

یاد رکھے۔

۴۔ عن جابر بن عبد الله ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه حجاز يوم الخندق بعد ما غربت الشمس فحصل لييب كفار قريش قال يا رسول الله ما كنت اصلي العصر حتى كادت الشمس تغرب فقال النبي صلى الله عليه وسلم ما صليتها فقمنا الى بطنان فتوضأ للصلاة وتوضأنا لها فصلي العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلي بعدها المغرب،

(بخاری ج ۱ ص ۱۸۸، مسلم ج ۱ ص ۱۸۸)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے موقع پر جس دن خندق کھودی جا رہی تھی سورج غروب ہونے کے بعد آئے اور کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے، عرض کرتے تھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے بھی عصر نہیں پڑھی، ہم مقام بطنان میں پہنچ کر ٹھہرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا، ہم نے بھی اس نماز کے لیے وضو کیا آپ نے عصر کی نماز سورج غروب ہونے کے بعد پڑھی پھر مغرب اس کے بعد ادا فرمائی۔

۵۔ عن ابی عبیدہ بن عبد الله بن مسعود قال قال عبد الله ان المسترکین شغلوا رسول الله صلى الله

عليه وسلم عن اربع صلوات يوم الخندق حتى ذهب من الليل ما شاء الله فامر بلالاً فاذن ثم اقام فصلي الظهر ثم اقام فصلي العصر ثم اقام فصلي المغرب ثم اقام فصلي العشاء،

(ترمذی ج ۱ ص ۱۸۸)

حضرت ابو عبیدہ رحمہ اللہ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا غزوہ خندق کے دن مسترکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازیں پڑھنے سے روکے رکھا یہاں تک کہ رات کا آٹا حصہ چلا گیا جتنا اللہ نے چاہا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی پس ظہر پڑھی پھر اقامت کہی تو عصر پڑھی پھر اقامت کہی تو مغرب پڑھی پھر اقامت کہی تو عشاء پڑھی۔

۶۔ عن عبد الله بن عمر انه كان يقول من نسي صلاة فليصلها الا وهو مع الامام فاذا سلم الامام فليصل الصلاة التي نسي ثم ليصل بعدها اخري،

(ابو داؤد امام ماکن ص ۱۵۵)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرمایا کرتے تھے جو شخص نماز پڑھنی بھول جائے پھر امام کے ہمراہ دوسری نماز پڑھتے ہوئے اسے یاد آئے تو جب امام سلام پھیرے تو اسے چاہیے کہ پہلے وہ بھولی ہوئی نماز پڑھے پھر

اس کے بعد دوسری نماز پڑھے۔

مذکورہ احادیث مبارکہ سے دو چیزیں ثابت ہو رہی ہیں ایک یہ کہ جو نمازیں قضا ہو جائیں جان بوجھ کر، یا بھول کر، یا سوتے رہ جانے کی وجہ سے تو وہ ذمہ سے ساقط نہیں ہوتیں، بلکہ ان کی ادائیگی ضروری ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوتے رہ جانے یا بھول جانے کی وجہ سے قضا ہو جانے والی نماز کو ادا کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ اس بنا پر ان کی ادائیگی ضروری ہوتی، اسی سے معلوم ہوا کہ جو نمازیں ان اعدار کے بغیر قضا ہو جائیں ان کا ادا کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ جب عذر (سوتے رہ جانے یا بھول جانے) کی وجہ سے قضا ہو جانے والی نمازوں کی ادائیگی ضروری ہوتی تو بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر قضا ہو جانے والی نمازوں کی ادائیگی بلا نیت اولیٰ ضروری ہوگی۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ”اقیموا الصلوٰۃ“ نماز قائم کرو ان صورتوں کو بھی شامل ہے جب نماز کا وقت آجائے اور ان صورتوں کو بھی شامل ہے جب کہ نماز کسی بھی وجہ سے قضا ہو جائے نماز بہر حال پڑھنی پڑے گی چاہے اوپر سے یا قضا پڑھے، اگر ادا نہیں پڑھی تو قضا پڑھے، کیونکہ نماز نہ پڑھنے کی صورت میں بندہ پر اللہ کا ایک قرض باقی رہے گا اور ظاہر ہے کہ قرض ادائیگی کے بغیر ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا لہذا نماز بھی جب تک پڑھ نہ لے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگی اور پڑھے یا قضا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں،

”فَاقْضُوا لِلَّهِ فَرَضًا أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ“ (نہائی ۲ ص ۲)

اللہ کا قرض ادا کرو وہ ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔

مزید ارشاد فرماتے ہیں،

”قَدَرْنَاهُ اللَّهُ أَحَقَّ أَنْ يُقْضَى“ (نہائی ۱ ص ۱)

اللہ تعالیٰ کا قرض زیادہ حق رکھتا ہے کہ اُسے ادا کیا جائے امام نووی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

”فید وجوب قضاء الفريضتين المتأثرتين سواء تركها بعد ركوع أو نسيان أو بعين عذر أو انما قيد في الحديث بالنسيان لخروجها على سبب ولا نسي إذا وجب القضاء على المعذور فغيره أولى بالوجوب وهو من باب التنبيه بالادفء على الاعلى وأما قوله صلى الله عليه وسلم فليصلها إذا ذكرها فمحمول على الاستحباب فانه يجوز تأخير قضاء المتأثرتين بعد عذر على الصحيح وقد سبق بيانه ودليله وشد بعض اهل الظاهر فقال لا يجب قضاء المتأثرتين بعين عذر وزعم انها اعظم من انك يخرج من وبال معصيتها بالقضاء وهذا خطأ من قائله وجماله والله اعلم“

(نہائی ۱ ص ۲)

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو قرض نماز فوت ہو جائے اس کی قضا ضروری ہے خواہ وہ نماز کسی عذر کی وجہ سے رو گئی ہو مثلاً سو گیا یا بھول گیا، یا بغیر عذر کے، اور حدیث میں

جو بھول جانے کی قید ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث
اسی سبب سے بیان ہوئی ہے اور اس لیے بھی کہ جب عذر
والے شخص پر قضا واجب ہے تو وہ شخص جس کا کوئی عذر بھی
نہیں اس پر بطریق اولیٰ واجب ہوگی۔ یہ ادنیٰ سے اعلیٰ ترتیب
کے باب سے ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ۔
”اسے چاہیے کہ جب یاد آئے تو پڑھے“ یہ استحباب پر
محمول ہے کیونکہ فوت شدہ نماز کو کسی عذر کی وجہ سے
مؤخر کر کے پڑھنا بھی جائز ہے۔ صحیح قول کے مطابق اس کا بیان
اور اس کی دلیل گزر چکی اور بعض اہل ظاہر نے شذوذ کیا ہے جو
یہ کہتا ہے کہ بغیر عذر کے فوت ہو جانے والی نماز کی قضا واجب
نہیں ہے اور یہ گمان کیا ہے کہ فوت شدہ نماز اس سے بڑی
ہے کہ آدمی اسے قضا کر کے اس کی مصیبت سے بچ سکے یہ اس
قائل کی غلطی اور جہالت ہے۔

فوت شدہ نماز کی قضا کے ضروری ہونے پر اجماع امت بھی چہ پشیمان
علامہ محمد بن عبدالرحمن شافعی لکھتے ہیں۔

”واقضوا علی وجوب قضاء الفوائت“

(رمۃ اللہ ص ۶۷)

فقہاء نے فوت شدہ نمازوں کی قضا کے واجب ہونے پر
اتفاق کیا ہے۔

دوسری چیز یہ کہ اگر کسی وقت کی نمازیں قضا ہو جائیں تو ترتیب کے
ساتھ ادا کرنی چاہیے جیسا کہ غزوہ خندق کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام اور آپ کے اصحاب کی تین نمازیں لگاتار قضا ہو گئیں یعنی ظہر
عصر، مغرب اور آپ نے عشاء کی نماز کے وقت انکی قضا شروع کی
تو ان نمازوں کو ترتیب سے پڑھا۔ پہلے ظہر کی نماز کو پھر عصر کی نماز کو پھر مغرب
کی نماز کو پھر عشاء کی نماز کو، ایسا نہیں کیا کہ عشاء کا وقت ہوئے کی وجہ سے
پہلے عشاء پڑھ لی ہو پھر قضا نمازیں پڑھی ہوں، آپ کے اس عمل سے یہ
بھی ثابت ہوا کہ اگر قضا نمازیں کم ہوں یعنی پانچ یا پانچ کے اندر اندر، تو
قضا نمازوں کی ادائیگی کی ترتیب میں وقفہ نماز پر قضا نماز کو اولیت حاصل
ہوگی یعنی پہلے قضا نماز ادا کی جائے گی پھر وقفہ نماز اگر کوئی فوت شدہ
نماز کو قضا پڑھے بغیر وقفہ نماز پڑھے گا تو اس کی وقفہ نماز نہیں ہوگی اسے
چاہیے کہ پہلے قضا نماز پڑھے پھر وقفہ کو پڑھے۔ حضرت عبداللہ بن
عمر رضی اللہ عنہما یہی فتوے دیتے تھے جیسا کہ حدیث ترمذی سے ظاہر ہے
(البتدیه بات ضرور ہے کہ فوت شدہ اور وقفہ نماز میں یہ ترتیب صاحب
ترتیب کے لیے ہے)

لیکن ان تمام احادیث اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا
ہے کہ جو نمازیں جان بوجھ کر نہ پڑھی ہوں ان کی قضا نہیں صرف توبہ و استغفار
کافی ہے، چنانچہ یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں۔

”اگر کوئی دیدہ دانستہ نمازیں چھوڑ دے اور پھر ان کی قضا کرنا
چاہے تو اس قسم کی نمازوں کی قضا حدیث سے ثابت نہیں ہے
بلکہ ایسے آدمی کے لیے توبہ و استغفار کافی ہے۔“

(دستورالمنہج ص ۱۶۹)

حافظ عبداللہ روپڑی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

”بلوغ کے بعد اگر نمازیں تھوڑی ہوں جو آسانی سے ادا ہو سکتی ہوں تو کر لی جائیں اگر زیادہ مدت کی ہوں جن کو ادا کرنا مشکل ہو تو یہی کافی ہے“
(فتاویٰ امجدیہ ج ۱ ص ۱۵۷)

مفتی عبدالنار صاحب سابق امام جماعت غربار امجدیہ رقمطائر ہیں۔
”لیکن سوال یہ ہے کہ نماز قضا کیوں ہوتی اصل یہ ہے کہ عمدہ چھوڑی ہے شروع میں نہ قضا کرنے کا حکم ہے اور نہ اس کی کوئی صورت ہے انسان سو جائے تو جب بیدار ہو وہی اس کا وقت ہے اگر بھول جائے تو جب یاد آئے وہی اس کا وقت ہے اگر بیہوش ہو جائے تو جب ہوش آئے وہی اس کا وقت ہے پھر قضا ہو جانے کی صورت کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ نفسانی عذر بنا کر چھوڑی ہے جس کی قضا نہیں اس پر جرم ہے کہ وہ نماز ہو گیا اس لیے مسلمان تو بر کر کے ہووے۔“

(فتاویٰ ستاریہ ج ۲ ص ۱۵۲)

غیر مقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب ترک صلوٰۃ کی متعدد صورتیں بنا کر لکھتے ہیں۔

”پہلی صورت جس میں کسی عذر کے بغیر پہل انگاری سے نماز ترک ہوئی عمدہ ترک میں شامل ہے اس کے لیے کوئی قضا نہیں یہ چیز من تولی الصلوٰۃ متعمدا میں شامل ہے اس کا توبہ نصوص کے علاوہ کوئی علانیہ نہیں۔“

(رسول اکرم کی نماز ص ۱۱۵)

ملاحظہ فرمائیے: احادیث صحیحہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کسی

کی نماز فوت ہو جائے کسی عذر کی وجہ سے یا بلا عذر اس کی قضا ضروری ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی ادائیگی کا حکم فرما رہے ہیں اسی پر اجماع است بھی ہے لیکن غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب عمدہ فوت شدہ نمازوں کی قضا نہیں ہے صرف توبہ استغفار کافی ہے۔

قارئین فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟
یاد رہے کہ غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں داود ظاہری کی تقلید کی ہے کیونکہ وہی اس بات کے قائل ہیں کہ عمدہ آ رہ جانے والی نمازوں کی قضا نہیں جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ کے بیان سے ظاہر ہے۔

وجوب سجود السہو وكونه بين السلاطين والتشهد بعد السجود
سجودہ سہو واجب ہے اور وہ (قاعدہ اخیرہ میں) سلام پھر کر کیا جاتا ہے اور اس کے بعد التحیات پڑھ کر پھر سلام پھیرا جاتا ہے

۱۔ عن ابن مسعود مرفوعاً واذا شك أحدكم في صلوٰۃ فليترك الصواب فليستوعليه شتم لیسلم شتم لیسجد سجدتین، (بخاری ج ۱ ص ۱۵۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم سے کسی کو جب اپنی نماز میں شک ہو جائے تو اسے چاہیے کہ صحیح کے لیے سوچ و چار کرے اور اس پر اپنی نماز پوری کرے پھر سلام پھیر کر دو سجدے کرے

۲۔ عن عبد اللہ بن جعفر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من شك في صلوٰۃ فليسجد سجدتین

وسلم قال من شك في صلوٰۃ فليسجد سجدتین

بعد ما یسلم،

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۲۸، نسائی ج ۱ ص ۱۲۸، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۸)

حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اپنی نماز میں شک ہو جائے تو اسے چاہیے کہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرے۔

۳۔ عن ثوبان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لكل سہو سجدتان بعد ما یسلو،

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۸)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہر سہو کے لیے دو سجدے ہیں سلام پھیرنے کے بعد۔

۴۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتِی السَّهْوِ وَدَعَا جَالِسًا ثُمَّ سَلَّمَ،

(نسائی ج ۱ ص ۱۲۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا، پھر بیٹھے دو سجدہ سہو کئے پھر سلام پھیرا۔

۵۔ عن عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی ثَلَاثًا ثُمَّ سَلَّمَ فَقَالَ الْخَبْرَاتُ اِنَّکَ صَلَّیْتَ ثَلَاثًا فَصَلِّ بِہُمْ الرَّکْعَتَ الْبَاقِیَۃَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتِی السَّهْوِ ثُمَّ سَلَّمَ،

(نسائی ج ۱ ص ۱۲۸)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (ایک مرتبہ بھولے سے) تین رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیا، حضرت خرقانی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ نے تین رکعتیں پڑھائی ہیں چنانچہ آپ نے انہیں باقی (چوتھی) رکعت پڑھا کر سلام پھیرا پھر دو سجدہ سہو کئے پھر سلام پھیرا۔

۶۔ عن عمران بن الحصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی بِہُ سَہْوً فَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ ثُمَّ تَشَهَّدَ ثُمَّ سَلَّمَ،

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۸، ترمذی ج ۱ ص ۱۲۸)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی تو آپ کو سہو ہو گیا، آپ نے دو سجدہ سہو کئے پھر التحیات پڑھی پھر سلام پھیرا۔

۷۔ عن زیاد بن علاق قال صلی ابنا المغیرۃ بن شعبۃ فنہض فی الرکعتین قلنا سبحان اللہ قال سبحان اللہ و مضی فلما اتم صلوٰۃ و سَلَّمَ سَجَدَ سَجْدَتِی السَّهْوِ فَلَمَّا اَنْصَرَفَ قَالَ رَأِیْتُ رَسُولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلو ینصنع کما صنعت،

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۸، مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۸)

حضرت زیاد بن علاق فرماتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی تو (بھولے سے) دوسری رکعت پڑھ کر کھڑے ہو گئے ہم نے سہان اللہ کہا تو آپ بھی سہان اللہ

اور اپنی نماز پوری کر لی اور سلام پھیرا تو دو سجدہ سہو کئے پھر نماز سے فارغ ہو کر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے جیسا کہ میں نے کیا۔

۸۔ عن علقمۃ ان ابن مسعود سجد سجدۃ فی السہو بعد السلام و ذکر ان المنجی صلی اللہ علیہ وسلم فعل ذلک، (ابن ماجہ ص ۱۳۷)
حضرت علقمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دو سجدہ سہو کئے سلام پھیرنے کے بعد اور ذکر کیا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

۹۔ عن ابی جابر عبیدۃ قال قال عبد اللہ بن مسعود اذا قام احدک فی قعود او قعد فی قیام او سلو فی الركعتین فلیتوضا لیسلم ثم لیسجد سجدتین یتشهد فیہما ویسلو،

(المدة الکبریٰ ۱۵ ص ۱۳۷)

حضرت ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میں سے کوئی جب قعدہ کی جگہ قیام کرے یا قیام کی جگہ قعدہ کرے یا دو رکعتوں میں سلام پھیرے تو اسے چاہیئے کہ نماز پوری کر کے سلام پھیرے پھر دو سجدہ سہو کر کے التحیات پڑھے اور سلام پھیرے۔

۱۰۔ عن عبد اللہ بن عباس قال سجدتا السہو بعد السلام، (طحاوی ج ۱ ص ۲۹۹)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سجدہ سہو سلام پھیرنے کے بعد ہیں۔

۱۱۔ عن عطاء بن ابی رباح قال صلیت خلف ابی الزبیر فسئل فی الركعتین فسبغ القوم قیاماً و قیاماً الصلوۃ فلما سلم سجد سجدتین بعد السلام قال عطاء فانطلقت الی ابن عباس فذکرت له ما فعل ابن الزبیر فقال احسن و اصاب، (طحاوی ج ۱ ص ۲۹۹)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے (بھروسے سے) دو رکعتوں ہی میں سلام پھیر دیا، لوگوں نے سبحان اللہ کہا تو آپ کھڑے ہو گئے اور نماز پوری کی پھر آپ نے سلام پھیر کر دو سجدہ سہو کئے۔ سلام کے بعد حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان سے ذکر کیا کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایسے کیا ہے، آپ نے فرمایا انہوں نے اچھا کیا اور درست کیا۔

۱۲۔ عن ابی عبد الرحمن بن حنظلۃ بن الراغب ان عمر بن الخطاب صلی صلوۃ المغرب فسلو یتقرأ فی الركعتین الاولى شیئاً فلما کانت الثانیۃ قرأ فیہا بما تحت الکتاب و سورۃ مرتین

فلما سلم سجد سجدتي السهو،

(عہادی ج ۱ ص ۱۹۸)

حضرت ابو عبد الرحمن بن حنظلہ بن راہب سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (ایک مرتبہ) مغرب کی نماز پڑھائی تو پہلی رکعت میں بالکل قرأت نہیں کی دوسری رکعت میں آپ نے سورۃ فاتحہ اور دوسری سورت دومرتبہ پڑھیں پھر آپ نے سلام پھیر کر دو سجدہ سہو کئے۔

۱۲- عن عمران بن حصین قال فی سجدتی السهو یسعو شم یسجد شم یسلم، (عہادی ج ۱ ص ۱۹۸)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سجدہ سہو میں پہلے سلام پھیر کر پھر سجدہ سہو کر کے پھر سلام پھیر کر۔

۱۳- عن انس ابنہ قال فی الرجل یھو فی صلوٰتہ لا یدرک ما یسجد قال یسجد سجدتین بعد ما یسلم، (عہادی ج ۱ ص ۱۹۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کے بارے میں جب نماز میں وہیم ہوتا ہے اور پتہ نہیں چلتا کہ نیا دق کی ہے یا کبھی کی ہے فرمایا کہ وہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدہ سہو کرے۔

۱۴- عن قتیبہ بن ابی حازم قال صلی اللہ علیہ وسلم سجد سجدتین فی رکعتین الاولیین فقالوا سبحان اللہ فقال سبحان اللہ فمضی فلما سلوا سجد

(عہادی ج ۱ ص ۱۹۸)

کمز فی السهو،

حضرت قتیبہ بن حازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تو آپ (بھولے سے) پہلی دو رکعتوں ہی میں کھڑے ہو گئے لوگوں نے سبحان اللہ کہا تو آپ نے بھی سبحان اللہ کہا اور کھڑے ہی رہے پھر (نماز پوری کر کے) سلام پھیرا اور دو سجدہ سہو کئے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) نماز میں سہو ہو جانے پر جو سجدے کئے جاتے ہیں وہ واجب ہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سہو ہو جانے پر سجدہ سہو کر نیکیا حکم دیا ہے۔
(۲) آخری قعدہ میں سجدہ سہو سلام پھیر کر کرنا چاہیے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد ہی سجدہ سہو کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲-۳ سے ظاہر ہے۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب سہو ہوتا تھا تو آپ سلام پھیر کر ہی سجدہ سہو کیا کرتے تھے۔ آپ کے اس عمل کو حضرت ابو ہریرہ، حضرت عمران بن حصین، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نقل کر رہے ہیں جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸ سے واضح ہے۔

جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عمر فاروق، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت عبد اللہ بن زبیر، حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہم کا اسی پر عمل تھا، انہیں سہو ہوتا تو سلام پھیر کر ہی سجدہ سہو کیا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸ سے واضح ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عمران بن حصین اور حضرت انس رضی اللہ عنہم یہی فتویٰ دیا کرتے تھے کہ سجدہ سہو سلام پھیر کر کیا جائے جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸ سے واضح ہے۔

۱۰-۱۲-۱۴ سے ظاہر ہے۔

(۳) سجدہ سہو کرنے کے بعد دوبارہ تشہد پڑھا جائے گا اور تشہد سے فارغ ہو کر سلام پھیرا جائے گا۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی تشہد نمبر ۹ سے معلوم ہوا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوبارہ تشہد پڑھ کر سلام پھیرا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ سجدہ سہو کے بعد دوبارہ تشہد پڑھا جائے جیسا کہ حدیث نمبر ۹ سے واضح ہے، انہیں احادیث و آثار کے پیش نظر فقہار احناف نے سجدہ سہو کا طریقہ بتلایا ہے کہ آخری قعدہ میں تشہد پڑھ کر دائیں طرف سلام پھیریں، پھر دو سجدے کر کے دوبارہ تشہد پڑھیں اور دونوں طرف سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ سجدہ سہو سلام پھیرنے سے پہلے کرنا چاہیئے اور سجدہ سہو کے بعد تشہد بھی نہیں پڑھنا چھچھم صادق سیاح کوئی صاحب لکھتے ہیں۔

”سجدہ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں تشہد، درود اور دُعا پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں جاویں پھر اٹھ کر جلے میں بیٹھ کر دوسرا سجدہ کریں اور پھر اٹھ کر سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوں حدیث مذکور میں سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کا حکم ہے اس لیے سہو کے دو سجدے سلام پھیرنے سے قبل کرنے چاہئیں۔“ (صلوٰۃ الرسول ص ۳۱۳)

مولوی خالہ گر جاگھی صاحب لکھتے ہیں :

”سہو یعنی نماز میں بھول جانے سے دو سجدے نماز کے بعد

سلام سے پہلے ادا کرنے ہوتے ہیں۔“ (صلوٰۃ النبی ص ۳۱)

مزید لکھتے ہیں :

”لیکن جو احناف ہیں مانع ہے کہ ایک طرف سلام پھیر کر پھر سہو کے سجدے کرنے کے بعد التحیات پڑھنا تو یہ سنت سے ثابت نہیں۔“ (صلوٰۃ النبی ص ۳۱)

ملاحظہ فرمائیے : حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل بھی موجود ہے کہ آپ سجدہ سہو سلام پھیرنے کے بعد کرتے تھے اور آپ کا قول بھی موجود ہے کہ آپ نے صحابہ کرام کو سلام پھیرنے کے بعد ہی سجدہ سہو کرنے کا حکم دیا۔ اسی پر صحابہ کرام کا عمل بھی ہے اور جلیل القدر صحابہ کرام کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد ہی سجدہ سہو کیا جائے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سجدہ سہو کرنے کے بعد التحیات پڑھنا بھی ثابت ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی اسی پر ہے کہ سجدہ سہو کے بعد التحیات پڑھی جائے پھر سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوا جائے، لیکن غیر متقلدین اس قدر احادیث و آثار کی موجودگی میں بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ سجدہ سہو سلام سے پہلے ہی کرنا چاہیئے اور سجدہ سہو کے بعد التحیات نہیں پڑھنی چاہیئے کہ سنت سے ثابت نہیں۔ یہ ہے عمل بالحدیث کے دعویداروں کا علم و عمل۔

قارئین کرام اب فیصلہ آپ کے سر ہے آپ فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

سقوط سجود السهو عن المؤتسل بهو

مقتدی کو اگر سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں

۱- عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
لیس علی من خلف الامام سہو فان سہا
الامام فعلیہ و علی من خلف السہو وان
سہا من خلف الامام فلیس علیہ سہو والامام
کافیہ ، (دارقطنی ج ۱ ص ۳۷۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت
کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے ہے اس پر
سجدہ سہو نہیں ہے، اگر امام کو سہو ہو جائے تو اس پر اور جو اس
کے پیچھے ہے اس پر سجدہ سہو ہے اور اگر مقتدی کو سہو ہو جائے
تو اس پر سجدہ سہو نہیں ہے اس کو امام کافی ہے۔

۲- عن ابراہیم انه قال اذا سہو تک خلف الامام
وحفظ الامام فلیس علیک سہو وان سہا
وحفظت فلیک السہو وان لم یسجد الامام
فلا تسجد وکذا لک اذا سہا جمیع من مع
الامام او سہا الامام ،

(کتاب آثار الامام ابی حنیفہ روایت الامام ابی یوسف ص ۲۷۷)
حضرت ابراہیم شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم امام کے پیچھے
بجھول جاؤ اور امام محفوظ رہے تو تم پر سجدہ سہو نہیں ہے اور اگر امام بجھول

جائے اور تم محفوظ رہو تو تم پر بھی سجدہ سہو ہوگا اور اگر امام سجدہ نہ کرے
تو تم بھی سجدہ نہ کرو اور اسی طرح اگر سارے مقتدی بھی بجھول جائیں تو
کسی پر بھی سجدہ سہو نہیں ہوگا اور اگر امام بجھول جائے تو سب پر ہوگا
مذکورہ حدیث و اثر دونوں سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر مقتدی کو دوران نماز سہو
ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں، اسی پر اجماع امت بھی ہے۔ چنانچہ
علامہ محمد بن عبدالرحمن شافعی تحریر فرماتے ہیں۔

”ولو سہا خلف الامام لم یسجد بالافتاق“

(درمہ الامم فی اختلاف الائمہ ص ۴۳)

اور اگر مقتدی کو سہو ہو جائے تو وہ بالافتاق سجدہ سہو نہیں کرے گا۔
اس اجماع کو امام ابو بکر بن محمد بن ابراہیم بن منذر نیشاپوری رحمہ اللہ نے
بھی نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

”واجب معوا علی ان لیس علی من سہی خلف الامام

سجود“ (الاجماع ص ۱۷)

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مقتدی پر سجدہ سہو لازم نہیں ہے۔
لیکن حدیث و اثر اور اجماع امت کے خلاف غیر متقدمین کے نواب
صاحب کا کہنا ہے کہ اگر مقتدی کو نمازیں سہو ہو جائے تو اس پر بھی سجدہ
سہو واجب ہے اور اس سے سجدہ سہو کے ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے
چنانچہ نواب صدیقی محسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

”و اگر خود مؤتم نہ ہو پس امام سہو نفس خود گرد و بروی سجود سہا بنا
بر دخول دران سہو واجب باشد بوجہ تناول اول ادرہ سجود از برائے
مؤتم و دلیلی بر سقوط سجود سہو خودش بجز ہجرہ ہجرہ امام نیامدہ“

(درمہ الامم فی اختلاف الائمہ ص ۴۸)

اگر مقتدی کو امام کے پیچھے خود اپنی طرف سے سہو ہو جائے، تو اس پر سجدہ سہو اس سہو میں داخل ہونے کی بنا پر واجب ہوگا کیونکہ سجدہ سہو کے دلائل مقتدی کو بھی شامل ہیں اور مقتدی سے امام کی سچا رہی میں خود اپنے سہو سے سجدہ سہو کے ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں آئی۔

ملاحظہ فرمائیے: حدیث و اثر اور اجماع امت سے ثابت ہو رہا ہے کہ مقتدی پر خود اپنے سہو سے سجدہ سہو لازم نہیں آتا۔ لیکن غیر متقلدین کے نواب صاحب فرما رہے ہیں کہ نہیں صاحب اس پر سجدہ سہو لازم ہے اور اس سے سجدہ سہو ساقط ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ قارئین محترم اوپلیکٹا حدیث مرفوع، ایک جلیل القدر تابعی کا اثر، اور اجماع امت کا ذکر کیا گیا ہے یہ تین دلیلیں موجود ہیں لیکن نواب صاحب فرماتے ہیں کوئی دلیل نہیں، لہذا اب آپ خود فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

استراط الوضوء لسجدة التلاوة

سجدہ تلاوت کیلئے وضو شرط ہے بے وضو سجدہ تلاوت جائز نہیں

۱۔ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تقبل صلوٰۃ بغير وضوء، (ترمذی ج ۱ ص ۱۱۷)
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ (آپ نے فرمایا) کوئی نماز بغیر طہارت کے قبول نہیں ہوتی۔

۲۔ عن نافع عن ابن عمر انہما قال لا یسجد الرجل

(سجدة التلاوة) الا وهو طاهر،

(یہ بھی ج ۲ ص ۳۲۵)

حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کوئی شخص بھی سجدہ تلاوت طہارت کے بغیر نہ کرے۔

مذکورہ دونوں احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ سجدہ تلاوت اگر کھٹے کے لیے طہارت شرط ہے، طہارت کے بغیر سجدہ تلاوت جائز نہیں کیونکہ سجدہ تلاوت من جملہ صلوٰۃ ہے کیونکہ اس میں نماز کی طرح نیست بھی شرط ہے مستر حورت بھی شرط ہے، استقبال قبلہ بھی ضروری ہے، اس میں تکبیر بھی ہے تسبیح بھی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی نماز بھی طہارت کے بغیر قبول نہیں ہوتی تو جب نماز کے لیے طہارت ضروری ہوئی تو سجدہ تلاوت کے لیے بھی جو کہ من جملہ نماز ہی ہے طہارت ضروری ہوگی اور جس طرح کوئی نماز طہارت کے بغیر جائز نہیں اسی طرح سجدہ تلاوت بھی بغیر طہارت کے جائز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فتویٰ دیا کہ کوئی شخص بھی طہارت کے بغیر سجدہ تلاوت نہ کرے۔

لیکن ان دونوں احادیث مبارکہ کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ سجدہ تلاوت وضو کے بغیر بھی جائز ہے۔

چنانچہ غیر متقلدین کے شیخ الحدیث یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں۔
”یہ سجدہ وضو کے ساتھ کرنا بہتر ہے لیکن بے وضو بھی جائز“

اور درست ہے۔ (دستور المتقی ص ۱۱۷)

۳۔ عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم
قال لا تسافر المرأة ثلثاً ايام الا مع ذي
محرم ، (بخاری ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا نہ سفر کرے عورت تین دن
کا محرم کے بغیر۔

۴۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لا یحل لامرأة ان تسافر
ثلثاً الا ومعها ذو محرم منها ،

(مسلم ج ۱ ص ۲۲۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کسی بھی عورت کے لیے حلال نہیں ہے
کہ وہ تین دن کا سفر کرے اپنے محرم کے بغیر۔

۵۔ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لا یحل لامرأة تؤمن باللہ
والیوم الآخر ان تسافر سفراً یكون ثلثاً
ایام فصاعداً الا ومعها ابوها او ابنها او
زوجها او اخوها او ذو محرم منها ،

(مسلم ج ۱ ص ۲۲۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال نہیں ہے کسی بھی عورت

کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے کہ وہ تین
دن یا تین دن سے زیادہ مسافت کا سفر کرے مگر اس حال
میں کہ اس کا باپ یا بیٹا، یا شوہر یا بھائی یا کوئی محرم اس
کے ساتھ ہو۔

۶۔ عن علی بن ربیعۃ الوالی - الولی بن یحییٰ بن یحییٰ
اسد بن خزیمۃ قال سألت عبد اللہ بن عمر
الی کون تقصر الصلوۃ ؟ فقال اتعرف السویداء
قال قلت لا ولكنی قد سمعت بها قال ہی
ثلث لیل قوا صد فاذا خرجنا الیہا قصرنا
الصلوۃ ، (کتاب الآثار لایم الامام البیہقی ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت علی بن ربیعہ والبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ کتنی مسافت پر نماز
قصر کرنی چاہیے۔ آپ نے فرمایا سویدا کو کہ جانتے ہو میں نے
عرض کیا کہ جانتا تو نہیں لیکن اس کے بارے میں سنا ہے فرمایا
وہ تین درمیانی راتوں کی مسافت پر ہے۔ جب ہم وہاں جا
ہیں تو نماز میں قصر کرتے ہیں۔

۷۔ حدثنا ابراہیم بن عبد الاعلیٰ قال سمعت
سوید بن غفلۃ الجعفی یقول اذا سافرت
ثلاثاً قاصی ، (کتاب الحج ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت ابراہیم بن عبد الاعلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے سوید بن
غفلہ جعفی رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب

تو تین دن کا سفر کرے تو قصر کرے۔

۸۔ عن عمر قال تقصر الصلوة في مسيرة ثلاث ليالٍ،
(کنز العمال ج ۸ ص ۲۲۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین رات کی مسافت (کے سفر) میں نماز قصر کی جائے۔

۹۔ عن سالم بن عبد الله عن أبيه أنه ركب إلى ريم فقصر الصلوة في مسيرة ذالك قال يحيى قال مالك وذاك نحو من أربعة بروج
(موطا امام مالک ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت سالمؓ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ریم تک سفر کیا تو اپنے اس سفر کے دوران نماز میں قصر کیا، یحییٰؒ کہتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ریم مدینہ طیبہ سے تقریباً ۴ برید کے برابر فاصلہ ہے۔

۱۰۔ عن سالم بن عبد الله ان عبد الله بن عمر ركب إلى ذات النصب فقصر الصلوة في مسيرة ذالك قال يحيى قال مالك وبين ذات النصب والمدینة اربعة بروج
(موطا امام مالک ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ذات النصب تک سفر

کیا تو اپنے اس سفر کے دوران نماز میں قصر کیا، یحییٰؒ کہتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ مدینہ طیبہ اور ذات النصب کے درمیان ۴ برید کا فاصلہ ہے۔

۱۱۔ عن سالم ان ابن عمر خرج إلى ارض له بذات النصب فقصر وهي ستون عشرة فرسخاً،
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۳۲)

حضرت سالم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی اس زمین کی طرف سفر کے لیے نکلے جو ذات النصب میں تھی تو آپ نے قصر کیا، مدینہ طیبہ سے اسکا فاصلہ سولہ فرسخ ہے۔

۱۲۔ عن عطاء بن ابی رباح ان ابن عباس كانا يصليان ركعتين و يفطران في اربعة بروج فما فوق ذالك،
(بیہقی ج ۳ ص ۱۳۷)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم دو رکعت پڑھتے تھے (قصر کرتے تھے) اور روزہ افطار کرتے تھے چار یا اس سے زیادہ برید پر۔

۱۳۔ وكان ابن عمر و ابن عباس يقصران ويفطران في اربعة بروج وهو ستون عشرة فرسخاً،
(بخاری ج ۱ ص ۱۴۱)

(حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے تعیناً ذکر کیا ہے کہ) حضرت
عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نمازیں
قصر کرتے تھے اور روزہ افطار کرتے تھے ۴ برید پر جو ۶ فرسخ
کے ہوتے ہیں۔

۱۴۔ عن عطارد بن ابی رباح قال قلت لابی عباس
اقصر الخ عرفت فقال لا قلت اقصر الخ
من قال لا قلت اقصر الخ الطائف والحب
عسفان قال نعم و ذالك شمانية واربعون
ميال وعقد بيده ،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۲۵ و مسند امام شافعی ج ۱ ص ۱۸۵)

حضرت عطارد بن ابی رباح فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ
بن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ میں عرفہ کی مسافت میں
قصر کر سکتا ہوں فرمایا نہیں میں نے عرض کیا کہ مر کی مسافت میں قصر کر سکتا
ہوں فرمایا نہیں میں نے عرض کیا طائف اور عسفان کی مسافت
میں قصر کر سکتا ہوں فرمایا ہاں ، ان کی مسافت اڑتالیس میل ہے
باتھ سے گھر لگا کر (شمار کر کے) دکھایا۔

۱۵۔ عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم يا اهل مكة لا تقصروا الصلوة
في ادنى من اربعين برد من مكة الى عسفان ،

(معجم طبرانی کبیر بحوالہ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اہل مکہ تم چار برید سے کم کے
سفر میں قصر نہ کیا کرو چار برید مکہ مکرمہ سے عسفان تک ہوتے ہیں

مذکورہ بالا احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے مسافر کے لیے موزوں پر مسج کی مدت تین دن و تین رات مقرر فرمائی
ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۲ سے واضح ہے اور آپ نے عورت کو محرم
کے بغیر تین دن کے سفر سے منع فرمایا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۳۔ ۴ سے ظاہر
ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں تین دن و رات کو ضرور داخل ہے
اور مسافر کھلانے کا سستی وہی ہے جو تین دن و رات کی مسافت کے
سفر کے ارادہ سے گھر سے چلے ، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ، آپ کے
صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور جلیل القدر تابعی حضرت
سوید بن غفلہ رحمہ اللہ کے اقوال سے اس کی صراحت بھی ہو گئی اور معلوم ہوا
کہ نماز میں قصر کے لیے مسافت سفر تین دن و رات کا سفر ہے جیسا کہ حدیث
نمبر ۶۔ ۷۔ ۸ سے ظاہر ہے مگر جس زمانہ میں قافلے پیادہ یا اونٹوں وغیرہ پر
چلا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں اس مسافت کا اندازہ لگانا آسان تھا سوڑ
ریل اور ہوائی جہاز کے اس دور میں تین دن کی پیدل مسافت کا اندازہ
لگانا بہت مشکل ہے شاید آئندہ اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری کا زمانہ
آئے ، لہذا احکام شرع میں سہولت کے پیش نظر اب میلوں کی تعیین
ضروری ہے ، چنانچہ محققین علماء احناف نے ۴۸ میل کو مسافت قصر قرار
دیا ہے جیسا کہ یہ ائمہ ثلاثہ حضرت امام مالک حضرت امام احمد اور ایک
روایت کے مطابق حضرت امام شافعی رحمہم اللہ کا بھی مسلک ہے اور
مندرجہ بالا احادیث و آثار بھی اس کے مؤید ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ

۷۲۲
 وسلم سے مسافت سفر کی تحدید چار بُرد = ۱۶ فرسخ = ۲۸ میل ثابت ہو رہی ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۵ سے ظاہر ہے اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے اقوال و اعمال سے بھی مسافت سفر کی تحدید چار بُرد = ۱۶ فرسخ = ۲۸ میل ہی ثابت ہو رہی ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳ سے واضح ہے، حضرت امام مالک حضرت ابوبکر بن ابی شیبہ حضرت امام بخاری حضرت امام بیہقی رحمہم اللہ سب یہی نقل کر رہے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا عمل اور فتویٰ اسی پر تھا کہ مسافت قصر اڑائیس میل ہے۔ لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ مسافت قصر ۳ میل یا نو میل ہے۔

چنانچہ شمار اللہ امر تشری صاحب لکھتے ہیں :
 ”مسافر اس کو کہتے ہیں جو اپنے وطن سے نکل کر کسی دوسری جگہ کو جائے اس کی کم سے کم حد بحکم حدیث شریف تین میل ہے۔“
 (فتاویٰ ثنائیہ ص ۱۷۷)

غیر متقلدین کے مفتی عبدالسار صاحب لکھتے ہیں :
 ”نماز قصر تین یا نو میل پر کر سکتا ہے“
 (فتاویٰ ستارہ ص ۳۷)

غیر متقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب تحریر فرماتے ہیں :
 ”لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ نو میل پر قصر درست ہے“
 (رسول اکرم کی نماز ص ۱۷)

ملاحظہ فرمائیے : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان حضرت عبداللہ

۷۲۳
 بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے افعال و اقوال سے مسافت قصر کی تحدید ۴ بُرد = ۱۶ فرسخ = ۲۸ میل ثابت ہو رہی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے کم مسافت کے سفر پر قصر سے منع بھی فرمائیے ہیں، صحابہ کرام اور ائمہ عظام اسی پر عمل پیرا ہیں۔ لیکن غیر متقلدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کے باوجود اور صحابہ و تابعین کے فیصلہ کے خلاف کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب مسافت قصر تین میل یا نو میل ہے اور زیادہ صحیح نو میل ہے۔ قارئین غور فرمائیے اور ذرا سوچیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ و تابعین وغیرہم کی بات زیادہ صحیح ہے یا غیر متقلدین کی ؟ اور پھر فیصلہ فرمائیے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

القصر ما لوینوا لاقامة خمسة عشر يوما
 مسافر جب تک کسی جگہ پندرہ دن کی اقامت کی نیت کرے اس وقت تک قصر کرے گا

۱۔ عن مجاہد قال کان ابن عمر اذا اجمع علی اقامة
 خمس عشرة سرح ظہرہ وصلی اربعاً ،
 (صحیف ابن ابی شیبہ ص ۲۵۵)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب پندرہ دن ٹھہرنے کا پختہ ارادہ فرمائیے تو گھوڑے سے نکلے آثار دیتے اور چار رکعت ادا کرتے۔

۲۔ عن مجاہد عن ابن عمر انہ اذا اراہ ان یقیم بکثرة
 خمسین یوما سرح ظہرہ وصلی اربعاً ،
 (کتاب الحج لعلامہ محمد صالح المنجد ص ۱۷۷)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ مکرمہ میں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ فرماتے تو گھوڑے سے زین اتار دیتے اور چار رکعت ادا کرتے۔

۳۔ عن مجاہد عن عبد اللہ بن عمر قال اذا كنت مسافرا فوطئت نفسك على اقامتة خمسة عشر يوما فأتهم الصلوة وان كنت لا تدرك فاقصی (کتاب الآثار للامام ابی حنیفہ بطایب الامام محمد ص ۱۷۸)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب تم مسافر ہو اور اپنے لیے کسی جگہ کو پندرہ دن ٹھہرنے کے لیے وطن بناؤ تو نماز پوری پڑھو اور اگر تیس معلوم نہ ہو کہ کتنے دن ٹھہرنا ہے تو قصر کرو۔

۴۔ عن مجاہد عن ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہم قال اذا هممت باقامتة خمسة عشر يوما فاتم الصلوة (جامع المسانید احمد ص ۱۷۸)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جب تم پندرہ دن اقامت کا ارادہ کرو تو پھر نماز پوری پڑھو۔

۵۔ عن سعید بن المسیب قال اذا قدمت بلدة فأتهم الصلوة (کتاب الحجۃ ص ۱۷۸)

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب تم کسی شہر

میں آؤ اور اس میں پندرہ دن ٹھہرو تو نماز پوری پڑھو۔

مذکورہ آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ مسافر اگر کسی مقام پر پندرہ یا پندرہ دن سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے تو پھر نماز پوری پڑھے گا قصر نہیں کرے گا، ورنہ قصر کرے گا۔ جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا اسی پر عمل تھا اور وہ دوسروں کو بھی فتویٰ دیا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ یہ تعین کوئی ایسی چیز تو ہے نہیں جس میں عقل و رائے کو دخل ہو اور ان حضرات نے خود ہی یہ تعین کر لی ہو اس لیے یہی کہا جائیگا کہ ضرورت ان حضرات نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سُن کر یا آپ کے عمل کو دیکھ کر ہی یہ تعین کیا ہے لہذا ان کے یہ فتاویٰ حدیث مرفوعہ کے حکم میں ہوں گے۔ اسی طرح جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ بھی صحیح روایت کے مطابق اسی پر فتویٰ دیتے تھے۔

لیکن ان آثار کے خلاف غیر متقدمین کا کہنا ہے کہ چار روز کی اقامت کی نیت کر لینے سے قصر ختم ہو جائے گا اور پوری نماز پڑھے گا۔

چنانچہ شمار اللہ امر تشری صاحب لکھتے ہیں۔

”محدثین کے نزدیک حکم بحديث تبين روز کی نیت اقامت کرنے پر قصر کرنا جائز ہے چار روز کی کرے گا تو قصر جائز ہے“

(فتاویٰ ثنائیہ اص ۱۷۸)

ملاحظہ فرمائیے : مذکورہ آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ پندرہ دن کی اقامت کی نیت کرنے سے قصر ختم ہوتا ہے لیکن غیر متقدمین کے نزدیک چار دن کی اقامت کی نیت سے قصر ختم ہو جاتا ہے اور نماز پوری پڑھنی پڑتی ہے قارئین فحیلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

وجوب القصير في السفر وكراهة التمام

دوران سفر قصر کرنا واجب ہے اور پوری نماز پڑھنا مکروہ ہے

۱- عن عیسیٰ بن حفص بن عاصم قال حدثنی ابی
انہ سمع ابن عمر یقول صحبت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وکان لا ینزید فی السفر علی
رکعتین و ابابکر و عمر و عثمان کذا لک

(بخاری ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت عیسیٰ بن حفص فرماتے ہیں کہ میرے والد حفص نے حدیث
بیان کی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے
ہوئے سنا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا۔
آپ سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اور میں حضرت
ابوبکر، حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ رہا وہ
بھی ایسے ہی کہتے تھے۔

۲- عن عبد اللہ بن عمر (ق) حدیث طویل، انی
صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السفر
فلم ینزد علی الرکعتین حتی قبضہ اللہ و صحبت
ابابکر فلم ینزد علی رکعتین حتی قبضہ اللہ و صحبت
عمر فلم ینزد علی رکعتین حتی قبضہ اللہ و صحبت
عثمان فلم ینزد علی رکعتین حتی قبضہ
اللہ و ہذا قال اللہ تعالیٰ لعلہ کان لکم ف

رسول اللہ اسوة حسنة، (مسلم ج ۱ ص ۲۲۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں سفر میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا آپ نے نماز دو رکعتوں سے زیادہ
نہیں پڑھی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلالیا اور میں حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ
نہیں پڑھیں حتیٰ کہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے بلالیا۔ میں حضرت عمر
کے ساتھ رہا انہوں نے بھی دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھیں حتیٰ کہ
انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے بلالیا میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
ساتھ رہا انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں حتیٰ کہ
انہیں بھی اللہ نے بلالیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بے شک
تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں چھانوہ ہے
۳- عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صلوة السفر رکعتان من ترک السنة فقد کفر

(رواہ ابن عمر بسند صحیح (عمدة القاری ج ۲ ص ۱۱۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر کی نماز دو رکعتیں ہیں جس نے سنت
(یعنی اس طریقہ) کو چھوڑا تحقیق اس نے کفر کیا۔

۴- عن مورق قال سألت ابن عمر عن الصلوة فی
السفر فقال رکعتین رکعتین من خالفت السنة
کفر (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۱۱)

حضرت مورق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ

بن عمر رضی اللہ عنہما سے دوران سفر نماز کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا دو۔ دو رکعتیں ہیں جس نے سنت (اس طریقے) کی مخالفت کی اس نے کفر کیا۔

۵۔ عن ابی الکنود قال سألت ابن عمر عن صلوٰۃ السفر فقال رکعتان نزلتا من السماء فان شئتُم فردوهما (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۲)

حضرت ابوالکنود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سفر کی نماز کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا دو رکعتیں ہیں جو آسمان سے اتری ہیں چاہو تو ان کو رد کر دو۔

۶۔ عن السائب بن یزید الکنسی ابن اخت النضر قال فرضت الصلوٰۃ رکعتین رکعتین ثم زید فی صلوٰۃ الحضر واقربت صلوٰۃ السفر

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۲)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز دو دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر حضرت کی نماز میں اضافہ ہو گیا اور سفر کی نماز یونہی برقرار رکھی گئی۔

۷۔ عن عائشہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت الصلوٰۃ اول ما فرضت رکعتان فأقرت صلوٰۃ السفر وأتممت صلوٰۃ الحضر، الحديث (بخاری ج ۱ ص ۲۸)

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہلیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نماز ابتداءً دو رکعتیں ہی فرض ہوئی تھیں سفر کی نماز برقرار

رکھی گئی اور حضر کی نماز پوری کر دی گئی۔

۸۔ عن عمر قال صلوٰۃ السفر رکعتان وصلوٰۃ الجمعة رکعتان والفطر والاضحیٰ رکعتان تمام عنہ قصر علی لسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم (ابن ماجہ ص ۱۷۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سفر کی نماز دو رکعات ہیں جمعہ کی نماز دو رکعات ہیں، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز دو دو رکعات ہیں جو پوری ہیں کم نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی۔

۹۔ عن یعلیٰ بن امیہ قال قلت لعمر بن الخطاب لیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان حضرتکم ان یقتکم الذین کفروا فقد امن الناس فقال عجبت مما عجبت منه فسألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذالک فقال صدقة تصدق اللہ بها علیکم فاقبلوا صدقتہ وسلم (اصحاح)

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آیت کریمہ لیس علیکم جناح الا یہ کہ بارے میں عرض کیا کہ اب تو لوگ امن میں ہو گئے ہیں آپ نے فرمایا تمہیں عجیب لگی ہے وہ بات جو مجھے عجیب لگی تھی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ یہ اللہ نے تم پر صدقہ کیا ہے لہذا تم اسے صدقہ

کو قبول کرو۔

۱۰۔ عن ابن عباس قال فرض الله الصلوة على لسان
نبيكم صلى الله عليه وسلم في الحضر اربعاً
وفي السفر ركعتين وفي الخوف ركعتاً،

(مسلم ج ۱ ص ۲۳۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر چار رکعتیں، سفر
میں دو رکعتیں، اور خوف کی حالت میں ایک رکعت فرض کی ہے۔

۱۱۔ عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
حين سافر ركعتين ركعتين وحين اقام
اربعا قال وقال ابن عباس فمن صلى في السفر

اربعا كمن صلى في الحضر ركعتين الحديث

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۵۵۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سفر کیا تو دو دو رکعتیں پڑھیں اور جب
آپ متعین ہوئے تو چار پڑھیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ
بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو شخص دوران سفر چار رکعتیں
پڑھتا ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے وہ شخص جو حضر میں دو رکعت
پڑھے۔

۱۲۔ عن موسى بن سلمة الهذلي قال سألت ابن عباس
كيف أصلي إذا كنت بمكة إذا لم أصل مع الإمام

فمقال ركعتين سنة أبي القاسم صلى الله
عليه وسلم،

(مسلم ج ۱ ص ۲۳۱)

حضرت موسیٰ بن سلمہ ہذلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ جب میں مکہ مکرمہ
میں ہوں اور میں نے امام کے ساتھ نماز نہ پڑھی ہو تو کیسے نماز
پڑھوں آپ نے فرمایا دو رکعتیں ہی سنت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ
وسلم کی۔

۱۳۔ عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم

خرج من المدينة الى مكة لا يخاف الا رب

العلمين فصلى ركعتين،

(ترمذی ج ۱ ص ۲۳۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی
علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ گئے اس حال میں
کہ آپ سوائے رب العلمین کے کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور
آپ نے دو ہی رکعتیں پڑھیں۔

۱۴۔ عن أبي هريرة قال سافرت مع رسول الله صلى الله

عليه وسلم ومع أبي بكر وعمر كلهم صلى

من حين يخرج من المدينة الى ان يرجع اليها

ركعتين في المسير والمقام بمكة.

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر

کیا ہے سب نے مدینہ طیبہ سے جاتے اور واپس مدینہ طیبہ آتے تک دو رکعتیں ہی پڑھیں سفر کے دوران بھی اور مکہ مکرمہ اقامت کے دوران بھی۔

۱۵۔ عن خلف بن حفص عن انس انطلق بنا الى الشام الى عبد الملك ونحن اربعون رجلا من الانصار ليفرض لنا فلما رجع وكنا بفتح النافذ صلى بنا الظهر ركعتين ثم دخل فسطاطهم وفتناهم اثم قوم يضيفون الى ركعتيهم ركعتين اخريين فقال قبح الله الوجوه فوالله ما اصابنا السنة ولا قبلت الرخصة فاشهد سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان قومًا يتعشقون في الدين يهرقون كماء يهرق السهم من الرميته، (مجمع الزوائد ۲ ص ۵۵)

حضرت خلف بن حفص حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ (انہوں نے فرمایا) ہمیں ملک شام عبد الملک بن مروان کے پاس لے جایا گیا ہم چالیس انصاری مرد تھے مقصد یہ تھا کہ وہ ہمارا وظیفہ مقرر کر دے، جب ہم واپس ہوئے اور فجر النافذ پہنچے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں ظہر کی دو رکعتیں پڑھائیں اور اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے لوگ اٹھے اور (پڑھی ہوئی) دو رکعتوں کے ساتھ دوسری دو رکعتوں کا اضافہ کرنے لگے، آپ نے فرمایا خدا ان کا بڑا کرے اللہ کی قسم یہ سنت

کو نہ پہنچے نہ انہوں نے رخصت کو قبول کیا، گواہ رہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے کہ بہت سے لوگ دین میں خوب گہرائی میں جائیں گے لیکن وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکلتا ہے۔

۱۶۔ عن عطاء بن يسار قال ان بنا سافنا فالتوا يا رسول الله كنا مع فلان في السفر فانا في الا ان يصلي لنا اربعاً اربعاً فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا والذي نفسي بيده تضلون، (المدينة المنورة ۱ ص ۱۲)

حضرت عطاء بن يسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم فلاں صاحب کے ساتھ سفر میں تھے انہوں نے ہمیں نماز پڑھانے سے انکار کیا بجز اس صورت کے کہ وہ چار چار رکعت پڑھائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ایسی صورت میں تم گمراہ ہو جاؤ گے۔

۱۷۔ عن ابراهيم ان ابن مسعود قال من صلى في السفر اربعاً اعاد الصلوة، (مجمع طبرانی کبیر ۹ ص ۲۸۹)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے سفر میں چار رکعتیں پڑھیں وہ اپنی نماز لوٹائے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ دوران سفر نماز میں قصر کرنا عزیمت ہے نہ کہ رخصت، نیز قصر کرنا واجب اور ضروری ہے نہ کہ فضل

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے ہمیشہ (حالت امن ہو یا خوف) سفر میں قصر ہی کیا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱-۲-۳-۱۲ سے واضح ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں قصر نہ کرنے کو کفرانِ نعمت اور قصر سے انکار کو گمراہی قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۲-۱۰ اور ۱۶ سے ظاہر ہے، کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دورانِ سفر نماز پوری پڑھی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین کا دورانِ سفر نماز میں قصر پر بغیر ترک کے مواظبت فرمانا نیز اس کے ترک پر وعید فرمانا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دورانِ سفر قصر کرنا عزیمت اور واجب ہے۔

دوسرے۔ حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی احادیث (نمبر ۴-۵-۸-۱۰) سے ثابت ہو رہا ہے کہ سفر کی نماز ہے ہی دو رکعت کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سفر جبکہ۔ اور عیدین کی نماز دو رکعتیں ہیں جو پوری دو ہی ہیں کسی کی کسے بغیر۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دورانِ سفر دو ہی رکعتیں آسمان سے اتری ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حضرت جابر اور سفیریں دو ہی رکعتیں فرض کی ہیں۔ ان احادیث سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ دورانِ سفر قصر ہی عزیمت ہے اور قصر کرنا واجب ہے۔

تیسرے۔ حضرت سائب بن زیاد اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث نمبر ۶-۷ سے ثابت ہو رہا ہے کہ ابتداء نماز دو ہی رکعتیں فرض ہوئی تھیں بعد میں حضرت جابر کی چار رکعتیں کر دی گئیں اور سفیریں جوں کی توں دو ہی

باقی رکھی گئیں یہ بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دورانِ سفر قصر عزیمت ہے اور واجب ہے۔

چوتھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ فرمانا کہ جس نے دورانِ سفر فرض کی چار رکعتیں پڑھیں وہ ایسا ہے جیسے اس نے حضرتیں چار کی جگہ دو رکعتیں پڑھیں (جیسا کہ حدیث نمبر ۱۱ میں ہے) اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قصر عزیمت ہے اور واجب ہے نہ کہ رخصت کیونکہ آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جیسے حضرتیں چار رکعت والی نماز کو دو رکعت کے نہیں پڑھا جاسکتا ایسے ہی دورانِ سفر دو رکعت کو چار کر کے پڑھنا صحیح نہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فتویٰ دیا ہے کہ جو شخص سفر میں دو رکعات کی جگہ چار رکعات پڑھے وہ نماز ٹوٹا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۱ سے ثابت ہے۔

پانچویں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا دورانِ سفر دو رکعت کی جگہ چار رکعات پڑھنے والوں کو بدو عادینا اور یہ فرمانا کہ انہوں نے سنت کی مخالفت کی ہے یہ بھی اس بات کی علامت ہے کہ قصر عزیمت ہے رخصت نہیں کیونکہ اگر دورانِ سفر تمام جائز ہوتا تو آپ بدو عادینا دیتے اور نہ یہ فرماتے کہ انہوں نے سنت کی مخالفت کی ہے۔

چھٹے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ قصر اللہ کا صدقہ ہے جو اس نے بندوں پر کیا ہے لہذا تم اس کے صدقے کو قبول کرو (جیسا کہ حدیث نمبر ۹ میں ہے) اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قصر عزیمت ہے نہ کہ رخصت کیونکہ دورانِ سفر پوری نماز پڑھنے سے اس صدقے سے اعراض ہوتا ہے۔ لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متعلمین کا کہنا ہے کہ دورانِ

سفر قصر صرف افضل ہے لہذا کوئی پوری نماز پڑھے تو بھی صحیح ہے۔

چنانچہ غیر متقلدین کے شیخ الحدیث اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں۔

” سفر میں قصر کرنا افضل ہے جس نماز کے چار فرض ہوں دو پڑھے جائیں صبح اور مغرب کی نماز قصر نہیں ہوں گی وہ بدستور دو اور تین رکعت پڑھی جائیں گی اگر کوئی پوری نماز ادا کرنا چاہے تو بھی درست ہے۔“
(رسول اکرم کی نماز ص ۱۸)

نواب وحید الزماں صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

” والاصح عندنا ان القصر افضل“

(نزل الابار ۱ ص ۱۷۷)

زیادہ صحیح بات ہمارے نزدیک یہ ہے کہ قصر افضل ہے۔

موصوف ایک دوسری جگہ رقمطراز ہیں۔

” فالا فضل له قصر الربا عیتر وان صلی اربعاً اجزأتہ“
(کنز الخائق ص ۱۷۷)

مسافر کے لیے چار رکعت والی نماز میں قصر کرنا افضل ہے اور اگر چار رکعات پوری پڑھے تو بھی جائز ہے۔

مولوی خالد گرجا بھی صاحب لکھتے ہیں۔

” یہ ایک مسئلہ ہے کہ کیا مسافر شخص نماز پوری پڑھ سکتا ہے

یا نہیں؟ یا افضل کیا چیز ہے اس میں اصل حقیقت یہ ہے کہ

مسافر کو قصر کرنا افضل ہے..... گویا کہ افضل اگرچہ

مسافر کے لیے قصر ہے لیکن اتمام منع نہیں ہے خصوصاً جب کہ

(صلوة النبی ص ۱۷۷)

کوئی مصلحت و رکشیں ہو۔

ملاحظہ فرمائیے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین سفر

میں ہمیشہ قصر ہی کرتے ہیں کبھی بیانِ جواز کے لیے بھی اتمام نہیں کرتے عام
معاذ کرام کا معمول یہی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قصر کو اللہ تعالیٰ کا
عقدہ قرار دے کر اس کے قبول کرنے کا حکم دے رہے ہیں نیز قصر کرنے
کو بکفرانِ نعمت اور گمراہی قرار دے رہے ہیں اور آپ فرما رہے ہیں کہ
سفر کی نماز ہے ہی دو رکعت اللہ تعالیٰ نے سفر کی نماز دو رکعت ہی فرض کی
ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ چار رکعت پڑھنے والوں کو سنت کا مخالفت

بلا کر انہیں بددعا دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سفر میں

اگر کوئی چار رکعت پڑھے تو اس کے ٹوٹانے کا حکم دیتے ہیں۔ ان سب

باتوں سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ سفر میں قصر افضل نہیں ہے

بلکہ۔ لیکن ان تمام باتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے غیر متقلدین کہہ رہے ہیں کہ دورانِ

سفر قصر صرف افضل ہے اگر کوئی پوری نماز پڑھے تو بھی صحیح ہے۔

قارئین کرام غور فرمائیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خلفاء راشدین اور

صحابہ کرام کے فعل سے قصر کا وجوب ثابت ہوتا ہے جس کا مطلب ہے

کہ اتمام جائز نہیں غیر متقلدین صرف افضل قرار دیتے ہیں جس کا مطلب ہے

کہ تمام بھی جائز ہے اور فیصلہ فرمائیے کہ اس قدر احادیث سے وجوب کے

ثبوت ہوتے ہوئے صرف افضلیت کا قول کرنا یہ حدیث کی موافقت

ہے یا مخالفت؟

التطوع في السفر

دوران سفر اگر ممکن ہو تو سنتیں بھی پڑھنی چاہئیں

۱- عن البراء بن عازب قال صحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم ثمانين سنة عشر سفرًا فما رأيته ترك الركعتين إذا زاغت الشمس قبل الظهر، (ترمذی ۱۵۱۷ ص ۱۷۷)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اٹھارہ سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے سورج ڈھلنے کے بعد ظہر سے پہلے دو رکعتیں چھوڑی ہوں۔

۲- عن ابن عمر قال صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم في الحضر والسفر فصليت معه في الحضر الظهر أربعاً وبعد الظهر ركعتين وصليت معه في السفر الظهر ركعتين وبعد الظهر ركعتين والعصر ركعتين ولو يصل بعد ما شئنا والمغرب في الحضر والسفر سواء ثلاث ركعات لا ينقص في حضر ولا سفر وهي وتر النهار وبعد الظهر ركعتين (ترمذی ۱۵۱۷ ص ۱۷۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ سفر و حضر میں نماز پڑھی ہے میں

نے آپ کے ساتھ حضر میں ظہر کی چار رکعتیں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، سفر میں ظہر کی دو رکعتیں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، ایسے ہی عصر کی دو رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد کچھ نہیں پڑھا، مغرب کی نماز سفر و حضر میں برابر ہے، یہ کل تین رکعتیں ہیں جو نہ کم ہوتی ہیں نہ بڑھتی ہیں اور یہ دن کے وتر ہیں، ان کے بعد بھی دو رکعتیں پڑھی ہیں۔

۳- عن ابن عمر أنه قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم أربعاً وليس بعدها شيء وصلى المغرب ثلاثاً وبعد الظهر ركعتين و قال هي وتر النهار ولا تنقص في سفر ولا حضر وصلى العشاء أربعاً وصلى بعد الظهر ركعتين قال وصلى في السفر الظهر ركعتين وصلى بعد الظهر ركعتين وصلى العصر ركعتين وليس بعدها شيء وصلى المغرب ثلاثاً وبعد الظهر ركعتين وصلى العشاء ركعتين وبعد الظهر ركعتين،

(طحاوی ۱۵ ص ۲۸۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (حضر میں عصر کی) چار رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد کچھ نہیں۔ مغرب کی تین رکعات پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعتیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دن کے وتر ہیں جو سفر و حضر میں کم نہیں ہوتے، عشاء کی چار رکعتیں

پڑھیں اور ان کے بعد دو رکعتیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں اور ان کے بعد دو رکعتیں۔

پھر عصر کی دو رکعتیں پڑھیں اور ان کے بعد کچھ نہیں، مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں اور ان کے بعد دو رکعتیں، عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں اور ان کے بعد دو رکعتیں۔

۴۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصلوا رکعتی الفجر ولو حطرتکم الخلیل، (مسند احمد ۲ ص ۱۸۸، ابوداؤد ۱ ص ۱۸۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی دو سنتوں کو نہ چھوڑو اگرچہ تم میں گھٹے دوڑائے لیے چلے جا رہے ہوں۔

۵۔ عن عبد اللہ بن رباح الانصاری نا ابوقنادۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان فی سفر لہ فنام النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومات معہ فمات انظر فقلت هذا راكب هذا راكب فقلت ثلاث حتى صرنا سبعۃ فمات احفظوا علینا صلواتنا یعنی صلوۃ الفجر فضر ب علی اذا نهم فناما ینظلم الاحر الشمس فناموا ضاروا کئیۃ شم نزولوا فتوضؤوا واذن بلال فصلوا رکعتی الفجر شم صلوا الفجر و رکبوا

فمات بعضهم لبعض قد فرطنا فی صلواتنا فمات النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه لا تقریط فی النوم انما تقریط فی الیقظۃ الحدیث (ابوداؤد ۱ ص ۱۸۸)

حضرت عبداللہ بن رباح انصاری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حضرت ابوقنادۃ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام ایک سفر میں تھے، آپ راستے سے ہٹ کر ایک جانب ہو گئے۔ آپ کے ساتھ میں بھی اسی طرف چلا، آپ نے فرمایا دیکھو میں نے عرض کیا یہ ایک سوار ہے، یہ دو سوار ہیں، یہ تین ہیں یہاں تک کہ ہم سات آدمی ہو گئے آپ نے فرمایا ہماری فجر کی نماز کی نگرانی رکھنا۔ ان کے کان بند ہو گئے (یعنی سو رہے) پس کسی چیز نے ان کو نہ جگایا سوائے آفتاب کی تیزی کے پھر لوگ اٹھے اور تھوڑی دیر چلے، پھر ایک جگہ اترے اور وضو کیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی سب نے فجر کی دو سنتیں پڑھیں پھر فرض پڑھے اور سوار ہوئے، ایک دوسرے سے کہنے لگا ہم نے قصور کیا نماز میں، نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا سونے میں کوئی قصور نہیں۔ قصور یہ ہے کہ جگتا ہو اور پھر نہ پڑھے۔

۶۔ عن عامر بن ربیعۃ انه رأى النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی السبحۃ فی اللیل فی السفر علی ظہر راحلۃ حیث توجهت بہ، (بخاری ۵ ص ۱۸۸ مسلم ۵ ص ۱۸۸)

حضرت عامر بن ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ دورانِ سفر رات میں نفل ادا فرما رہے تھے اپنی سواری کی پیشینہ پر وہ سواری آپ کو لے کر جس طرف کا بھی رُخ کرتی۔

۷۔ عن ام هانئ قالت لما كان يوم فتح مكة حمار رسول الله صلى الله عليه وسلم يهيماء ومتوت ام هانئ وام سليم ام انس بن مالك بمنحفة ثم دخل بيت ام هانئ فصلى الفجر اربع ركعات (مجمع الزوائد ۲ ص ۲۳۸)

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن (غسل کے لیے) پانی منگوایا، ام ہانی اور ام سلیم یعنی انس بن مالک کی والدہ نے چادر سے پردہ کٹے رکھا، پھر آپ (غسل کر کے) ام ہانی کے گھر تشریف لے گئے اور چاشت کی چار رکعتیں پڑھیں۔

۸۔ عن ابن عباس قال قد فرض لرسول الله صلى الله عليه وسلم الصلوة في الحضر اربعاً وفي السفر ركعتين فكما يتطوع ههنا قبلها ومن بعدها فكذلك يصلي في السفر قبلها وبعدها (طحاوی ج ۱ ص ۷۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرض کی گئی ہیں خضر میں

چار رکعت اور سفر میں دو رکعت، پس جیسے نماز سے پہلے اور نماز کے بعد یہاں نفل پڑھے جاتے ہیں ایسے ہی سفر میں بھی نماز سے پہلے اور نماز کے بعد نفل پڑھا کرتے ہیں۔

۹۔ عن قتادة ان ابن مسعود وعائشة كانا يتطوعان في السفر قبل الصلوة وبعدها، (مجمع الزوائد ۲ ص ۲۳۸)

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سفر میں نماز سے پہلے اور نماز کے بعد نوافل پڑھا کرتے تھے۔

قال الامام الترمذی

ثم اختلف اهل العلم بعد النبي صلى الله عليه وسلم فرائى بعض اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ان يتطوع الرجل في السفر وبه يقول احمد واسحق ولم يرحا ثقتن من اهل العلم ان يصلي قبلها ولا بعدها ومعنى من لم يتطوع في السفر قبول الرخصة ومن تطوع فله في ذلك فضل كثير وهو قول اكثر اهل العلم ويخارون التطوع في السفر (ترمذی ج ۱ ص ۲۳۸)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اہل علم نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض صحابہ کرام کا مذہب ہے

کہ آدمی سفر میں نفل پڑھے امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کے قائل ہیں اور اہل علم کی ایک جماعت نے نماز سے پہلے اور بعد میں نفل پڑھنے کو صحیح نہیں سمجھا اور مراد اس سے کہ جس نے سفر میں نفل نہیں پڑھے یہ ہے کہ اس نے رخصت کو قبول کیا اور جو کوئی نفل پڑھے تو اس کے لیے بہت ثواب ہے اور یہ قول اکثر اہل علم کا ہے وہ سفر میں نفل پڑھنے کو اختیار کرتے اور پسند کرتے ہیں۔

قال الامام النووي

” قد اتفق العلماء على استحباب النوافل المطلقة في السفر واختلفوا في استحباب الراتب فتركها ابن عمر وآخرون واستحبها الشافعي واصحابه والجمهور الخ (نوی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

دوران سفر مطلق نوافل کے استحباب پر تو سب علماء کا اتفاق ہے البتہ سنن مؤکدہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دوسروں نے تو انہیں چھوڑ دیا، امام شافعیؒ ان کے اصحاب اور جمہور علماء ان کے پڑھنے کو مستحب جانتے ہیں۔

قال ابن القيم الجوزي

” قد سئل الامام احمد عن التطوع في السفر فقال ارجوان لا يكون بالتطوع في السفر بأس قال وروى عن الحسن انه قال كان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يوافون فيتطعمون قبل المكتوبة

وبعدھا قال وروى هذا عن عمر وعلي وابن مسعود وجابر والنس و ابن عباس والبی زر،

(تراجم المعاد فی ہدی خیر العباد ج ۱ ص ۱۱۱)

علامہ ابن قیم جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ رحمہ اللہ سے دوران سفر نوافل پڑھنے کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا مجھ امید ہے کہ سفر میں نفل پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سفر کرتے تھے تو فرض نماز سے پہلے اور بعد میں نفل بھی پڑھتے تھے، آپ نے فرمایا کہ یہی حضرت عمرؓ حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت جابرؓ حضرت انسؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار اور اقوال محدثین سے ثابت ہو رہا ہے کہ مسافر کو حالت الطہینان میں جب کوئی تشویش اور جلدی نہ ہو فرض نمازوں میں قصر کے ساتھ سنتیں بھی ادا کرنی چاہئیں، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام مسافرت میں فرائض کے ساتھ سنتیں بھی ادا کرتے تھے۔

حضرت ابوسیرۃ اور حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہما کی احادیث (مترجمہ ۵) سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے دوران فجر کی سنتیں ادا فرماتے تھے کیونکہ جب آپ صحابہ کرام کو فرماتے ہیں کہ ان سنتوں کو کسی حال میں بھی نہ چھوڑو تو کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ خود چھوڑ دیتے ہوں۔ چنانچہ حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے صراحت ہو گئی کہ آپ دوران سفر فجر کی سنتیں پڑھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی

دونوں احادیث (نمبر ۲-۳) سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، ظہر، مغرب، اور عشاء تینوں نمازوں کے بعد دو رکعت سنت ادا فرماتے تھے۔ حضرت ہمار بن حازب رضی اللہ عنہ کی حدیث (نمبر ۱) سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ زوال کے بعد ظہر سے پہلے ہمیشہ دو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ حضرت حارث بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (نمبر ۶) سے آپ کا دوران سفر تعجیل پڑھنا اور حضرت ام حانی رضی اللہ عنہا کی حدیث (نمبر ۷) سے آپ کا چاشت کی نماز پڑھنا ثابت ہو رہا ہے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ کی حدیث (نمبر ۹) سے حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا یہ معمول ثابت ہو رہا ہے کہ یہ دونوں حضرات مسافرت میں نماز سے پہلے اور نماز کے بعد سنت و نوافل پڑھا کرتے تھے۔ حضرت حسن البصری رحمہ اللہ کے بیان سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ عام صحابہ کرام کا معمول یہی تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عام ضابطہ ذکر فرمایا کہ جیسے حضر میں فرض سے پہلے اور بعد میں سنتیں اور نفل پڑھے جاتے ہیں ایسے ہی سفر میں بھی فرض سے پہلے اور بعد میں سنتیں اور نفل پڑھے جائیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق حضرت عمر حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جابر، حضرت انس، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم مسافرت میں سنن و نوافل ادا کیا کرتے تھے۔ حضرت امام ترمذیؒ کے قول کے مطابق عام اہل علم اور امام نوویؒ کے قول کے مطابق مجہور علماء اس کے قائل ہیں کہ مسافرت کی حالت میں سنن و نوافل پڑھنے چاہیئیں، انہیں احادیث و آثار اور اقوال محدثین کے پیش نظر

فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ سفر کی حالت میں اگر انسان اطمینان سے ہو اور کوئی تشویش یا جلدی نہ ہو تو فرض کے ساتھ سنتیں اور نوافل بھی ادا کرنے چاہئیں، ہاں اگر کوئی تشویش ہو یا جلدی ہو تو پھر نہ پڑھنا بھی جائز ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقلدین بغیر کسی تفصیل کے اس بات کے قائل ہیں کہ دوران سفر سنتیں معاف ہیں اس لیے اُن کا نہ پڑھنا ہی اولیٰ و بہتر ہے، چنانچہ یہ لوگ دوران سفر سنن و نوافل بالکل نہیں پڑھتے اور اگر کوئی پڑھے تو اس سے الجھتے اور اسے روکتے ہیں کہتے ہیں حدیث سے ثابت نہیں۔

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مؤثر حدیث ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

”معلوم ہوا کہ سفر میں سنتیں نفل سب معاف ہیں“

(صلوة الرسول صلی اللہ علیہ وسلم)

نواب وحید الزماں صاحب تحریر فرماتے ہیں

”ولا تسمن للمسافر صلوة الرقيب الا الفحبر والوتر ومن صلاها فلا بأس عني ان تركها اولاً“

(نزل الابارہ اصناف)

اور مسافر کے لیے سنن مؤکدہ کا پڑھنا مسنون نہیں ہے سوائے فجر اور وتر کے اور اگر کوئی پڑھے تو کوئی مضائقہ بھی نہیں تاہم اولیٰ و بہتر نہ پڑھنا ہی ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسافرت میں فجر، ظہر، مغرب، عشاء کی سنتیں پڑھنا ثابت ہے بلکہ ظہر سے پہلے کے دو

نفل تہجد اور چاشت پڑھنا بھی ثابت ہے عام صحابہ کرام کا معمول یہی ہے کہ وہ مسافرت میں فرائض کے ساتھ سنن و نوافل بھی پڑھتے ہیں جہو راہل علم اسی کے قائل ہیں کہ دوران سفر سنن و نوافل بشرط سہولت ادا کرنے چاہئیں لیکن غیر متقدمین کہہ رہے ہیں کہ سفر میں سنن و نوافل معاف ہیں اور نہ پڑھنا اولیٰ و بہتر ہے، سوال یہ ہے کہ اگر یہ معاف ہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کیوں پڑھتے تھے؟ نیز اگر ان کا نہ پڑھنا اولیٰ و بہتر ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سنن و نوافل ادا کر کے غیر اولیٰ اور غیر بہتر کام کرتے تھے العیاذ باللہ۔

قاریین کرام یہ ہے غیر متقدمین کا عمل بالحدیث اور یہ ہے ان کی تحقیق و اجتہاد کہ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کے عمل کو غیر اولیٰ اور غیر بہتر قرار دے رہے ہیں اور کوئی پروا نہیں۔

قاریین فیصلہ آپ کے سر ہے اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

ابواب الجمعة

عده جواز الجمعة في القرى
گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے

عن عائشة في حديث طويل حتى نزل بهم ف
بني عمرو بن عوف و ذلك يوم الاثنين من
شهر ربيع الاول فقام ابو بكر للناس و جلس
رسول الله صلى الله عليه وسلم صامتا فطفق من

جاء من الاقصار ممن لم ير رسول الله صلى الله
عليه وسلم يحيي ابا بكر حتى اصابته الشمس
رسول الله صلى الله عليه وسلم فاقبل ابو بكر حتى
ظل عليه بردا ففزع الناس رسول الله صلى
الله عليه وسلم عند ذلك فلبث رسول الله صلى الله
عليه وسلم في بني عمرو بن عوف اربع عشرة
ليلة (وفي رواية ان بن مالك اربع عشرة ليلة)
واستحسن المسجد الذي استحسن على التفوي وصلى
فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم ركب
راحلة فصار يمشي معه الناس حتى بركت عند
مسجد الرسول صلى الله عليه وسلم بالمدينة و
هو يصلي فيه يومئذ رجال من المسلمين و كان
مربدا للتمهل لسهيل و سهل علامين يقيمين
في حجرة سعد بن زبارة فقال رسول الله صلى الله
عليه وسلم حين بركت به راحلته هذا ان
شاء الله المنزل ثم دعا رسول الله صلى الله عليه
وسلم القومين قما و متهما بالمربد
ليتخذنه مسجدا فقال بل نهيد لك يا رسول الله
هنا يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يقبله
منهما هبته حتى ابنا عثر مشهما ثم بناه
مسجدا الحديث ، (بخاری ج ۱ ص ۵۵۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقام قبا میں قبیلہ بنو عمر بن عوف کے یہاں نزول اجلال فرمایا اور یہ ماہ ربیع الاول کا پیر کا دن تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنے والے لوگوں سے ملنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھے رہے انصار میں سے جو بھی آتا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے نہیں دیکھا تھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آتا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوپ لگنے لگی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس طرف متوجہ ہوئے اور اپنی چادر سے آپ پر سایہ کیا اس وقت لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنو عمر بن عوف میں دس رات سے کچھ اوپر (حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق چودہ رات) قیام فرما رہے اور آپ نے وہاں اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے (یعنی مسجد قبا کی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں نماز پڑھتے رہے پھر آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے تو لوگ بھی آپ کے ساتھ چلنے لگے، یہاں تک کہ آپ کی سواری مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے پاس آکر بیٹھ گئی، اس جگہ اس وقت کچھ مسلمان نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ جگہ دو تیمیم پھل اور سہل جو اسعد بن زرارہ کی پرورش میں تھے ان کی کجھوریں خشک کرنے کی جگہ تھی، جس وقت آپ کی سواری آپ کو لے کر اس جگہ بیٹھی تو آپ نے

آپ نے فرمایا ان شاء اللہ یہی منزل ہوگی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بچوں کو بلایا اور اس جگہ کا ان سے بجاؤ کرنے لگے تاکہ آپ وہاں مسجد بنائیں وہ دونوں بچے کہنے لگے ہم آپ کو یہ جگہ حبیب کرتے ہیں اسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حبیب کو قبول کرنے سے انکار فرمایا اور ان سے وہ جگہ خرید لی پھر وہاں مسجد بنائی۔

۲۔ عن جابر بن عبد اللہ (فی حدیث طویل فی حجة النبي صلى الله عليه وسلم قال) فاجاز رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى أتى عرفته فوجد القبت قد ضربت له بنمرة فنزل بها حتى اذا زاغت الشمس امر بالقصواء فرحلت له فالت بطن الوادي فخطب الناس (الى أن قال) ثم آذن ثم أقام فصلى الظهر ثم أقام فصلى العصر ولم يصل بينهما شيئا، (مسلم ۱۷۵۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے سلسلہ میں ایک لمبی حدیث میں فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ آپ عرفات میں تشریف لائے تو آپ نے ایک قبۃ دیکھا جو آپ کے لیے دھاری دار چادر سے بنایا گیا تھا، آپ اس میں تشریف فرما ہو گئے تھے کہ جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے (اپنی اونٹنی) قصوار کے لئے کاکم دیا چنانچہ وہ کجاوہ ڈال کر حاضر کر دی گئی۔ آپ نے بطن وادی

پہن کر لوگوں سے خطاب فرمایا پھر حضرت بلالؓ نے اذان پڑھی پھر اقامت کہی اور آپؐ نے ظہر کی نماز پڑھائی (حضرت بلالؓ نے) پھر اقامت کہی تو عصر کی نماز پڑھائی اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔

۳۔ عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت كان الناس ينتاجون الجمعة من منازلهم والعمالي الحديث - (بخاری ج ۱ ص ۱۸۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ باہر کے لوگ مدینہ طیبہ میں نماز جمعہ پڑھنے کے لیے اپنی اپنی منازل اور عوالی سے نوبت نوبت یعنی باری باری آتے تھے۔

۴۔ عن ابن عباس قال ان اول جمعة جمعت بعد جمعة فمسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم في مسجد عباد القيس بجحاف من البحرين - (بخاری ج ۱ ص ۱۸۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جمعہ قائم ہونے کے بعد سب سے پہلے بحرین کے ایک شہر جحاف میں عبدالقیس کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی گئی۔

۵۔ كان الناس في قصير احبانا يجمع و احبانا لا يجمع و هو بالزاوية على فرسخين - (بخاری ج ۱ ص ۱۸۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے قصہ میں بتاؤں گا وہ یہ جو بصرہ شہر ہے

پھر میل دور تھا رہتے تھے کبھی وہ نماز جمعہ پڑھتے تھے اور کبھی نہیں پڑھتے تھے۔

۶۔ عن ابی البختري قال رأيت انسا شهد الجمعة من الزوايت و هي فرسخان من البصرة - (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۸۸)

حضرت ابوالبختریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ جمعہ پڑھنے کے لیے زواہ سے تشریف لاتے جو بصرہ سے پھر میل کے فاصلہ پر ہے۔

۷۔ عن ابن عمر انهما قال انما الفل على من تعجب عليه الجمعة والجمعة على من يأتي اهله - (معرفة السنن والآثار للبيهقي ج ۳ ص ۳۱۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں جن پر جمعہ واجب ہے اسی پر غسل ہے اور جمعہ اس شخص پر واجب ہے جو جمعہ پڑھ کر گھر واپس آسکتا ہو۔

۸۔ قال ابو عبید شمس شهدت العيد مع عثمان بن عفان فجاء فصلى ثم انصرفت فخطب وفتال انه قد اجتمع لكم فـ يومكم هذا عيدان فمن احب من اهل العاليت ان ينتظر الجمعة فليخطرها ومن احب ان يرجع فقد اذنت له - (موطا امام مالک ص ۱۱۹)

حضرت ابو عبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پھر میں حاضر ہوا عید کی

نماز پڑھنے کے لیے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ تشریف لائے، نماز پڑھائی پھر لوگوں کو خطبہ دیا، اور فرمایا اس دن تمہاری دو عیدیں اکٹھی ہو گئی ہیں۔ اہل حوالی میں سے جو یہ چاہے کہ وہ جمعہ کی نماز کا انتظار کرے تو وہ کرے اور جو یہ چاہے کہ واپس چلا جائے تو میری طرف سے اسے اجازت ہے۔
 ۹۔ عن ابی عبد الرحمن السلسی عن علی قتال لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۷)

حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جائز نہیں ہے جمعہ اور تشریق (عید) مگر مصر جامع (بڑے شہر) میں۔

۱۰۔ عن ابی عبد الرحمن قتال علی لا جمعة ولا تشریق ولا صلوة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینة عظيمة، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۷)
 حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جائز نہیں ہے جمعہ، تشریق، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز مگر مصر جامع میں یا بڑے شہر میں۔

۱۱۔ عن ابی عبد الرحمن السلسی عن علی قتال لا تشریق ولا جمعة الا فی مصر جامع،

(معرفة السنن والآثار للبيهقي ج ۳ ص ۲۸۷)

حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جائز نہیں ہے جمعہ اور عید مگر مصر جامع (بڑے شہر) میں۔

۱۲۔ عن حذيفة قتال ليس على اهل القرى جمعتا انما الجمع على اهل الامصار مثل المدائن، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۷)
 حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل قریہ (گاؤں دیہات والوں) پر جمعہ واجب نہیں ہے بلکہ شہر والوں ہی پر ہے جیسے شہر مدائن۔

۱۳۔ قال الامام الشافعي

”متدكان سعيد بن زيد و ابو هريرة يكونان بالشجرة على اقل من ستين اميال فيشهدان الجمعة ويدعاهما وقد كان يروى ان احدهما كان يكون بالعقيق فيترك الحجة ويشهدا ويروى ان عبد الله بن عمرو بن العاص كان على ميلين من الطائف فيشهد الجمعة ويدعاهما“
 (كتاب الام ج ۱ ص ۲۸۷)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما مقام شجرہ میں ہوتے تھے پچھلے میل سے کم فاصلہ پر وہ کبھی تو جمعہ کے لیے تشریف لاتے اور کبھی جمعہ چھوڑ دیتے تھے اور یہ بھی روایت کیا جاتا ہے کہ ان دونوں حضرات میں سے کوئی مقام عقیق پر ہوتا تھا تو کبھی وہ جمعہ چھوڑ بھی دیتا تھا اور کبھی

جمعہ کے لیے حاضر بھی ہوتا تھا، اور روایت کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ طائف سے دو میل کے فاصلے پر تھے وہ کبھی جمعہ کے لیے تشریف لاتے تھے اور کبھی جمعہ چھوڑ دیتے تھے

۱۴۔ عن هشام عن الحسن ومحمد انهما قالا الجمعة في الامصار (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۸)

حضرت ہشام، حضرت حسن بصری اور حضرت محمد بن سیرین مہمبا اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں حضرات نے فرمایا، جمعہ شہروں ہی میں ہوتا ہے۔

۱۵۔ عن ابی بکر بن محمد انه ارسل الى ذی الحليفة ان لا تجتمعوا بها وان تدخلوا الى المسجد مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۸)

حضرت ابو بکر بن محمد سے روایت ہے کہ انہوں نے ذوالحلیفہ والوں کو پیغام بھیجا کہ تم وہاں جمعہ قائم نہ کرو بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آکر جمعہ پڑھو۔

۱۶۔ عن ابراهيم قال كانوا لا يجتمعون في العساكر (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۸)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ و تابعین لشکروں میں جمعہ قائم نہیں کرتے تھے۔

۱۷۔ عن ابراهيم قال لا الجمعة ولا تشریق الا في مصر جامع (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۸)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جائز نہیں ہے جمعہ اور

تشریق (عید) منگوترے شہر میں۔

۱۸۔ قال حجاج وسبعت عطارد يقول مثل ذلك (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۸)

حضرت حجاج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطارد بن ابی رباح رحمہ اللہ کو بھی یہی فرماتے سنا ہے کہ جمعہ اور تشریق جائز نہیں ہے منگوترے شہر میں،

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ اور عیدین کی نماز بڑے شہر ہی میں جائز ہے۔ چھوٹی بستی یا چھوٹے گاؤں میں جمعہ و عیدین کی نماز جائز نہیں کیونکہ پہلی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو مقام قبا میں جو مدینہ طیبہ سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے پیر کے دن پہنچے اور قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے یہاں نزول اجلال فرمایا وہاں مسجد کی بنا ڈالی گئی۔ عامۃ مسلمین کی جماعت کے ساتھ علانیہ نماز ادا ہونے لگی اور آپ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ترغیب کے مطابق چودہ شب وہاں رہے پھر آپ نے وہاں سے مدینہ طیبہ کوچ فرمایا اور بنو نجار کے محلہ میں پہنچ کر حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں تشریف فرما ہوئے اور مہینوں وہیں رہے یہاں تک کہ آپ کے لیے مسجد و مکانات تعمیر ہو گئے، جب جمع بخاری سے یہ ثابت ہوا کہ آپ قبا چودہ روز رہے تو لازمی ثابت ہے کہ اس دوران دو جمعے بھی آئے مگر کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں کہ وہاں آپ نے نماز جمعہ ادا فرمائی ہو بلکہ آپ کی پہلی نماز جمعہ یا تو مدینہ طیبہ میں ہوئی یا بنو سالم کی مسجد ماکہ میں جو مدینہ طیبہ کا ایک محلہ ہے جو شہر سے باہر ہے اب قابل غور

بات یہ ہے کہ باوجودیکہ نماز جمعہ فرض ہو چکی تھی۔ قبا میں آپ نے نماز جمعہ کیوں ترک کی، اگر آپ مسافر تھے تو قبا والوں کو کیوں حکم نہیں دیا۔ اور جب مسافر کے لیے جمعہ جائز ہے اور بالفرض قبا والوں پر نماز جمعہ فرض تھی تو آپ قبا میں نماز جمعہ ضرور قائم فرماتے، آپ کے خود جمعہ قائم نہ فرمانے سے اور اہل قبا کو جمعہ قائم کرنے کا حکم نہ دینے سے ثابت ہوتا ہے کہ قبا میں نماز جمعہ درست ہی نہ تھی اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ گاؤں والوں پر جمعہ فرض نہیں۔

دوسری حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کی نویں ذی الحجۃ کو مقام عرفات میں وقوف فرمایا تو وہاں آپ نے ظہر کی نماز ادا فرمائی حالانکہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ یہ دن جمعہ کا دن تھا (چنانچہ امام بیہقیؒ لکھتے ہیں، تتدریجاً عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه يوم عرفته جمع بين الظہر والعصر ثم راح الى الموقف وكان ذلالت يوم جمعة) معرفۃ سنن و الآثار ۳ ص ۱۱۱) ہم نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا ہے کہ آپ نے عرفۃ کے دن ظہر و عصر کو اکٹھا کر کے پڑھا پھر شام کو آپ موقف گئے اور یہ جمعہ کا دن تھا) اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جمعہ وہاں مسافر ہونے کی وجہ سے فرض نہ تھی مگر اہل مکہ پر تو نماز جمعہ فرض تھی لیکن انہوں نے بھی جمعہ کی نماز نہیں پڑھی ظہر کی پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اہل مکہ کا نماز جمعہ نہ پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ غیر آبادی کی وجہ سے مقام عرفات نماز جمعہ کا محل ہی نہ تھا اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل قرینہ پر جمعہ فرض نہیں۔

تیسری حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ اہل عوالی جمعہ میں شریک ہونے کے لیے مدینہ طیبہ نوبت بنو بت یعنی باریاں مقرر کر کے آئے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل عوالی پر جمعہ فرض نہ تھا، کیونکہ اگر اہل عوالی پر جمعہ فرض ہوتا تو وہ وہیں جمعہ کروالیا کرتے انہیں اتنی دور آنے کی ضرورت نہیں تھی، لیکن کسی حدیث سے بھی ان کا عوالی میں جمعہ کروانا ثابت نہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ گاؤں و دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔

چوتھی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ جب تک جو اٹا میں جمعہ قائم نہیں ہوا۔ مسجد نبوی کے سوا کسی اور مقام میں جمعہ نہیں ہوتا تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہجرت کے کتنے دن بعد جو اٹا میں جمعہ قائم ہوا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق اہل جو اٹا نے جمعہ اس وقت قائم کیا تھا جب ان کے وفد مدینہ طیبہ سے ہو کر واپس چلے گئے تھے سہ اور قاضی عیاضؒ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ یہ لوگ شہر ہجری میں مدینہ طیبہ آئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ جو اٹا میں جمعہ ہجرت کے آٹھ سال بعد قائم ہوا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اتنی مدت میں سیٹھڑوں اہل عوالی و اہل قرینہ مسلمان ہو چکے تھے، اسلام دور دراز کی بستیوں تک پہنچ چکا تھا بہت سی بستیاں مسلمانوں کے قبضے میں آگئی تھیں خیبر بھی فتح ہو چکا تھا، جا بجا مسجدیں بھی تعمیر ہو چکی تھیں مسجد نبوی کے سوا کسی اور جگہ نماز جمعہ کیوں نہیں ہوئی؟ اور تو اہل موضع قبا جو مدینہ طیبہ سے تین کو س کے فاصلہ پر تھا جہاں آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم ہر سہ ماہ تشریف لے جاتے تھے جہاں کی مسجد کی اتنی بڑی تھیں کہ اس کی بنیاد خود آپ نے رکھی جس کی شان میں قرآن مجید میں آیتیں عطا فرمائی تھیں۔ اسی متبرک مسجد پھر بھی وہاں آپ نے نہ تو اس وقت جمعہ پڑھا جب کہ آپ نے ہجرت کے بعد وہاں قیام فرمایا تھا اور نہ یہ طیبہ قیام کے بعد آپ نے وہاں جمعہ قائم فرمایا۔ فرض تو فرض اگر وہاں صرف جائز ہوتا تو گو فرض نہ ہی جب بھی جو ان سے بہت پہلے وہاں ضرور جمعہ قائم ہو جاتا کہ جو لوگ جمعہ کے روز قبا ہی رہ جاتے تھے اور مدینہ طیبہ نہیں آتے تھے وہ نماز جمعہ سے محروم نہ رہتے، قبا وغیرہ مقامات میں جمعہ نہ ہونا بلکہ مسجد نبوی۔ کے بعد پہلا جمعہ ہجرت کے آٹھ برس بعد جو ان میں ہونا جو کچھ میں واقع ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مواضع محل اقامت جمعہ نہ تھے، اور چھوٹی چھوٹی بستیوں اور چھوٹے چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں پانچویں اور چھٹی حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ شہر بصرہ سے چھ میل دور زاویہ نامی بستی میں اپنے قصے میں رہتے تھے جب آپ کو جمعہ پڑھنا ہوتا تو آپ بصرہ شہر میں تشریف لاکر جمعہ ادا فرماتے اور اگر آپ وہیں رہتے تو جمعہ ادا نہ فرماتے یہ بھی اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں کیونکہ اگر گاؤں میں جمعہ جائز ہوتا تو اول تو حضرت انس رضی اللہ عنہ وہیں جمعہ قائم فرما لیتے۔ شہر میں تشریف نہ لائے دوسرے آپ وہاں رہنے ہوئے جمعہ نہ چھوڑتے۔

ساتویں حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس شخص پر جو شہر سے اتنی دور رہتا ہو کہ شام تک گھر واپس نہ آ سکے جمعہ فرض نہیں، لہذا یہ حدیث ان لوگوں کے خلاف ہوئی

جو کہتے ہیں کہ ہر جگہ ہر مقام پر جمعہ فرض ہے۔

آٹھویں حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عید کی نماز کے بعد اہل عواکی کو اجازت دے دی کہ جس کا جی چاہے جمعہ کا انتظار کرے اور جس کا جی چاہے گھر واپس چلا جائے۔ اس کی وجہ سو گنا اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ چونکہ اہل بادیاہ ہونے کی وجہ سے ان پر نماز جمعہ فرض نہ تھی اس لیے آپ نے انہیں گھر جانے کی اجازت دیدی۔

حدیث نمبر ۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۸ سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں کیونکہ اگر گاؤں دیہات میں جمعہ جائز ہوتا تو خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ، جلیل القدر صحابی حضرت عذیر بن میان رضی اللہ عنہ اور اہل تہامین حضرت حسن بصری، حضرت محمد بن سیرین، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت عطار بن ابی رباح رحمہم اللہ ہرگز یہ نہ فرماتے کہ جمعہ صرف شہر ہی میں ہو سکتا ہے کیونکہ کسی جگہ نماز کا ہونا یا نہ ہونا یہ ایسا امر نہیں کہ جس میں اپنی رائے و قیاس کو دخل ہو، ضرور ان حضرات تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس سلسلہ میں کوئی ہدایت پہنچی ہوگی جس کی وجہ سے ان حضرات نے یہ بات کہی،

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی مروی حدیث (نمبر ۱۳) سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت سعید بن زید حضرت ابو ہریرہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم جب شہر سے باہر گاؤں دیہات میں ہوتے تھے تو اگر جمعہ پڑھنا ہوتا تو شہر آ کر جمعہ پڑھتے ورنہ اپنے مستقر پر رہتے اور جمعہ نہ پڑھتے۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اہل بادیاہ پر جمعہ فرض نہیں ورنہ یہ حضرات ہرگز جمعہ نہ چھوڑتے نیز گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں ورنہ یہ حضرات وہیں جمعہ کر دیتے شہر

میں نہ آتے، حدیث نمبر ۱۵ اسے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت ابو بکر بن محمد رحمہ اللہ کے نزدیک بھی گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں اسی لیے وہ اہل ذوالحلیفہ کو مسجد نبوی میں جمعہ پڑھنے کا حکم دیتے تھے اور ذوالحلیفہ میں جمعہ پڑھنے سے منع فرماتے تھے، حدیث نمبر ۱۹ اسے معلوم ہو رہا ہے دو صحابہ و تابعین میں فوجی لشکروں میں جو کہ عموماً شہر سے باہر ہوتے ہیں جمعہ نہیں ہوتا تھا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جمعہ ہر جگہ فرض نہیں ورنہ یہ لوگ جہاں ہوتے وہیں جمعہ کو پڑھتے، یہ وہ تصریحات ہیں جن کے پیش نظر فقہاء کرام نے اقامت جمعہ کے لیے مصر کی شرط لگائی اور فرمایا کہ جمعہ مصر (بڑے شہر میں) میں جائز ہے گاؤں دیہات میں نہیں یہ فقہاء کی اپنی اختراع نہیں بلکہ مذکورہ احادیث و آثار ہیں جن کی بنا پر یہ شرط لگانا ناگزیر ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متدین کا کہنا ہے کہ گاؤں میں چھوٹا ہوا بڑا جمعہ فرض ہے اور گاؤں میں جمعہ سے روکنے والے گنہگار ہیں اس کا خمیازہ ان کو آخرت میں بھگتنا پڑے گا۔

چنانچہ غیر متدین کے شیخ الحدیث یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں۔

”جمعہ کی نماز شہر اور گاؤں والوں پر فرض ہے جو لوگ گاؤں والوں پر جمعہ ساقط کرتے ہیں وہ اللہ کے فرض سے لوگوں کو روک رہے ہیں اس کا خمیازہ آخرت میں ان کو بھگتنا پڑے گا۔“

(دستور مفتی ص ۱۵۱)

حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں

”اس سے ثابت ہو کہ گاؤں میں جمعہ جائز ہے۔ اگر لوگ گاؤں

میں جمعہ نہ پڑھیں گے تو گنہگار ہوں گے۔“ (صلوۃ الرسول ص ۳۸)

میاں نذیر حسین صاحب دہلوی ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

”واضح ہو کہ جمعہ پڑھنے کے لیے کسی خاص قسم کی بستی ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بات کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں ہے، بلکہ شرعی دلیل سے یہ ثابت ہے کہ جمعہ کا پڑھنا ہر جگہ فرض ہے خواہ شہر ہو یا گاؤں اور خواہ بڑا گاؤں ہو یا چھوٹا گاؤں۔“

(فتاویٰ نذیریہ ص ۱۷۷)

ملاحظہ فرمائیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہر سے باہر تشریف فرما ہوتے ہیں۔ قبا اور عرفات جیسی جگہوں میں جمعہ کا دن آتا ہے جمعہ فرض بھی ہو چکا ہے لیکن آپ ان مقامات پر نہ خود جمعہ پڑھتے ہیں نہ صحابہ کرام کو اقامت جمعہ کا حکم فرماتے ہیں، صحابہ کرام شہر سے باہر گاؤں دیہات سے جمعہ پڑھنے کے لیے مدینہ طیبہ باریاں مقرر کر کے آتے ہیں وہاں جمعہ نہیں پڑھتے، شہر ہجری مکہ اسلام کے دور دور تک پھیل جانے کے باوجود سوائے مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی جگہ جمعہ قائم نہیں ہوتا، حالانکہ اس کی ضرورت موجود تھی، — حضرت سعید بن زید، حضرت البربر، حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہم جب گاؤں میں ہوتے تھے تو جمعہ نہیں پڑھتے تھے، اگر جمعہ پڑھنا ہوتا تو شہر تشریف لاتے تھے، آخر ایسا کیوں ہوتا تھا؟ کیا اسی لیے نہیں کہ گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں، یقیناً اسی لیے ہوتا تھا، خلیفہ راشد حضرت علی اور حضرت خدیقہ بن میان رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ اور حضرت خواہد حسن بصری، حضرت محمد بن سیرین، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر تابعین فرماتے ہیں کہ جمعہ صرف مصر (شہر ہی)

میں ہو سکتا ہے، جس کا صاف مطلب ہے کہ گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں، گویا صحابہ کرام اور تابعین عظام گاؤں میں جمعہ پڑھنے سے روک رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ از خود کیسے روک سکتے ہیں جب تک ان کے پاس اس سلسلہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی ہدایت نہ ہو، لیکن ان تمام تصریحات کے خلاف غیر مقلدین فرما رہے ہیں کہ گاؤں والوں پر جمعہ فرض ہے نہ پڑھنے والے گنہگار ہوں گے اور روکنے والوں کو آخرت میں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اور گاؤں میں جمعہ سے روکنے کا کوئی شرعی ثبوت نہیں۔ غیر مقلدین ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر تنبیہیں مذکورہ احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گاؤں دیہات میں جمعہ نہیں پڑھا۔ جلیل القدر صحابہ کرام نہیں پڑھتے تھے العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ کیا یہ گنہگار ہیں؟ اور صحابہ و تابعین گاؤں دیہات میں جمعہ سے روک رہے ہیں ان کو اس کا خمیازہ آخرت میں بھگتنا پڑے گا؟ نیز ائمہ مجتہدین اور ان کے کورٹوں متبعین جو گاؤں دیہات میں جمعہ نہیں پڑھتے بلکہ منع کرتے ہیں کیا یہ سب گنہگار ہیں؟ اور یہ جو اس قدر احادیث و آثار اوپر مذکور ہوئے کیا یہ گاؤں دیہات میں جمعہ کے جائز نہ ہونے کے شرعی ثبوت نہیں؟ قانونین کرام ذرا سوچئے کہ غیر مقلدین یہ کس پر فتوے داغ رہے ہیں؟ کس کو گنہگار قرار دے رہے ہیں؟ کیا اسی کا نام عمل بالمحدیث ہے؟ اور فیصلہ کیجئے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت۔

شرائط صحة الجمعة

جمعہ کے صحیح ہونے کیلئے چند شرطیں ہیں جنکے بغیر جمعہ جائز نہیں،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا دُخِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ

الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ • فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ •

۱۰۰۶۲۰

اے ایمان والو جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چھوڑ دو خرید و فروخت یہ بہتر ہے تمہارے حق کو اگر تم کو سمجھ ہے، پھر جب تمام ہو چکے نماز تو پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈو فضل اللہ کا اور یاد کرو اللہ کو بہت سانا کہ تمہارا بھلا ہو۔ (ترجمہ حضرت شیخ الحدیث)

۱۔ عن مولیٰ لؤلؤ سعید بن العاص السنہ سال ابن عمر عن العترة التي بين مكة والمدينة ما ترك في الجمعة قال نعم اذا كان عليهم امين فليجمع، (معرفۃ السنن والاکثار للبیہقی ۳۵ ص ۱۱۱)

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی آل کے ایک مولیٰ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ وہ بستیاں جو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ہیں ہیں ان میں جمعہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اگر کوئی ان پر امیر مقرر ہو تو وہ انہیں جمعہ پڑھاوے۔

۲۔ عن جعفر بن برقان قال كتب عمر بن عبد العزيز الى عدي بن عدي ايمانا اهل قريتنا ليسوا

بأهل عمود ينتقلون فنامر عليهم اميرا
 (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۸۱ سنن الترمذی ۲ ص ۲۸۱)
 حضرت جعفر بن برقان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے
 حضرت عدنی بن عدی کو لکھا کہ ایسی بستیوں والے جو ستونوں
 والے نہ ہوں جو مستقل ہوتے رہتے ہیں تو آپ ان پر ایک امیر
 مقرر کر دیجئے جو انہیں جمعہ پڑھائے۔

۳۔ عن ابی رافع ان ابا هريرة كتب الى عمر
 يسأله عن الجمعة وهو بالبحرين فكتب
 اليهم ان جمعوا حيث ما كنتم،

(صحیح ابن خزيمة ج ۱ ص ۲۸۱ سنن الترمذی ۲ ص ۲۸۱)

حضرت ابورافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ
 رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اقامت جمعہ کے بارے
 میں سوال سے متعلق خط لکھا جن دنوں آپ بحرين میں عامل تھے
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ تم جہاں بھی ہو جمعہ
 قائم کرو۔

۴۔ عن ابی سعید الخدری قال خطبنا النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم ذات يوم فمات النبی
 کتب علیکم الجمعة فی مقامی هذا فی ساعتی
 هذه فی شہری هذا فی عامی هذا الی یوم القیامة
 من ترکها من غیر عذر مع امام جائز فلا
 جمیع اللہ له شمله ولا جورک له فی امره الا

ولا صلوة له الا ولا حج له الا ولا برکة الا ولا
 صدقة له، (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۸۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
 والسلام نے ہمیں ایک دن خطبہ دیا تو فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ
 نے تم پر جمعہ فرض فرمایا ہے میری اس جگہ میں اس گھڑی میں میرے
 اس دن میں اس سال میں قیامت تک کے لیے جس نے بلا عذر
 جمعہ چھوڑا امام عادل یا امام جابر (ظالم) کے ہوتے ہوئے
 تو اللہ تعالیٰ اسے دلجمعی اور استحکام نصیب نہ فرمائے اور
 اس کے کاروبار میں برکت نہ ہو، خبردار ایسے شخص کی نماز قبول
 نہیں، خبردار ایسے شخص کا حج قبول نہیں، خبردار ایسے شخص کی
 کوئی نیکی قبول نہیں، خبردار ایسے شخص کا کوئی صدقہ قبول نہیں۔
 ۵۔ عن القاسم بن الولید قال قال علی لا جمعة
 یوم الجمعة الا مع امام،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۱)

حضرت قاسم بن ولید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ
 عنہ نے فرمایا جمعہ کے دن جمعہ جائز نہیں ہے مگر امام کے ساتھ،

۶۔ عن الحسن قال ارجعتم الی السلطان الزکاة

والصلوة (الجمعة) والحدود والقضاء،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۲۸۱)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں چار چیزیں بادشاہ کے
 ذمہ ہیں زکوٰۃ (کی وصولی)، نماز (جمعہ) کی اقامت حدیث

کی اقامت اور قضاء۔

۷۔ عن ابن محیریز قال الجمعة والحدود والزکوة والفتی الی السلطان ، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۵۵۴)
حضرت ابن محیریز رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ کی اقامت حدود کی اقامت ، زکوٰۃ اور غنم کی وصولی بادشاہ کے ذمہ ہے۔

۸۔ عن عطاء الخراسانی قال الی السلطان الزکوة والجمعة والحدود (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۵۵۴)
حضرت عطاء خراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بادشاہ کے ذمہ ہے زکوٰۃ کی وصولی ، جمعہ کی اقامت اور حدود کی اقامت۔

قال ابو یوسف بن المنذر المتوفی ۳۱۸ھ

” مضیت السنة بان الذی یمتیم الجمعة السلطان او من فقام بها بامر السلطان ،
وكان سليمان بن يسار يقول لا یمتیم الجمعة الا من اقام الحدود ، وقال الحسن البصري اربع الی السلطان الحدود والجمعة والزكاة ونسئ الراوی الحدیث الرابع وقال حبيب بن ابي ثابت لا تكون الجمعة الا بامير وخطبة “
(الاوسط فی السنن والامجاع والاختلاف لابن المنذر ج ۴ ص ۳۳۱)

حضرت ابو یوسف بن منذر متوفی ۳۱۸ھ فرماتے ہیں کہ سنت یونہی جاری ہے کہ جمعہ سلطان قائم کرتا ہے یا اس کا نائب اس کے

حکم سے حضرت سلیمان بن یسار رحمہ اللہ فرماتے تھے نہ قائم کرے جمعہ منکر وہی جو حدود قائم کرتا ہے ، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں چار چیزیں سلطان کے ذمہ ہیں اقامت حدود اقامت جمعہ اور زکوٰۃ کی وصولی چوتھی بابت راوی بھول گیا ، حضرت حبیب بن ثابت رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ جائز نہیں ہوتا منکر امیر اور خطبہ کے ساتھ۔

۹۔ عن طارق بن شهاب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الجمعة حق واجب علی کل مسلمو فی جماعة ، الحدیث (ابوداؤد ج ۱ ص ۵۱۷)
حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جمعہ حق ہے واجب ہے ہر مسلمان پر جماعت میں۔

۱۰۔ عن ام عبد اللہ الدوسیة قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجمعة واجبة علی کل قریة وان لم یکن فیہا الا اربعۃ یعنی بالقریۃ المدائن ، (دارقطنی ج ۲ ص ۷۷)

حضرت ام عبد اللہ دوسیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ واجب ہے ہر قریۃ والوں پر اگرچہ اس میں چار ہی آدمی کیوں نہ ہوں اور قریۃ سے مراد شہر ہے

۱۱۔ عن عبد اللہ بن مسعود قال من ادرك الخطبة فالجمعة ركعتان ومن لم يدركها فليصل

اربعاً ومن لم يدرك فلا يعيد بالسجدة حتى
يدرك الركعة (مجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۳۰۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے خطبہ پایا
تو جمعہ کی دو رکعتیں ہیں اور جس نے خطبہ نہیں پایا (نہ حقیقتاً نہ حکماً) وہ
چار رکعتیں پڑھے اور جس نے رکوع نہیں پایا وہ سجدہ کو شمار میں نہ
لائے یہاں تک کہ رکوع کو پالے۔

۱۲۔ عن عمر بن الخطاب انه قال انما جعلت الخطبة
مكان الركعتين فان لم يدرك الخطبة فليصل اربعاً
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۱۹، مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۳۷)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (جمعہ کا) خطبہ دو
رکعتوں کی جگہ رکھا گیا ہے لہذا جو خطبہ نہ پالے (نہ حقیقتاً نہ حکماً) وہ
چار رکعتیں پڑھے۔

۱۳۔ عن ابن شهاب قال بلغني انه لا جمعة الا بخطبة
فمن لم يخطب صلى الظهر اربعاً،
(المدة الكبرى ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے
کہ جمعہ خطبہ کے بغیر جائز نہیں ہے لہذا جو خطبہ نہ پالے وہ ظہر کی
چار رکعات پڑھے۔

۱۴۔ عن سعيد بن جبيل قال كانت الجمعة اربعاً
فحطت ركعتان للخطبة، (المدة الكبرى ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ کی چار رکعتیں تھیں دو

خطبہ کی وجہ سے کم ہو گئیں۔

قال الامام محمد بن عبد الرحمن الشافعي

”واتفقوا على ان الخطبتين شرط في الجمعة
الجمعة فلا تصح الجمعة حتى يتقوما خطبتان“
(رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ ص ۷۷)

مذکورہ آیات کریمہ، احادیث و آثار اور اقوال محدثین سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز
جمعہ اور عام نمازوں میں فرق ہے، اتفاق جمعہ کے لیے چند شرطیں ہیں، جن
کے بغیر جمعہ جائز نہیں وہ شرطیں درج ذیل ہیں:

۱۔ مصر جامع، بڑے شہر کا ہونا، گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں،
کیونکہ آیت مبارکہ میں جملہ وَفَرَعْنَا الْبَيْتَ (چھوڑ دو خرید و فروخت) سے
ثابت ہو رہا ہے کہ یہ آیت شہر والوں ہی کے واسطے ہے، اس لیے کہ اس
میں اذان کے وقت بیع کے چھوڑ دینے کا حکم ہے اور بیع و شراہ کو تجارت
کہا جاتا ہے شہر ہی میں ہوتی ہے، دُرُؤا کے مخاطب اہل شہر ہیں جو بیع کے
فعل کے ساتھ مصروف ہوتے ہیں، باقی رہیں وہ احادیث جن سے اقامت
جمعہ کے لیے مصر کا شرط ہونا ثابت ہوتا ہے وہ تفصیلاً پہلے باب میں بیان
ہو چکی ہیں۔

۲۔ امیر یا اس کے نائب کا ہونا جسے امیر کی طرف سے اقامت
جمعہ کی اجازت ہو، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام یعنی امیر کے ہوتے
ہوئے جمعہ نہ پڑھنے پر وعید فرمائی ہے، اس سے دو باتیں معلوم ہونیں ایک
تو یہ کہ نماز جمعہ اور دیگر نمازوں میں فرق ہے کیونکہ جمعہ کے ترک پر وعید تو اس
وقت ہے جب کہ اقامت جمعہ کھلے لیے امیر یا اس کا نائب موجود ہو اور دیگر

فنا ہوں گے ترک پر وعید بہر حال میں ہے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اقامت
 جمعہ کے لیے امام یا اس کے نائب کا ہونا شرط ہے۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۱۷۷ سے
 ظاہر ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ
 کے درمیان واقع بستیوں میں اقامت جمعہ کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے
 اسے امیر کی شرط سے مشروط فرمایا یعنی اگر ان بستیوں کا کوئی امیر ہو جو جمعہ
 قائم کر سکے تو پھر جائز ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۷۷ سے واضح ہے اس حدیث
 سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ اقامت جمعہ کے لیے امیر یا اس کے نائب ہونا شرط
 ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ عام حالات میں بستیوں میں جمعہ جائز نہیں ہاں اگر
 وہاں امیر یعنی حاکم یا گورنر یا قاضی ہو تو پھر اس کی نوعیت عام بستی کی نہ رہے
 گی بلکہ ایک طرح سے وہ شہر کے حکم میں ہوگی اور اس میں امیر یا اس کا نائب
 اقامت جمعہ کر سکے گا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے حضرت عدی بن
 عدی — کو اہل قرینہ پر امیر مقرر کرنے کا حکم دیا جو انہیں جمعہ پر بلانے
 اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اقامت جمعہ کے لیے امیر یا اس کا نائب ہونا ضروری
 ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے بحرن کے
 عامل اور گورنر تھے، اس کے باوجود آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اقامت
 جمعہ کی اجازت چاہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم بحیثیت امیر جہاں چاہو
 جمعہ قائم کر سکتے ہو اس سے بھی معلوم ہوا کہ اقامت جمعہ کے لیے امیر یا اس
 کے نائب کا ہونا ضروری ہے ورنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس استعداد
 کی ضرورت ہی پیش نہ آتی، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے
 دن امام کے بغیر جمعہ جائز نہیں اس سے بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ اقامت جمعہ
 کے لیے امیر یا اس کا نائب ہونا ضروری ہے۔ حضرت حسن بصری، حضرت

ابن حجر، حضرت عطاء بن ریحان رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اقامت جمعہ اقامت
 حدود، زکوٰۃ کی وصولی وغیرہ یہ سب سلطان وقت کے ذمہ ہیں اسی طرح
 حضرت سلیمان بن لیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ وہی قائم کر سکتا ہے جو حدود
 قائم کرتا ہے۔ حضرت حبیب بن ثابت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ امیر اور
 خطیبہ کے بغیر جائز نہیں ان فتاویٰ سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ اقامت جمعہ
 کے لیے امیر یا اس کے نائب کا ہونا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت
 ابو بکر بن مسعود رحمہ اللہ متوفی ۳۱۸ھ فرماتے ہیں کہ سنت یونہی جاری ہے کہ
 جمعہ سلطان قائم کرتا ہے یا اس کی اجازت سے اس کا نائب ۱۷۷

۳۔ جماعت کا ہونا۔ اقامت جمعہ کے لیے جماعت بھی شرط ہے
 جماعت کے بغیر جمعہ جائز نہیں، اور جماعت میں امام کے سوا تین افراد کا ہونا
 ضروری ہے اس کے بغیر جماعت متصور نہ ہوگی، اقامت جمعہ کے لیے جماعت
 کی شرط اولاً تو آیت مبارکہ **فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي**
الْأَرْضِ : (پھر جب تمام ہو چکے نماز تو پھیل پڑو زمین میں) سے مستفاد ہو
 رہی ہے، کیونکہ اس میں جمعہ کی باجماعت ادائیگی کا ہی ذکر ہے، ثانیاً آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ جمعہ حق و واجب ہے ہر مسلمان پر
 جماعت میں اس سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ اقامت جمعہ کے لیے جماعت
 شرط ہے، ثانیاً کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 خلفاء راشدین، صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی بغیر جماعت کے جمعہ پڑھا ہو۔ اس
 سے ثابت ہوتا ہے کہ اقامت جمعہ کے لیے جماعت شرط ہے۔ رابعاً آیت

چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

”قلت الاصل ان الجماعة من شرائط الجمعة
لانها مشتقة منها واجمعت الامة على ان
الجمعة لا تصح من المنفرد الا ما ذكر ابن حزم
في المحلى عن بعض الناس ان الفذ يصل الجمعة
كالنظرين“ (عمدة القاری شرح صحیح البخاری ج ۳ ص ۲۱۱)

میں کہتا ہوں کہ جماعت جمعہ کی شرائط میں سے ہے اس لیے کہ
جمعہ جماعت سے مشتق ہے، اور امت نے اس پر اجماع کیا
ہے کہ منفرد کا جمعہ پڑھنا صحیح نہیں سوائے اس کے جو ابن حزم
نے محلی میں بعض لوگوں سے ذکر کیا ہے کہ منفرد ظہر کی طرح جمعہ
پڑھ سکتا ہے۔

رہا جمعہ کی جماعت کے لیے امام کے علاوہ کم از کم چار افراد کا ہونا، یہ بھی
اولاً تو آیت مبارکہ میں ارشاد باری **حَسْبُوا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ** سے مستفاد
ہوتا ہے کیونکہ اس میں ذکر اللہ یعنی خطبہ کی طرف سعی کا حکم بصیغہ جمع
ہے اور جمع کا اطلاق اصل وضع میں کم از کم تین پر ہوتا ہے اس سے معلوم
ہو کہ سعی کرنے والے کم از کم تین ہوں گے اور چونکہ ان کی سعی خطبہ کی طرف
ہے، تو لازمی بات ہے کہ خطیب ان کے ماسوا ہوگا، وہ امام ہوگا اور
جماعت کا شرط ہونا پہلے معلوم ہو چکا ہے پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ
جماعت کے لیے امام کے علاوہ کم از کم تین افراد ہونے چاہئیں دو کے
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان سے کہ جمعہ واجب ہے ہر
قریب والوں پر اگرچہ ان میں (نماز پڑھنے والے) چار ہی آدمی ہوں اس سے
بھی ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کی جماعت کے لیے کم از کم چار آدمی ہونے

ضروری ہیں جن میں سے ایک امام ہوگا باقی تین مقتدی، ان کے بغیر جماعت
نہیں ہوگی ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرمادیتے کہ چاہئے تین ہی
افراد ہوں چاہے دو ہی افراد ہوں خاص طور پر چار کا تذکرہ نہ فرماتے۔

۲۔ نماز جمعہ سے پہلے خطبہ پڑھنا۔ اقامت جمعہ کے لیے خطبہ بھی شرط
ہے خطبہ کے بغیر جمعہ جائز نہیں یہ شرط بھی اولاً تو آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ
کے فرمان **حَسْبُوا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ** سے مستفاد ہو رہی ہے کیونکہ بالاتفاق
سب کے نزدیک اس آیت میں ذکر اللہ سے مراد خطبہ جمعہ ہے، دوسرے
کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلفاء راشدین
اور صحابہ کرام نے بغیر خطبہ کے جمعہ پڑھا ہو یہ بھی خطبہ کے شرط ہونے کی دلیل
ہے، تیسرے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان کہ خطبہ جمعہ دو رکعتوں
کی جگہ ہے لہذا جو خطبہ نہ پائے (نہ حقیقتاً نہ حکماً) وہ ظہر کی چار رکعت پڑھے
اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان کہ جس نے خطبہ پالیا وہ دو
رکعتیں پڑھے اور جس نے نہیں پایا (نہ حقیقتاً نہ حکماً) وہ چار پڑھے نیز حضرت
سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا یہ فرمان کہ جمعہ کی چار رکعتیں قطعیں خطبہ کی وجہ سے
دو کم کر دی گئیں، ان سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ کے لیے خطبہ شرط ہے
اس کے بغیر جمعہ نہیں ہوگا کیونکہ اگر خطبہ کے بغیر بھی جمعہ ہو جاتا تو یہ حضرات خطبہ
نہ پانے والے کو یہ نہ فرماتے کہ وہ اس صورت میں چار رکعتیں پڑھے حضرت
ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ خطبہ کے
بغیر جمعہ ہوتا ہی نہیں لہذا جو خطبہ نہ پائے (نہ حقیقتاً نہ حکماً) وہ ظہر کی چار
رکعت پڑھے اس سے تو خطبہ کا شرط ہونا بالکل ہی صاف طور پر ثابت
ہو رہا ہے۔

ایک بات کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ ایک تو خطبہ کا نہ پانا حقیقت ہے
 ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص مسجد میں اس وقت آئے جب کہ خطبہ
 ختم ہو چکا ہو اس صورت میں اس شخص نے حقیقت خطبہ نہیں پایا، اور ایک خطبہ
 کا نہ پانا حکماً ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اس وقت آئے جبکہ
 نماز جمعہ بھی ہو چکی ہو اس صورت میں اس شخص نے خطبہ جمعہ نہ حقیقت پایا نہ حکماً
 کیونکہ جو شخص جماعت میں شریک ہو جاتا ہے وہ اتباع امام کی وجہ سے حکماً
 خطبہ کو پالیتا ہے اور اس کی نماز ہو جاتی ہے، اس لیے ہم نے حضرت عبداللہ
 بن مسعود، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ
 کی احادیث کے ترجمہ میں خطبہ کے حقیقت اور حکماً دونوں طرح نہ پانے کی قید
 لگائی ہے کیونکہ ان حضرات کے دیگر فرامین سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نے
 جمعہ کی ایک رکعت پالی وہ دوسری بھی ملائے اور اس کا جمعہ ہو گیا حالانکہ خطبہ
 تو اس کا رہ گیا وجہ ظاہر ہے کہ گو خطبہ حقیقت رہ گیا لیکن حکماً ہو گیا اس وجہ سے
 نماز ہو گئی ہاں اگر حقیقت اور حکماً دونوں طرح رہ جاتا تو نماز نہ ہوتی۔

پہلے خطبہ کے شرط ہونے پر اجماع امت بھی ہے جیسا کہ حضرت محمد
 بن عبدالرحمن الشافعیؒ کے بیان سے معلوم ہوا۔

لیکن مذکورہ آیات کریمہ، احادیث و آثار اور اجماع امت کے خلاف
 غیر متقلین کا کہنا ہے کہ جمعہ کی نماز اور دوسری نمازوں میں کوئی فرق نہیں،
 فقہاء جو جمعہ کی شرطیں عائد کرتے ہیں ان پر کوئی دلیل نہیں اور یہ سب
 بیکار ہیں۔

چنانچہ غیر متقلین کے امام قاضی شوکانیؒ سمجھتے ہیں۔

وہی کسان الصلوٰت لا یتخالفھا

جمعہ کی نماز دوسری نمازوں ہی کی طرح ہے اُن کے خلاف نہیں ہے
 (یعنی اس میں اور دوسری نمازوں میں کوئی فرق نہیں ہے)
 تو اب صدیق حسن خاں صاحب اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔

” لکن نہا لروایت ما یبدل علی انھا تخالفھا
 فی غیر ذلک وفی هذا الكلام إشارة إلى
 رد ما قيل انه يشترط في وجوبها الإمام
 الأعظم والمصراع جامع والعدة المخصوص،
 فان هذه الشروط لو بدلت علیها دلیل یضد
 استحبابها فضلاً عن وجوبها فضلاً عن كونها
 شرطاً یبدل اذا صلی رجلان الجمعة فی مكان لم
 یکن فیہ غیرهما جماعتاً فقد فعلا ما یجب
 علیهما فان خطب احدھما فقد عملا بالسنة
 وان ترک الخطبة فھی سنة فقط والواحد یث
 طارق بن شهاب المذکور قریباً من تفتید الوجوب
 علی کل مسلم بكونه فی جماعته ومن عدم
 اقامتها صلی اللہ علیہ وسلم فی زمنہ وفی
 عنبر جماعت لکان فعلها فرادی محبناً لکفرها
 من الصلوات“۔ (الروضة الشریعة ص ۱۲۷)

جمعہ کی نماز کے دیگر نمازوں کے مخالفت نہ ہونے کی وجہ یہ ہے
 کہ کوئی ایسی دلیل نہیں آئی جو جمعہ کی نماز کے دیگر نمازوں کے
 مخالفت ہونے پر دلالت کرے اور اس کلام میں اشارہ ہے

ورنہ نہیں۔ مختصر جامع یعنی بڑے شہر کا ہونا یا آیت مبارکہ اور احادیث و آثار سے مستنبط ہے، سلطان یا اس کے نائب کا ہونا، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور آثار صحابہ و تابعین سے مستفاد ہے، جماعت کا ہونا آیت مبارکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل، صحابہ کرام کے تعامل اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا، یہ بھی آیت مبارکہ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موافقت، صحابہ و تابعین کے آثار اور اجماع امت سے ثابت ہے، خیر القرون کے ائمہ مجتہدین نے یہ شرائط ذکر کی ہیں اور قریباً تیرہ سو سال سے ان پر تعامل و توارث ہے، لیکن حیرانگی کی بات ہے کہ غیر متقلدین مذکورہ دلائل آیات مبارکہ احادیث و آثار اور اجماع امت سے صرف نظر کرتے ہوئے کس طرح ان شرائط کا انکار کر رہے ہیں؟ اور اس سے زیادہ تعجب اس بات پر ہے کہ اتنے واضح دلائل کے ہوتے ہوئے کس طرح ان شرائط کو بے دلیل قرار دے رہے ہیں؟ کیا یہ آیات احادیث و آثار اور اجماع امت جو تفصیلاً اوپر مذکور ہوئے ہیں ان شرائط کے دلائل نہیں؟

نواب نور الحسن صاحب نے تو ان شرائط کے بارے میں حدیثی کر دی کہ ان کو حدیث خرافہ اور مردار جانوروں کو جمع کرنے سے تشبیہ دی۔ قارئین کرام سوچئے کہ غیر متقلدین حضرات خیر القرون کے ائمہ مجتہدین اور ان کے بعد کے اساطین علم و فضل جو ان کے قائل و فاعل ہیں، ان کی محنتوں پر کیسا پانی پھیر رہے ہیں۔ اور ان مسائل کو جو اس قدر دلائل سے مدلل ہیں کیسے بے دلیل قرار دے رہے ہیں، اور فیصلہ فرمائیے کہ اس قدر احادیث و آثار کے خلاف بائیں کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

وقت الجمعة

جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے

- ۱۔ عن انس بن مالک ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي الجمعة حين تميل الشمس،
(بخاری ج ۱ ص ۱۸۸)
- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا
- ۲۔ عن ابیاس بن سلمة بن الأكوع عن أبيه قتال كان نجيع مع رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا زالت الشمس ثم ترجع نكتبة الضبي،
(مسلم ج ۱ ص ۱۸۸)
- حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ابیاسؓ اپنے والد سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ ادا کرتے جب کہ سورج ڈھل جاتا پھر ہم سایہ تلاش کرتے ہوئے لوٹتے۔
- ۳۔ عن جابر كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا زالت الشمس صلى الجمعة،
(بخاری ج ۱ ص ۱۸۸)
- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھل جاتا تھا تو جمعہ پڑھتے تھے۔

۴۔ عن مالك بن ابی عامر انه قال كنت ارى
طنقست لعقيل بن ابی طالب يوم الجمعة
تطرح الى جدار المسجد العنبري فنادا غشي
الطنقست كلها ظل الجدار خرج عمر بن الخطاب
وصلى الجمعة فقال شمس ترجع بعد صلاة الجمعة
فلقيل فتألم الضحاء (سوطا امام مالک ص ۷)

حضرت مالک بن ابی عامر فرماتے ہیں کہ میں حضرت عقیل بن ابی طالب
رضی اللہ عنہ کی چادر کو دیکھا کرتا تھا جو مسجد کی مغربی دیوار پر ڈالی
جاتی تھی، جب پوری چادر کو دیوار کا سایہ ڈھانپ لیتا تو حضرت
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تشریف لاتے اور مجمعہ پڑھاتے، مالک بن
ابی عامر کہتے ہیں کہ پھر ہم جمعہ کے بعد لوٹتے اور دوپہر کا قیلولہ کرتے

۵۔ عن ابی القیس عمرو بن مروان عن ابيه قال كنا
نجمع مع علي اذا زالت الشمس،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۷۱)

حضرت ابوالقیس عمرو بن مروان اپنے والد سے روایت کرتے
ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ
پڑھا کرتے تھے جب کہ سورج ڈھل جاتا۔

۶۔ عن سہال قال كان النعمان بن بشير
يصلي الجمعة بعد ما تزل الشمس،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۷۱)

حضرت سہال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی

اللہ عنہ جمعہ سورج ڈھل جانے کے بعد پڑھا کرتے تھے۔

۷۔ عن الوليد بن العيزار قال ما رأيت اماما
كان احسن صلاة للجمعة من عمرو بن
حريث كان يصليها اذا زالت الشمس،
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۷۱)

حضرت ولید بن عیزار فرماتے ہیں کہ میں نے جمعہ کی نماز بہترین
طریقہ سے پڑھانے والا کوئی امام حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ
عنہ سے بڑھ کر نہیں دیکھا، آپ جمعہ اس وقت پڑھتے تھے
جب سورج ڈھل جاتا۔

۸۔ عن الحسن قال وقت الجمعة عند زوال
الشمس، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۷۱)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کا وقت
سُورج ڈھلنے کے وقت ہے۔

۹۔ عن ابراهيم قال وقت الجمعة وقت الظهور،
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۷۱)

حضرت ابراہیم شغی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کا وقت وہی
ہے جو ظہر کا وقت ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کا وقت زوال کے
بعد ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خلفاء راشدین اور دیگر
صحابہ کرام جمعہ کی نماز زوال کے بعد ہی پڑھا کرتے تھے جلیل القدر
تابعین حضرت حسن بصری اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہما اللہ بھی فتویٰ دیتے

تھے کہ جمعہ کا وقت زوال کے بعد ہے، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے جمعہ کا وقت بتانے کے لیے اس طرح باب قائم کیا ہے۔ ”باب وقت الجمعة اذا زالت الشمس وكذا لك يذكر عن عمرو بن النعمان بن بشير وعمر بن الخطاب“ (بخاری ج ۱ ص ۱۱۱) یعنی جمعہ کا وقت اس وقت ہوتا ہے جب سورج ڈھل جائے اور ایسے ہی ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت عمرو بن حریف رضی اللہ عنہم سے، ان چاروں بزرگوں کی روایات اور ذکر کہ دی گئی ہیں دیکھئے حدیث نمبر ۲-۵-۶-۷، انہی احادیث و آثار کے پیش نظر فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ جمعہ کی نماز کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا وقت ہے، لہذا اگر کوئی جمعہ ظہر کے وقت یعنی زوال سے پہلے پڑھے گا تو اس کا جمعہ نہیں ہوگا۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے اور غیر متقلدین کے فقیہ نواب وحید الزمان کا کہنا ہے کہ جمعہ کا وقت تو سورج کے نيزہ بھر بلند ہوجانے سے ہی شروع ہوجاتا ہے، چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

”وقت ورد ما يدل على انها تجزئ قبل الزوال“ الخ (الرد المحتار ج ۱ ص ۱۱۱)

اور تحقیق ایسی حدیث بھی آئی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے جائز ہے۔ (کچھ آگے چل کر آپ نے جمعہ کے زوال سے پہلے جائز ہونے کو حق قرار دیا ہے۔)

نواب نور الحسن خاں صاحب لکھتے ہیں

”ووقت نماز جمعہ نماز ظہر است وقبل از زوال ہم جائز باشد“ (النجہ القبول فی شراعی الرسول ص ۱۱۱) نماز جمعہ کا وقت وہی ہے جو نماز ظہر کا ہے البتہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے۔

نواب وحید الزمان صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

”ووقتہا من حیث ارتفاع الشمس قدر رُوح الى انشاء وقت الظہر“ (نزل الامام ج ۱ ص ۱۱۱) جمعہ کا وقت اس وقت سے شروع ہوجاتا ہے جب کہ سورج ایک نيزہ کے برابر بلند ہوجائے (یعنی عید کی نماز کے اول وقت سے) اور ظہر کے اخیر وقت تک رہتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے، صحیح احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کی نماز کا وقت زوال کے بعد ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ زوال سے پہلے جمعہ جائز نہیں۔ لیکن غیر متقلدین کہہ رہے ہیں کہ نہیں صاحب حق یہ ہے کہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے اور آفرین ہے نواب وحید الزمان صاحب پر جن کے نزدیک جمعہ کا وقت صبح اشراق کے وقت سے ہی شروع ہوجاتا ہے۔ قارئین کرام آپ فیصلہ فرمائیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

الاذان للجمعة

جمعہ کی دو اذانیں مستنون ہیں

عن السائب بن يزيد يقول ان الاذان يوم الجمعة كان اوله حين يجلس الامام يوم الجمعة على المنبر وقد عهد رسول الله صلى الله عليه

وسلم و ابی بکر و عمر فلما کان فی خلافت عثمان
وکثروا آمر عثمان یوم الجمعة بلاذان
الثالث فاذن ید علی الزوراء فثبت الامر
علی ذالمک ، (بخاری ج ۱ ص ۱۲۸ ، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۵ ، نسائی ج ۱ ص ۱۲۸)
حضرت سائب بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما
کے زمانے میں جمعہ کی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر
پر بیٹھ جاتا تھا پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت
آیا اور لوگ زیادہ ہو گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے
تیسری اذان (جمعہ کی پہلی اذان) کا حکم دیا چنانچہ زورار پر وہ اذان
کہی گئی اور پھر یہ ایک مستقل سنت بن گئی ۔

حدیث مذکور سے ثابت ہو رہا ہے کہ عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ
میں سے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں جمعہ کی ایک ہی اذان
ہوتی تھی جو امام کے سامنے منبر کے پاس دی جاتی تھی ۔ حضرت عثمان غنی
رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب لوگ زیادہ ہو گئے تو آپ کے حکم
سے ایک اذان اور دی جانے لگی ، یہ اذان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
کی موجودگی میں دی جاتی تھی ، صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی اس پر
اعتراض نہیں کیا ، چنانچہ یہ اذان باجماع صحابہ راسخ ہو گئی اور ہر زمانے
میں اس پر عمل ہوتا رہا ، کسی امام اور کسی فقیہ و مجتہد نے اس سے اختلاف
نہیں کیا اور اختلاف کر بھی کیسے کہتے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا
حکم ہے کہ میری اور خلفاء راشدین کی سنت کو لازم کیڑو ، یہ اذان چونکہ خلیفہ

راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم سے جاری ہوئی ہے اس لیے یہ انکی
سنت ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے مطابق اس پر عمل ضروری
ہے ۔ پہلے یہ اذان زورار پر دی جاتی تھی بعد میں مسجد میں دی جانے لگی ،
آج بھی تمام اسلامی ممالک میں یہ اذان مسجد ہی میں دی جا رہی ہے ، حج پر
جانے والے خوش نصیب اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں
یہ اذان مسجد حرام کے اندر اور مدینہ منورہ میں مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام
کے اندر دی جاتی ہے ، الحمد للہ راقم الحروف بھی اپنی آنکھوں سے اس کا
مشاہدہ کر چکا ہے ، اس اذان کے مسجد کے اندر دئیے جانے پر کوئی
اعتراض نہیں کرتا ۔

لیکن حدیث مبارک ، اجماع امت ، تعامل و توارث امت کے
خلاف ، جو غیر متقلدین بیس رکعات تراویح کو بدعت قرار دیتے تھے انہوں
نے جمعہ کی اس اذان کو بھی بدعت قرار دیا ، ان غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ یہ اذان
چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت نہیں ہے اس لیے یہ سنت
نہیں ہو سکتی یہی وجہ ہے کہ غیر متقلدین یہ اذان نہیں دیتے بلکہ اس کے
مسجد میں دئیے جانے کو بدعت قرار دیتے ہوئے اس سے روکتے ہیں
چنانچہ مولوی محمد صاحب جو ناگزیر بھی لکھتے ہیں ۔

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور آپ کے بعد کے دو خلیفوں
کے زمانہ میں تو اس دوسری اذان کا وجود بھی نہ تھا ہاں حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایجاد ہوئی جو وقت معلوم کرنے کے
لیے زورار بازار کی بلند جگہ کھڑی جاتی تھی نہ کہ مسجد میں پس ہمارے
زمانے میں مسجد میں جو دو اذانیں ہوتی ہیں وہ صریح بدعت ہیں

اور کسی طرح جائز نہیں۔ (فتاویٰ مستاریج ۲ ص ۵۷)

مولوی عبید اللہ صاحب مدرس مدرسہ زبیدیہ لکھتے ہیں۔

”جمعہ کی نماز کے واسطے سجد میں ایک ہی اذان کا ثبوت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دوسری اذان خارج عن المسجد ثابت ہے پس اسی اذان پر اختصار کرنا چاہیے اور دوسری اذان نہ کہنا چاہیے (فتاویٰ مستاریج ۲ ص ۵۷)

مولوی عبدالرحمن صاحب مدرس مدرسہ میاں صاحب دہلوی رقمطراز ہیں۔ ”اب مسجد میں دواذانیں کہنا بدعت ہے“ اچ

(فتاویٰ مستاریج ۳ ص ۵۷)

غیر متقلدین کے ترجمان رسالہ ”الاختصاص“ کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں ”جمعہ کے روز ایک اذان کا خطبہ کے وقت ہونا مستون ہے دواذان کی ضرورت نہیں..... لہذا اذان عثمانی جسکو پہلی اذان کہا جاتا ہے اس کو مسجد میں کہلوانا بدعت ہے۔“

(فتاویٰ علماء حدیث ۲ ص ۵۷)

جماعت غر بار الہدیث کے امام اول عبدالوہاب صاحب حدری کے موانع شکار ابو محمد میاں والی لکھتے ہیں۔

”مساجد احناف والہدیث میں جمعہ کی دواذانیں ہوا کرتی تھیں جیسا کہ آج کل احناف کے ہاں مروج ہے، مولانا موصوف (عبدالوہاب صاحب، ناقل) نے پہلی اذان جو مسجد میں خطبہ سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ پہلے ہوتی تھی اسے ثقتہ دلائل سے بدعت ثابت کر کے موقوف کا فتویٰ صادر فرمایا اور دوسری اذان عند جلوس

امام علی المنبر کے صحیح ہونے کا فتویٰ دیا آج اکثر مساجد الحمد بیٹ میں اس طریقہ نبوی پر عمل ہو رہا ہے۔“

(مجموعہ رسائل مکمل نماز و ہدایۃ النبی ص ۲۱)

ملاحظہ فرمائیے : جمعہ کی پہلی اذان جو خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے جاری ہوئی، جس پر تمام صحابہ کرام نے اجماع کیا، جو چودہ صدیوں سے تمام ممالک اسلامیہ میں بلا تکلیف جاری ہے جس سے کسی امام اور کسی فقیہ و مجتہد نے اختلاف نہیں کیا آج وہ اذان مسجد میں ہونے کی وجہ سے غیر متقلدین کے دور میں بدعت ہو گئی یا بلجیب اگر خلیفہ راشدین اور صحابہ کرام کا عمل بھی بدعت ہے، اور جس عمل پر ساری امت کا تدارف و تعامل ہے وہ بھی بدعت ہے، تو پھر غیر متقلدین بتلائیں کہ سنت کونسا عمل ہوگا؟ نیز اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ چودہ صدیوں سے ساری امت بدعت پر عامل رہی اور آج بھی حریم شریفین کے ائمہ و خدام اس اذان کو مسجد میں کہلوا کر بدعت کا ارتکاب کر رہے ہیں۔؟

قارئین کرام یہ ہے غیر متقلدین کا عمل بالحدیث۔

اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

التاذين عند الخطبة يوم الجمعة بين
يدي الامام والخطبة بالعربية
جمعة کے دن خطبہ کے وقت اذان منبر کے پاس خطیب کے
سامنے منوں ہے اور خطبہ جمعہ عربی زبان میں ہونا ضروری ہے

۱۔ عن السائب بن يزيد قال كان سبلا يؤذن
اذا جلس رسول الله صلى الله عليه وسلم
على المنبر يوم الجمعة فنادوا نزل امام
ثم كان كذا لك في زمن ابي بكر وعمر رضي
الله عنهما ، (نسائي ج ۱ ص ۱۵۴ ، متا جمع ۳ ص ۲۲۱)

حضرت سائب بن يزيد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے
دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرماتے تو حضرت
بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے ، پھر جب آپ منبر سے نیچے
تشریف لاتے تو اقامت کہتے ، حضرت ابوبکر اور حضرت
عمر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں بھی اسی طرح ہوتا تھا ۔

۲۔ عن ابن عمر قال كان النبي صلى الله عليه
وسلم يخطب خطبتين كان يجلس اذا صعد
المنبر حتى يفرغ اراه المؤذن ثم يقوم
فيخطب ثم يجلس فلا يتكلم ثم يقوم
فيخطب ، (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۴)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ
والسلام دو خطبے دیتے تھے ، جب آپ منبر پر چڑھتے تو

بیٹھ جاتے ، یہاں تک کہ مؤذن اذان سے فارغ ہوتا ، پھر
آپ کھڑے ہوتے اور (پہلا) خطبہ ارشاد فرماتے ، پھر بیٹھ
جاتے اور کوئی کلام نہ کرتے ، پھر کھڑے ہو کر (دوسرا) خطبہ
ارشاد فرماتے ۔

۳۔ عن ابن عمر قال كان النبي صلى الله عليه
وسلم يخطب فتامها ثم يقعد ثم
يقوم كما تفعلون الآن ، (بخاری ج ۱ ص ۱۵۴ ، مسلم ج ۱ ص ۲۲۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ
والسلام کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے
ہوتے جیسا کہ تم اب کرتے ہو

۴۔ عن عبد الله قال كان النبي صلى الله عليه وسلم
يخطب خطبتين يقعد بينهما ،

(بخاری ج ۱ ص ۱۵۴)
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم دو خطبے دیتے تھے اور دونوں کے درمیان بیٹھتے تھے ۔

۵۔ عن جابر بن سمرة قال كانت للنبي صلى الله
عليه وسلم خطبتان يجلس بينهما يقرأ
القرآن ويذكر الناس ، (مسلم ج ۱ ص ۲۲۱)

حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ
والسلام کے دو خطبے ہوتے تھے دونوں کے درمیان بیٹھتے
تھے ، ان میں قرآن مجید پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت فرماتے ۔

۶۔ عن ابی واسئل خطبنا عمارنا وحنوا وابلغ
فلما نزل قلنا یا ابا الیقظان لمتہ ابلغت و
او جزت منلو کنت تنفست فمتال انی سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان
طول صلوة الرحیل وقصر خطبتہ مثنت من
فقهہ فاطیلوا الصلوة واقصروا الخطبة وان
من البیان سحرًا (مسلم ۱۵۸۲)

حضرت ابو داؤد اکل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمار
رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا تو بہت مختصر اور انتہائی بلیغ خطبہ دیا
جب وہ منبر سے اترے تو ہم نے کہا کہ اسے ابو الیقظان آپ
نے نہایت بلیغ اور مختصر خطبہ دیا، اگر آپ اسے ذرا طویل کرتے
تو اچھا ہوتا، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ آدمی کا نماز کو لمبا کرنا
اور خطبہ کو مختصر کرنا اس کے سمجھ دار ہونے کی نشانی ہے سو تم نماز
کو لمبا کیا کرو اور خطبہ کو مختصر اور بعض بیان مجاہد ہوتے ہیں۔

۷۔ عن ابن شہاب قال بلغنا ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کان یبدأ فی جلس علی المنبر
فاذا سکت المؤذن قام فخطب الخطبة الاولى
ثم جلس شیئًا یسیرًا ثم قام فخطب الخطبة
الثانیة حتی اذا قضاها استغفر اللہ ثم نزل
فصلی قال ابن شہاب وکان اذا قام اخذ عصا

فتوکا علیہا وهو قائم علی المنبر ثم کان ابوبکر
الصديق وعمر وعثمان یفعلون ذالک،
(مسائل ابی داؤد صحیح سنن ابی داؤد ص ۷۸)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات
پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتداً منبر پر تشریف
فرماتے، پھر جب مؤذن اذان دے کر خاموش ہو جاتا تو کھڑے
ہو کر پہلا خطبہ ارشاد فرماتے پھر تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاتے
پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ ارشاد فرماتے یہاں تک کہ جب خطبہ
پورا فرما لیتے تو استغفر اللہ کہتے اور نیچے تشریف لاکر نماز پڑھتے
حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آپ کھڑے
ہوتے تھے تو لاٹھی پکڑ کر اس پر ٹیک لگاتے تھے اس حال
میں کہ آپ منبر پر کھڑے ہوتے، پھر حضرت ابو بکر حضرت عمر
رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

۸۔ عن عمر بن الخطاب انہ قال انما جعلت
الخطبة مکان المکسبتین، الحدیث،
(مصنف ابن ابی شیبہ ۲۵۷۸، مصنف عبد الرزاق ۳۷۳۳)
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (جمعہ کا) خطبہ
دو رکعتوں کی جگہ رکھا گیا ہے۔

۹۔ عن سعید بن جبیر قال کانت الجمعة اربعاً
فحطت رکعتان للخطبة، (المدونة الکبریٰ ۱۵۷۸)
حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جمعہ کی چار رکعتیں تھیں

دو خطبے کی وجہ سے کم ہو گئیں۔

مذکورہ اہادیث و آثار سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ جب امام خطبہ جمعہ کے لیے آتے تو آگے پہلے منبر پر بیٹھتے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ جمعہ کے لیے مسجد میں تشریف لاتے تھے تو پہلے آپ منبر پر بیٹھتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۰۱ اور ۶ سے واضح ہے۔
۲۔ جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو مؤذن منبر کے پاس امام کے سامنے اذان دے کیونکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایسے ہی کیا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۱ سے ظاہر ہے، اسی پر اجماع ہے اور اسی پر چودہ صدیوں سے تواتر و تعامل جاری ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر بن المنذر رحمہ اللہ متوفی ۳۱۸ ھ لکھتے ہیں۔

”والله اعلم بما عمل اهل العلم من علماء
الامصار وما يفعله الامامة وهو جلوس الامام
على المنبر اول ما يرقى اليه ويؤذن المؤذن
والامام جالس فاذا فرغ المؤذن من اذان
قام الامام فخطب خطبته ثم جلس وهو
في حال جلوسه غير خاطب ولا يتكلم بشئ
يقوم فيخطب الخطبة الثانية ثم ينزل
عند فراغه“
(الاصطلاح ۲ ص ۵۹)

اور جس پر علماء و امصار کا عمل ہے وہ وہی ہے جو ائمہ مساجد کیا کرتے ہیں یعنی جب امام ابتدا منبر پر چڑھتا ہے تو بیٹھ جاتا ہے اور امام کے بیٹھے بیٹھے مؤذن اذان دیتا ہے، پھر جب مؤذن

اذان سے فارغ ہوتا ہے تو امام کھڑے ہو کر (پہلا) خطبہ دیتا ہے پھر بیٹھ جاتا ہے اور اس حالت میں نہ کسی کو مخاطب کرتا ہے نہ کلام کرتا ہے پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ دیتا ہے، پھر دوسرا خطبہ سے فارغ ہو کر منبر سے اتر آتا ہے۔

شیخ حسن بن محمد بن علی شرنبلالی رحمہ اللہ متوفی ۱۰۶۹ ھ لکھتے ہیں۔

” (و) كذا (الجلوس على المنبر قبل الشروع

في الخطبتين والاذان بين يديه) حبري

بده التوارث (كالاقامة) بعد الخطبة“

(رد المحتار مع شرح مراقي الفلاح مع حاشية المطاوع ص ۲۲)

اور (مسنون ہے) منبر پر بیٹھنا خطبہ شروع کرنے سے پہلے، اور (مسنون ہے) اذان دینا امام کے سامنے۔ اسی پر امت کلم تواتر جاری ہے، مثل اقامت کے جو کہ خطبہ کے بعد ہوتی ہے۔

۳۔ امام کو چاہیے کہ وہ منبر پر کھڑے ہو کر دو خطبے دے۔ پہلا خطبہ پڑھ کر تھوڑی دیر بیٹھے پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۲-۳-۴-۵ اور ۷ سے ظاہر و باہر ہے۔

۴۔ خطبہ جمعہ نماز جمعہ سے مختصر ہونا چاہیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی حکم ہے، جیسا کہ حدیث نمبر ۶ سے واضح ہے۔

۵۔ جمعہ کے دونوں خطبے عربی زبان میں ہوتے چاہئیں، عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ خطبہ کی اصل حقیقت ”ذکر اللہ“ ہے، قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے خطبہ کو ذکر اللہ ہی سے تعبیر فرمایا ہے ارشاد ہے
 إِذَا حُذِرَ عَنِ الصَّلَاةِ مِنْ يَوْمٍ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ -

جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کو۔

عام مفسرین کا کہنا ہے کہ اس آیت مبارکہ میں ذکر اللہ سے مراد خطبہ جمعہ ہے۔ ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خطبہ جمعہ کو ذکر اللہ سے تعبیر فرمایا ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

”اذا كان يوم الجمعة وقفت الملائكة على

باب المسجد يكتبون الاول فالاول ومثل المهجر

كمثل الذئب يجهدى بئذئذ شم كالذي يهدى

بفترة شم كبشا شم وجاجنة شم بيضة

فاذا خرج الامام حووا واصحفهم ويستمعون

الذكر“ (بخاری ج ۱ ص ۱۲۷، مسلم ج ۱ ص ۲۸۷)

جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے

ہو جاتے ہیں اور شروع میں آنے والوں کے نام یکے بعد دیگرے

لکھتے ہیں اور اول وقت دوپہر میں آنے والے کی مثال اس شخص

کی سی ہے جو اللہ کے حضور میں اونٹ کی قربانی پیش کرتا ہے

پھر اس کے بعد دوم نمبر پر آنے والے کی مثال اس شخص کی سی

ہے جو گلے پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال

مینڈھا پیش کرنے والے کی، اس کے بعد مرنے پر پیش کرنے

والے کی، اس کے بعد انڈا پیش کرنے والے کی، پھر حب اہام خطبہ کے لیے منبر کی طرف جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے اپنے کھٹے کے دفتر لیپٹ لیتے ہیں اور ذکر سننے میں شریک ہو جاتے ہیں۔

اس حدیث میں فرشتوں کے ذکر سننے میں شریک ہونے سے مراد خطبہ جمعہ سننے میں شریک ہونا ہے۔ قرآن اور حدیث دونوں سے ثابت ہوا کہ خطبہ کی حقیقت ذکر اللہ ہے، خطبہ کے کچھ آداب و ننان ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تعامل سے ثابت ہیں مثلاً (۱) طہارت، بلا وضو خطبہ پڑھنا مکروہ ہے (۲) خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا (۳) لوگوں کی طرف رخ کر کے پڑھنا (۴) خطبہ شروع کرنے سے پہلے آہستہ آہستہ الحمد للہ پڑھنا (۵) خطبہ کا لوگوں کو سنانا۔ اگر آہستہ خطبہ پڑھا تو گو فرض ادا ہو گیا لیکن مکروہ ہوا (۶) خطبہ مختصر پڑھنا جو دس بیڑوں پر مشتمل ہے۔

حمد سے شروع کرنا، اللہ تعالیٰ کی ثناء کرنا، کلمہ شہادتین کا پڑھنا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنا، وعظ و نصیحت کرنا، قرآن پاک کی کوئی آیت پڑھنا، دونوں خطبوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھنا، دوسرے خطبے میں دوبارہ الحمد للہ اور درود پڑھنا، تمام مسلمان مرد و عورت کے لیے دعا مانگنا، دونوں خطبوں کو مختصر کرنا، خطبہ کے ان آداب و سنن سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کا اصلی مقصد ذکر اللہ ہے، وعظ و تبلیغ اس کے مقاصدِ اصلیہ میں داخل نہیں ورنہ ان آداب و سنن کا وعظ و تبلیغ سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔

اسی طرح خطبے کے کچھ احکام و شرائط ہیں جن کا پایا جانا ضروری ہے مثلاً،

(۱) خطبہ جمعہ، جمعہ کے وقت میں یعنی زوال کے بعد پڑھنا، اگر خطبہ زوال سے پہلے پڑھا لیا گیا تو وہ معتبر نہیں ہوگا۔

(۲) خطبہ جمعہ نماز جمعہ سے پہلے پڑھنا ضروری ہے اگر خطبہ نماز جمعہ کے بعد پڑھا گیا تو سرے سے نماز ہی نہیں ہوگی، خطبے ہمیت نماز کا اعادہ ضروری ہوگا۔

(۳) خطبہ کے وقت مردوں کا موجود ہونا ضروری ہے۔ اگر فقط عورتوں کے سامنے خطبہ پڑھا گیا تو وہ ناکافی ہوگا۔ مردوں کے آنے کے بعد دوبارہ پڑھنا پڑے گا۔

(۴) شور و شغب یا کسی اور وجہ سے سامعین نہ سن سکیں تب بھی خطبہ پڑھا جائے گا اور وہ معتبر ہوگا۔

(۵) اگر حاضرین سب ہی بہرے ہوں یا سب سو رہے ہوں تب بھی خطبہ پڑھنا ضروری ہے اگر اس حال میں خطبہ نہ پڑھا گیا تو نماز جمعہ صحیح نہیں ہوگی۔

(۶) خطبہ کے وقت سامعین سب علماء و فضلاء ہوں کوئی بھی جاہل نہ ہو تب بھی خطبہ پڑھا جائیگا ورنہ نماز جمعہ صحیح نہ ہوگی۔ ان احکام و شرائط سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ خطبہ کی اصل حقیقت ذکر اللہ ہے، محض وعظ و تبلیغ نہیں کیونکہ وعظ و تبلیغ کے یہ احکام نہیں ہیں، اگر خطبہ محض وعظ و نصیحت ہوتا تو اس کے لیے یہ پابندیاں نہ ہوتیں کہ وہ زوال کے بعد ہو، جمعہ کی نماز سے پہلے ہو، سامعین میں مردوں کی موجودگی ضروری ہو وغیرہ وغیرہ۔

فقہاء کرام کا کہنا بھی یہی ہے کہ خطبہ کی حقیقت ذکر اللہ ہے چنانچہ

محمد بن احمد شمس الامتہ الشری رحمہ اللہ متوفی ۴۹۰ھ تحریر فرماتے ہیں۔

”ولسان الخطبة ذكر“ (مبسوط ج ۲ ص ۷)

ہماری دلیل یہ ہے کہ خطبہ ذکر ہے۔

جب قرآن و حدیث وغیرہ سے خطبہ کا ذکر اللہ ہونا ثابت ہوا تو جس طرح تعذر تسمیہ، تسبیح، تحمید، ثناء، الثیبات وغیرہ ذکر اللہ ہیں اور بالاتفاق ان کے لیے عربی زبان استعمال ہوتی ہے غیر عربی کا تصور بھی نہیں آتا، ایسے ہی خطبہ جمعہ کے لیے عربی زبان ہونا ضروری ہوگا غیر عربی زبان میں خطبہ درست نہ ہوگا دوسری وجہ: خطبہ جمعہ نماز جمعہ کی دو رکعتوں کے قائم مقام ہے جس کی ایک دلیل تو وہ آثار ہیں جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خطبہ دو رکعتوں کی جگہ رکھا گیا ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کی چار رکعتیں تھیں دو رکعتیں خطبہ کی وجہ سے کم ہو گئیں، اور دوسری دلیل یہ ہے کہ جو افعال و حرکات بحالت نماز منوط ہیں خطبہ میں بھی حرام ہیں، سامعین خطبہ کے لیے اس وقت کھانا پینا، بولنا چلنا یہاں تک کہ سلام کا جواب دینا اور ذکر و تسبیح پڑھنا بھی جائز نہیں اور بہت سے احکام جو نماز کے ہیں وہ خطبہ کے بھی ہیں جن کی تفصیل اور پرکڑ چکی ہے اس طرح کی اقید و استتلا رہی ہیں کہ خطبہ کی مجلس صرف وعظ و تذکیر کی مجلس نہیں بلکہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے نماز کی طرح ہے، جب خطبہ نماز کی طرح بلکہ اس کے قائم مقام ہے تو ضروری ہے کہ خطبہ جمعہ عربی میں ہو، کیونکہ نماز کی زبان عربی ہے نماز کسی اور زبان میں نہیں ہوتی۔

تیسری وجہ: خطبہ جمعہ بالا جماع شرط صلوٰۃ ہے اس لیے جو زبان

صلوٰۃ دُعا جمعہ کی ہے وہی زبان شرط یعنی خطبہ کی ہونی چاہیے یہ نہیں ہو سکتا کہ شرط صلوٰۃ کسی محدث طریقے یعنی غیر عربی زبان سے ادا کی جائے۔

چوتھی وجہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ خطبہ مختصر کرو اور نماز کو دراز کرو اس لحاظ سے اگر گھنٹے آدھ گھنٹے کی اردو تقریر کو خطبہ قرار دیا جائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی کھلی مخالفت لازم آئیگی۔ پانچویں وجہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں عربی زبان پر مواظبت فرمائی ہے یعنی آپ نے ہمیشہ عربی زبان ہی میں خطبہ دیا ہے، حالانکہ آپ کے خطبے میں عرب کے علاوہ عجم کے لوگ بھی شریک ہوتے تھے اور ان کو تبلیغ دین کی ضرورت بھی تھی لیکن آپ نے کبھی بھی انکی رعایت کرتے ہوئے نہ تو خود عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ دیا نہ کسی صحابی سے ان لوگوں کی زبان میں اس کا ترجمہ کرایا، خلفاء راشدین نے بھی ہمیشہ عربی زبان ہی میں خطبہ دیا حالانکہ ان کے خطبوں میں بھی کثرت سے عجمی لوگ شریک ہوتے تھے جو مختلف ممالک سے آتے تھے، اسی طرح صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین عظام اور ان کے متبعین عرب سے نکل کر عجم میں گئے۔ مشرق و مغرب میں اسلام پھیلایا، لیکن ہر جگہ ہمیشہ خطبہ جمعہ عربی ہی میں دیا حالانکہ ان حضرات کو تبلیغ دین کی ضرورت آج سے زیادہ تھی اور یہ بات نہیں کہ حضرات صحابہ و تابعین عجمیوں کی زبان نہیں جانتے تھے بلکہ خوب جانتے تھے لیکن پھر بھی خطبہ جمعہ عربی ہی میں دیا کرتے تھے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلفاء راشدین، دیگر صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین کے تعامل اور مواظبت اور ساری امت کے قیادت سے یہ بات روز بروز سن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ قرون سابقہ کی طرح آج بھی خطبہ جمعہ عربی ہی

میں ہونا چاہیے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

”چوں خطبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء و علم جبار لاطفرہ کریم تنقح آل وجود چند چیز ست حمد و شہادتین و صلوٰۃ بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و امر بتقوی و تلاوت آیت و دعا برائے مسلمین و مسلمات و عربی بودن خطبہ..... و عربی بودن نیز بجهت عمل مستمر مسلمین در شارق و مغارب با وجود آنکہ در بسیاری از اقالیم مخاطبان عجمی بودند۔“ (مسند مصنفی شریف نظام امام مالک ص ۱۵۲)

جب ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات خلفاء راشدین، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین اور اسی طرح ائمہ مجتہدین، محدثین وغیرہم کے خطبوں کو ملاحظہ کیا تو یہ بات متفق ہو کر سامنے آئی کہ ان خطبوں میں چند چیزیں ضرور ہوا کرتی تھیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، کلمہ شہادتین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و تقویٰ کا حکم، کسی آیت کا پڑھنا اور تمام مسلمان مرد و زن کے لیے دعا کرنا، اور خطبہ کا عربی زبان میں ہونا۔ حضرت شاہ صاحب آگے فرماتے ہیں کہ خطبہ کا خاص عربی زبان میں ہونا اس لیے ضروری ہے کہ تمام مسلمانوں کا مشرق و مغرب میں ہمیشہ اسی پر عمل رہا ہے کہ وہ خطبہ عربی میں پڑھتے تھے، باوجودیکہ بہت سے ممالک میں ان کے مخاطب عجمی لوگ ہوتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ امام نوویؒ شافعیؒ اور امام رافعیؒ شافعی خطبہ جمعہ کے عربی میں ہونے کی شرط لگاتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک اگر خطبہ

عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں پڑھا گیا تو جمعہ کی نماز ہی نہیں ہوگی۔

چنانچہ امام نوویؒ لکھتے ہیں :

ویشترط كونها بالعربية (کتاب الذکر ص ۳۸)

اور یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ خطبہ عربی میں ہو۔

علامہ زبیریؒ تحریر فرماتے ہیں۔

”فتا الراجعی وھل یشترط ان یتکون الخطبۃ

کلمھا بالعربیۃ ؟ وجہان والصحیح اشتراطہ

فان لم یکن فیہم من یحسن العربیۃ یتخطب

بعربیہا ویجب علیہم التقلیم والاعصوا

ولا جمعة لہم“ (استحسان السادة المتقین ۳/۳۶۵)

امام رافعیؒ فرماتے ہیں اور کیا سارے خطبہ کا عربی میں ہونا شرط ہے،

اس میں دو وجہیں ہیں، صحیح یہ ہے کہ عربی میں ہونا شرط ہے پس

اگر کوئی ایسا آدمی حاضرین میں نہ ہو جو عربی پڑھ سکے تو عربی کے سوا

دوسری زبان میں خطبہ پڑھے، اور ان پر واجب ہوگا کہ عربی سیکھیں

ورنہ سب گنہگار ہوں گے اور ان کا جمعہ بھی نہیں ہوگا۔

اسی طرح احناف میں سے حضرت قاضی ابویوسفؒ اور امام محمد رحمہما اللہ بھی

خطبہ کے عربی زبان ہی میں ہونے کی شرط عائد کرتے ہیں

چنانچہ علامہ ابن عابدین شامیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

”لم یقید الخطبۃ بكونها بالعربیۃ التمام

بما قدمہ فی باب صفت الصلوۃ من انها

عنہ شرط ولومع القدرة علی العربیۃ عنہ

خلافا لہما حیث شرطھا الا عند المعجز

کالخلوف فی الشروع فی الصلوۃ“ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۸)

مصنف نے خطبہ کے عربی میں ہونے کی قید نہیں لگائی، اس پر

اکتفا کرتے ہوئے جواب صفت الصلوۃ میں گزر چکا کہ حضرت امام

ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ شرط نہیں اگرچہ وہ عربی پر قادر ہی ہو،

بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک عربی میں ہونا شرط ہے،

الایہ کہ وہ عربی سے عاجز ہو، یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ شروع

نماز یعنی تجوید تحریر میں حضرت امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کا اختلاف ہے۔

ولانا عبدالحی مکتوبی رقمطراز ہیں۔

”ولا یشترط كونها بالعربیۃ ولو خطب بالفارسیۃ

او بغیرہا جاز کذا فتاویٰ المراد بالجواز هو الجواز

فی حق الصلوۃ بمعنی انه یکنی بقاء الشرطیۃ

وتصح الصلوۃ لا الجواز بمعنی الاباحة المطلقة

فانہ لا شک فی ان الخطبۃ بعربیہ العربیۃ نہ

السنة المتوارثۃ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم

والصحابۃ فیکون مکروہا تحریمہا“

(عمدة الرعاۃ حاشیہ شرح وقایہ ج ۱ ص ۳۸)

خطبہ کا عربی میں ہونا شرط نہیں ہے لہذا اگر فارسی یا کسی اور زبان

میں بھی خطبہ دے دیا تو جائز ہوگا، جیسا کہ فقہائے نے فرمایا ہے

اور جائز ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ نماز کے حق میں جائز ہوگا،

جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز جمعہ کے ادا کرنے کے لیے خطبہ

کی جو شرط ہے وہ پوری ہو جائے گی اور نماز ہو جائے گی۔ یہ مطلب نہیں کہ خطبہ کا غیر عربی میں ہونا مطلقاً مباح ہے کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ دینا اس سنت کے خلاف ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے بعد سے متواتر اور مسلسل چلی آ رہی ہے لہذا عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ دینا ہرگز وہ تحریر ہی ہوگا۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار، اجماع اور تعامل و تواتر امت کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ دوسری اذان کی کوئی جگہ متعین نہیں ہے اور اس اذان کو منبر کے نزدیک کہلوانا بدعت ہے، اور خطبہ عربی کے علاوہ دوسری زبان میں بھی دیا جاسکتا ہے، چنانچہ غیر متقلدین کا یہ دستور ہے کہ ان کا خطبہ جبکہ وقت منبر پر آکر بیٹھا ہے، پھر اذان ہوتی ہے تو وہ اٹھ کر اردو میں تقریر شروع کر دیتا ہے آدھ پون گھنٹے تقریر کر کے بیٹھ جاتا ہے اور پھر کھڑے ہو کر عربی کا ایک ہی خطبہ پڑھ کر نیچے آ جاتا ہے اور نماز پڑھاتا ہے۔

غیر متقلدین کے ترجمان الانقسام کے منقہ لکھتے ہیں۔

”یہ اذان وقت خطبہ دروازہ مسجد یا امام کے سامنے کسی بلند جگہ پر کہلوانی چاہیے، جیسے اور افغانی بلند آواز سے کہی جاتی ہیں ویسے یہ اذان بھی کہلوانا چاہیے، منبر کے نزدیک اس اذان کو کہلانا خلاف سنت ہے بلکہ بدعت ہے۔“ (فتاویٰ علحدہ حدیث ۲ ص ۱۶۹)

غیر متقلدین کے مجتہد العصر حافظ عبد اللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں۔

”اذان سے مقصود اعلان ہے خواہ پہلی ہو یا خطبہ کی پس جو جگہ اعلان کے لیے زیادہ مناسب ہے وہاں ہونی چاہیے اگر امام کے سامنے

موزوں جگہ ہو تو سامنے دی جائے ورنہ کوئی اور جگہ موزوں دیکھ لی جائے خواہ مسجد کے اندر ہو یا باہر خواہ دائیں طرف ہو یا بائیں طرف“ الخ (فتاویٰ امجدیہ ۲ ص ۲۵)

حافظ صاحب خطبہ جمعہ کی بابت لکھتے ہیں۔

”خلاصہ یہ کہ خطبہ عام و غلوں کی طرح ایک وعظ ہے خواہ جمعہ کا ہو یا عیدین کا ہو خطیب کو اس میں کلام وغیرہ جائز ہے، زبان کی پابندی اس میں ضروری نہیں کیونکہ خطبہ کی غرض کے خلاف بلکہ خطبہ کے نطق کے خلاف ہے کیونکہ خطبہ خطاب ہے جو سامعین کی زبان میں ہوتا ہے“ الخ (فتاویٰ امجدیہ ۲ ص ۱۷۱)

جماعت غر بار امجدیہ کے مفتی عبدالغفار صاحب سے سوال ہوا کہ ”زید کہتا ہے کہ خطبہ جمعہ اپنی مادری زبان میں کہنا جائز ہے بلکہ کہتا ہے کہ جائز نہیں کون حق پر ہے؟“ موصوف نے جواب دیا کہ

”زید حق پر ہے کیونکہ خطبہ کی غرض اور مقصد جو ہے اس پر نظر ڈالنی چاہیے۔ خطبہ بیان کرنے کا جو مقصد ہے وہ یہ ہے کہ لوگ راہ راست پر آجائیں اور شریعت محمدیہ کے حامل ہو جائیں، بخلاف اس کے جب ان کی سمجھ میں کچھ نہ آئے گا اور امام کھڑا ہوا عربی میں خطبہ پڑھ رہا ہو اور سامعین پتھر کے بتوں کی طرح بیٹھے ہوں اور کچھ ان کے پلے نہ پڑے تو کیا خاک عمل کریں گے سامعین کو غیر زبان میں وعظ و تذکیر کرنے سے کچھ فائدہ نہیں۔“

(فتاویٰ ستارہ ۳ ص ۱۷۱)

لاحظہ فرمائیے: احادیث و آثار، اجماع، تواتر و تعامل امت

سے ثابت ہو رہا ہے کہ خطبہ کی اذان امام کے سامنے منبر کے نزدیک ہونی چاہیے، یہی سنت ہے، لیکن غیر متقلدین، احادیث و آثار، اجماع اور توارث و تعامل سے بالکل قطع نظر کر کے اسے بدعت قرار دے رہے ہیں، یا للعجب نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلفاء راشدین، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین عظام اور بعد کے سب علماء و فقہاء خطبہ جمعہ عربی زبان میں دینے پر موافقت فرماتے ہیں ان میں سے کوئی بھی عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ نہیں دیتا۔ قرآن و حدیث اسی کا تقاضا کر رہے ہیں کہ خطبہ جمعہ عربی میں ہو۔ فقہاء امت خطبہ جمعہ کے عربی زبان میں ہونے کو ضروری قرار دیتے ہیں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خلفاء راشدین، صحابہ و تابعین اور امت کے توارث و تعامل کے خلاف غیر متقلدین کہہ رہے ہیں کہ خطبہ جمعہ میں عربی زبان کی کوئی قید نہیں ہے زبان میں جائز ہے۔

قارئین کرام یہ ہے غیر متقلدین کا عمل بالحدیث اب فیصلہ آپ کے سر ہے آپ فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

کراهۃ الصلوٰۃ والکلام عند الخطبۃ

خطبہ جمعہ کے درمیان نماز پڑھنا اور بات چیت کرنا مکروہ ہے

۱۔ عن سلمان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اغتسل يوم الجمعة وتطهر بها استطاع من طهر شم ادهن او مس من طيب شم راح فلم يضره بين اثنين فصل ما كتب له شم اذا خرج الامام انصت غفر له ما بينه وبين الجمعة الاخرى (بخاری ج ۱ ص ۱۲۷)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جس حد تک ہو سکے صفائی کرے، پھر تیل لگائے یا خوشبو ہو تو وہ لگائے پھر جمعہ کے لیے جائے تو دو آدمیوں کے درمیان نہ بیٹھے پھر عقیقی نماز اس کے لیے مقدر ہے پڑھے، پھر جب امام خطبہ کے لیے نکل آئے تو خاموش رہے تو ایسے شخص کے اس جمعہ سے اس جمعہ تک کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

۲۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اغتسل بشم اقی الجمعة فصلی ما قدر له شواقصت حتی یفرغ من خطبته شم یصلی معه غفر له ما بینہ و بین الجمعة الاخری و فضل ثلاثۃ ایام (مسلم ج ۱ ص ۱۲۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے غسل کیا پھر وہ جمعہ کے لیے (مسجد میں) آیا پھر عقیقی نماز اس کے لیے مقدر تھی پڑھی پھر امام کے خطبہ سے فارغ ہونے تک خاموش رہا پھر امام کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور تین دن مزید کے بھی۔

۳۔ عن عطاء الخراسانی قال کان نبیشتی الہذلی یحذو عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ان

المسلم اذا اغتسل يوم الجمعة شتم اقبل الى
المسجد لا يؤذى احداً فان لم يجد الامام
خرج صلى ما يذال وان وجد الامام فتد
خرج جلس فاستمع وانصت حتى يقضى الامام
جمعة وكلامه ان لم يغفر له في جمعة
تلك ذنوبه كلها ان تكون كفارة للجمعة
التي قبلها ، (مسند احمد ۵ ص ۵۸)

حضرت عطاء فراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی شریف
رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے
تھے کہ جب مسلمان جمعہ کے دن غسل کر کے مسجد آئے اس طرح
سے کہ کسی کو ایذا نہ دے ، پھر اگر دیکھے کہ امام ابھی (خطبہ کے
لیے) نہیں نکلا تو جتنی چاہے نماز پڑھتا رہے ، اور اگر دیکھے
کہ امام نکل آیا ہے تو بیٹھ جائے اور خاموشی سے خطبہ سننے
لگے یہاں تک کہ امام خطبہ و نماز سے فارغ ہو جائے تو اگر اس
جمعہ کے اس کے سارے گناہ معاف نہ ہوئے تو دوسرے
جمعہ کے لیے یہ کفارہ ہو جائے گا ۔

۳۔ عن ابی ہریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم اذا کان يوم الجمعة وقفت الملائکۃ
على باب المسجد يكتبون الاول ضالول ومثل
المهجر کمثل الذی یهدی بکدۃ شم کالذی
یهدی بمرة شم کبشا شم دجاجة شم

بضیئة فاذا خرج طوا واصحفهم ویستمعون
الذكر ، (بخاری ۱۷ ص ۱۲۷ ، مسلم ۵ ص ۵۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے
دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور شروع میں آنے والوں
کے نام یکے بعد دیگرے لکھتے ہیں اور اول وقت دوپہر میں
آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اللہ کے حضور
میں اونٹ کی قربانی پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد دوم نمبر پر
آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو گائے پیش کرتا
ہے پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال مینڈھا پیش کرنے
والے کی ، اس کے بعد مرغی پیش کرنے والے کی اس کے
بعد انڈا پیش کرنے والے کی ، پھر جب امام خطبہ کے لیے
منبر کی طرف جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے کھنکھنے کے ذریعہ
لیتے ہیں اور ذکر سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں ۔

۵۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال اذا قلت لصاحبک يوم الجمعة انصت
والامام یخطب فقد لغوت (بخاری ۱۷ ص ۱۲۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے جمعہ کے دن اپنے ساتھی
سے کہا کہ خاموش رہ اس حال میں کہ امام خطبہ دے رہا تھا تو تم
نے لغو و بیکار کام کیا ۔

۶۔ عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
من تكلم يوم الجمعة والامام يخطب
فهو كمثل الحمار يحمل اسفارا والذي
يقول له انصت ليست له جمعة ،

(مسند احمد ۱ ص ۲۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کے خطبہ دینے کی حالت
میں جو بات کرے وہ ایسے ہے جیسے گدھے نے کتابیں اٹھا
رکھی ہوں اور جو اس سے کہے کہ چپ رہ تو اس کا جمعہ ہی نہیں
۷۔ عن ابن عمر قال سمعت النبی صلی اللہ

علیہ وسلم یقول اذا دخل احدکم المسجد
والامام علی المنبر مناد صلوة ولا کلام
حتی یفرغ الامام

(بخاری ۲ ص ۱۸۴)
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی
علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے
کوئی شخص جب مسجد میں اس وقت داخل ہو جبکہ امام منبر پر
ہو تو اس صورت میں نہ نماز جائز ہے نہ کلام جب تک کہ امام
(خطبہ سے) فارغ نہ ہو جائے۔

۸۔ عن ابن شہاب عن ثعلبہ بن ابی مالک القرظی انه
اخبرہ انہم كانوا فی زمن عمر بن الخطاب
یصلون يوم الجمعة حتی یدخل عمر بن الخطاب

فاذا خرج عمر وجلس علی المنبر واذت
المؤذنون وقال ثعلبہ جلیسنا نتحدث فاذا
سکت المؤذنون وقام عمر یخطب انصتنا
فلما یتکلم منا احد قال ابن شہاب فخرج
الامام یقطع الصلوٰۃ وکلامہ یقطع الکلام۔

(مسند امام مالک ص ۵۵)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ حضرت ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ
سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے انہیں خبر دی کہ حضرت عمر
رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ جمعہ کے دن نماز پڑھتے رہتے تھے
یہاں تک کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تشریف لاتے
جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لا کر منبر پر بیٹھ جاتے اور
مؤذن اذان کہتے تو ثعلبہ کہتے ہیں کہ ہم بیٹھے بیٹھے بات کر لیا کرتے
تھے ، پھر جب مؤذن خاموش ہو جاتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ
خطبہ کے لیے کھڑے ہو جاتے تو ہم خاموش ہو جاتے اور ہم
میں سے کوئی شخص کلام نہ کرتا ، حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ
فرماتے ہیں کہ امام کا نکلنا نماز کو اور اس کا کلام کرنا گفتگو کو ختم کر دیتا۔

۹۔ عن ابن شہاب قال حدثنی ثعلبہ بن ابی مالک ان
قعود الامام یقطع البیحة وان کلامہ یقطع

(مسند امام مالک ص ۱۳۹ ج ۱)

الکلام ، الحدیث
حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ثعلبہ
بن ابی مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ امام کا منبر پر بیٹھ جانا

نماز کو ختم کر دیتا ہے اور اس کا کلام گفتگو کو ختم کر دیتا ہے۔

۱۰۔ عن ثعلب بن ابی مائل القزلی قال ادركت
عمر وعثمان رضي الله عنهما فكان الامام
اذا خرج تركنا الصلوة، (مصنف ابن ابی شيبه ج ۲ ص ۱۷۱)
حضرت ثعلب بن ابی مائل قزلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے
حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا زمانہ پایا (اس دور میں
جمعہ کے دن ایسا ہوتا تھا کہ) جب امام جمعہ کے دن خطبہ کے
لیے نکل آتا تو ہم نماز پھوڑ دیتے تھے۔

۱۱۔ عن سائب بن يزيد قال كنا نصلی فی زمن عمر
يوم الجمعة فاذا خرج عمر وجلس على المنبر
قطعنا الصلوة وكنا نتحدث ويحدثونا وربما
نسأل الرجل الذي يليه عن سؤله ومعاشه فاذا
سكت المؤذن خطب ولو يتكلم احد حتى
يفرغ (ابن اسحاق بن زهير بحواله نصب الراية ج ۲ ص ۱۷۱)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر
رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جمعہ کے دن نماز پڑھتے تھے پھر جب
حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لا کر منبر پر بیٹھتے تو ہم نماز بند کر
دیتے تھے، اور لوگ آپس میں بات چیت کر لیا کرتے تھے اور
کبھی ہم اپنے قریب کے شخص سے اس کے بازار اور معاش کا حال
احوال بھی پوچھ لیتے تھے پھر جب مؤذن خاموش ہو جاتا تو حضرت
عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دیتے اور ان کے خطبے سے فارغ ہونے

تک ہم میں سے کوئی شخص بات نہ کرتا۔

۱۲۔ عن علی قال الناس فی الجمعة ثلاث، رجل
شهدا بكون ووقار وانصاف وذاك الذي
يفضله مابين الجمعتين قال حببت قال وزيادة ثلاثة
ايام، قال وشاهد شهدا بكون فذاك حظهم منها
ورجل صلى بعد خروج الامام فليست بسنة
ان شاء اعطاه وان شاء منعه

(مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۱۷۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جمعہ میں تین قسم کے لوگ شریک
ہوتے ہیں، ایک وہ شخص جو جمعہ میں سکون وقار اور خاموشی کے
ساتھ حاضر ہوا یہ تو ایسا شخص ہے کہ اس کے جمعہ سے جمعہ تک
کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں راوی کا کہنا ہے کہ میرا خیال ہے
کہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اور تین دن مرتبہ بھی دوسرا وہ شخص ہے
جو جمعہ میں شریک ہو کہ لغو کام کرتا ہے اس کا حصہ تو یہی لغو
بیکار کام ہے، اور تیسرا وہ شخص ہے جس نے امام کے خطبہ
کے لیے، سننے کے بعد نماز پڑھی اس کی یہ نماز سنت کے مطابق
نہیں، اللہ چاہے تو اس کو (ثواب) دے اور چاہے تو نہ دے

۱۳۔ عن الحارث عن علي انه كره الصلوة يوم الجمعة
والامام يخطب، (المدة الكبرى ج ۱ ص ۱۷۱)

حضرت حارث رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے
ہیں کہ جمعہ کے دن جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو نماز پڑھنے کو

مکرمہ سمجھتے تھے۔

۱۲- عن عطاء عن ابن عباس وابن عمر انهما كانا يكرهان الصلوة والكلاهما بعد خروج الامام۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۱۱)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ امام کے خطبہ کے لیے نکل آنے کے بعد نماز پڑھنے اور کلام کرنے کو مکروہ جانتے تھے۔

۱۵- عن ابن عباس قال سألوه عن الرجل يصلي والامام يخطب ؟ قال آرايت لو فصل ذاك كاهن

كان حسناً ؟ (مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۱۱)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے سوال کیا کہ خطبہ کے دوران آدمی نماز پڑھ سکتا ہے ؟ آپ نے فرمایا اگر سب ہی پڑھنے لگیں تو کیا یہ ٹھیک ہوگا ؟

۱۶- عن سنان قال كان ابن عمر يصلي يوم الجمعة فاذا تحيّن خروج الامام قعد قبل خروجه

(مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۲۱۱)

حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن نماز پڑھتے رہتے اور جب امام کے آنے کا وقت ہو جاتا تو اس کے آنے سے پہلے ہی نماز بس کر کے بیٹھ جاتے۔

۱۷- عن عقب بن عامر قال الصلوة والامام على المنبر معصيتان، (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۲)

حضرت عقب بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام کے خطبہ کے وقت، منبر پر ہونے کی حالت میں نماز پڑھنا گناہ ہے۔

۱۸- عن هشام بن عروة قال رأيت عبد الله بن صفوان دخل المسجد يوم الجمعة وعبد الله بن الزبير يخطب على المنبر وعليه ازار

ورداء وفلان وهو متعمم بعمامة فاستلم الركن شتم قتال السلام عليه يا امير المؤمنين ورحمة الله وبركاته شتم جلس ولم يركع

(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۲)

حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبد اللہ بن صفوان رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ جمعہ کے دن مسجد حرام میں اس وقت تشریف لائے جب کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ اور ان کے جسم پر اس وقت تہبند تھا اور چادر اور نعلین پہنے ہوئے تھے اور عمامہ باندھے ہوئے تھے انہوں نے اگر حجر اسود کو بوسہ دیا پھر کہا السلام علیک یا امیر المؤمنین

ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر بیٹھ گئے اور سفتیں نہیں رہیں۔

۱۹- عن قنبر بن النضر قال قال النضر بن الحنفی رأیت

الحسن حين يجيئ وقد خرج الامام فصيلي عن اخذ هذا لعقد رأيت شريحا اذا جاء وقد خرج الامام لم يصل

(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۲)

حضرت توبہ عنبریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا کیا تم نے حسن بصریؒ کو دیکھا ہے کہ جب وہ جمعہ کے لیے آتے ہیں تو باوجودیکہ امام خطبہ کے لیے نکل کر آچکا ہوتا ہے پھر بھی وہ نماز پڑھتے ہیں یہ طریقہ انہوں نے کس سے لیا ہے؟ میں نے قاضی شریح کو دیکھا ہے کہ جب وہ جمعہ کے لیے تشریف لائے اور امام خطبہ کے لیے نکل کر آچکا ہوتا تو پھر وہ نماز نہیں پڑھتے تھے۔

۲۰۔ عن الشعبي قال كان شرح اذا اتي الجمعة فان لم يكن خرج الامام صلى ركعتين وان كان خرج جلس واحتي واستقبل الامام فلم يلتفت يميناً ولا شمالاً،

(مصنف ابن أبي شيبة ج ۲ ص ۲۲۵، مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۲۵)

حضرت امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت قاضی شریح رحمہ اللہ جب جمعہ کے لیے تشریف لائے اور امام ابھی خطبہ کے لیے نہ نکلا ہوتا تو آپ دو رکعتیں (تیمتہ المسجد) پڑھ لیتے تھے اور اگر امام خطبہ کے لیے آچکا ہوتا تو گو ٹھ مار کر بیٹھ جاتے اور امام کی طرف توجہ فرماتے دائیں بائیں التفات نہ فرماتے۔

۲۱۔ عن خالد الحذاء ان اباً قلابة جاء يوم الجمعة والامام يخطب فجلس ولم يصل،

(طحاوی ج ۱ ص ۲۵۴)

حضرت خالد حذاء رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوقلابہ رحمہ اللہ جمعہ کے دن مسجد میں تشریف لائے تو امام خطبہ دے

رہا تھا آپ بیٹھ گئے اور آپ نے نماز نہیں پڑھی۔

۲۲۔ عن معمر قال سألت قتادة عن الرجل يافت والامام يخطب يوم الجمعة ولم يكن صلى يصلي؟ فقال أمّا انا فكنّت جالساً،

(مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۲۵)

حضرت معمرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کوئی شخص جمعہ کے دن مسجد میں اس وقت آتا ہے جبکہ امام خطبہ دے رہا ہوتا ہے اور اس شخص نے نماز (تیمتہ المسجد) یا سنت، نہیں پڑھی تو کیا وہ اس حالت میں بیٹھ سکے؟ آپ نے فرمایا کہ بھی میں تو ایسی صورت میں بیٹھ جاتا ہوں (نماز نہیں پڑھتا)

۲۳۔ عن ابن جريج عن عطاء قال قلت له جئت والامام يخطب يوم الجمعة اترك؟ قال أمّا والامام يخطب فلم أكن اركع،

(مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۲۵)

حضرت ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے سوال کیا کہ اگر آپ جمعہ کے دن اس وقت تشریف لائیں جس وقت امام خطبہ دے رہا ہو تو کیا آپ نماز (تیمتہ المسجد) یا سنت پڑھیں گے، آپ نے فرمایا اگر امام خطبہ دے رہا ہو تو پھر نہیں پڑھوں گا۔

۲۴۔ عن ابن سبي بن انه كان يقول اذا خرج الامام

فلا یصل احدٌ حتی یفرغ الامام ،

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۵)

حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب امام خطبہ کے لئے نکل کر اچکا ہو تو پھر اس کے خطبہ سے فارغ ہونے تک کوئی شخص نماز نہ پڑھے۔

۲۵۔ عن هشام بن عروہ عن ابیہ قال اذا قعد الامام

على المنبر فلا صلوة ، (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۵)

حضرت ہشام بن عروہ رحمہما اللہ اپنے والد حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جب امام خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھ جائے تو پھر کوئی نماز جائز نہیں۔

۲۶۔ عن معمر عن الزہری فی الرحیل یجب فی یوم

الجمعة والامام یخطب یجلس ولا یصلی

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۵ ، لمادی ۵ ص ۲۵)

حضرت معمر حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن اس وقت آئے جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ بیٹھ جائے نماز نہ پڑھے۔

۲۷۔ عن الزہری عن ابن المسیب قال خروج الامام

یقطع الصلوة کلامہ یقطع الکلام (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۲۵)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ حضرت سعید بن مسیب

رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا امام کا خطبہ کے

لئے نکلنا نماز کو اور اس کا کلام کرنا گفتگو کو بند کر دیتا ہے۔

۲۸۔ عن لیث عن مجاہد انه کبر ان یصل والامام

یخطب ، (لمادی ۵ ص ۲۵)

حضرت لیث رحمہ اللہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ خطبہ کے وقت نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کے خطبہ کے دوران نماز (تحتہ المسعد یا سنتیں) پڑھنا اور باتیں کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

حضرت سلمان فارسی ، حضرت ابو ہریرہ ، حضرت نبیشہ بذی رضی اللہ

عنہم کی احادیث (۱-۲-۳) سے دو باتیں معلوم ہو رہی ہیں۔ ایک تو

یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے کی حد خطبہ سے پہلے تک ارشاد

فرمائی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص خطبہ شروع ہونے کے بعد نماز پڑھتا

ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ حد سے تجاوز کرنا ہے۔

دوسری یہ کہ ان احادیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز اور سکوت

کو متقابل ذکر فرمایا ہے ، خطبہ سے پہلے نماز اور خطبہ کے دوران انصاف

یعنی خاموش رہنا ، جس سے واضح ہوتا ہے کہ خطبہ کے دوران نماز پڑھنا

سکوت کے منافی ہے ، چونکہ اس حالت میں سکوت واجب ہے

لہذا نماز اور کلام دونوں ممنوع ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (۱-۲) سے معلوم ہو رہا

ہے کہ جب امام خطبہ کے لئے نکل آتا ہے تو فرشتے اپنے صحیفے لپیٹ کر

رکھ دیتے ہیں اور ذکر (خطبہ) سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں ، امام کے

نکل آنے کے بعد فرشتوں کا نامہ اعمال لپیٹ کر ذکر سننے میں مشغول ہو جانا

اس امر کی دلیل ہے کہ خطبہ کی حالت ذکر سنتے کے سوا تمام اعمال کی بندش کا وقت ہے اس وقت استماع خطبہ کے سوا کسی عمل خیر کی گنجائش نہیں، نہ نماز کی نہ کلام کی۔

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی احادیث (۱۷۵۹) سے معلوم ہو رہا ہے کہ خطبہ کے دوران کلام کرنا جائز نہیں، حتیٰ کہ خطبہ کے دوران کسی کو خاموش کرنے کے لیے یہ کہہ دینا کہ ”چپ رہ“ یہ بھی صحیح نہیں، اور جس نے یہ کہہ دیا اس کا جہد باقی نہیں رہتا، حالانکہ یہ امر بالمعروف کے زمرے میں آتا ہے اور امر بالمعروف بشرط قدرت واجب ہے، لیکن دوران خطبہ اسکی اجازت نہیں تو اس دوران نماز (تحت المسجد وغیرہ) میں مشغول ہونا بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا کیونکہ اس کا درجہ ایک تو مستحب کا ہے دوسرے یہ ”خاموش نکلنے سے بڑھ کر ظلم استماع ہے۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث (۱۷۶۰) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مٹا طور پر موجود ہے کہ دوران خطبہ نہ نماز جائز ہے نہ کلام۔

حضرت ثعلبہ بن ابی مالک قرظی اور سائب بن یزید رضی اللہ عنہما کی احادیث (۱۷۶۱-۱۷۶۲) سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمول یہ تھا کہ وہ امام کے خطبہ کے لیے آنے سے پہلے تک نماز پڑھتے بیٹے تھے اور جب امام خطبہ شروع کر دیتا تو نماز اور بات چیت بند کر دیتے تھے، یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دوران خطبہ نماز پڑھنا اور کام کرنا جائز نہیں۔

حدیث (۱۷۶۳) سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوران خطبہ نماز پڑھنے کو خلاف سنت قرار دیا ہے۔ یہ بھی اس کی دلیل ہے

دوران خطبہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

حدیث (۱۷۶۴-۱۷۶۵-۱۷۶۶) سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت مجاہد رضی اللہ عنہم دوران خطبہ نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے، اگر اس دوران نماز پڑھنا صحیح ہوتا تو ناممکن تھا کہ یہ بزرگ اسے مکروہ سمجھتے۔

حدیث (۱۷۶۷) سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ وہ خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے اور خطبہ شروع ہونے سے پہلے نماز ختم کر دیتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۷۶۸ سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عقیب بن عامر رضی اللہ عنہ خطبہ کے دوران نماز پڑھنے کو گناہ قرار دیتے تھے۔ یہ بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ خطبہ کے دوران نماز جائز نہیں ورنہ یہ ممکن نہیں کہ کسی جائز کام کو ایک صحابی گناہ قرار دیں۔

حدیث (۱۷۶۹) سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن صفوان رحمہ اللہ دوران خطبہ مسجد حرام میں تشریف لائے اور اسلام کے گھمٹے گئے اور تہمتہ المسجد وغیرہ نہیں پڑھی، کسی صحابی نے بھی ان سے نہیں کہا کہ تم نے تہمتہ المسجد کیوں نہیں پڑھی، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دوران خطبہ نماز نہ پڑھنا ہی سنت ہے اور پڑھنا خلاف سنت اور مکروہ ہے۔

حدیث (۱۷۷۰) سے معلوم ہو رہا ہے کہ حسن بصری رحمہ اللہ دوران خطبہ نماز پڑھ لیتے تھے لیکن حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے اس فعل پر حضرت امام شعبی رحمہ اللہ جو پانچ سو صحابہ کرام کی زیارت سے مشرف ہیں شدید انکار فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ انہوں نے کس سے لیا ہے؟ ہم نے

قاضی شریعہ کو (جو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قاضی القضاۃ تھے) دیکھا ہے وہ تو امام کے خطبہ کے لیے نکل آنے کے بعد نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ خطبہ کے دوران نماز صحیح نہیں اور نہ آپ کو اس پر انکار کی کیا ضرورت تھی، نیز اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عام صحابہ و تابعین خطبہ کے دوران نماز نہیں پڑھتے تھے ورنہ امام شعبی رحمہ اللہ یہ نہ فرماتے کہ خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ نے یہ طریقہ کس سے لیا ہے۔

حدیث (۱۱۱) سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت قاضی شریعہ رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ وہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے اور اگر امام آکر خطبہ شروع کر دیتا تو پھر نہیں پڑھتے تھے،

حدیث (۱۱۲-۱۱۳) سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت ابوقلابہ، حضرت قتادہ، حضرت عطار رحمہم اللہ دوران خطبہ تہنید المسجد نہیں پڑھتے تھے۔

حدیث (۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶) سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت ابن سیرین، حضرت عروہ بن زبیر، حضرت ابن شہاب زہری، حضرت سعید بن المسیب رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر تابعین یہ فتویٰ دیتے تھے کہ امام کے خطبہ کے لیے نکل آنے کے بعد نماز جائز نہیں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ دوران خطبہ آنے والوں کو نماز پڑھنی جائز ہے بلکہ دو رکعتیں پڑھنی تو ضروری ہیں، چنانچہ یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں

”اثناء خطبہ میں جو لوگ آئیں انہیں ہر سنی دو رکعتیں بیٹھنے سے پیشتر پڑھ لینا ضروری ہیں۔“ (دستور المتقی ص ۱۱۲)

یہ مسئلہ تمام غیر متقلدین کا متفقہ ہے جو ان کی فتوؤں کی کتابوں میں درج ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام خطبہ کے دوران خاموش رہنے کا حکم دے رہے ہیں حتیٰ کہ کسی دوسرے کو ”خاموش رہ“ کہنے سے بھی منع فرما رہے ہیں جو کہ امر بالمعروف ہے، نیز آپ دوران خطبہ نماز پڑھنے اور کلام کرنے سے روک رہے ہیں چنانچہ صحابہ کرام اسی کو اپنا معمول بناتے ہیں اور دوران خطبہ نماز نہیں پڑھتے اور کلام نہیں کرتے بلکہ حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر اور ان کے شاگرد مجاہد رضی اللہ عنہم خطبہ کے دوران نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں اور ایک صحابی حضرت عتبہ بن عامر رضی اللہ عنہ تو خطبہ کے دوران نماز پڑھنے کو گناہ قرار دیتے ہیں، جلیل القدر تابعین دوران خطبہ نماز پڑھنے کے قائل نہیں، حضرت سعید بن المسیب، حضرت ابن سیرین، حضرت عروہ بن زبیر، حضرت ابن شہاب زہری رحمہم اللہ ان تمام حضرات کا فتویٰ ہے کہ دوران خطبہ نماز جائز نہیں لیکن اس سے قبل نظر غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ خطبہ کے دوران آنے والے شخص کو دو رکعتیں ضرور پڑھنی چاہئیں۔ قارئین محترم فیصلہ فرمائیے یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

السنة قبل صلاة الجمعة وبعدها

جمعہ کی نماز سے پہلے اور بعد میں دس رکعات سنتِ محکمہ ہیں

۱۔ عن علی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یصلی قبل الجمعة اربعاً وبعدها اربعاً یجمل

التسلیح فی آخرہن رکعتہ،

(معجم طبرانی اوسط بحوالہ نصب الرایۃ ج ۲ ص ۱۱۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

چار رکعات جمعہ سے پہلے پڑھتے تھے اور چار جمعہ کے بعد اور
سلام آخری (چوتھی) رکعت میں پھرتے تھے۔

۲۔ عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یزکع قبل الجمعة اربعاً وبعدها اربعاً
لا یفصل بینہن ، (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۹۵)
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعات جمعہ سے پہلے پڑھتے تھے اور چار
رکعات جمعہ کے بعد اور ان رکعتوں میں (درمیان میں) دو رکعتوں
پر سلام پھیر کر، فصل نہیں کرتے تھے۔

۳۔ عن ابی ہریرۃ (مرفوعاً) من کان مصلیاً (یوم
الجمعة) فلیصل قبلہا اربعاً وبعدها اربعاً ،
(رواہ النجاشی بحوالہ کنز العمال ج ۷ ص ۴۹۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت
کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جمعہ کے دن جو نماز پڑھے وہ چار رکعات
جمعہ سے پہلے پڑھے اور چار رکعات جمعہ کے بعد۔

۴۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اذا صلی احدکم الجمعة فلیصل
بعدها اربعاً ، (مسلم ج ۱ ص ۲۵۵)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جب کوئی شخص تم میں سے جمعہ پڑھے تو اسے چاہیے
کہ جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھے۔

۵۔ عن سالم عن ابيہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
کان یصلی بعد الجمعة رکعتین ،
(بخاری ج ۱ ص ۲۸۵ ، مسلم ج ۱ ص ۲۸۵ واللفظ مسلم)

حضرت سالم رحمہ اللہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ کے بعد دو
رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

۶۔ عن ابن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یصلی بعد الجمعة رکعتین فی بیعتہ ،
(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے اپنے گھر میں۔

۷۔ عن قتادۃ ان ابن مسعود کان یصلی قبل الجمعة
اربع رکعات وبعدها اربع رکعات ،

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۴۷)
حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن
مسعود رضی اللہ عنہ، جمعہ سے پہلے بھی چار رکعتیں پڑھتے تھے اور
جمعہ کے بعد بھی چار رکعتیں پڑھتے تھے۔

۸۔ عن ابی عبد الرحمن السکیتی قال کان عبد اللہ یا مرنہ
ان یصلی قبل الجمعة اربعاً وبعدها اربعاً
حتی جاء تا صلی فاما مرنہ ان یصلی بعدہا رکعتین
ثم اربعاً ، (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۴۷)

حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم جمعہ سے پہلے بھی چار رکعتیں پڑھیں اور جمعہ کے بعد بھی چار رکعتیں پڑھیں حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم جمعہ کے بعد پہلے دو رکعتیں پڑھیں پھر چار رکعتیں پڑھیں۔

۹۔ عن ابی عبد الرحمن قال کان عبد اللہ بن مسعود یعلمنا ان فصلی اربع رکعات بعد الجمعة حتی سمعنا قول علی صلوا بیثاً قال ابو عبد الرحمن فنحن فصلی سناً قال عطاء ابو عبد الرحمن یصلی رکعتین ثم اربعاً، (معجم طبرانی کبریٰ ۹ ص ۲۱۱، مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۲۷)

حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں تعلیم دیتے تھے کہ ہم جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھا کریں حتیٰ کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول سنا کہ جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھو حضرت ابو عبد الرحمن کہتے ہیں کہ پھر ہم چار رکعتیں ہی پڑھنے لگے۔ حضرت عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابو عبد الرحمن سلمی جمعہ کے بعد پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے پھر چار رکعتیں۔

۱۰۔ عن ابی عبد الرحمن عن علی رضی اللہ عنہ قال من کان مصلیاً بعد الجمعة فلیصل سناً،

(طحاوی ج ۱ ص ۲۳۳)

حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھے

اسے چاہیے کہ وہ چار رکعتیں پڑھے۔

قال الامام الترمذی "وروی عن عبد اللہ بن مسعود انه کان یصلی قبل الجمعة اربعاً و بعدھا اربعاً وروی عن ابی طالب انه امر ان یصلی بعد الجمعة رکعتین ثم اربعاً الخ (ترمذی ج ۱ ص ۱۱۱)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ چار رکعتیں جمعہ سے پہلے پڑھتے تھے اور چار جمعہ کے بعد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے جمعہ کے بعد پہلے دو رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

۱۱۔ عن جبلة بن سحیم عن عبد اللہ بن عمر انه کان یصلی قبل الجمعة اربعاً لا یفصل بینھن بسلام ثم بعد الجمعة رکعتین ثم اربعاً، (طحاوی ج ۱ ص ۲۳۱)

حضرت جبلة بن سحیم رحمہ اللہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ جمعہ سے پہلے چار رکعات پڑھتے تھے اور ان کے درمیان (دو رکعت پر) سلام پھیر کر فصل نہیں کرتے تھے پھر جمعہ کے بعد پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے پھر چار رکعتیں۔

۱۲۔ عن عطاء قال کان ابن عمر اذا صلی الجمعة صلی بعدھا ست رکعات رکعتین ثم اربعاً، (مصنف ابن شیبہ ج ۲ ص ۱۲۷، ترمذی ج ۱ ص ۱۱۱)

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر

جب جمعہ پڑھتے تو جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے پہلے دو رکعتیں پھر چار رکعتیں۔

۱۳۔ عن ابی بکر بن ابی موسیٰ عن ابیہ انہ کان یصلی بعد الجمعة ست رکعات ،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۷)

حضرت ابو بکر بن ابی موسیٰ اپنے والد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے تھے۔

۱۴۔ عن محمد بن المنشدر عن مسروق قال کان یصلی بعد الجمعة ستا رکعتین واربعاً ،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۷)

حضرت محمد بن منشد حضرت مسروق رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت مسروق رحمہ اللہ جمعہ کے بعد چھ

رکعتیں پڑھا کرتے تھے پہلے دو رکعتیں پھر چار۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ کی دس سنتیں ہیں چار رکعات سنت مؤکدہ نماز جمعہ سے پہلے اور چھ رکعات سنت مؤکدہ نماز جمعہ کے بعد، کیونکہ حدیث ۷۱ اور ۷۲ سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ چار رکعات جمعہ سے پہلے اور چار رکعات جمعہ کے بعد پڑھا کرتے تھے، اور حدیث نمبر ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم السلام کو بھی چار رکعت جمعہ سے پہلے اور چار رکعت جمعہ کے بعد پڑھنے کا حکم دیتے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول و فعل اسی پر تھا جیسا کہ حدیث ۹۶، ۹۷

سے ظاہر ہے۔ حدیث ۷۵ اور ۷۶ سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعتیں بھی پڑھا کرتے تھے۔ اغلب یہ ہے کہ یہ دو رکعات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان چار رکعتوں کے ساتھ ہی پڑھا کرتے تھے جو آپ کا معمول تھیں اور جن کی آپ امت کو تعلیم دیتے تھے۔

اس کا ایک قرینہ تو یہ ہے کہ خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو یہ حکم دیا کرتے تھے کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھا کریں، جیسا کہ حدیث ۸۷، ۸۸ سے واضح ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھنے کا حکم دینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ضرور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل ہی سے اخذ کر کے یہ حکم دیا کرتے تھے کیونکہ یہ تو ناممکن ہے کہ آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل کے خلاف اپنی رائے و قیاس سے کوئی حکم دیں اور نہ ہی یہ کوئی ایسی چیز ہے جس میں رائے و قیاس کو دخل ہو، اس لیے یہی کہا جائے گا کہ آپ نے یا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھ رکعتیں پڑھتے دیکھا ہے یا اس بارے میں آپ سے کوئی ہدایت پائی ہے۔

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو صحابہ کرام میں انتہائی متبع سنت صحابی شمار کئے جاتے ہیں ان کا معمول بھی جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھنے ہی کا تھا جیسا کہ حدیث ۱۱، ۱۲ سے ظاہر ہے لہذا یہ بات ہے کہ آپ نے بھی یا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جمعہ کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے دیکھا ہو گا یا اس بارے میں آپ سے کوئی ہدایت پائی ہو گی۔ ہر کیف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حکم اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل نیز خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چار پر عمل اور امت کو اس کی تعلیم

یہ سب اس بات کے قرینے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ کے بعد چار رکعت کے ساتھ ہی دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔ "نہ ثابت ہوا کہ جمعہ کے بعد چھ رکعات ہی سنت ہو کہ وہ ہیں۔ عام صحابہ کرام اور تابعین عظام کا عمل بھی یہی تھا کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعات ہی پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حدیث عائشہ سے ظاہر ہے، حضرت ابو عبد الرحمن سلمیٰ اور حضرت مسروق رحمہما اللہ بھی جمعہ کے بعد چھ رکعات ہی پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حدیث عائشہ سے ثابت ہے۔ انہی احادیث و آثار کی بنا پر فقہاء فرماتے ہیں کہ جمعہ کی دس رکعات سنت ہو کہ وہ ہیں چار جمعہ سے پہلے اور چھ جمعہ کے بعد۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقدمین کا عمل یہ ہے کہ وہ جمعہ کے بعد کی سنتوں میں دو اور چار رکعت پڑھنے میں اختیار دیتے ہیں چاہے تو دو پڑھ لے اور چاہے چار پڑھ لے اور ان کا عمل بالعموم دو رکعت پڑھنے کا ہے۔ پانچویں جمعہ میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ وہ دو رکعت پڑھ کر چلے جاتے ہیں اور چھ پڑھنے والوں سے الجھتے ہیں کہ تم چھ کیوں پڑھتے ہو دو پڑھا کرو۔ حکیم صادق سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں۔

”اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پاک کے مطابق جمعہ کے بعد دو یا (چار) سنتیں پڑھنا اپنا معمول بنا لو“ (صلوٰۃ الرسول ج ۱ ص ۲۱۱)

نواب وحید الزماں صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

”ومن كان مصليا بعد الجمعة فليصل اربعاً في المسجد اور ركعتين او ست ركعات في بيته وليس

جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھے اسے چاہیے کہ وہ مسجد میں تو ہاں پڑھے مگر میں پڑھے تو چاہیے دو پڑھ لے چاہے چھ، اور جمعہ سے پہلے سنت ہو کہ وہ کوئی نہیں ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و عمل دونوں سے جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھنا ثابت ہے، آپ خود بھی پڑھتے تھے اور امت کو بھی پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔ جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول بھی یہی تھا کہ وہ خود بھی جمعہ سے پہلے چار رکعات پڑھا کرتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کی تعلیم دیتے تھے۔ لیکن نواب وحید الزماں صاحب فرما رہے ہیں کہ جمعہ سے پہلے ہی سنت ہو کہ وہ نہیں ہیں۔ جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھنا خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل سے ثابت ہے نہ غلیظ راستہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھنے کا حکم دے چکے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم اور جلیل القدر تابعی حضرت ابو عبد الرحمن سلمیٰ، اور حضرت مسروق رحمہما اللہ کا عمل بھی یہی ہے کہ وہ جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ کے بعد چھ رکعات ہی سنت ہیں لہذا جمعہ کے بعد چھ ہی پڑھنی ضروری ہیں لیکن غیر متقدمین کا عمل بالحدیث کے دعویدار ہیں ان کے نزدیک اختیار ہے چاہے دو پڑھو چاہے چار طریقہ عمل دو ہی پڑھنے کا ہے۔

اب ہم فیصلہ قارئین کے سر رکھتے ہیں وہ فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی

اذا اجتمع العيد والجمعة لا تسقط الجمعة به

کسی دن عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں تو اس دن جمعہ کی نماز ساقط نہیں ہوتی اس کا پڑھنا فرض ہی رہتا ہے
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَوَدَّيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ
الْحُبُمَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ
ذَلِكَ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ -

اے ایمان والو جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چھوڑ دو خرید و فروخت یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے،

۱- عن الزهري قال حدثني ابو عبيد مولى ابن
ازهر انه شهد العيد يوم الاضحى مع علي بن
الخطاب فصلى قبل الخطبة ثم خطب الناس
فقال يا ايها الناس ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم قد نهانا عن صيام هذين العيدين
اما احدهما فيوم فطر كرم من صيامكم واما
الاخر فيوم تاكلون من تسكرو فقال ابو عبيد ثم
شهدت مع عثمان بن عفان وكان ذاك يوم
الجمعة فصلى قبل الخطبة ثم خطب فقال
يا ايها الناس ان هذا يوم قد اجتمع لكم فيه
عيدان فمن احب ان يرجع فقد اذنت له
(بخاری ج ۲ ص ۱۳۵، مؤطا امام مالک ص ۱۶۵)

الحديث -

امام نہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ابو عبید نے
کہ وہ عید الاضحیٰ کے موقع پر نماز کے لیے حضرت عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوئے آپ نے خطبہ سے پہلے نماز
پڑھائی پھر لوگوں کو خطبہ دیا، فرمایا اے لوگو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے تم کو ان دونوں عیدوں کے روزے رکھنے سے منع
کیا ہے ان دونوں میں سے ایک تو عید الفطر ہے دوسری وہ ہے
جس میں تم اپنی قربانیوں کے گوشت کھاتے ہو۔

ابو عبید رحمہ اللہ کہتے ہیں پھر میں عید کی نماز کے لیے حضرت عثمان
بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا یہ اتفاق سے جمعہ کا دن
تھا آپ نے بھی خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا فرمایا لوگو
یہ ایسا دن ہے جس میں تمہارے لیے دو عیدیں اکٹھی ہو گئی ہیں
اہل عوالیٰ میں سے جو جمعہ کا انتظار کرنا چاہے وہ انتظار کرے اور
جو واپس جانا چاہے میری طرف سے اسے اجازت ہے۔

۲- عن عمر بن عبد العزيز قال اجتمع عيدان على
عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال من
احب ان يجلس من اهل العالمة فليجلس
في غير حرج، (كتاب الام ج ۱ ص ۲۳۷)
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانے میں دو عیدیں اکٹھی ہو گئیں تو آپ نے
فرمایا اہل عوالیٰ میں سے جو (نماز جمعہ کے لیے) بیٹھنا چاہے وہ
بیٹھ جائے بغیر کسی تنگی کے۔

۳- عن النعمان بن بشير قال كان النبي صلى الله

عليه وسأعير في العيدين وفي الجمعة بسبح
اسم ربك الا على وهل اترك حديث الفاشية
وربما اجتمعا في يوم واحد فيقرأ بهما،

(ترمذی ج ۱ ص ۱۱۹، نسائی ج ۱ ص ۱۴۸)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
عیدین اور جمعہ کی نماز میں سبح اسم ربک الا علی اور هل
اتک حديث الفاشية پڑھتے تھے بسا اوقات عید اور
جمعہ ایک ہی دن اکٹھے ہو جاتے تو بھی آپ دونوں نمازوں میں
یہی سورتیں پڑھتے تھے۔

محمد عن يعقوب عن ابی حنیفۃ عیدان
اجتمعا فی یوم واحد فالاول سنت والاخر فربیضۃ
ولا یترک واحد منهما، (جامع الصغير ص ۱۳۳)

حضرت امام محمد بروایت قاضی ابویوسف، حضرت امام ابوحنیفہ
رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب دو
عیدین (عید اور جمعہ) ایک دن اکٹھی ہو جائیں تو اول سنت
ہے (یعنی اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے) اور دوسری
عید (جمعہ) فرض ہے اور ان دونوں میں سے کسی کو بھی
ترک نہیں کیا جاسکتا۔

”قال الشافعی واذا کان یوم الفطر یوم الجمعة
صلی الامام العید حین تحل الصلوٰۃ ثم
اذن لمن حصته من غیر اهل المصروف

ان یخوفوا ان شاء والخال اہلیہم ولا
یعودون الی الجمعة والاختیار لہم ان
یقیموا حتی یجمعوا او یعودوا بعد
انصرافہم ان قدروا حتی یجمعوا وان لم
یفعلوا فلا حرج ان شاء اللہ تعالیٰ قال
الشافعی ولا یجوز ہذا لاحد من اهل المصروف
ان یدعوا ان یجمعوا الا من عذر یجوز لہم
بہ ترک الجمعة وان کان یوم عید، قال
الشافعی وھکذا ان کان یوم الاضحی لا یختلف
اذا کان ببلد یجمع فیہ الجمعة ویصلی
العید ولا یصلی اهل منی صلاة الاضحی ولا
الجمعة لانھا لیست بمصر۔

(کتاب الام ج ۱ ص ۱۳۹)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب عید الفطر کا دن
جمعہ کا دن ہو تو عید کی نماز امام پڑھائے جس وقت نماز جائز
ہو جاتی ہے، پھر جو شہر والے نہیں ہیں ان کو اجازت دے
دے کہ وہ اگر چاہیں تو اپنے اہل کی طرف واپس چلے
جائیں اور جمعہ پڑھنے کے لیے واپس نہ آئیں اور انہیں اختیار
ہے کہ وہ جمعہ پڑھنے کے لیے ٹھہرے رہیں یا جانے کے بعد
اگر قدرت ہو تو جمعہ پڑھنے کے لیے واپس آجائیں اور عباد
کریں۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

انشاء اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور کسی شہری کے لیے جائز نہیں کہ بغیر کسی شدید عذر کے جمعہ ترک کرے اگرچہ عید ہی کا دن کیوں نہ ہو، اسی طرح عید الاضحیٰ کا حکم ہے کسی اختلاف کے بغیر حبيب ایسے شہر میں ہو جہاں جمعہ جائز ہوتا ہے اور عید کی نماز پڑھی جاتی ہے کہ جمعہ بھی پڑھے اور عید کی نماز بھی پڑھے گاؤں دیہات والوں کے لیے اختیار ہے) اور اہل منی عید الاضحیٰ اور جمعہ کی نماز نہ پڑھیں کیونکہ منیٰ بضر شہر نہیں ہے۔

قال الزرقانی المتوفی ۱۱۲۲ھ

”وبہ قال مالک فی روایۃ علی وابن وہب ومطرف وابن الماجشون واسکروا روایۃ ابن القاسم بالمتع وبالحجواز قال الشافعی وابو حنیفۃ“
(شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک ص ۲۶۱)

علامہ زرقانی رحمہ اللہ متوفی ۱۱۲۲ھ فرماتے ہیں علی، ابن وہب، طرف اور ابن الماجشون رحمہم اللہ کی روایت کے مطابق حضرت امام مالک رحمہ اللہ اسی کے قائل ہیں اور ان بزرگوں نے ابن القاسم کی نہایت والی روایت کا انکار کیا ہے (کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے) اور اسی جواز کے (کہ اہل قرنی و عوالی کے لیے ترک جمعہ جائز ہے) حضرت امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ قائل ہیں۔

قال العلامة بدر الدین العینی

”وفی المحلی والاشراف علی عثمان العید ثم خطب فقال انہ قد اجتمع فی یومکم هذا عیدان

منہن احب من اهل العالیۃ ان یقتلر الجمعة فلیتظروا من احب ان یرجع الی اہلہ فلیبرجع فقد اذنت لہ وانا مجتہون قولہ وانا مجتہون دلیل علی ان ترکھا لایجوز وقال ابن عبد البر سقوط الجمعة والظہر بصلوة العید متروک مہجور لا یمول علیہ وتاویل ذالک فی حق اهل العالیۃ ومن لا تجب علیہ الجمعة،
(البانیۃ فی شرح البانیۃ ص ۲ ص ۱۱۱)

علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

محلی اور اشراف میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عید کی نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا، فرمایا تمہارے اس دن میں دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں پس اہل عوالی میں سے جو شخص پسند کرتا ہے جمعہ کے انتظار کو وہ جمعہ کا انتظار کرے اور جو اپنے گھر واپس جانا چاہتے چلا جائے میری طرف سے اسے اجازت ہے، سم جمعہ کی نماز ادا کریں گے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول انا مجتہون۔ کہ ہم تو جمعہ کی نماز ضرور ادا کریں گے۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ جمعہ کا ترک جائز نہیں۔ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ اور ظہر کی نماز کا قسط ہونا عید کی نماز کی وجہ سے یہ متروک، مسجد غیر معتبر ہے اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ترک جمعہ کی اجازت دینا اہل عوالی اور ان کے لیے یہی جن پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

”واذا اجتمع عيد في يوم الجمعة صلى للعید ثم للجمعة
ولا بد ولا يصح اثر بخلاف ذلك قال ابو محمد
الجمعة فرض والعید تطوع والتطوع لا يسقط الفرض،
(المعنی ابن حزم ۳۵۰ ص ۲۵۰)

اور جب جمعہ کے دن عید ہو جائے تو پہلے عید کی نماز پڑھے پھر جمعہ کی نماز پڑھے
اور کوئی حدیث اس کے خلاف میں صحیح نہیں ہے ابو محمد (ابن حزم) کہتے ہیں کہ جمعہ
فرض ہے اور عید تطوع ہے اور تطوع فرض کو ساقط نہیں کرتا۔

آیت کریمہ، احادیث مبارکہ اور اقوال محدثین سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر عید اور جمعہ
دونوں ایک دن جمع ہو جائیں تو دونوں نمازیں پڑھنا ضروری ہے۔ عید کی نماز کی وجہ
سے جمعہ کی نماز کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی۔ وجہ یہ ہے کہ جمعہ فرض ہے جس کی
فرضیت نقص قطعی یعنی آیت مبارکہ لَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُودُوا إِلَى الصَّلَاةِ
الَّذِينَ تَمَسُّ ثَابِت ہے جو تمام جمعوں کو شامل ہے اس میں کسی جمعہ کی تخصیص
نہیں ہے، نیز ذخیرہ احادیث میں ایسی احادیث پائی جاتی ہیں جن سے معلوم
ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بلا عذر جمعہ چھوڑ دینے پر انتہائی سخت
وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔ ان احادیث کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جمعہ خواہ کسی دن
ہو اس کی نماز پڑھی جائے اور ہرگز ترک نہ کی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا عمل مبارک یہی تھا کہ اگر عید اور جمعہ ایک دن اکٹھے ہو جاتے تو آپ
دونوں نمازیں پڑھتے تھے، کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے ایسے موقع پر صرف نماز عید پڑھی ہو اور جمعہ نہ پڑھا ہو، بلکہ آپ
کا معمول یہی تھا کہ آپ ایسے موقع پر دونوں نمازیں پڑھتے تھے، حضرت عثمان
بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کبھی عید اور جمعہ ایک دن اکٹھے ہو جاتے

تو آپ اس دن نماز عید اور نماز جمعہ دونوں میں ہی سورتیں پڑھتے تھے (جیسا
کہ حدیث میں ملے سے واضح ہے) اس حدیث سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے
کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے موقع پر دونوں نمازیں پڑھا کرتے تھے البتہ
اہل عوالیٰ جن پر جمعہ فرض ہی نہیں تھا انہیں آپ اجازت دے دیتے تھے کہ تم جانا
چاہو تو پہلے جاؤ جیسا کہ حدیث نمبر ۲ سے ظاہر ہے، خلیفہ راشد سیدنا عثمان غنی
رضی اللہ عنہ کا معمول بھی یہی تھا کہ اگر جمعہ اور عید ایک دن جمع ہو جاتے تو آپ
دونوں نمازیں پڑھاتے البتہ اہل عوالیٰ کو کہ جن پر جمعہ فرض ہی نہیں تھا انہیں اجازت
دے دیتے تھے کہ اگر تم جمعہ کے لیے ٹھہرنا چاہو تو ٹھہر جاؤ اور اگر جانا چاہو
تو پہلے جاؤ۔

امام مجتہدین حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی
رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں کہ اگر جمعہ اور عید ایک دن اکٹھے ہو جائیں تو ٹھہر
دونوں نمازیں لازماً پڑھی جائیں گی اور دونوں میں سے کسی کو بھی ترک نہیں کیا جائیگا
البتہ گاؤں دیہات والے جن پر جمعہ فرض ہی نہیں ان کے لیے رخصت
ہے جیسا کہ جامع الصغیر کتاب الام، اور شرح زرقانی کی عبارات اس پر شاہد
ہیں، ابن حزم کا مسلک بھی یہی ہے جیسا کہ محلی کی عبارت سے واضح ہے علامہ
ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے بھی عید کی نماز کی وجہ سے جمعہ
کی نماز کے ساقط ہونے کا قول کیا ہے اس کا قول متردک مجہور، غیر معتد اور
ناقابل اعتبار ہے۔

لیکن آیت کریمہ احادیث مبارکہ اور اقوال محدثین کے خلاف غیر متقلدین
کا کہنا ہے کہ جس دن عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں اس دن جمعہ کی نماز کی فرضیت
ساقط ہو جاتی ہے اور جمعہ کی نماز میں رخصت ہوتی ہے چاہے کوئی پڑھے

یا نہ پڑھے۔

میاں نذیر حسین صاحب سے ایک سوال ہوا کہ

”اگر اتفاق سے عید و جمعہ دونوں ایک ہی دن میں جمع ہو جائیں تو اس میں جمعہ کا پڑھنا رخصت ہے یا نہیں۔ زید ایسے دنوں میں جمعہ نہیں ادا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ایک سنت مردہ کو زندہ کرتا ہوں یہ کتنا کیسا ہے؟“

اس سوال کے جواب میں آپ کے شاگرد مولوی عبدالرحیم صاحب لکھتے ہیں

”جب عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہو جائیں تو اس دن اختیار ہے جس کا جی چاہے جمعہ پڑھے اور جس کا جی نہ چاہے نہ پڑھے اور ایسے دنوں میں زید جو نماز ادا نہیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ایک مردہ سنت کو زندہ کرتا ہوں سو اس کا یہ کتنا اچھا ہے“

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۵۵)

نوٹ :- یہ فتویٰ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کا مصدقہ ہے۔

نواب نور الحسن صاحب لکھتے ہیں۔

”وچوں جمعہ و عید فراہم آئندہ ایک روز جمعہ رخصت باشد و ظاہراً سنت کہ اس رخصت عام سنت از برائے امام سائمرم“

(عرف العباد ص ۱۰۰)

اور جب جمعہ اور عید ایک ہی دن اکٹھے ہو جائیں تو جمعہ میں رخصت ہوگی اور ظاہر یہ ہے کہ یہ رخصت تمام لوگوں اور امام کے لیے عام ہے۔

نواب وحید الزماں صاحب رقمطراز ہیں۔

”والجمعة في يوم العيد رخصة مطلقاً لا هل البعد
وغيرهم فان شاء صلى العيد والجمعة كليهما
وان شاء صلى العيد فقط ولم يصل الجمعة و في
سقوط الظاهر خلاف والحق جواز تركه ايضاً“

(نزل الأبارج ۱ ص ۵۵)

اور جمعہ کی عید کے دن رخصت ہے۔ شہر والوں اور غیر شہر والوں کے لیے اگر چاہیں تو عید اور جمعہ دونوں پڑھ لیں چاہیں تو صرف عید پڑھ لیں اور جمعہ نہ پڑھیں البتہ ظہر کے ساقط ہونے میں اختلاف ہے حق بات یہ ہے کہ اس دن ظہر نہ پڑھنا بھی جائز ہے،

ملاحظہ فرمائیے : جمعہ کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے جس میں کسی دن کی کوئی تخصیص نہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلا عید جمعہ چھوٹنے پر سخت وعید بیان فرماتے ہیں، آپ کے زمانے میں اگر جمعہ و عید ایک دن اکٹھے ہوتے تھے تو آپ جمعہ اور عید دونوں پڑھتے تھے، البتہ جن پر جمعہ فرض ہی نہیں (گاؤں دیہات والے) انہیں آپ جانے کی اجازت دے دیتے تھے، شہر والے سب آپ کے ساتھ جمعہ اور عید دونوں پڑھتے تھے۔ غلیظہ راشد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا معمول بھی یہی تھا، ائمہ مجتہدین کا کتنا بھی یہ ہے کہ اگر جمعہ و عید ایک دن اکٹھے ہو جائیں تو دونوں نمازیں پڑھی جائیں گی، علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ ان لوگوں کے قول کو جو نماز عید کی وجہ سے نماز جمعہ کے سقوط کے قائل ہیں۔ مسترک و مبہور ناقابل اعتماد و ناقابل اعتبار قرار دیتے ہیں۔ لیکن غیر مقلدین اس سب سے قطع نظر کہ جمعہ کی نماز کو رخصت قرار دیتے ہیں جس کا مطلب ہے کوئی پڑھ لے تو بھی ٹھیک نہ پڑھے تو بھی ٹھیک

بلکہ ان کے نزدیک اس دن جمعہ نہ پڑھنا مردہ سنت کو زندہ کرنا ہے ، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

قارئین محترم قرآن کریم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل کے مقابلہ میں اپنی مرضی اور رائے پر عمل کرنا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

غیر متقلدین کو تکثیر صلوٰۃ سے چڑ ہے | ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے غیر متقلدین کو کثرت صلوٰۃ

سے کچھ چڑ سی ہے کیونکہ

(۱) فرض نمازوں کے بعد نوافل یہ نہیں پڑھتے الا ما اشار اللہ

(۲) شب بارات میں نوافل پڑھنے کو یہ بدعت کہتے ہیں۔ (طاہری ص ۱۵)

(۳) وترتین کے بجائے ایک رکعت پڑھنے پر یہ اکتفا کرتے ہیں۔

(۴) تراویح میں رکعات کے بجائے آٹھ رکعات پر یہ زور دیتے ہیں۔

(۵) تراویح کے بعد تہجد پڑھنے کو یہ اچھا نہیں سمجھتے۔

(۶) مسافر کے لیے حالت فرصت و اطمینان میں بھی سنتیں پڑھنے

کے یہ قائل نہیں ہیں۔

(۷) اگر کسی منافی صلوٰۃ عمل کرنے سے نماز فاسد بھی ہو جائے تاہم صرف

سجدہ سہو پر اکتفا کر لینے کو یہ کافی سمجھتے ہیں اسے ٹوٹانے کی ضرورت

بھی محسوس نہیں کرتے۔

(۸) اگر بے وضو یا جنبی امام نماز پڑھا دے تو ان کے یہاں متقلدوں

کو نماز ٹوٹانے کی ضرورت نہیں۔

(۹) کسی نے جان بوجھ کر نمازیں نہ پڑھی ہوں تو ان نمازوں کی اسبکے

یہاں قضا نہیں ہے صرف توبہ کافی ہے۔

(۱۰) جمعہ کے دن جمعہ کے بعد صرف ۲ رکعات پڑھ کر یہ براہ فرار اختیار کرتے ہیں۔

(۱۱) جمعہ اور عید ذوال ایک دن اکٹھے ہو جائیں تو جمعہ کی نماز میں ان کے یہاں رخصت ہے مرضی ہے پڑھو یا نہ پڑھو۔

قالی اللہ المشتکی

صلوٰۃ العیدین بست تکبیرات زوائد

عیدین کی نماز میں زائد تکبیریں چھ کہنی چٹا ہیں

۱۔ عن القاسم ابی عبد الرحمن انه قال حدثنی بعض

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال صلی

بنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم عید فکبر

اربعا واربعاً ثم اقبل علینا بوجهہ حین انصرف

فقال لا تنسوا کتکبیر الجنائن و اشار باصابعہ

وقض ابہامہ (طاہری ص ۲ صفحہ ۴۳)

ابو عبد الرحمن قاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے کسی صحابی نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز

پڑھائی تو (بشمول تکبیر رکوع کے) چار چار تکبیریں کہیں کجب آپ نماز

سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا بھول نہ جانا عید

کی تکبیریں جنازہ کی طرح چار ہیں، آپ نے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ

فرمایا اور انگڑھا بند کر لیا۔

۲۔ عن مکحول قال اخبرنی ابو عاصم شتر جلیس لاب

ہریرۃ ان سمیع بن العاص سأل ابا موسی الاشعری
وحد یفنت بن الیمان کیفت کان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یکبر فی الاضحی والظفر فقال ابو موسی
کان یکبر اربعاً تکبیرۃ علی الجنائن فقال حد یفنت
صدق فقال ابو موسی کذا لک کنت اکبر فی البصرۃ
حیث کنت علیہم قال ابو عائشۃ وانا حاضر
سمیع بن العاص،

(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۱، طحاوی ج ۲ ص ۴۹۹، مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۱)

حضرت مکیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
عندہ کے ہم نشین ابو عائشہ نے بتلایا کہ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ
عندہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عبداللہ بن یمان رضی اللہ
عنہما سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الظفر
کی نماز میں کتنی تکبیریں کہا کرتے تھے، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ
عندہ نے فرمایا (بشمول تکبیر رکوع کے) چار چار تکبیریں کہا کرتے تھے
جیسا کہ آپ جنازہ میں کہتے تھے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا
ٹھیک کہتے ہیں، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب
میں بصرہ کا حاکم تھا تو اسی طرح تکبیریں کہا کرتا تھا، حضرت ابو عائشہ
کہتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے سوال کے
وقت خود موجود تھا۔

۳۔ عن مکحول قال حدثنی رسول حد یفنت و ابی
موسیٰ رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کان یکبر فی العیدین اربعاً واربعا
سوی تکبیرۃ الافتتاح، (طحاوی ج ۲ ص ۴۹۹)
حضرت مکیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ اور حضرت ابو
موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے قاصد نے مجھے بتلایا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم دونوں عیدوں میں (بشمول تکبیر رکوع کے) چار
چار تکبیریں کہتے تھے سوال کے تکبیر تحریر کیے۔

۲۔ عن علقمۃ والاسود بن یزید قال کان ابن مسعود
جالسا وعنده حد یفنت و ابو موسی الاشعری
فسألہما سعید بن العاص عن التکبیر فی الاضحی
یوم الظفر والاضحی فجعل هذا یقول سئل هذا
وهذا یقول سئل هذا فقال لہ حد یفنت سئل هذا
لعید اللہ بن مسعود فسألہ فقال ابن مسعود یکبر اربعاً
ثم یقرأ ثم یکبر فیبرک ثم یقوم فی الثانیۃ
فیقرأ ثم یکبر اربعاً بعد القراءۃ،

(صنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۱۱، معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۱۱۱)

حضرت علقمہ اور حضرت اسود بن یزید رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے
پاس حضرت عبداللہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما بھی تھے
حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان دونوں بزرگوں سے عید الظفر
اور عید الاضحیٰ کی نماز میں تکبیر کے متعلق سوال کیا، یہ کہنے لگے کہ ان سے
پوچھو اور وہ کہنے لگے کہ ان سے پوچھو، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

نے ان سے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھو، چنانچہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا چار تکبیریں کہے (بشمول تکبیر تحریر کے) پھر قرات کرے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرے پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو اور قرات کرے پھر چار تکبیریں (بشمول تکبیر رکوع کے) کہے قرات کے بعد

۵۔ عن کردوس قال ارسل الوليد الى عبد الله بن مسعود وحذيفته والي مسعود والي موسى الاشعري بعد العتمة فقال ان هذا عيد المسلمين فكيف الصلوة ؟ فقالوا سل ابا عبد الرحمن فساله فقال يقوم فيكبر اربعاً ثم يقرأ بماتحة الكتاب وسورة من المفصل ثم يكبر ويركع فتلك خمسة ثم يقوم فيقرأ بماتحة الكتاب وسورة من المفصل ثم يكبر اربعاً يركع في آخرهن فتلك تسع في العيد منهن احدى

(مجم طبرانی کبیرہ ۹ ص ۳۳۳ و مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۱۱)

حضرت کردوس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابوسعود حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کے پاس ایک تہائی رات کے بعد پیغام بھیجا (جس میں انہوں نے کہا کہ) یہ مسلمانوں کی عید کا دن ہے اس میں نماز کا کیا طریقہ ہے؟ ان سب بزرگوں نے کہا کہ ابو

عبدالرحمن (عبداللہ بن مسعود) سے پوچھو، چنانچہ قاصد نے ان سے دریافت کیا، آپ نے فرمایا کھڑے ہو کر چار تکبیریں (بشمول تکبیر تحریر کے) کہے پھر سورۃ فاتحہ اور مفصل سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھے، پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے پس یہ پانچ تکبیریں ہوئیں، پھر کھڑے ہو کر سورۃ فاتحہ اور مفصل سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھے پھر چار تکبیر کہے جن میں سے آخری تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے پس یہ نو تکبیریں ہوئیں دونوں عیدوں میں اُن بزرگوں میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔

۶۔ عن ابن مسعود في الاولي خمس تكبيرات بتكبيرة الركعة و بتكبيرة الاستفتاح وفي الركعة (الاخرى) اربعة بتكبيرة الركعة : (مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۹۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (عید کی نمازیں) پہلی رکعت میں پانچ تکبیریں ہیں۔ رکوع کی تکبیر اور تکبیر تحریر کو ملا کر اور دوسری رکعت میں چار تکبیریں ہیں رکوع والی تکبیر ملا کر۔

۷۔ عن علقمة والاسود بن يزيد ان ابن مسعود كان يكبر في العيد تسعاً تسعاً اربعاً قبل القراءة ثم كبر فركع وفي الثانية يقرأ فاذاً ثم كبر اربعاً ثم ركع ،

(مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۳۱۱، مجمع طبرانی کبیرہ ۹ ص ۳۱۱)

حضرت علقمہ اور حضرت اسود بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عیدین میں نو نو تکبیریں کہتے تھے چار تکبیریں (بشمول تکبیر تحریمیہ کے) قرأت سے پہلے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرتے اور دوسری رکعت میں پہلے قرأت کرتے پھر قرأت سے فارغ ہو کر چار تکبیریں (بشمول تکبیر رکوع کے) کہتے اور رکوع کرتے ۸۔ عن کردوس قال کان عبد اللہ بن مسعود یکبر ف فی الاضحی والافطر تسعا تسعا یبدأ فیکبر اربعاً ثم یقرأ ثم یکبر واحدة فیکبر بھا ثم یقوم ف فی الركعة الاخرة فیبدأ فیکبر اربعاً ثم یرکع باحداهن ، (معجم طبرانی کبیر ۹ ص ۳۰۲)

حضرت کردوسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں نو نو تکبیریں کہتے تھے۔ آپ نماز شروع فرماتے تو (بشمول تکبیر تحریمیہ کے) چار تکبیریں کہتے، پھر قرأت کرتے پھر ایک تکبیر کہہ کر رکوع کرتے، پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے تو قرأت سے ابتداء کرتے، پھر چار تکبیریں کہتے اور ان چار میں سے ایک کے ساتھ رکوع کرتے۔

۹۔ عن عبد اللہ قال التکبیر فی الید اربعاً کالصلوة علی المیت ، (معجم طبرانی کبیر ۹ ص ۳۰۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عید میں چار تکبیریں ہوتی ہیں جیسا کہ نماز جنازہ میں۔

۱۰۔ عن عامران عمرو عبد اللہ رضی اللہ عنہما اجتمع رأیہما فی تکبیر العیدین علی تسع تکبیرات خمس

فی الاولی واربع فی الاخرة ویو الی بین القراءتین ، (طحاوی ۵ ص ۲ ص ۳۹)

حضرت عامر شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا اس پر اتفاق رائے ہوا کہ عیدین کی تکبیریں نو میں پانچ پہلی رکعت میں (بشمول تکبیر تحریمیہ و تکبیر رکوع کے) اور چار دوسری میں (بشمول تکبیر رکوع کے) اور دونوں رکعتوں میں قرأت پے درپے کرے۔

۱۱۔ عن حماد عن ابراہیم فی حدیث طویل فاجمعوا امرہم علی ان یجعلوا التکبیر علی الجنائز مثل التکبیر فی الاضحی والافطار بربع تکبیرات فاجمع امرہم علی ذالک ، (طحاوی ۱ ص ۳۳۳)

حضرت حماد رحمہ اللہ حضرت ابراہیم نخعیؓ سے روایت کرتے ہیں۔ ایک طویل حدیث کے ذیل میں کہ "پس ان سب کا اس پر اتفاق ہوا کہ جنازہ کی تکبیریں اتنی ہوں جتنی عیدین کی نماز میں ہیں یعنی چار تکبیریں۔

۱۲۔ عن عبد اللہ بن الحارث قال شهدت ابن عباس کبر فی صلوة العید بالبصرة تسع تکبیرات والی بین القراءتین قال وشهدت المفیرة بن شعبہ فعل ذالک ایضاً، الحدیث ،

(مصنف عبدالرزاق ۳ ص ۲۹۳، مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۳۸۸)

حضرت عبداللہ بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت عبداللہ

بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر ہوا۔ انہوں نے بصرہ میں عید کی نماز میں نو تکبیریں کہیں، اور دونوں (رکعتوں میں) قرأتیں پے در پے کہیں، حضرت عبداللہ بن عمار رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے بھی ایسا ہی کیا،

۱۳۔ عن عبد اللہ بن الحارث انہ صلی خلف ابن عباس رضی اللہ عنہما فی العید تکبیرا ربعا ثم قرأ ثم کبر فرفع ثم قام فی الثانية فقرأ ثم کبر ثلثا ثم کبر فرفع، (طحاوی ج ۲ ص ۴۹۹)

حضرت عبداللہ بن عمار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے عید کی نماز پڑھی تو انہوں نے پہلے چار تکبیریں کہیں پھر قرأت کی پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا، پھر آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوئے تو پہلے قرأت کی پھر تین تکبیریں کہیں پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔

۱۴۔ عن ابن جریج قال ثنا یوسف بن ماہک اخبرنا ان ابن الزبیر لم یکن یکبر الا ربعا سوی تکبیرتین للركعتین، (طحاوی ج ۲ ص ۴۹۹)

حضرت ابن جریج فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یوسف بن ماہک نے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما چار تکبیریں کہتے تھے، دونوں رکوعوں کی تکبیروں کے علاوہ۔

۱۵۔ عن قتادة عن جابر بن عبد الله وسعيد بن المسيب

قال تسع تكبيرات ويوالی بین القراءتين، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۴۲)

حضرت قتادہ رحمہ اللہ حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ دونوں عیدوں میں نو تکبیریں ہیں اور دونوں قرأتیں پے در پے ہوں۔

۱۶۔ عن محمد بن انس بن مالك رضي الله عنه انه قال تسع تكبيرات خمس في الاولى واربع في الآخرة مع تكبيرة الصلوة، (طحاوی ج ۲ ص ۴۹۹)

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا عید کی نماز میں نو تکبیریں ہیں، پانچ پہلی رکعت میں چار دوسری رکعت میں نماز کی تکبیر سمیت۔

۱۷۔ عن محمد بن سيرين عن انس انه كان يكبر في العید تسعًا فذكر مثل حديث عبد الله، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۴۲)

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے۔

۱۸۔ عن ابراهيم ان اصحاب عبد الله كانوا يكبرون في العید تسع تكبيرات، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۹۹)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ

بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے (پانچ پہلی رکعت میں اور چار دوسری رکعت میں)

۱۹۔ عن الشعبي قال ارسل زياد الى مسروق اننا يشغلنا اشتغال فكيف التكبير في العيدين فقال تسع تكبيرات فقال خمسة في الاولى واربع في الاخرة والى بين الفترتين ،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۷، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۱۱)

حضرت امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زیاد نے حضرت مسروق رحمہ اللہ کی طرف پیغام بھیجا کہ ہمیں تو کاموں میں ہی مصروفیت رہتی ہے، آپ یہ بتلائیے کہ عیدین کی نماز میں تکبیریں کس طرح کی جاتی ہیں، آپ نے فرمایا نو تکبیریں ہیں پانچ پہلی رکعت میں (بشمول تکبیر تحریمیہ و تکبیر رکوع کے) اور چار دوسری رکعت میں (بشمول تکبیر رکوع کے) اور دونوں قرأتیں پے درپے کرے۔

۲۰۔ عن ابراهيم عن الاسود ومسروق انهما كانا يكبران في العيد تسع تكبيرات ،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۱۱)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ حضرت اسود اور حضرت مسروق رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے (پہلی رکعت میں پانچ بشمول تکبیر تحریمیہ و تکبیر رکوع کے اور دوسری میں چار بشمول تکبیر رکوع کے)

۲۱۔ عن هشام عن الحسن ومحمد انهما كانا

يكبران تسع تكبيرات ، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۱۱)

حضرت ہشام رحمہ اللہ حضرت حسن بصری اور حضرت محمد بن سیرین رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ عید کی نماز میں نو تکبیریں کہتے تھے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازوں میں چھ زائد تکبیریں واجب ہیں۔ تین پہلی رکعت میں شمار کے بعد اور قرأت سے پہلے، اور تین دوسری رکعت میں قرأت سے فارغ ہو کر رکوع میں جانے سے پہلے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نماز میں چھ تکبیریں ہی زائد کہتے تھے جیسا کہ حدیث ۱-۲-۳ سے واضح ہے، یہی عمل جلیل القدر صحابہ کرام کا تھا چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول عیدین کی نماز میں چھ زائد تکبیریں ہی کہنے کا تھا جیسا حدیث ۸ سے ظاہر ہے، اور جب آپ سے عیدین کی نماز میں تکبیرات کے متعلق سوال ہوتا تھا تو آپ چھ زائد تکبیریں کہنے کا فتویٰ دیتے تھے، حضرت سعید بن العاص اور حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہما نے عیدین کی تکبیروں کے متعلق آپ سے دریافت کیا تو آپ نے چھ ہی تکبیریں بتلائیں جیسا کہ حدیث ۴-۵-۶ سے ظاہر ہے۔ حضرت حذیفہ بن یمان حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ سے آپ کی تصدیق و تصویب یا آپ سے موافقت منقول ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا اس پر اتفاق رائے ہوا کہ عیدین کی نماز میں نو تکبیریں ہونی چاہئیں۔ پانچ پہلی رکعت میں بشمول تکبیر تحریمیہ اور تکبیر رکوع کے اور چار دوسری میں بشمول تکبیر رکوع کے،

جیسا کہ حدیث عنائے ظاہر ہے، حدیث علا سے ثابت ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جنازہ کی تکبیرات میں اختلاف تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کسی ایک صورت پر متفق کرنے کے لیے مشورہ فرمایا سب کا اس پر اتفاق ہوا کہ جنازہ کی تکبیریں اتنی ہوں جتنی عیدین کی نماز میں ہیں یعنی چار، کیونکہ عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ اور دوسری رکعت میں تکبیر رکوع کے ساتھ چار تکبیریں ہوتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم بھی عیدین کی نماز میں نو تکبیروں کے قائل تھے پہلی رکعت میں پانچ بشمول تکبیر تحریمہ و تکبیر رکوع کے اور دوسری رکعت میں چار بشمول تکبیر رکوع کے۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۱۲۰۲، ۱۳۰۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷ سے ظاہر ہے، جلیل القدر تابعین، حضرت سمیع بن المسیب، حضرت اسود بن یزید، حضرت مشروق، حضرت خواجہ حسن بصری، حضرت محمد بن سیرین، نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کا بھی اسی پر عمل ہے اور اسی پر وہ فتویٰ دیتے تھے جیسا کہ حدیث ۱۵، ۱۸، ۱۹ سے واضح ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ عیدین کی نماز میں بارہ تکبیریں زائد ہیں صرف چھ تکبیروں کو زائد ماننا بدعت اور مگر اسی ہے، (العیاذ باللہ)

چنانچہ جماعت اہلحدیث کے ایک مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔
”صورت مرقومہ بالا میں واضح دلالت ہے کہ سلاطین عیدین کی تکبیریں

شرعییت محمدیہ میں بارہ ہیں اور نو بھی بعض صحابہ سے ثابت ہیں جیسا کہ جامع ترمذی سے ظاہر ہوتا ہے، اور تیرو بھی بعض وقت کسی ثابت ہیں جیسا کہ مجمع الزوائد میں ہے اور جو ما سوا ان کے ہیں سب بدعت ہیں کیونکہ بدعت اسی چیز کو کہتے ہیں جو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ میں نہ ہو، اور لوگ اس کو اپنی طرف سے شرعی حکم سمجھ کر عوام الناس میں مروج کر دیں تو معلوم ہوا کہ یہ جو آجکل لوگوں میں صلوٰۃ عیدین کی تکبیریں چھ مروج ہیں۔ یہ بالکل بدعت اور سبب مگرابی ہیں کیونکہ ان کا ثبوت شریعت محمدیہ میں نہیں ہے.....
..... اور جو یہ چھ تکبیریں ہیں یہ مذہبی تکبیر گھڑی گھڑائی ہیں، خدا اور رسول کی طرف سے یہ حکم قطعاً نہیں اور جو کوئی کہے کہ یہ حکم خدا اور رسول کا ہے تو وہ بڑا کاذب بلکہ کاذب ہے، اور نیز معلوم ہوا کہ یہ تمام دنیا میں عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں قرأت تکبیروں کے بعد پڑھی جاتی ہے اور دوسری رکعت میں تکبیروں کے قبل پڑھی جاتی ہے سو یہ غلط اور خلاف سنت نبوی ہے بلکہ سنت یوں ہے کہ قرأت تکبیروں کے بعد دونوں رکعتوں میں پڑھنی چاہیے“
(فتاویٰ ستادیرتہ اصطلح)

ملاحظہ فرمائیے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عیدین کی نماز میں دونوں رکعتوں میں چھ زائد تکبیریں کہنا متعدد احادیث سے ثابت ہے، جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عیدین کی نماز میں تکبیرات کہنے کا یہی طریقہ بتلاتے ہیں کہ پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے چار تکبیریں بشمول تکبیر تحریمہ کے کہی جائیں اور دوسری رکعت میں چار تکبیریں بشمول تکبیر رکوع کے

قرارت کے بعد کہی جائیں، اسی پر آپ کا عمل ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ
 کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی پر اتفاق رائے ثابت ہے
 چنانچہ آپ نے نماز جنازہ میں چار تکبیریں اسی پر قیاس کر کے مقرر فرمائیں۔
 دیگر صحابہ کرام مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت
 عبداللہ بن زبیر، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم
 بھی اسی کے قائل و فاعل ہیں، اسی طرح جلیل القدر تابعین حضرت سعید بن
 المسیب، حضرت اسود بن یزید، حضرت مسروق، حضرت حسن بصری، حضرت
 ابن سیرین رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل و فاعل ہیں لیکن آفرین ہے عمل بالحدیث
 کے ٹھیکیداروں پر وہ اس سب سے آنکھیں موند کر بیک فلم عیدین کی نماز
 کی دونوں رکعتوں میں چھ نماز تکبیروں کو بدعت قرار دے رہے ہیں،
 یا لعجب قارئین محترم اگر حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام، تابعین عظام
 سے ثابت عمل بھی بدعت ہے، پھر غیر مقلد ہی بتلائیں کہ وہ سنت کس عمل
 کو قرار دیں گے۔

جب کہ خود غیر مقلدین جو عیدین کی نماز میں چھ تکبیرات کے برعکس زائد
 تکبیریں بارہ کہتے ہیں، اس کے ثبوت میں ان کے پاس ایک بھی صحیح صحیح
 مرفوع حدیث نہیں۔

اب ہم قارئین سے پوچھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام،
 تابعین عظام سے ثابت عمل کو جو چودہ صدیوں سے امت میں جاری و ساری
 ہے اسے بدعت قرار دینا یہ حدیث کی موافقت سے یا مخالفت؟

قولہ رفع الیدین فی غیر الافتاح فی صلوٰۃ الجنائزۃ

نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین گناہ ہے باقی میں نہیں

۱۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کبر علی الجنائزۃ فرفع یدیه فی اول تکبیرۃ
 ووضع الیمنی علی الیسری،

(ترمذی ج ۱ ص ۲۰۰، دارقطنی ج ۲ ص ۲۰۰، بیہقی ج ۴ ص ۲۸۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز جنازہ پڑھتے تھے تو پہلی تکبیر میں رفع
 یدین کرتے تھے اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ لیتے تھے۔

۲۔ عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 یرفع یدیه علی الجنائزۃ فی اول تکبیرۃ شوا
 یعود،

(دارقطنی ج ۲ ص ۲۰۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں
 رفع یدین کرتے تھے، پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

۳۔ عن الولید بن عبد اللہ بن جمیع الزہری قال
 رأیت ابراہیم اذا صلی علی جنازۃ رفع یدیه
 فکبر ثم لا یرفع یدیه فیما بقی وكان یکبر اربعاً،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۹۰)

حضرت ولید بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم نخعی

رحمہ اللہ کو دیکھا ہے وہ جب نماز جنازہ پڑھتے تھے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر پہلی تکبیر کہتے تھے پھر باقی تکبیروں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور آپ چار تکبیریں کہتے تھے۔

۲۔ عن الحسن بن عبید اللہ انہ کان یرفع یدہ فی اول تکبیرۃ علی الجنائزۃ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲ ص ۱۱۱) حضرت حسن بن عبید اللہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر ہی میں رفع یدین کرتے

”(قال) وقال مالک بن انس ترفع الایدی فی الصلوۃ علی الجنائزۃ فی اول التکبیر قال ابن القاسم وحضرتہ غیر مرة یصلی علی الجنائز منہا رأیتہ یرفع یدہ الا فی اول التکبیرۃ قال ابن القاسم وكان مالک لا یرفع یدین فی الصلوۃ علی الجنائزۃ الا فی اول تکبیرۃ“ (المندوۃ الکبریٰ ۱ ص ۱۱۱)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں رفع یدین صرف پہلی تکبیر ہی میں کیا جائے حضرت ابن القاسم فرماتے ہیں کہ میں کئی دفعہ آپ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نماز جنازہ پڑھا رہے تھے میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کیا جو۔ ابن القاسم کہتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔

”ولا ترفع الیدان فی الصلوۃ علی الجنائزۃ الا فی اول تکبیرۃ فقط لا سند لم یأت برفع الایدی فیما عدا ذلک نص وروی مثل قولنا هذا عن ابن مسعود وابن عباس، وهو قول الجب حنیفتہ وسفیان“ (المجلد ۳ ص ۱۱۱) علامہ ابن حزم تحریر فرماتے ہیں۔

کہ رفع یدین نہ کیا جائے نماز جنازہ میں سوائے پہلی تکبیر کے، کیونکہ پہلی تکبیر کے علاوہ باقی تکبیروں میں رفع یدین کے لیے کوئی نص نہیں آئی، اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا گیا ہے حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت سفیان ثوری کا بھی یہی قول ہے۔

قال القاضی الشوکانی

”والحاصل انہ لم یثبت فی غیر التکبیرۃ الاولى شیء یصلح للاحتجاج بہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وافعال الصحابة واقوالہم لا حجة فیہا فینبغی ان یقتصر علی الرفع عند تکبیرۃ الاحرام“

(نیل الارطار ج ۲ ص ۱۱۱)

علامہ شاکس یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کے بارے میں کسی علیہ الصلوۃ والسلام سے کوئی ایسی حدیث ثابت نہیں ہو سکتی بلکہ بغیر کے قابل ہوا اور صحابہ کرام کے افعال و اقوال محبت نہیں

میں نماز مناسب یہ ہے کہ نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی رفع یدین کرنے پر اقتصار کیا جائے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جنازہ میں رفع یدین صرف پہلی تکبیر ہی میں کرنا چاہیئے باقی تکبیروں میں نہیں، کیونکہ حدیث ۱۱۱ سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر ہی میں رفع یدین کرتے تھے باقی میں نہیں، علامہ ابن حزم اور قاضی شوکانی کے بقول کسی صحیح، صریح حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا باقی تکبیروں میں رفع یدین کرنا ثابت نہیں جلیل القدر صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بھی صرف پہلی تکبیر ہی میں رفع یدین کرتے تھے ایسے ہی جلیل القدر تابعین حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت حسن بن عبد اللہ بھی صرف پہلی تکبیر ہی میں رفع یدین کرتے تھے، حضرت سنان ثوری، حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، ابن حزم اور قاضی شوکانی رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

لیکن ان احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کے نزدیک نماز جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا چاہیئے، ان کے نزدیک نہ صرف یہ کہ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔ چنانچہ مولوی عبید اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں۔

”تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین کے بارے میں کوئی صحیح مرفوع قول یا فعلی یا تقریری حدیث موجود نہیں ہے البتہ بعض صحابہ سے ضرور ثابت ہے اس معروف روایت و نیز بعض ضعیف احادیث کی رو سے تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین

کرنا جائز ہے۔ بدعت یا ممنوع نہیں۔“

(فتاویٰ عثمانیہ ج ۲ صفحہ ۲)

شمار اللہ امرتسری صاحب رقمطراز ہیں۔

”جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانا مستحب ہے۔“

(فتاویٰ عثمانیہ ج ۲ صفحہ ۲)

ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے باقیوں میں نہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیز آپ کے خلفاء راشدین میں سے کسی کا بھی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ آپ کے عمل کی موافقت میں نماز جنازہ کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہ کیا جائے لیکن غیر مقلدین بجائے اس کے کہ نماز جنازہ کی ہر تکبیر میں ترک رفع کے قائل ہوتے وہ ہر تکبیر میں رفع یدین کرنے کو مستحب قرار دے رہے ہیں قارئین فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

ترك القراءة في صلاة الجنازة

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ بطور عزاء پڑھنا جائز نہیں

۱۔ عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم یقول اذا صلیت و علی المیت

فاخلصوا له الدعاء (ابوداؤد ج ۲ صفحہ ۱۱۱، ابن ماجہ ج ۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم کسی میت

کل نماز جنازہ پڑھو تو اس کے لیے اجزاء کے ساتھ دُعا کرو۔

۲۔ مَالِکُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْقَبْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ كَيْفَ تَصَلِّي عَلَى الْجَنَازَةِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ إِنَّا لَعَمْرُ اللَّهِ إِخْبِرُكَ أَتْبَعُهَا مِنْ أَهْلِهَا فَإِذَا وَضَعْتَ كَبْرِيَّتَ وَحَدَّثْتَ اللَّهَ وَصَلَّيْتَ عَلَى نَبِيِّهِ شِمَ أَقُولُ اللَّهُمَّ إِنَّهُ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ كَانَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ اللَّهُ وَأَنْ كَانَ صَاحِبًا فَزِدْ فِي إِحْسَانِهِ وَأَنْ كَانَ مُسِيئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ اللَّهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلَا تَقْتُلْنَا بَعْدَهُ،

(موطا امام مالک ج ۱ ص ۱۸۱)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ حضرت سعید مقبریؒ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نماز جنازہ کیسے پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: بخدا میں تمہیں ضرور بتاؤں گا، میں جنازہ دے گا گھر سے ہی جنازہ کے ساتھ بولتا ہوں جب جنازہ (نماز کے لیے) نکلا جاتا ہے تو میں تکبیر کہہ کر اللہ کی حمد و ثناء کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں پھر یہ دُعا پڑھتا ہوں۔ اللَّهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ كَانَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ اللَّهُ وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا فَزِدْ فِي إِحْسَانِهِ وَإِنْ

كَانَ مُسِيئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ اللَّهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلَا تَقْتُلْنَا بَعْدَهُ۔

۳۔ مَالِکُ عَنْ نَافِعِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ كَانَ لَا يَصَلِّي فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ، (موطا امام مالک ج ۱ ص ۱۸۱) حضرت امام مالک رحمہ اللہ حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ میں قنوت نہیں کرتے تھے۔

۴۔ رَوَى عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ سَمِعَ مِنْ صَلَوةِ الْجَنَازَةِ صَلَّ يَقْرَأُ فِيهَا فَقَالَ لَمْ يُؤْتِ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلًا وَلَا قِرَامَةً وَفِي رِوَايَةٍ حَمْدُ وَلَا قِرَامَةٌ كَثِيرٌ مَا كَثُرَ الْأَمَامُ وَاخْتَرَمَنَ أَطِيبُ الْكَلَامِ مَا شِئْتُ، وَفِي رِوَايَةٍ وَاخْتَرَمَنَ الدُّعَاءُ أَطِيبُهُ (بُيِّنُ الصَّائِحِ ص ۱۸۱، معنی ابن قتیبہ ج ۲ ص ۴۵۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے نماز جنازہ میں قنوت کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے کوئی خاص کلام اور قنوت مقرر نہیں فرمائی، ایک روایت میں ہے کہ کوئی خاص دُعا اور قنوت مقرر نہیں فرمائی، جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، اور جو اچھے سے اچھا کلام (ثناء و دُعا وغیرہ) چاہو اختیار کرو اور ایک روایت میں ہے کہ جو بہتر سے بہتر دُعا ہو وہ اختیار کرو۔

۵۔ رَوَى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَابْنِ عُمَرَ أَنَّهُمَا

قَالَ كَيْسَ فِيهَا قِرَاءَةُ شَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ ،

(بَابُ الصَّائِحِ ص ۱۷۱)

حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے فرمایا نماز جنازہ میں قرآن کے کسی حصہ کی بھی قرات نہیں ہے۔

۲۔ عَنْ عَلِيٍّ إِذَا كَانَ إِذَا صَلَّى عَلَى مَيِّتٍ يَبْدَأُ بِحَمْدِ اللَّهِ وَيُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيَاتِنَا وَآمَوَاتِنَا وَأَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِنَا وَأَصْلَحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاجْعَلْ قُلُوبَنَا عَلَى قُلُوبٍ خَيْرًا ، (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۹۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ جب کسی میت کی نماز جنازہ پڑھتے تو اللہ کی حمد و ثنا سے ابتدا کرتے پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھتے پھر یہ دُعا مانگتے ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيَاتِنَا وَآمَوَاتِنَا وَأَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِنَا وَأَصْلَحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاجْعَلْ قُلُوبَنَا عَلَى قُلُوبٍ خَيْرًا ،

۳۔ عَنْ الشَّعْبِيِّ قَالَ فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى يَبْدَأُ بِحَمْدِ اللَّهِ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ وَالثَّانِيَةِ صَلَوةً عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالثَّلَاثَةِ دَعَاءًا لِلْمَيِّتِ وَالرَّابِعَةَ لِلتَّسْلِيمِ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۹۵، مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۳۵)

حضرت امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں نماز جنازہ میں پہلی تکبیر میں

اللہ کی حمد و ثنا سے ابتدا کرے دوسری تکبیر کے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھے، تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دُعا کرے اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرے۔

۸۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَاسٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ وَ عَنْ ابْنِ الْحَصِينِ عَنْ الشَّعْبِيِّ قَالَ لَيْسَ فِي الْجَنَازَةِ قِرَاءَةُ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۹۵)

ابراہیم نخعی اور امام شعبی رحمہما اللہ فرماتے ہیں نماز جنازہ میں قرات نہیں ہے۔

۹۔ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ كَانَ لَا يَقْرَأُ عَلَى الْمَيِّتِ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۹۵، مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۲۳۵)

حضرت ایوبؓ حضرت محمد بن سیرینؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نماز جنازہ میں قرات نہیں کرتے تھے۔

۱۰۔ عَنْ حُجَّاجٍ قَالَ سَأَلْتُ عَطَاءَ عَنْ الْقِرَاءَةِ عَلَى الْجَنَازَةِ فَقَالَ مَا سَمِعْنَا بِهَذَا ،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۹۵)

حضرت حجاج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے نماز جنازہ میں قرات کرنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا ہم نے یہ نہیں سنا ،

۱۱۔ عَنْ أَبِي طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ وَ عَطَاءٍ أَنَّهُمَا كَانَا يَشْكُرَانِ الْقِرَاءَةَ عَلَى الْجَنَازَةِ ،

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۹۵)

حضرت ابو طائس اپنے والد طاؤس اور حضرت عطاء بن ابی رباح
رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ نماز جنازہ میں
قرارت کا انکار کرتے تھے۔

۱۲۔ عن بکر بن عبد اللہ قال لا أعلم فيها قراءة

(مصنف ابن ابی شیبہ ۳ ص ۲۹۹)

حضرت بکر بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نماز جنازہ میں
قرارت کو نہیں جانتا۔

۱۳۔ عن مفضل قال سألت ميمونا على الجنائز

قراءة او صلوة على النبي صلى الله عليه وسلم

قال ما علمت (مصنف ابن ابی شیبہ ۳ ص ۲۹۹)

حضرت مفضل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ميمون رحمہ اللہ سے
نماز جنازہ میں قرارت یا درود سے متعلق دریافت کیا تو آپ نے
فرمایا مجھے معلوم نہیں۔

۱۴۔ عن محمد بن عبد الله بن أبي سارة قال سألت

سالمًا فقلت القراءة على الجنائز فقال لا قراءة

على الجنائز (مصنف ابن ابی شیبہ ۳ ص ۲۹۹)

حضرت محمد بن عبد اللہ بن ابی سارہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے
حضرت سالم رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ میں نماز جنازہ میں قرارت
کروں تو آپ نے فرمایا نماز جنازہ میں قرارت نہیں ہے۔

۱۵۔ عن أبي المنهال قال سألت ابا الفأل عن

القراءة في الصلوة على الجنائز بما تحت الكتاب

فقال ما كنت احسب ان فاتحة الكتاب تقرأ
الا في صلوة فيها ركوع وسجود

(مصنف ابن ابی شیبہ ۳ ص ۲۹۹)

حضرت ابو المنہال فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو الفأل
الریاحی رحمہ اللہ سے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے متعلق
دریافت کیا تو آپ نے فرمایا میرا تو یہی خیال ہے کہ سورۃ فاتحہ
صرف رکوع و سجود والی نماز ہی میں پڑھی جاتی ہے۔

۱۶۔ عن موسى بن علي عن ابيه قال قلت

لفضالة بن عبيدة هل يقرأ على الميت شيئاً

قال لا (مصنف ابن ابی شیبہ ۳ ص ۲۹۹)

حضرت موسیٰ بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ
انہوں نے حضرت فضالہ بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا
کہ کیا میت پر (نماز جنازہ میں) قرارت کی جاتی ہے آپ نے
فرمایا، نہیں،

۱۷۔ عن سعيد بن ابي بردة عن ابيه قال قال

له رجل اقرؤ على الجنائز بما تحت الكتاب

قال لا تقرأ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳ ص ۲۹۹)

حضرت سعید اپنے والد ابو بردہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان
سے کسی نے پوچھا کہ کیا میں نماز جنازہ میں قرارت کر لیا کروں تو
آپ نے فرمایا نہیں۔

۱۸۔ عن حماد عن ابراهيم قال سألت ابي عن

المیت اذا صلی علیہ ؟ قال لا ،

(مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۲۹۱)

حضرت حماد کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ کیا نماز جنازہ میں قرأت کی جا سکتی ہے ؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

۱۹- عن طلحة بن عبد الله بن عوف قال صليت خلف ابن عباس على جنازة فقرأ بفاتحة الكتاب وسورة وجهر حتى اسمعنا فلما فرغ اخذت بيده فسألت فقال سنته وحق ،

(نہائی ج ۱ ص ۲۱۵)

حضرت طلحہ بن عبد اللہ بن عوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو آپ نے سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ جہراً پڑھیں حتیٰ کہ آپ نے ہمیں سنایا آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اس بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا یہ سنت اور حق ہے۔

۲۰- عن طلحة بن عبد الله بن عوف قال صليت خلف ابن عباس على جنازة فسمعت يقرأ بفاتحة الكتاب فلما انصرفت اخذت بيده فسألت فقلت فقرأ قال نعم انه حق وسنته (نہائی ج ۱ ص ۲۱۵)

حضرت طلحہ بن عبد اللہ بن عوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو میں نے آپ کو سورۃ فاتحہ پڑھتے ہوئے سنا ، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ آپ قرأت کر رہے تھے آپ نے فرمایا ہاں یہ حق اور سنت ہے۔

قال سحنون قلت لعبد الرحمن بن القاسم اعم شئ يقال على الميت في قول مالك قال الدعاء للميت قلت فهل يقرأ على الجنازة في قول مالك قال لا ابن وهب عن رجال من اهل العلو عن عمر بن الخطاب وعلى ابن ابی طالب وعبد الله بن عمر وعبيد بن فضالة والی هريرة وجابر بن عبد الله واثلة بن الاسقع والقاسم وسالو بن عبد الله وابن المسيب وربيعه وعطاء ويحيى بن سعيد انهم لم يكونوا يقرؤن في الصلوة على الميت وقال مالك ليس ذاك بمصنوع به انما هو الدعاء اذ ركت اهل بلادنا على ذلك ، (المدونة الكبرى ج ۱ ص ۲۱۵)

حضرت سحنون فرماتے ہیں کہ میں نے عبد الرحمن بن قاسم رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے قول میں میت پر کیا پڑھنا چاہیئے ؟ فرمایا میت کے لیے دعا میں نے کہا ، کیا امام مالک رحمہ اللہ کے قول کے مطابق نماز جنازہ میں قرأت ہوتی ہے ؟ فرمایا نہیں۔ ابن وہب کہتے ہیں کہ بہت سے اہل علم

مثلاً حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت
عبداللہ بن عمر، حضرت عبید بن فضالہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت
جابر بن عبداللہ، حضرت وائلہ بن اسحق رضی اللہ عنہم اور حضرت
قاسم بن محمد، حضرت سالم بن عبداللہ، حضرت سعید بن مسیب،
حضرت عطار بن ابی ربیع، حضرت یحییٰ بن سعید رحمہم اللہ نماز جنازہ
میں قرأت نہیں کیا کرتے تھے، ابن وہب رحمہ اللہ فرماتے
ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہمارے شہر مدینہ میں
میں اس پڑھنے کا نماز جنازہ صرف دُعا ہے، میں نے اپنے شہر کے

اہل علم کو اسی پر پایا ہے۔

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جنازہ میت کے حق
میں درحقیقت دُعا و استغفار ہے، اس لیے اس میں اللہ کی حمد و ثناء
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پھر میت کے لیے دُعا ہونی چاہیے
جیسا کہ دُعا کا طریقہ ہے، نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ اور دوسری سورت بطور
قرأت پڑھنا صحیح نہیں۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میت کے لیے خود بھی دُعا فرماتے تھے
اور دوسروں کو بھی اخلاص کے ساتھ دعا مانگنے کا حکم دیتے تھے، لیکن کسی
ایک بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز
جنازہ میں قرأت کرتے تھے یا دوسروں کو قرأت کا حکم دیتے تھے۔
علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

”وَمَقْصُودُ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ هُوَ الدُّعَاءُ لِلْمَيِّتِ
وَكَذَلِكَ حَفْظُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَنَقْلُ عَنْهُ مَا لَمْ يَنْقُلْ مِنْ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ
وَالصَّلَاةِ عَلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

(زاد المعاد ج ۱ ص ۱۱۱)

نماز جنازہ سے مقصود میت کے لیے دُعا کرنا ہے اور اسی طرح
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنازہ کی دعائیں اس کثرت کے ساتھ
نقل کی گئی ہیں کہ فاستحریا درود شریعت کا پڑھنا اس طرح نقل نہیں کیا گیا
موصوف مزید لکھتے ہیں:

”وَيَذْكُرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَمَرَ أَنْ
يَقْرَأَ عَلَى الْجَنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَلَا يَصِحُّ
إِسْتِغَاةٌ“ (زاد المعاد ج ۱ ص ۱۱۱)

اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ذکر کیا جاتا ہے کہ آپ نے نماز
جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے، لیکن اس کی سند
صحیح نہیں ہے،

یہی وجہ ہے کہ خلفاء راشدین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے امین
ہیں ان میں سے کسی بھی خلیفہ راشد سے نماز جنازہ میں قرأت فاتحہ منقول
نہیں جب کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا قرأت نہ کرنا صراحتاً
منقول ہے جیسا کہ مدونہ کبریٰ کی عبارت سے واضح ہے، حدیث علی
سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب نماز جنازہ پڑھا
تو شروع میں اللہ کی حمد و ثناء کرتے پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجتے
پھر میت کے لیے دُعا کرتے، اسی طرح دیگر جلیل القدر صحابہ کرام مثلاً حضرت
ابو ہریرہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت فضالہ

بن علیہ، حضرت جابر بن عبد اللہ حضرت وائل بن اسحق رضی اللہ عنہم بھی نماز جنازہ میں قرائت نہیں کرتے تھے جیسا کہ حدیث ۲۰۲-۲۰۳-۱۶۵ اور مدونہ کبریٰ میں حضرت ابن وہب کے بیان سے ظاہر ہے۔

ایسے ہی جلیل القدر تابعین و تبع تابعین مثلاً حضرت امام شعبی، حضرت محمد بن سیرین، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت طاؤس، حضرت بکر بن عبد اللہ، حضرت کمین، حضرت سالم بن عبد اللہ، حضرت قاسم بن محمد، حضرت ابوالعالمیہ الریاحی، حضرت ابو بردہ، حضرت سعید بن مسیب، حضرت یحییٰ بن سعید، حضرت امام مالک رحمہم اللہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی قرائت کے قائل نہ تھے جیسا کہ حدیث ۲۰۳-۲۰۲-۱۶۵ نیز حضرت ابن وہب رحمہ اللہ کے بیان سے ظاہر و باہر ہے۔

احادیث و آثار کے قبیح سے ثابت ہوتا ہے کہ خیر القرون کے دور میں مراکز اسلام مدینہ طیبہ، مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ وغیرہ میں نماز جنازہ میں قرائت کا بالکل رواج نہیں تھا۔ چنانچہ

مدینہ طیبہ کے امام حضرت امام مالک اور مدینہ طیبہ کے سات فقہاء میں سے حضرت سعید بن مسیب، حضرت قاسم بن محمد، حضرت سالم بن عبد اللہ رحمہم اللہ سب اس بات کے قائل ہیں کہ نماز جنازہ میں قرائت نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے شہر (مدینہ طیبہ) میں نماز جنازہ میں قرائت کا رواج نہیں ہے۔

مکہ مکرمہ کے امام حضرت عطاء بن ابی رباح، رحمہ اللہ بھی نماز جنازہ میں قرائت کے قائل نہیں، حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے اس بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا ہم نے تو سنا ہی

نہیں کہ نماز جنازہ میں قرائت بھی کی جاتی ہے۔ آپ نماز جنازہ میں قرائت سے منع کرتے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں بھی اسکا بالکل رواج نہیں تھا۔

کوفہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت امام شعبی، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت یحییٰ بن نمران، حضرت امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی قرائت کے قائل نہیں تھے، حضرت امام شعبی رحمہ اللہ کا فتویٰ تھا کہ نماز جنازہ میں قرائت نہیں ہوتی بلکہ پہلی تکبیر کے بعد سنا، دوسری کے بعد درود، تیسری کے بعد دعا اور چوتھی کے بعد سلام ہوتا ہے۔

بصرہ کے امام حضرت محمد بن سیرین جو حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کے فیض یافتہ ہیں وہ بھی نماز جنازہ میں قرائت کے قائل نہیں۔

ان امور سے روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ خیر القرون کے دور میں نماز جنازہ میں قرائت کا بالکل رواج نہیں تھا۔ اس کی مزید تائید اس قصہ سے بھی ہوتی ہے جو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ پیش آیا وہ یہ کہ آپ نے ایک دفعہ نماز جنازہ پڑھائی تو اونچی آواز سے قرائت کی، جب آپ فارغ ہوئے تو حضرت طلحہ بن عبد اللہ نے آپکا ہاتھ پکڑ کر تعجب سے پوچھا کہ حضرت آپ نے نماز جنازہ میں قرائت کی ہے؟ آپ نے جواباً فرمایا کہ ہاں یہ حق اور سنت ہے، حضرت طلحہ بن عبد اللہ کا آپ سے اس طرح سوال کرنا بتا رہا ہے کہ ان کے نزدیک یہ ایک نئی اور عجیب بات تھی جو رواج کے بالکل خلاف تھی جسکا بالکل اہتہ نہ تھا۔

رہا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا نماز جنازہ میں قرائت کو

سنت قرار دینا تو اس سے سنت مصطلحہ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت مراد نہیں ہے کیونکہ پہلے بتلایا جا چکا ہے کہ کسی بھی صحیح حدیث سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز جنازہ میں قرأت کرنا یا دوسروں کو حکم دینا ثابت نہیں، نہ ہی خلفاء راشدین اور انتہائی متبع سنت صحابی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے نماز جنازہ میں قرأت کرنا ثابت ہے، حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے بقول مدینہ طیبہ میں نماز جنازہ میں قرأت کا کوئی معمول نہیں ہے، اگر نماز جنازہ میں قرأت سنت ہوتی تو ناممکن تھا کہ ایک سنت عمل کو تمام اہل مدینہ ترک کر دیتے اور اس پر کوئی بھی عمل نہ کرتا، اس لیے اس کی توجیہ میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس سے مراد سنت لغویہ یعنی طریقہ ہے اور آپ کا مطلب واللہ اعلم ہے کہ حمد و ثناء کی جگہ فاتحہ وغیرہ کے پڑھنے کا بھی ایک طریقہ ہے کوئی اگر حمد و ثناء کی جگہ فاتحہ وغیرہ بھی پڑھے تو صحیح ہے۔ وغیرہ احادیث میں کئی مقامات ایسے ملتے ہیں جہاں صحابہ کرام نے لفظ سنت استعمال کیا ہے لیکن وہاں اس سے سنت لغویہ مراد ہے سنت مصطلحہ مراد نہیں۔

بہر کیف یہی وہ احادیث و آثار ہیں جن کی وجہ سے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں سنتوں پر ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد ثناء پڑھے، دوسری کے بعد درود، تیسری کے بعد دعا اور چوتھی کے بعد سلام پھیر دے نماز جنازہ میں قرأت کرنا خلاف سنت ہے ہاں اگر کوئی بطور حمد و ثناء کے یا بطور دعا کے سورۃ فاتحہ پڑھے تو گنجائش ہے۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر متقلدین کا کہنا ہے کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اگر کسی نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز باطل ہوگی اور بقول بعض شرط ہے جس کے بغیر نماز جنازہ

ہوگی ہی نہیں۔

چنانچہ غیر متقلدین کے شیخ الحدیث مولوی یونس قریشی صاحب لکھتے ہیں نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد دعائے ماثورہ پڑھ کر امام اور مقتدی کو سورۃ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے..... اگر امام یا مقتدی نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو نماز باطل ہوگی، (فتاویٰ علما حدیث ج ۵ ص ۱۵۵)

نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

”وچوں نماز جنازہ یکے از نماز است کہ در آن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوة الا بفتح الکتاب ارشاد فرمودہ پس ایں قدر در فرضیت قرأت فاتحہ دریں نماز بلکہ در شرطیتش کہ حدش عدم نماز باشد کافی است“ (بدور الاحادیث ج ۱ ص ۹۱)

چونکہ نماز جنازہ بھی نمازوں میں سے ایک نماز ہے جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا صلوة الا بفتح الکتاب پس اتنی بات نہ ہی نماز جنازہ کے اندر سورۃ فاتحہ کے فرض ہونے کے لیے بلکہ شرط ہونے کے لیے کہ جس کے نہ پائے جاتے سے نماز ہی نہ ہو۔ کافی ہے۔

ملاحظہ فرمائیے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا یا اس کا حکم دینا کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں جبکہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ وہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں کرتے تھے، اسی طرح دیگر طویل القدر صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین عظام بھی نماز جنازہ میں قرأت کے قائل نہیں تھے

خیر القرون میں مراکز اسلام مدینہ طیبہ، مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ میں کہیں اس کا رواج نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کو فرض یا شرط قرار دینا تو کجا سنت قرار دینا بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ اگر یہ سنت ہوتی تو خلفاء راشدین اور ان کے بعد باقی خیر القرون کے دور میں اس کا رواج ضرور ہوتا، غیر متقلدین پر تعجب ہے کہ وہ ایک ایسے عمل کو جس کا سنت قرار دینا بھی محل نظر ہے اسے فرض بلکہ شرط کا درجہ دے کر یہ فتویٰ لگا رہے ہیں کہ اگر نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو نماز ہی نہ ہوگی۔

سوال یہ ہے کہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابو بکر، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ و تابعین اور تبع تابعین اور ان کے کمر و زوروں پر و کار جو نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل نہیں تھے کیا ان سب کی نمازیں باطل و بیکار گئیں اور یہ سب بغیر نماز ہی کے مردے دفناتے رہے، غیر متقلدین ہی یہ جرات کر سکتے ہیں کہ ان سب کی نمازوں کو باطل قرار دیں ان کے علاوہ کسی میں اتنی جرات نہیں ہے۔

اسی کار از قومی آید و مرداں چنیں کنند
قارئین محترم تفصیل فرمائیے علیل القصد صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین عظام اور ان کے کمر و زوروں متبعین کی نمازوں کو بیک قلم باطل و بے کار قرار دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

ترك الجهر في الجنازة

نماز جنازہ میں دعائیں وغیرہ آہستہ آواز سے پڑھنی چاہئیں کہ اونچی آواز سے
ادعوا ربکم تخفضوا وخفیفاً ایسے نہ لایجب
المعتدین ۵۵:۷

پکارو اپنے رب کو گڑ گڑا کر اور چپکے چپکے، اس کو خوش نہیں آتے
حد سے تجاوز کرنے والے۔

۱۔ عن ابی امامۃ قال السنت فی الصلوۃ علی الجنازة
ان یقرأ فی الکبیرۃ الاولی بام القرآن مخافتاً
ثم یکبر ثلاثاً والتسلیم عند الآخرۃ،

دلائل ۱ ص ۲۱۷

حضرت ابوامامہ بن سہل بن خنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ آہستہ
آواز سے پڑھی جائے پھر تین تکبیریں کہی جائیں جن میں سے آخری
کے بعد سلام پھیرا جائے۔

۲۔ عن جابر قال ما اباح لنا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ولا ابوبکر ولا عمر فی شیئی ما اباحوا
فی الصلوۃ علی المیت یعنی لم یوقت،

دلائل ۱ ص ۲۱۷

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے ہمارے

لیے نماز جنازہ میں کوئی چیز مقرر نہیں فرمائی۔

قال الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ

”وروی احمد من طریق ابی الزبیر عن جابر ما
أَبَاحَ لَنَا فِي دُعَاءِ الْجَنَازَةِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَلَا أَجْوِبُكَ وَلَا عَمْرٍو قَسَرَ أَبَاحَ بِمَعْنَى
قَدَرَ وَالَّذِي وَقَفَتْ عَلَيْهِ بِأَحَى جَهْرًا“

(التلخيص المجيز ۲ ص ۱۱۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد نے
ابو زبیر کے طریق سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے حدیث
نقل کی ہے کہ ”ہمارے لیے نماز جنازہ“ کی دُعا میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے
کچھ مقرر نہیں کیا۔ اس حدیث میں لفظ أَبَاح کی تفسیر قَدَرَ سے کی
ہے (یعنی مقرر نہیں کیا) لیکن جہاں تک میری معلومات ہیں
بَاح کے معنی جَہَرَ کے ہیں (گویا معنی یہ ہیں کہ حضور علیہ
الصلوة والسلام، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے
نماز جنازہ میں دُعا کو سنی آواز سے نہیں پڑھی۔

قال الامام النووي رحمه الله

”وقد اتفق اصحابنا على انه ان صلى عليها بالنهار
اسر بالقرئمة وان صلى بالليل ففيم وجهران
الصحيح الذي عليه الجمهور يسر والثاني
يجهر واما الدعاء فيسريه لا خلاف“

(نووی شرح مسلم ۱ ص ۱۱۱)

حضرت امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

ہمارے اصحاب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر نماز جنازہ دن
میں پڑھی جائے تو قرات آہستہ ہوگی، اور اگر رات میں پڑھی جائے
تو اس بارے میں دو وجہیں ہیں، پہلی وجہ جو صحیح ہے اور جس پر جمہور
کا عمل ہے یہ ہے کہ رات میں بھی آہستہ ہی ہوگی، دوسری وجہ جو
کی ہے، رہا معاملہ دُعا کا تو وہ تو بغیر کسی اختلاف کے آہستہ
ہی پڑھی جائے گی۔

قال ابن قدامة الحنبلي ۴ م ۵۷۲۰

”وليس الفترأة والدة عام في صلاة الجنابة
لا لفلوبين اهل الملو فيد خلافاً“
(المغني لابن قدامة ۲ ص ۱۱۱)

حضرت امام ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں قرات
اور دُعا آہستہ پڑھی جائے گی اور اس سلسلہ میں ہم اہل علم کے
درمیان کوئی خلافت نہیں پاتے۔

قال الفتاوى الشوكاني

”وذهب الجمهور الى انه لا يستحب لجهر
في صلاة الجنابة وتسكوا بقول ابن عباس
المتقدم لم اقرأ أي جهراً الا لتعلموا انه
سخر وبقوله في حديث ابی امامة سراً في
نفسه“
(زيل الاوطار ۲ ص ۱۱۱)

مہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ نماز جنازہ میں جہر پڑھنا مستحب نہیں ہے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے جو پیچھے گزرا دلیل پکڑی ہے یعنی آپ نے فرمایا کہ میں نے جہر اس لیے پڑھا ہے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ سنت ہے اور مہور نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے اس قول (سرا فی نفسہ) سے بھی استدلال کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ اپنے جہر میں آہستہ پڑھے۔

آیت کریمہ، احادیث مبارکہ اور اجماع امت سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جنازہ میں شمار، درود، دعاء وغیرہ سب آہستہ آواز سے پڑھی جائیگی، کیونکہ نماز جنازہ حقیقتاً میت کے لیے دعاء ہے اور دعاء کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ گڑگڑا کر اور چپکے چپکے مانگو۔

حضرت ابوامامہ بن سہل بن ضیف رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ میں آہستہ آواز سے قرأت کو سنت قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث ۷۱ سے واضح ہے اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ میں آنے والے لفظ اباح کی تفسیر ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے فرمانے کے مطابق جہر ہے، اس صورت میں حدیث شریف کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں جہر نہیں کیا، اس لحاظ سے نماز جنازہ کے اندر شمار، درود و دعاء کے آہستہ آواز سے پڑھنے کا مسنون ہونا ظاہر ہے۔ حضرت امام نووی شافعی، حضرت ابن قدامہ حنبلی اور قاضی شوکانی رحمہم اللہ کے بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ میں دعاء وغیرہ کے آہستہ آواز سے پڑھنے

پر اجماع ہے کسی کا بھی اس میں اختلاف نہیں ہے۔

تنبیہ :- ہم پچھلے باب میں ذکر کر چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کا بطور حمد و ثناء کے پڑھنا جائز ہے، لہذا اگر کوئی سورۃ فاتحہ ثناء کے ساتھ پڑھنا چاہے تو آہستہ آواز ہی سے پڑھے۔ لیکن آیت کریمہ، احادیث مبارکہ اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ نماز جنازہ میں بلند آواز کے ساتھ جنازہ پڑھنا افضل قوی، بلکہ مسنون ہے۔

چنانچہ مولوی ابوالحسنات علی محمد سعیدی لکھتے ہیں۔

”دلائل کے لحاظ سے بلند آواز کے ساتھ جنازہ پڑھنا افضل اور قوی ہے۔“ (فتاویٰ علماء حدیث جلد ۵ ص ۱۸۷)

حافظ احمد صاحب پٹوی لکھتے ہیں۔

”جنازہ کی نماز میں سورۃ فاتحہ اور اس کے بعد کی سورت با آواز بلند پڑھنا جائز بلکہ سنت ہے۔“ (فتاویٰ ثنائیہ ۲ ص ۱۸۷)

ملاحظہ فرمائیے: آیت کریمہ، احادیث مبارکہ اور اجماع امت تینوں دلائل سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جنازہ آہستہ آواز سے پڑھنی چاہیئے، اللہ تعالیٰ آہستہ آواز سے دعاء مانگنے کا حکم دے رہے ہیں، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ آہستہ آواز سے پڑھنے کو سنت قرار دے رہے ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام، حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بلند آواز سے جنازہ کی نفل ذکر کر رہے ہیں اسی پر اجماع امت بھی ہے ان دلائل کا تقاضا تو یہ ہے کہ اپنی آواز سے جنازہ جائز ہی نہ ہو لیکن غیر مقلدین اس سب سے قطع نظر کر کے اپنی آواز سے جنازہ پڑھنے کو افضل

و قوی بلکہ سنت قرار دے رہے ہیں۔ غور فرمائیے خدا و رسول کے عمل کے خلاف اور ساری امت کے عمل کے خلاف کوئی عمل افضل ہو سکتا ہے؟ کیا ایسا عمل جس کا ثبوت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے نہیں وہ عمل سنت قرار دیا جاسکتا ہے؟ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اہل سنت کے چاروں طبقوں حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی میں سے کوئی بھی اونٹنی آواز سے جنازہ کا قائل نہیں، تو آیا ایسا عمل جس پر اہل سنت میں سے کسی بھی مسلک کا عمل نہ ہو وہ افضل، قوی اور مسنون ہو سکتا ہے؟

تاریخین تحریر اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ ایسے عمل کو سنت قرار دینا جس پر چودہ صدیوں سے کسی کا عمل نہیں یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

یاد رہے کہ شیعہ حضرات نماز جنازہ اونٹنی آواز سے پڑھتے ہیں اور غیر متطہرین اس عمل میں لگ کر تلبیہ پڑھتے ہیں عربین شریفین میں بھی نماز جنازہ آہستہ آواز ہی سے پڑھی جاتی ہے۔

کراہۃ صلوٰۃ الجنائزۃ فی المسجد

بغیر کسی عذر کے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے

۱۔ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم من صلی علی جنازۃ فی المسجد

فلا شیئ لہ (ابوداؤد ۲۵۱۰، ابن ماجہ ۱۰۸۱، مصنف علیہ الناق ۳۵۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے۔

۲۔ عن صالح مولی التوامۃ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شیئ لہ، قال صالح واد رکت رجالا من اہل کوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وایا بکرا اذا جاءوا فلہ یجوز الا ان یصلوا فی المسجد رجعا فلو یصلوا، (منحۃ المعجد فی ترتیب سند الطیالیسی ابی داؤد ۱۵۱۱)

حضرت صالح مولی التوامہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے، حضرت صالح فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے ایسے لوگوں کو جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پایا ہے۔ دیکھا کہ وہ جب نماز جنازہ کے لیے آتے اور انہیں نماز جنازہ کے لیے مسجد کے سوا کوئی جگہ نہ ملتی تو وہ واپس ہو جاتے اور مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھتے۔

۳۔ عن صالح مولی التوامۃ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شیئ لہ قال وکان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قضایق بہم المکان رجعوا ولم یصلوا، (مصنف ابی ابی شیبہ ۳ ص ۳۶۱)

حضرت صالح مولى قوامہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے کوئی اجر نہیں حضرت صالحؑ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نبی نماز جنازہ کے لیے جگہ تنگ ہو جاتی تو واپس چلے جاتے تھے۔ مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔

۲۔ عن صالح مولى القوامۃ عن ادرک ابابکر وعمر انهم كانوا اذا تضایق بهم المصلی انصرفوا ولم یصلوا علی الجنائزۃ فی المسجد،

(مسند ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۱۵)

حضرت صالح مولى قوامہ ان صحابہ و تابعین سے روایت کرتے ہیں جنہوں نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو پایا ہے کہ جب نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ تنگ ہو جاتی تو وہ واپس چلے جاتے تھے۔ مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔

۵۔ عن کثیر بن عباس قال لا عرفنا صاحبیت علی جنازۃ فی المسجد،

(مسند ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۲۱۵، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۲۴)

حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ (عبدالنبوی میں) کسی بھی جنازہ کی نماز مسجد نبوی میں نہیں پڑھی گئی۔

۶۔ عن وائل بن داود قال سمعت قال لہما مات ابراہیم بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی علیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المقاعد،

(ابوداؤد ج ۲ ص ۹۸)

حضرت وائل بن داود فرماتے ہیں کہ میں نے..... سنا انہوں نے فرمایا کہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات ہوئی تو آپ نے ان کی نماز جنازہ مقامہ (صلی جنازہ) میں پڑھی۔

۷۔ انس بن جریج قال قلت لنافع آکان ابن عمر یکرہ ان یصلی وسط القبر و قال لا تصلینا علی عائشۃ و ام سلمۃ رضی اللہ عنہما وسط البقیع و الامام یوم صلینا علی عائشۃ رضی اللہ عنہا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ و حضی ذالک عبد اللہ بن عمر،

(سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۲۳۵، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۵۲۵)

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبروں کے درمیان نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا ہم نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ بقیع کے درمیان میں پڑھی تھی، جب ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی نماز پڑھی تو امام حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تھے، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔

۸۔ عن عائشۃ انہا کثما قوفی سعد بن ابی وقاص ارسل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یمروا

بجنازته في المسجد فيصلين عليه ففعلوا فوقف
 به على حجر من يصلين عليه ثم اخرج به
 من باب الجنائز الذي كان الى المقاعد فبلغهن
 ان الناس عابوا ذلك وقالوا ما كانت الجنائز يدخل
 بها المسجد فبلغ ذلك عائشة فقالت ما امرع
 الناس اني ان يعجبوا ما لا علم لهم به عابوا
 علينا ان يهر بجنازة في المسجد وما صلى رسول الله
 صلى الله عليه وسلم على سهيل بن بيضاء الا في
 جوف المسجد (مسلم ج ۱ ص ۳۱۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت
 سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی (۵۵ھ میں) وفات ہوئی
 تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات نے پیغام بھیجا کہ
 لوگ اُن کا جنازہ لے کر مسجد میں سے گزریں تاکہ وہ ان کے لیے
 دعا کر سکیں، چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا، جنازہ اُن گھروں کے
 سامنے رکھا گیا، ازواج مطہرات دعا کرتی رہیں پھر باب الجنائز
 سے جو مقام کی طرف تھا جنازہ لے جایا گیا، ازواج مطہرات کو
 یہ خبر پہنچی کہ لوگوں نے اس فعل کو معیوب سمجھا ہے اور وہ کہہ رہے
 ہیں کہ جنازہ تو مسجد میں داخل نہیں کئے جاتے تھے۔ یہ خبر
 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی پہنچی۔ آپ نے فرمایا لوگ کس
 قدر جلد اس چیز پر عجیب گیری کر رہے تھے جس کا انہیں علم نہیں،
 انہوں نے جنازہ لے کر مسجد میں گزرا ہے جانے پر ہمارا عجیب

گیری کی ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو سہیل بن بیضاء
 کی نماز جنازہ جوف مسجد ہی میں پڑھی تھی۔

۹۔ عن ابن الجبذ ذی عن المقبری انہ رأی حرس
 مروان بن الحکم یمخرجون الناس من المسجد
 یمنعونہم ان یصلوا فیہ علی الجنائز،

(وفاء الوفا باخبار دارالمصطفیٰ ج ۲ ص ۵۳)

حضرت ابن ابی ذر رضی اللہ عنہ نے سید مقبری (موتی) سے روایت کرتے ہیں
 کہ انہوں نے مروان بن حکم کے سپاہیوں کو لوگوں کو مسجد میں نماز
 جنازہ پڑھنے سے روکتے اور نکالتے ہوئے دیکھا ہے۔

۱۰۔ عن کثیر بن زید قال نظرت الی حرس عمر بن
 عبد العزیز یطردون الناس من المسجد ان یصلی
 علی الجنائز فیہ، (وفاء الوفا باخبار دارالمصطفیٰ ج ۲ ص ۵۳)

حضرت کثیر بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر
 بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے سپاہیوں کو نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے
 سے روکتے ہوئے دیکھا ہے۔

۱۱۔ عن ابن شہاب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اذا هلک الہالك شہدہ یصلی علیہ حیث یدفن
 فلما ثقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبتن
 نعتل الیہ المؤمنون موتا ہم فصلی علیہم رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الجنائز عند بیئہ فی موضع
 الجنائز الیوم ولسم یزل ذالک جاریا،

(وفاء الوفا باخبار دارالمصطفیٰ ج ۲ ص ۵۳)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کسی کی وفات ہو جاتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہر قح و فن نماز پڑھانے کے لیے تشریف لے جاتے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود بھاری ہو گیا (اور آپ کے لیے جانا دشوار ہو گیا) تو صحابہ کرام نے میت کو آپ کے مکان کے قریب ہی لے جانا شروع کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان کے قریب موضع جناز میں نماز جنازہ پڑھتے، یہی دستور آج تک چلا آ رہا ہے۔

۱۲۔ عن ابن شہاب قتال حدثنی سعید بن المسیب ان ابی ہریرۃ قتال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صَفَّ بِہُمْ بِالْمَصَلٰی فکبر علیہ اربعاً (بخاری ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مصلیٰ جناز میں لوگوں کی صف بندی کی اور نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔

۱۳۔ عن عبد اللہ بن عمر ان الیہود جآؤا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم برجلٍ منہم وامرؤۃ زنیاً فامر بہما فرحبما قریبا من موضع الجنائز عند المسجد، (بخاری ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہودی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس اپنے ایک ایسے مرد و عورت کو لائے جنہوں نے زنا کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے

بارے میں تنگسار کرنے کا حکم دیا چنانچہ انہیں موضع جناز کے قریب مسجد نبوی سے متصل تنگسار کیا گیا۔

قال قتال مالک واکرہ ان قوضع الجنازۃ فی المسجد فان وضعت قرب المسجد للصلوۃ علیہا فلا بأس ان یصلی من فی المسجد علیہا بصلوۃ الامام الذی یصل علیہا اذا ضاق حنارج المسجد یا ہلہ (مدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۷۷)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں جنازہ کے مسجد میں رکھے جانے کو مکروہ سمجھتا ہوں یاں اگر نماز جنازہ کے لیے مسجد کے قریب جنازہ رکھا جائے تو پھر اس شخص کے لیے نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جو مسجد میں ہو اور جنازہ پڑھانے والے امام کی اتباع میں جنازہ پڑھے یہ بھی اس وقت ہے جب کہ مسجد کے باہر کی جگہ جنازہ پڑھنے والوں کی وجہ سے تنگ ہو جائے۔

قتال محمد بن یحییٰ یصلی علی جنازۃ فی المسجد وکذا لک بلغنا عن ابی ہریرۃ وموضع الجنازۃ بالمیدینۃ خارج من المسجد وهو الموضع الذی کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی علی الجنازۃ فیہ، (مرطع امام محمد ص ۱۷۵)

حضرت امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے، ایسے ہی پہنچا ہے ہمیں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ

سے، مدینہ طیبہ میں موضع جنازہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام سے باہر ہے اور یہ وہی جگہ ہے جہاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق

قال ابن القيم والجوزی رحمہ اللہ

”والصواب ما ذكرناه أولاً وان سنته وهدية الصلوٰۃ على الجنازة خارج المسجد الا لعذير وكل الامرين جائز ولا فضل الصلوٰۃ عليها خارج المسجد“ (زاد المعاد في حدى خير العباد ص ۱۷۱)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

درست بات وہی ہے جو ہم پہلے ذکر کر چکے، اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور آپ کا طریقہ نماز جنازہ مسجد سے باہر ہی پڑھنا ہے، الایہ کہ کوئی عذر پیش آجائے اور دونوں امر جائز ہیں لیکن افضل یہی ہے کہ نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھی جائے۔

مذکورہ بالا احادیث و آثار اور اقوال محدثین سے درج ذیل امور ثابت ہو رہے ہیں۔

(۱) ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں شروع دور میں یہ دستور تھا کہ جب کسی صحابی کی وفات ہو جاتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر تشریف لے جاکر موقع دفن نماز جنازہ پڑھا دیتے تھے، لیکن جب صحابہ کرام نے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشقت اور تکلیف کا احساس کیا تو انہوں نے صیت آپ کے در دولت پر لانی شروع کر دی اور آپ

کے گھر کے قریب ایک جگہ تجویز کر لی جہاں صیت کو رکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کی جاتی، آپ تشریف لاکر اس متعین جگہ پر نماز جنازہ پڑھاتے جیسا کہ حدیث عائشہ سے واضح ہے۔

(۲) یہ متعین جگہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی مشرقی دیوار کی طرف مسجد سے باہر تھی اسی جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مستقل نماز جنازہ پڑھاتے تھے، اس جگہ کا نام موضع جنازہ اور مصلی جنازہ تھا، جیسا کہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ کے بیان سے ظاہر ہے۔

(۳) اسی جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شاہ حبشہ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی، اسی جگہ کے قریب دو زناکار یہودی مرد و عورت کو سنگسار کیا گیا تھا چنانچہ بخاری شریف کی حدیث (۱۲-۱۳) سے واضح ہے۔

(۴) اسی موضع جنازہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی جیسا کہ ابو داؤد شریف کی حدیث (۱۷۱) سے ظاہر ہے۔

(۵) علیل القدر تابعی حضرت ابن شہاب زہریؒ جن کی وفات ۱۲۵ھ میں ہوئی ہے اس وقت تک مدینہ طیبہ میں نماز جنازہ اسی موضع جنازہ میں پڑھنے کا رواج تھا، جیسا کہ حدیث عائشہ سے واضح ہے۔

(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے شاید اسی لیے آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں نماز جنازہ پڑھتا ہے اسے کوئی اجر نہیں ملتا، چنانچہ حدیث (۲۰-۲۱) سے ظاہر ہے۔

(۷) حضرت کشیر بن عباس رضی اللہ عنہما کے بیان کے مطابق دور رسالت میں مسجد نبوی میں کسی بھی جنازہ کی نماز نہیں پڑھی گئی جیسا کہ حدیث عائشہ سے

(۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح صحابہ کرام کا معمول بھی یہی تھا کہ وہ مسجد سے باہر ہی نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ اگر نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ لوگوں کی کثرت کی وجہ سے تنگ ہو جاتی تھی تو پیچھے رہ جاتے اور اے صحابہ کرام نماز پڑھے بغیر ہی چلے جاتے تھے مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے اس سلسلہ میں صحابہ کرام کی یہ حالت تھی کہ وہ جنازہ کو مسجد میں داخل کرنا بھی پسند نہیں کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے کہنے پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو مسجد میں ان کے جھروں کے پاس دعا کے لیے لایا گیا تو سب صحابہ کرام نے اس پر اعتراض کیا اور کہنے لگے کہ پہلے تو جنازہ مسجد میں داخل نہیں کیے جاتے تھے چنانچہ حدیث ۲۰-۳۰-۴۰ اور ۸ سے واضح ہے۔

سے اسی حدیث میں آگے یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ پر ہم ہوئیں اور فرمایا لوگ کس قدر بدیہی ہوئے ہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباسؓ کی نماز جنازہ مسجد ہی میں پڑھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان کے متعلق عرض ہے کہ ابن عباسؓ کی نماز جنازہ تو معمول کے مطابق موضع جنازہ میں خارج مسجد ہی ہوئی تھی البتہ اس موقع پر جینا ہونے والے لوگ زیادہ ہونے کی وجہ سے مسجد میں آگئے تھے ۱۰ اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھیجیں کہ نماز جنازہ مسجد میں ہوئی تھی شاید یہی وجہ ہے کہ کسی بھی مقام پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کی تصدیق متقول نہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اشتیاء ہوا ہے وہ نہ کیے ہو سکتا ہے کہ ایک واقعہ جو صحابہ کرام کے درمیان پیش آیا ہو وہ صحابہ کرام میں سے کسی ایک کو بھی یاد نہ دے سارے کے سارے ہی بھول جائیں صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کو یاد ہے، دوسرے حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ فرمان کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ وہ (باقی اگلے صفحہ پر)

(۹) حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی نماز مسجد سے باہر ہی پڑھی گئی۔ جیسا کہ حدیث ۸۱ سے ظاہر ہے۔

(۱۰) صحابہ کرام کے دور میں مروان بن الحکم اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس کام کے لیے سپاہی مقرر تھے کہ وہ مسجد کی حفاظت کریں اور کسی کو بھی مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھنے دیں جیسا کہ حدیث ۸۱ سے واضح ہے۔ (۱۱) حضرت امام مالک رحمہ اللہ بھی مسجد میں نماز جنازہ کو مکروہ قرار دیتے ہیں جیسا کہ مذکورہ کبریٰ کی عبارت سے ظاہر ہے۔

(۱۲) علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور آپ کا طریقہ نماز جنازہ مسجد سے باہر ہی پڑھا ہے اس لیے نماز جنازہ مسجد سے باہر ہی پڑھنا افضل ہے۔

انہیں احادیث و آثار اور اقوال محدثین کے پیش نظر فقہاء کرام بلا عذر رشید مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔

لیکن ان تمام احادیث و آثار کے خلاف غیر مقلدین کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا نہ صرف جائز ہے بلکہ سنت ہے اور اس سے انکار کرنا سنت کی مخالفت کرنا ہے چنانچہ جماعت غر بار اہل حدیث کے مفتی، مفتی عبدالستار لکھتے ہیں۔

”کتاب و سنت کی رو سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز و درست بلکہ مسنون ہے۔“ (فتاویٰ مستار، ص ۲۵)

”ظفر المبین“ کے مولف بھی الدین لاہوری لکھتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: رسالت میں مسجد نبوی میں کسی کی بھی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔ یہ بھی اس بات

کی واضح دلیل ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اشتیاء ہی ہوا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھنا سنت ہے اور اس سے انکار کرنا سنت کی مخالفت کرنا ہے۔

(جامع البین ص ۲۸۷ بحوالہ فتاویٰ مستاریہ ص ۲۸۷)

یاد رہے کہ غیر متقلدین کا یہ متفق علیہ مسئلہ ہے ان کے تقریباً سب فتاویٰ میں نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے : احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ مدینہ طیبہ میں نماز جنازہ پڑھنے کے لیے مسجد نبوی سے باہر ایک جگہ مقرر تھی جسے موضع جنازہ اور مصلیٰ جنازہ کہا جاتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک اسی جگہ نماز جنازہ پڑھانے کا تھا، اسی جگہ آپ نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی، اسی جگہ آپ نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کی نماز جنازہ پڑھائی، حضرت ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق ان کے زمانے میں اسی جگہ نماز جنازہ پڑھانے کا دستور تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز جنازہ پڑھانے کو اچھا نہیں سمجھتے اسی لیے آپ فرماتے ہیں کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے کوئی اجر نہیں ہے وجہ ہے کہ صحابہ کرام موضع جنازہ میں جگہ تنگ ہوتی تھی تو واپس چلے جاتے تھے۔ مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جنازہ مسجد میں لانے کو کہا تو اس پر صحابہ کرام نے اعتراض کیا کہ پہلے تو جنازہ مسجد میں نہیں لائے جاتے تھے۔ حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ دو برس امت میں کسی کی نماز جنازہ مسجد میں نہیں پڑھی گئی، حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھی گئی، دو صحابہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز اور مروان بن الحکم نے پہرے دار مقرر کر رکھے

تھے تاکہ وہ لوگوں کو مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے سے منع کریں، ان سب باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا اور سنت نہیں بلکہ مکروہ ہے لیکن غیر متقلدین جو عمل بالحدیث کے دعویدار ہیں ان کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا صرف جائز بلکہ سنت ہے۔

غور فرمائیے اگر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا سنت ہے تو پھر

۱۔ نماز جنازہ کے لیے مدینہ طیبہ میں مسجد سے باہر جگہ کیوں بنائی گئی؟
۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے (سوائے ایک واقعہ کے جو کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ذکر کرتی ہیں) مسجد نبوی میں نماز جنازہ پڑھنا کیوں منقول نہیں جبکہ آپ کی زندگی میں آپ کے سینکڑوں جانشین فوت ہوئے؟
۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی حتیٰ کہ اپنے صاحبزادے ابراہیم کی نماز جنازہ مسجد سے باہر کیوں پڑھائی؟

۴۔ صحابہ کرام موضع جنازہ میں جگہ تنگ ہونے کے باعث نماز جنازہ پڑھنے بغیر کیوں چلے جاتے تھے، مسجد نبوی جو اس کے متصل تھی اس میں کیوں نہیں پڑھ لیتے تھے؟

۵۔ ازواج مطہرات کے کہنے سے جب جنازہ مسجد میں لایا گیا تو اس پر صحابہ کرام نے کیوں اعتراض کیا؟

۶۔ اور یہ کیوں کہا کہ جنازہ تو مسجد میں نہیں لائے جاتے تھے؟

۷۔ سیدہ عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ مسجد سے باہر کیوں پڑھی گئی؟

۸۔ دو صحابہ میں مسجد میں نماز جنازہ سے روکنے کے لیے پہرے دار کیوں مقرر تھے، کیا حضرت عمر بن عبدالعزیز جنہیں عمر ثانی کہا جاتا ہے انہیں معلوم نہیں

تھا کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا تو سنت ہے ؟ انہوں نے سنت قائم کرنے سے روکنے کے لیے پہرہ یار کیوں مقرر کئے تھے ؟

ع ۹ : اگر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مسنون ہے تو پھر حضرت کشمیر بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ کیسے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ دور رسالت میں مسجد نبوی میں کسی کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی ؟

ع ۱۰ : خیر القرون کے پورے دور میں (سوائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کے جو باہر مسجد نبوی میں پڑھی گئی تھی) اور لوگوں کی نماز جنازہ مسجد نبوی میں کسی صحیح حدیث سے کیوں ثابت نہیں ؟

ع ۱۱ : اگر مسجد میں نماز جنازہ سنت ہے تو پھر امام دارالہجرت حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے مسجد میں نماز جنازہ کو کیسے مکروہ قرار دے دیا ؟

ع ۱۲ : علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے یہ کیوں لکھ دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت تو نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھنا ہے اسی لیے افضل یہی ہے کہ نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھی جائے ؟

قارئین محترم ان تمام باتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے غیر مقلدین کا نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کو سنت قرار دینا یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟

کتابیات

قرآن کریم

آتش کلمۃ ایلان :

اختر کا شمیری

آثار السنن :

محمد بن علی البیہقی

اتحاف السادة المتقين بشرح احياء الامم

محمد بن علی البیہقی

علوم الدین

محمد بن علی البیہقی

اثبات آمین بالجہر (مشورۃ اشیاء النطق)

سروى فیضین گریانی

الاجماع

ابو یوسف محمد بن ابی بکر الشافعی

احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ

سروى فیضین گریانی

الاحسان فی تخریج صحیح ابن حبان

ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد البیہقی

احسن الفتاوی

مفتی رشید احمد لدھیانوی

احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام

مفتی محمد خضر خاں صاحب

گر جہان دار

احیاء علوم الدین

ابو یوسف محمد بن ابی بکر الشافعی

احیاء ابی حنیفہ واصحابہ

ابو یوسف محمد بن ابی بکر الشافعی

اخلاص امت کا المیسر

عظیم فیض عالم صدیقی

عظیم فیض عالم صدیقی

عظیم فیض عالم صدیقی

عظیم فیض عالم صدیقی

- ۱۳ الاذکار : محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النوادی الشافعی
- ۱۴ ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری : المطبعة العثمانیة المصریة
- ۱۵ الاستیعاب فی معرفة الاصحاب : ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن دار احیاء التراث العربی
محمد بن عبد اللہ اللہ الماکلی بیروت
- ۱۶ الاصابة فی تبيين الصحابة : احمد بن علی بن حجر العسقلانی دار احیاء التراث العربی
اشرفی بیروت
- ۱۷ اصلی اهل سنت : عبد اللہ بہاؤدین ، مسجد دار السلام المحدث کے گھاٹ حیدر آباد
- ۱۸ اصلی حنفی نماز : مولوی طالب الرحمن ، شبان اہل سنت، ملتان
- ۱۹ اظہار التحسین فی اخفاء التامین : مولانا حبیب اللہ ڈیروی ، ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ
نصوة العلم کوجہانوالہ
- ۲۰ الاعتصام (ہفت روزہ) لاہور
- ۲۱ اعلام الموقعین عن رب العالمین : ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم الجوزی ، دار الفکر بیروت
- ۲۲ اعلام السنن : مولانا حفص احمد عثمانی ، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی
- ۲۳ امام ابو حنیفہ کا تعارف محدثین کی نظر میں : محمد بن عبد اللہ الظاہری ، مکتبہ الاسلامیہ کراچی
- ۲۴ الانصاف (مع ترجمہ و صاف) : شیخ احمد بن عبد الرحیم المعروف بشاہ ولی اللہ دہلوی ، عمدۃ المطابع
- ۲۵ الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف : ابوبکر بن محمد بن ابی ہاشم المنذری ، دار طبیب الریاض
- ۲۶ اہل حدیث دہلی (ماہنامہ)
- ۲۷ اہل حدیث کا مذہب : شہناز امترسری ، دار الدعوة السلفیہ شیش محل روڈ لاہور
- ۲۸ اہل حدیث کے دس مسئلے : ابوبکر امیر خان نوشہری ، مکتبہ نذیریہ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
- ۲۹ البحر الرائق شرح کنز الدقائق : شیخ زین الدین ابن نجیم المصری اشرفی ، ایچ ایم سعید پبلیکیشنز کراچی
- ۳۰ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع : ملک العلماء ملا الدین ابوبکر بن سعید الکاسانی اشرفی ، " " "

- ۳۱ بدائع الفوائد : ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم ، دار الکتاب العربی بیروت
- ۳۲ بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقصد : ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن شمس القرطبی الماکلی ،
المکتبۃ العلمیہ لاہور
- ۳۳ البدایۃ والنہایۃ : الحافظ عماد الدین ابن کثیر الشافعی ، مطبعة السعادة بجمہور محافظۃ مصر
- ۳۴ بدور الہلہ من ربط المسائل بالادلة : سید صدیق حسن خان نواب ، مطبع شاہجہانی بھولہ
- ۳۵ بسط الیدين لنیل الفرقدين : علامہ انور شاہ کشمیری ، مجلس علمی ڈھاکہ
- ۳۶ بلوغ المرام من ادلة الاحکام (مترجم) : احمد بن علی بن حجر العسقلانی اشرفی ،
میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی
- ۳۷ البناية فی شرح الهدایۃ : بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی ، ملک سنز
کارخانہ بازار فیصل آباد
- ۳۸ بینات (ماہنامہ) کراچی
- ۳۹ تاریخ ابن خلدون : عبدالرحمان بن محمد بن خلدون
- ۴۰ تاریخ بغداد : ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی ، دار الکتاب العربی بیروت
- ۴۱ تاریخ جرجان : ابوالقاسم حمزہ بن یوسف السہمی ، طبع حیدر آباد دکن
- ۴۲ تحفة الاحوذی : عبدالرحمن مبارک پوری ، نشر السنۃ بیرون بوہر گریٹ ملتان
- ۴۳ التحقيق الراسخ فی ان احادیث الرقع لیس لها نسخ : حافظ محمد گوندوی ،
دار الدعوة السلفیہ شیش محل روڈ لاہور
- ۴۴ تذکرۃ الحفاظ : ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی الشافعی ،
مجلس دائرة المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن
- ۴۵ التعليق الممجد علی مؤطا الامام محمد : مولانا عبدالحی لکھنوی ،
ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۴۶ تفسیر القرآن العظیم : الحافظ عماد الدین ابن کثیرؒ ، دارالمعرفة بیروت
 ۴۷ التفسیر الکبیر : فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن حسین الشافعیؒ ،

دارالکتب العلمیہ طهران

۴۸ تلخیص الحبیث فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر :

احمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ ، المكتبة الاشرفية سانکھلہ

۴۹ التوحید والسنة - فی رد اهل اللاحاد والبدعة ، قاضی عبد الاحد خانپوری

۵۰ التوضیح عن رکعات التراویح : ابوالقاسم رفیق دلاوریؒ ، اسلامیہ پریسٹ

اندرون لوباری گیٹ لاہور

۵۱ تیسیر الباری ترجمہ شرح صحیح بخاری : وحید الزمان حیدر آبادیؒ ، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور

۵۲ جامع البیان فی تفسیر القرآن : ابو جعفر محمد بن جریر الطبریؒ ، المطبعة الکبری الامیرتہ لایبصر

۵۳ جامع الترمذی : محمد بن عیسیٰ بن سونة الترمذیؒ ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۵۴ جامع الصغیر : امام محمد بن حسن الشیبانی الحنفیؒ ، عالم الکتاب بیروت

۵۵ جامع المسانید : ابو الموئید محمد بن محمود الخوارزمیؒ ، المكتبة الاسلامیة سمندری

۵۶ الجانبان فی تحقیق عدد رکعات قیام رمضان : ہومیو ڈاکٹر محمد بشیر صام

متصل مدرسہ فیض العلوم فقیر دالی ضلع بہاولپور

۵۷ جزر و فرج الیدین : امام محمد بن اسماعیل البخاریؒ ، المطبع العلمی دہلی

۵۸ الجسی البلیغ (مشمولہ سائل الحدیث جلد دوم) : حافظ غنائت اللہ اشرفیؒ ، جمیعت طہانت لاہور

۵۹ الجوہر النقی : علاء الدین بن علی بن عثمان المادینی المعروف بابن الترمکائیؒ ،

مجلس دائرة المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن

۶۰ حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح : احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی الحنفیؒ ،

شرکتہ مکتبہ و مطبعہ مصطفیٰ البانی المحلی مصر

۶۱ حاشیہ مالابدمنہ (فارسی) ، کتب خانہ مجیدیہ ملتان

۶۲ حجة الله البالغة (عربی) : الشیخ احمد بن عبد الرحیم المعروف بشاہ ولی اللہؒ ،

دار نشر الکتب الاسلامیہ ۲ شیش محل روڈ لاہور

۶۳ حدیث نماز : عبد المتین مبینؒ ، الدار الحدیثیہ متصل الحدیث منزل نیو مارکیٹ روڈ جکب آباد

۶۴ حضرة مولانا داود غزنوی : سید ابوبکر غزنویؒ ، مکتبہ غزنویہ شیش محل روڈ لاہور

۶۵ الحطة فی ذکر الصحاح الستة : سید صلیق حسن خان نوابؒ ، اسلامی اکیڈمی اردو بازار لاہور

۶۶ حقانیت مسلک اہل حدیث : عبد الرحمن منیر راجو والویؒ ، منڈی راجو وال تحصیل دیپالپور

۶۷ حقیقت الفقه : محمد یوسف جے پوریؒ ، ادارہ اشاعت دین آف مومن پورہ ممبئی ۴۰

۶۸ حلۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء : ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانیؒ ،

دارالکتب العربی بیروت لبنان

۶۹ حیاة امام طحاویؒ : مولانا سید فخر الحسن صاحبؒ

۷۰ الحیاة بعد الممات : فضل حسین بہاریؒ ، المكتبة الاشرفية سانکھلہ

۷۱ حیوة الحیوان : کمال الدین محمد بن موسیٰ الدیمیریؒ ، شرکت مکتبہ و مطبعہ مصطفیٰ البانی المحلی مصر

۷۲ خطبات شہید اسلام : حبیب الرحمن یزدانیؒ ، سبحانی اکیڈمی اردو بازار لاہور

۷۳ خطبة امارت : ابو محمد عبدالستارؒ ، شعبہ تبلیغ جماعت غراب الحدیث فیس روڈ کراچی

۷۴ خلافت راشدہ : حکیم فیض عالم صدیقیؒ

۷۵ الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفة النعمانؒ :

شہاب الدین احمد بن حجر الہیثمی الملکی الشافعیؒ ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۷۶ الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ : احمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ الشافعی

۷۷ الدر البہیۃ (مع شرح المروضة الندیۃ) : محمد بن علی بن محمد الشوکانیؒ ، دار نشر الکتب

الاسلامیۃ لاہور

۷۸ الدر المختار فی شرح تنویر الابصار : محمد علاء الدین بھکفی الحنفی ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی
۷۹ الدر المنثور فی التفسیر بالماثور : جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی
المکتبۃ الجعفری طہران

۸۰ دستور المتقی فی احکام النبی : محمد یونس قریشی دہلوی ، اسلامک پبلشنگ ٹرسٹ
شیش محل روڈ لاہور

۸۱ الدلیل المبین علی ترک القراءة للمقتدین : مولانا محمد حسن فیض پوری
مطبع مجتہائی بیرن شیر نوالہ دروازہ لاہور

۸۲ الدین یسر : سید جعفر شاہ پھلواروی ، ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور

۸۳ رحمة الامة فی اختلاف الائمة : ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن الشافعی ، مکتبہ اہادیہ ملتان

۸۴ رد المحتار علی الدر المختار : محمد امین عابدین بن السید الشریف عمر عابدین ،

ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۸۵ رسول اکرم کا طریقہ نماز : مفتی جمیل احمد ندیری ، ادارہ اسلامیات ۱۹۰-۱۹۱ انارکلی لاہور

۸۶ رسول اکرم کی نماز : محمد اسماعیل اسلمی ، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور

۸۷ الروضة الندية شرح الدر البہیة : سید صدیق حسنان نواب ، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

۸۸ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد : ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر الشہید ابن القیم حنبلی

دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

۸۹ سبیل الرسول : حکیم صادق سیالکوٹی ، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور

۹۰ السعایة فی کشف ما فی شرح الوفاية : مولانا عبدالحی کھنوی ،

سہیل اکیڈمی اردو بازار لاہور

۹۱ سنن ابن ماجہ : ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۹۲ سنن ابی داود : ابو داود سلیمان بن اشعث السجستانی ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۹۳ سنن دارقطنی : ابوالحسن علی بن عمر بن احمد الدارقطنی ، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

۹۴ سنن دارمی : ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی

۹۵ السنن الکبری : ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی ،

مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانیہ آباد دکن

۹۶ سنن نسائی : ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی النسائی ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۹۷ سنیة رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوات المکتوبة لمن شاء :

محمد بن عبد الرحمن الزبیدی ، المطبع العلمی دہلی

۹۸ سوانح مولانا نور حسین گرجا کھی : خواجہ عطاء اللہ ایم اے ، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

۹۹ سیاحۃ الجنان بمناکحۃ اهل الایمان (مشمولہ رسائل الہدیت جلد دوم)

: ابوالشکور عبدالقادر حصاروی ، جمعیت اہل سنت لاہور

۱۰۰ سیر اعلام النبلاء : ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذهبی ،

موسسة الرسالة بیروت لبنان

۱۰۱ سیرت البخاری : عبد السلام مبارکپوری ، فاروقی کتب خانہ اردو بازار لاہور

۱۰۲ سیرت النعمان : علامہ شبلی نعمانی ، اسلامی اکیڈمی اردو بازار لاہور

۱۰۳ السیف الصارم لمنکرشان الامام الاعظم : فقیر محمد جمیلی ، سراج المطابع جہلم

۱۰۴ شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک : سید محمد الزرقانی ،

مطبعة الاستقامة قاہرہ مصر

۱۰۵ شرح معانی الآثار : ابو جعفر احمد بن محمد بن سلمہ بن سلامہ الطحاوی ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۱۰۶ شرح النہایة : علی بن سلطان محمد القاری ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۱۰۷ شعب الایمان : ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی ، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

۱۰۸ صحیح ابن خزیمة : ابوبکر محمد بن اسحق بن خزیمہ ، المکتب الاسلامی بیروت لبنان

۱۰۹ صحیح البخاری : ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردنبہ البخاری ،

ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۱۱۰ الصحیح لمسلو : ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیشاپوری ،

ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۱۱۱ صدیقہ کائنات : حکیم فیض عالم صدیقی

۱۱۲ صلوٰۃ الرسول : حکیم صادق سیالکوٹی ، نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور

۱۱۳ صلوٰۃ النبی : خالد گجاکھی ، ادارہ احیاء السنۃ گرجا گھر

۱۱۴ عرف الجادی من جنان ہدی الہادی : میر نور الحسن خان نواب ،

جمعیت اہلسنت لاہور

۱۱۵ علماء احناف اور تحریک مجاہدین : پروفیسر محمد مبارک

۱۱۶ عمدۃ الرعاۃ حاشیۃ شرح وقایۃ : مولانا عبدالحی کھنوی ، ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۱۱۷ عمدۃ الفاری فی شرح صحیح البخاری : بدرالدین ابونجم محمد بن احمد العینی الحنفی ،

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

۱۱۸ عمل الیوم واللیلۃ : ابوبکر احمد بن محمد بن اسحق السنی ، مکتبۃ التراث الاسلامی بھارت لاہور

۱۱۹ غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داود : شمس الحق عظیم آبادی ،

المطبع الانصاری دہلی

۱۲۰ غنیۃ الطالبین (مترجم اردو عربی) : شیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی الحنفی ،

مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور

۱۲۱ غنیۃ الطالبین (مترجم اردو عربی) : شیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی الحنفی ،

کتب خانہ سعودیہ حدیث منزلت انس روڈ کراچی

۱۲۲ الغنیۃ لطالبی طریق الحق (عربی) : شیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی الحنفی ،

شرکتہ مکتبہ و مطبعہ مصطفی البابی الحنفی مصر

۱۲۳ فتاویٰ املادیۃ : مولانا اشرف علی تھانوی ، مکتبہ دارالعلوم کراچی

۱۲۴ فتاویٰ اہلحدیث : حافظ عبداللہ ردوی ، ادارہ احیاء السنۃ النبویہ

ڈی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

۱۲۵ فتاویٰ برکاتیہ : ابوالبرکات احمد ، جامعہ اسلامیہ گلشن آباد گوجرانوالہ

۱۲۶ فتاویٰ ثنائیہ : ثناء اللہ امرتسری ، اسلامک پبلیشنگ ہاؤس پشیش محل روڈ لاہور

۱۲۷ فتاویٰ دارالعلوم : مفتی عزیز الرحمن دیوبندی ، مکتبہ امدادیہ طان

۱۲۸ فتاویٰ ستاریہ : ابومحمد عبدالستار دہلوی ، مکتبہ ایوبیہ حدیث محل اے ایم اے کراچی

۱۲۹ فتاویٰ علماء حدیث : ابوالحسنات علی محمد سعیدی ، مکتبہ سعید خانوالہ

۱۳۰ فتاویٰ قاضی خان : فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی الحنفی ،

۱۳۱ الفتاویٰ الکبریٰ : ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم المعروف بابن تیمیہ الحنفی ،

دارالمعرفۃ بیروت

۱۳۲ فتاویٰ نذیریہ : میان نذیر حسین دہلوی ، ادارہ نور الایمان ۲۱۲۱ اجیری گیٹ دہلی

۱۳۳ فتاویٰ امام ربانی بر مرزا غلام احمد قادیانی : عبدالحق خان بشیر ،

مکتبہ نیر اردو بازار گوجرانوالہ

۱۳۴ فتح الباری بشرح البخاری : احمد بن علی بن حجر العسقلانی ، شرکتہ مکتبہ و مطبعہ مصطفی البابی

الحنفی مصر

۱۳۵ فتح الفقیر للعاجز الفقیر : کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام الحنفی ،

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

۱۳۶ فتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلدین : محمد منصور علی بن محمد حسن علی مراد آبادی

مدنی کتب خانہ نور مارکیٹ گوجرانوالہ

- ١٣٤ فردوس الاخبار : حافظ شيرازي بن شهر دار بن شيرازي الديلمي ، دار الكتاب العربي بيروت
- ١٣٨ الفقه على المذاهب الاربعة : عبد الرحمن الجزيري ، دار احياء التراث العربي بيروت
- ١٣٩ فيصله رفع يدين (مشتمله على اصيل تقليد) : مولوي جلال الغزالي طقاني ، فاروقى كتيب انجمن دار الازهر
- ١٤٠ قرّة العينين في اثبات رفع اليدين : مولوي نور حسين گرجاكي ،
اداره احياء السنّة گرجاكي گوجرانواله
- ١٤١ قيام الليل : ابو عبد الله محمد بن نصر المروزي ، مطبع رفاه عام لاهور
- ١٤٢ الكامل في ضعفاء الرجال : ابو احمد عبد الله بن عدي الجرجاني ، المكتبة الاثرية سكريل
- ١٤٣ كتاب الآثار للإمام ابي حنيفة بروايت ابي يوسف القاضي ،
المكتبة الاثرية سكريل
- ١٤٤ كتاب الآثار للإمام ابي حنيفة بروايت الامام محمد بن حسن الشيباني ،
مكتبة الادب ملتان
- ١٤٥ كتاب الام : ابو عبد الله محمد بن ادريس الشافعي ، مكتبة الكليات الازهرية شارع صاقي ازهر مصر
- ١٤٦ كتاب الحجة على اهل المدينة : امام محمد بن حسن الشيباني ،
دار المعارف النجافية جامع مير لاهور
- ١٤٧ كتاب الزهد والرفائق : شيخ الاسلام عبد الله بن مبارك المروزي ،
مجلس احياء المعارف مالكاؤن ناسك الهند
- ١٤٨ كتاب القراءة : ابو بكر احمد بن الحسين بن علي البيهقي ، اداره احياء السنّة گرجاكي
- ١٤٩ كشف الاستار عن زوائد البزار على الكتب الستة : نور الدين علي بن ابي بكر الهيثمي ،
مؤسسة الرسالة بيروت لبنان
- ١٥٠ كشف الحجاب (معتمده) : قاضي عبد الرحمن محدث پاني پتي ، مطبع حيدري دلي ١٣٠٥
- ١٥١ كنز الحقائق : وحيد الزمان حيدر آبادي ، جمعية اهل سنت لاهور

- ١٥٢ كنز العمال في سنن الاقوال والافعال : العلامة علام الدين علي السبكي بن حسان الدين الهندي ،
مؤسسة الرسالة بيروت
- ١٥٣ لغات الحديث (اردو) : وحيد الزمان حيدر آبادي ، مير محمد كتيب خان آرام باغ كراچي
- ١٥٤ ما ثبت من السنّة في ايام السنّة : الشيخ عبد الحق محدث دهلوي ، دار الاشاعت كراچي
- ١٥٥ مآثر صديقي : سيد علي حسن خان ، جمعية اهل سنت لاهور
- ١٥٦ العيسوط : محمد بن احمد بن ابي سهل ابو بكر شمس الائمة الخسري ، مطبعة السعادة بحار حافظه مصر
- ١٥٧ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد : نور الدين علي بن ابي بكر الهيثمي ،
دار الكتاب العربي بيروت
- ١٥٨ المجموع شرح المذهب : محي الدين ابو زكريا يحيى بن شرف النووي ،
المكتبة السلفية مدينة منوره
- ١٥٩ مجموع فتاوى شيخ الاسلام ابن تيمية ، طبع سعودي
- ١٦٠ مجموعه رسائل مكمل تمار وهداية النبي ، طبع كراچي
- ١٦١ المحلى : ابو محمد علي بن حزم الظاهري ، مطبعة الامام ١٣٠٣ شارع قرقول مصر
- ١٦٢ مختصر المنزني (ملحق بكتاب الام) ، مكتبة الكليات الازهرية مصر
- ١٦٣ المدخل : محمد بن محمد عبد الرزاق المعروف بابن الحجاج ، دار الكتاب العربي بيروت
- ١٦٤ المدونة الكبرى : امام مالك بن انس ، مطبع السعادة بحار حافظه مصر
- ١٦٥ المراسيل (ملحق بـ سنن ابي داود) : سليمان بن اشعث السجستاني ،
ايك ايم سعيد اينديكيني كراچي
- ١٦٦ مراقي الفلاح شرح نور الايضاح ، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي مصر
- ١٦٧ المرقاات : فضل امام خير آبادي ، قديمي كتيب خان آرام باغ كراچي
- ١٦٨ مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح : علي بن سلطان محمد القاري الحنفي ،
مكتبة الادب ملتان

١٦٩ المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث : ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ المعروف بالکرم،

مکتبة النصر المحمدیہ ریاض

١٤٠ المسند : ابو بکر عبد اللہ بن زبیر الجمیدی، المکتبة السلفية مدینة منورة

١٤١ مسند ابی عوانة : ابو عوانة یعقوب بن اسحق الاسفرائینی، دار المعرفة بیروت لبنان

١٤٢ مسند ابی یعلی الموصلی : الحافظ احمد بن علی بن المثنی التمیمی، دار المأمون للتراث بیروت

١٤٣ مسند الامام احمد بن حنبل : دار المنکر بیروت لبنان

١٤٤ مسند الامام ابی عبد اللہ الشافعی، دار الکتب العلمیة بیروت

١٤٥ (المنتخب من) مسند عبد بن حمید : ابو محمد عبد بن حمید، مکتبة السنة قاهرہ مصر

١٤٦ مسوای مصفی شوح مؤطا امام مالک : شیخ احمد بن عبد الرحیم المعروف بشاہ ولی اللہ،

محمد علی کارخانہ اسلامی کتب خان محل کراچی

١٤٧ المصنّف : ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ، ادارة القرآن دار العلوم الاسلامیة کراچی

١٤٨ المصنف : ابو بکر عبد الرزاق بن همام الصنعاني، مجلس علی ڈھابیل ہندوستان

١٤٩ المختصر من المختصر من مشكل الآثار : ابو المحسن یوسف بن موسى الخفي،

دائرة المعارف العثمانیة حیدرآباد دکن

١٥٠ المعجم الصغير : ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی،

شركة مهمل ومطبعة الزبير الحديثة موصل عراق

المعجم الكبير : ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی،

شركة مهمل ومطبعة الزبير الحديثة موصل عراق

١٥١ معرفة السنن والآثار : ابو بکر احمد بن الحسين بن علی البیهقی،

جامعة الدراسات الاسلامیة کراچی

١٥٢ المغنی : ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامة الحنبلي، مکتبة الرياض الحديثة ریاض

١٨٣ المقاصد الحسنة : شمس الدین محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن ابی بکر بن عثمان السخاوی م ٩٠٢ھ

١٨٥ مقدمة كتاب التعلیم : مسعود بن شیبہ سندی، لجنة احياء الادب السندی

حیدرآباد پاکستان

١٨٦ مناقب ابی حنيفة : حافظ الدين بن محمد المعروف بالكردي، دار الكتاب العربي بيروت لبنان

١٨٧ مناقب ابی حنيفة : صدق الله موفق بن احمد المكي، دار الكتاب العربي بيروت لبنان

١٨٨ مناقب الامام ابی حنيفة : ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی،

ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

١٨٩ مناقب الامام الاعظم (ذیل البحار المضية) : علی بن سلطان محمد القاری

مجلس دائرة المعارف النظامیة حیدرآباد دکن

١٩٠ منتخب كنز العمال (بر مسند احمد)

١٩١ منتقى الاخبار من احاديث سيد الاخيار (مشرح) : ابو العباس تقي الدين احمد بن

عبد الحلیم المعروف بابن تيمية، شركة مکتبة ومطبعة مصطفى البابي مصر

١٩٢ منحة المعبود في ترتيب مستند الطيالسي ابی داود، المکتبة الاسلامیة بيروت لبنان

١٩٣ موارد الظمان الى زوائد ابن حبان : نور الدين علی بن ابی بکر الهيثمي،

المطبعة السلفية ومکتبتها ووقفه

١٩٤ ميزان المتكلمين : مولوی اشرف سلیم، مکتبة تعمیر انسانیت قلعة ديار سنگھ گوجرانوالہ

١٩٥ نزل الابرار من فقه النبي المختار : وحید الزماں حیدرآبادی، جمعیت اہلسنت لاہور

١٩٦ نصب الراية لاحاديث الهداية : جمال الدين ابو محمد عبد اللہ بن يوسف الخفي الزيلعي،

دار نشر الكتب الاسلامیة شیش محل روضہ لاہور

١٩٧ نصب العمود في مسألة تجافي المرأة في الركوع والسجود والفقود :

ابو محمد عبد الحق الهاشمي، المطبعة العربية الحديثة القاهرة

